مجموعہ افادات

قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی...... حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی...... شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن
حکیم الامت مجدد الملت تھانوی...... شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی...... حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب
استاد العلماء مولانا خیر محمد صاحب.... مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب.... شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی
حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب...... ودیگر حضرات اکابرین رحمہم اللہ

جامعہ خیر المدارس - ملتان
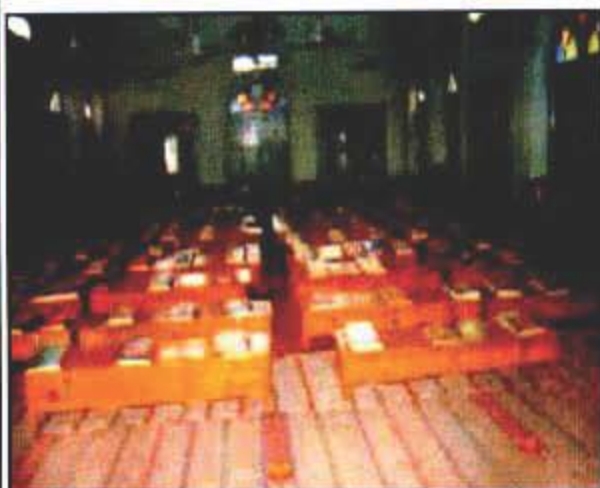
جامعہ دار العلوم کراچی کی پرشکوہ عمارات

جامعہ اسلامیہ امدادیہ ۔ فیصل آباد
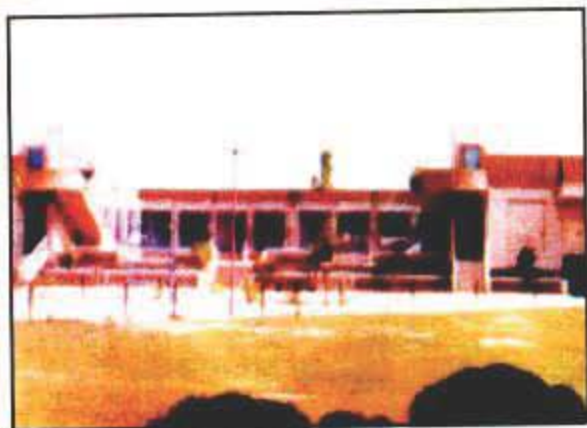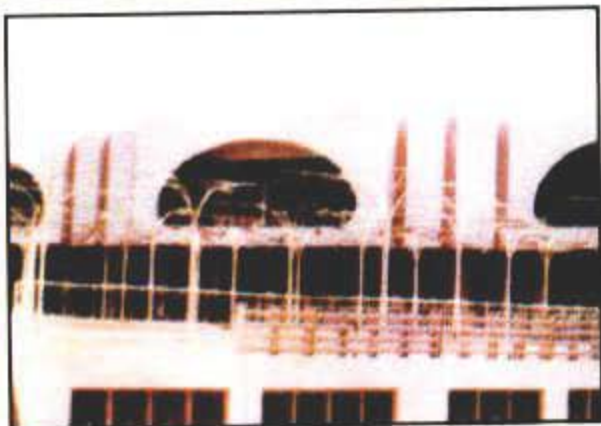
جامع مسجد

دارالاقامہ

دارالقرآن

رہائشی مکانات

تعلیمی بلاک

مطبخ
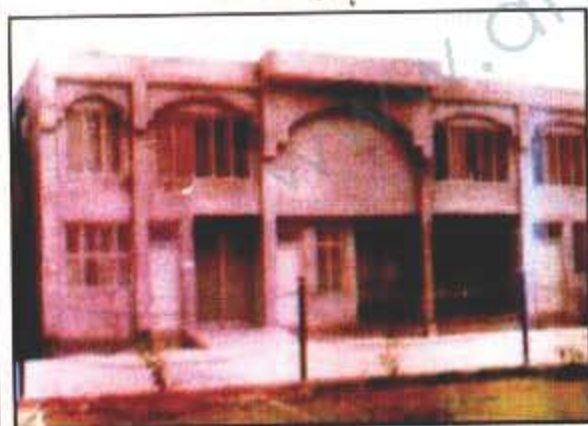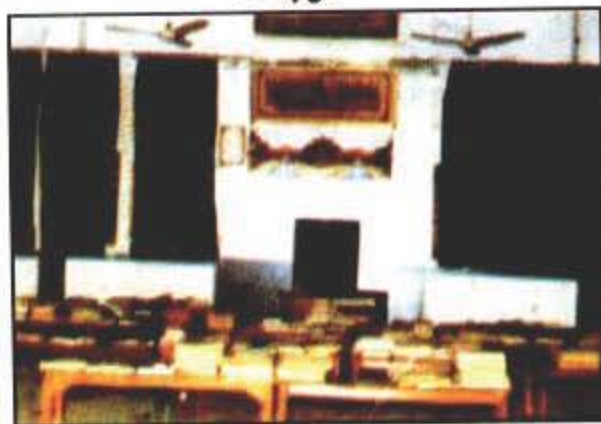
دارالافتاء
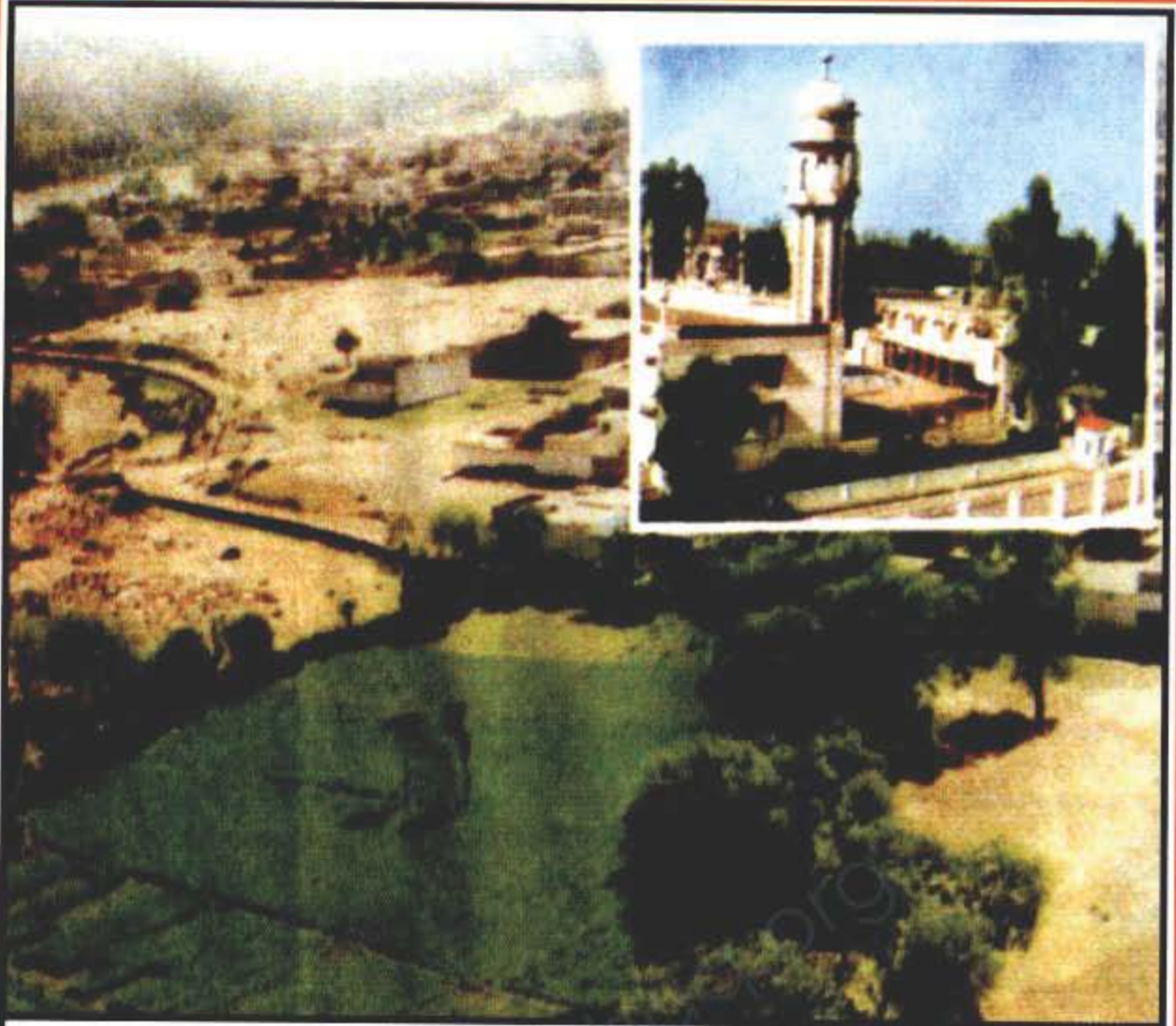
دارالحدیث

دارالعلوم حقانیہ - اکوڑہ خٹک
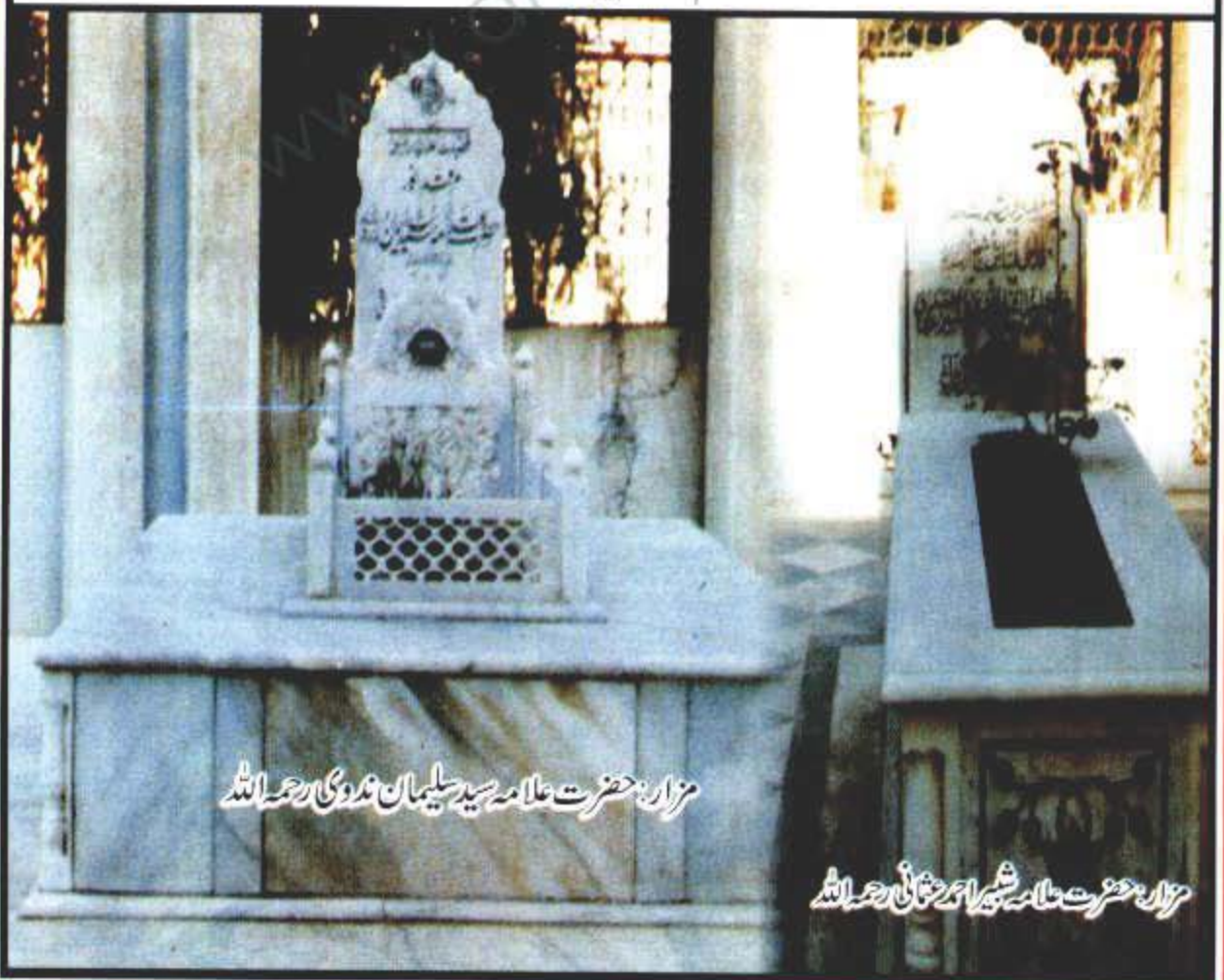
مزار: حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

مزار: حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

جامعہ اشرفیہ لاہور

جامعہ بنوری ٹاؤن میں ''دارالحدیث'' کا داخلی دروازہ

مرقد مبارک
حجۃ الاسلام حضرت مولانا
شاہ ولی اللہ محدث دھلوی
نور اللہ مرقدہٗ

احاطۂ مزار انوری میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے مرقد کے علاوہ
یہاں خانوادۂ انوری کی قبور ہیں جو زیارت گاہِ خاص و عام ہیں

مزار قاسمی کے احاطہ میں اکابر علماءِ دیوبند آرام فرما ہیں۔ ان خاک آسودہ لوگوں نے اپنی مختصر زندگی میں علم وعمل، تقویٰ وللّٰہیت اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے پورے برصغیر میں دین حق کا فیض پہنچایا۔

❖ پاکستان کے اہم مدارس کا تعارف اور انکے بانیوں کے اخلاص پر مبنی ایمان افروز واقعات
❖ اہل علم کیلئے صحبت صالح واصلاح نفس کی اہمیت پر اسلاف کا متواتر عمل اور گراں قدر ارشادات
❖ اہل مدارس اور طلباء کی سیاست میں شرکت کے نقصانات اور اکابر کی تنبیہات
❖ مدیر... مدرس اور طلبا کیلئے مکمل دستور العمل مع نصائح ❖ امراء سے استغناء اور اُس کی برکات
❖ شعبہ مالیات اور چندہ کے بارہ میں اکابر کی احتیاط ❖ اخلاص وللّٰہیت کے انمول واقعات
❖ ۱۸۵۷ کے بعد برصغیر میں مدارس دینیہ کی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ اور اکابر کی مخلصانہ کاوش اور اُسکے نتائج
❖ مدارس کی چار دیواری میں رہنے والے تمام افراد کی ضروریات پر مشتمل ایک مستند نصاب اور دستاویز
جس کا مطالعہ اہل علم، مدرسین اور طلباء کی دینی و دنیاوی کامیابی کی کلید ہے

تحفۃ المدارس

جلد دوم

مجموعہ افادات
قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ
حکیم الامت مجدد الملت تھانویؒ
شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ
حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ
استاد العلماء مولانا خیر محمد صاحبؒ
مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ
حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ
و دیگر اکابرین رحمہم اللہ

مرتب
محمد اسحٰق ملتانی
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

تحفۃ المدارس

تاریخ اشاعت.................. ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

ناشر.................. ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.................. سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان — مکتبہ الفاروق.. مصریال روڈ چوہڑ پال۔ راولپنڈی

ادارہ اسلامیات........ انارکلی........ لاہور — دارالاشاعت........ اُردو بازار........ کراچی

مکتبہ سید احمد شہید........ اردو بازار...... لاہور — مکتبۃ القرآن...... بنوٹاؤن............ کراچی

مکتبہ رحمانیہ........ اُردو بازار .... لاہور — مکتبہ دارالاخلاص.... قصہ خوانی بازار...... پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بسم الله الرحمن الرحيم

رأس الحكمة مخافة الله

١٣٦٢

دیوبند

شاد باش و شاد زی اے سرزمینِ دیوبند
ہند میں تُو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

ملتِ بیضا کی عزت کو لگائے چار چاند
حکمت بطحٰی کی قیمت کو کیا تُو نے دوچند

اسم تیرا با مسمّٰے ، ضرب تیری بے پناہ
دیوِ استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند

تیری رجعت پر ہزار اقدام سو جاں سے نثار
قرنِ اول کی خبر لائی تری اُلٹی زقند

تُو علمبردارِ حق ہے حق نگہباں ہے ترا
خیلِ باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند

ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو
کر لیا ان عالمانِ دینِ قیم نے پسند

جان کر دیں گے جو ناموسِ پیمبر پر فدا
حق کے رستے پر کٹا دیں گے جو اپنا بند بند

کُفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند

اس میں قاسمؒ ہوں کہ انور شاہؒ کہ محمودُ الحسنؒ
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند

گرمی ہنگامہ تیری ہے حسین احمدؒ سے آج
جن سے پرچم ہے روایاتِ سلف کا سربلند

مولانا ظفر علی خان مرحوم

دارالعلوم دیوبند

دلِ افرنگ کا کانٹا

عین حق ہے جو تجھے علم کا دریا کہہ دوں — یہ بھی سچ ہے کہ تجھے گلشن تقویٰ کہہ دوں

ایشیا ہے جو انگوٹھی تو پھر اُس میں تجھ کو — کیوں نہ میں ایک چمکتا ہوا ہیرا کہہ دوں

جتنے دل والے ہیں وہ تجھ پہ ہیں شیدا دل سے — کیوں نہ دل والوں کی تجھ کو تمنا کہہ دوں

ہاں تیرے اشرفؒ و عثمانیؒ و طیبؒ کو میں — جھوٹ کیا ہوگا اگر فخر زمانہ کہہ دوں

ہاں بجا ہوگا! کہ میں تیرے حسینؒ احمد کو — پیکر عشق کہوں، علم سراپا کہہ دوں

ایک دو چار جو ہوتے تو گِنا دیتا میں — حق ہے یہ، تجھ کو نوادر کا خزانہ کہہ دوں

بار بار آتا ہے گیلانی کے دل میں کہ تجھے
دلِ افرنگ میں اٹکا ہوا کانٹا کہہ دوں

(سید امین گیلانی رحمہ اللہ)

فہرست عنوانات

اہل مدارس کو خلوص تربیت اور عمل کی ضرورت ۲۰۷

اصلاح کی ضرورت واہمیت

طلبہ سیاست میں حصہ نہ لیں ۵۰۹

طلباء کیلئے چند اہم ہدایات ۵۱۵

مطالعہ کتب کا دستور العمل

اجمالی فہرست

مدرس اور مدارس

علوم دینیہ کی تدریس پر اجر و ثواب
تدریس کے احکام و آداب اور مثالی واقعات
طلباء سے برتاؤ اور ان سے خدمت لینے کے آداب
سزا اور تادیب کے سلسلہ میں شرعی احکام
تنخواہ کے سلسلہ میں اکابر کے ایمان افروز واقعات
معلمین و مدرسین کیلئے نصائح...... معلمین قرآن......
اور درس نظامی کی تدریس سے منسلک مدرسین...... ٹیچر...... پروفیسر
حضرات کیلئے قرآن وحدیث اور اسلاف واکابر کی مبارک تعلیمات
اور مشعل راہ واقعات وہدایات کا مرقع

کامیاب مدرس اور طریقۂ تدریس

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں

مدارس عربیہ کا نصاب تعلیم جس طرح محتاج اصلاح ہے اس سے کہیں زیادہ نظام تعلیم کی اصلاح کی حاجت ہے، نظام تعلیم سے میری مراد ایک وسیع مفہوم ہے جس میں طلبہ کی تربیت و نگرانی، طلبہ کا علمی معیار، طلبہ کا اخلاقی معیار، تدریس کا طریقہ (کن کن مضامین پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت) طلبہ کی ذہنی تربیت کے لئے کیا کیا ذرائع اختیار کئے جائیں؟ طلبہ میں علمی استعداد پیدا کرنے کے لئے ترغیب و ترہیب کے کیا کیا وسائل ہونے چاہئیں؟ غرض صلاح و تقویٰ، علمی معیاری قابلیت، اخلاص و عمل کی روح پیدا کرنے کے لئے کن کن تدابیر کو کام میں لایا جائے؟ جب تک طلبہ کے قلوب میں امراض نہیں تھے، دماغوں میں جدوجہد کا جذبہ موجود تھا، طبیعتیں علمی مسابقت سے سرشار تھیں، اساتذہ میں اخلاص و تعلق مع اللہ کی روح جلوہ گر تھی اور تعلیم و تعلم دونوں کا مقصد خدمت علم و خدمت دین تھا یا کم از کم حصول علم میں تو ان تدابیر کی حاجت نہیں تھی، لیکن نقطۂ خیال بدل گیا تعلیم کا مقصد حصولِ سند ہے یا حصولِ ملازمت، اساتذہ میں وہ روح نہ رہی، ان کا مقصد مشاہرہ کا حصول یا مہتمم کو خوش کرنا یا پھر طلبہ سے خراج تحسین کی سند حاصل کرنا، جب یہ امراض پیدا ہوگئے تو اب ضرورت ہے کہ انتہائی دل سوزی اور جاں فشانی کے ساتھ اس کے علاج کی طرف توجہ کرنی چاہئے، سابق الذکر امور میں سے ہر ایک کافی تفصیل طلب ہے لیکن نظام تعلیم کی اصلاح کے لئے یہاں چند اہم ترین امور کی اصلاحی تدابیر کا اجمالی خاکہ پیش کرنا ہے۔

۱- مدرسین حضرات کا طریقۂ تدریس یہ ہونا چاہئے کہ:

(الف) کتاب کے مشکلات کو سادے الفاظ میں اور اختصار کے ساتھ حل کرنے کی کوشش۔

(ب) تعبیر کے لئے عمدہ دل نشین واضح طریقہ اختیار کریں۔

(ج) کتاب کے حل کرنے میں قطعاً سستی سے کام نہ لیا جائے۔

(د) حل کتاب کے بعد فن کی مہمات پر طلبہ کو متوجہ کیا جائے۔

(و) جس مشکل کی شرح کسی نے عمدہ کی ہے ان کا حوالہ دیا جائے اور طلبہ کو ان مأخذ سے روشناس کرایا جائے تا کہ مستعد و ذہین طلبہ اپنی معلومات کو آگے بڑھا سکیں۔

(و) فضول و بیکار مباحث میں طویل طویل تقریر کر کے طلباء سے داد تحقیق حاصل کرنا یہ تدریس کا سب سے بڑا فتنہ ہے اس کو ختم کرنا چاہئے۔

۲- کتابوں کے اختتام اور اوّل سے آخر تک تعلیم میں تطابق (یکسانیت ہو)، جو کتابیں ایسی ہیں جن کا ختم کرنا ضروری ہے پوری توجہ کرنی چاہئے کہ کتاب ختم ہو جائے کوئی بحث رہ نہ جائے، جب تک کتاب ختم نہ ہو اس کا امتحان نہ لیا جائے بلکہ تا اختتام کتاب سالانہ امتحان مؤخر کیا جائے، اور اس مشکل پر قابو پانے کے لئے کتابوں کو تین حصوں پر تقسیم کرنا چاہئے کہ سہ ماہی، شش ماہی، سالانہ امتحان تک کہاں سے کہاں تک کتاب پہنچ جانی چاہئے، اس کا شدت سے انتظام کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ابتداء میں ماہ دو ماہ بڑی بڑی تقریریں ہوں اور آخر میں صرف ورق گردانی (جیسا کہ ہدایہ، مشکوٰۃ، اور درجہ ثامنہ کی کتابوں کے ساتھ کیا جاتا ہے) جس نے علم کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دیں۔

۳- جو اساتذہ جن کتابوں کے لئے زیادہ موزوں ہوں علمی استعداد اور طبعی رجحانات کے اعتبار سے تقسیم اسباق میں اس کا خیال ضرور رکھا جائے۔

۴- ابتدائی دو سال کی تعلیم میں نتائج امتحانات میں نہایت سختی کی جائے، نا کام کو قطعاً کسی مراعات کی بناء پر کامیاب نہ بنایا جائے، وسط اور انتہائی تعلیم میں معقول اعذار کی بنا پر تسامح قابل برداشت ہے لیکن ابتدائی تعلیم میں ہرگز ایسا نہ کیا جائے۔

۵- ابتدائی تعلیم اچھے اور تجربہ کار اساتذہ کے حوالہ کرنی چاہئے جو مسائل کو عمدہ اور مفید ترین طریقے پر ذہن نشین کرنے کی قابلیت رکھتے ہوں، الغرض ابتدائی تعلیم کی عمدگی و پختگی پر بے انتہا توجہ کی ضرورت ہے، اگر اعلیٰ تعلیم کے اساتذہ کو ابتدائی درجہ کا کوئی سبق بھی

دیا جائے تو اس میں بہت فوائد و مصالح ہیں۔

۶- مدرسین کو اسباق اتنے دیئے جائیں تا کہ وہ مطالعہ و تدریس کی ذمہ داری پر صحیح طریقے سے عہدہ برآ ہو سکیں' جس کا اجمالاً اندازہ یہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابتدائی درجہ کے اساتذہ کے پاس زیادہ سے زیادہ پانچ گھنٹے تعلیم کے لئے ہوں' متوسط درجات کے لئے چار گھنٹے اور آخری درجات کے لئے تین گھنٹے۔

۷- اساتذہ ایسے رکھے جائیں جو ہمہ تن مدرسہ سے وابستہ ہوں' ایسا نہ ہو کہ صرف دو تین گھنٹے کا رسمی تعلق ہو یا کہیں اور ملازم ہوں' مدرسہ کے مصالح کے پیش نظر یہ صورت بہت اہم و قابل توجہ ہے۔

۸- اساتذہ کے انتخاب میں حسب ذیل معیار انتخاب ہوں:

۱۔اخلاص۔ ۲۔تقویٰ وصلاح۔ ۳۔اعلیٰ قابلیت ۴۔تدریس سے شوق
۵۔اس فن سے مناسبت جو استاذ کے حوالہ ہوں۔ ۶۔مدرسہ کے نظام سے وابستگی
۷۔طلبہ کے تعلیمی واخلاقی معیار کو بلند کرنے کا جذبہ۔

مقررہ کتابوں کی تدریس میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ استعداد بہت اعلیٰ ہو اور جن علوم کو پڑھاتے ہوں ان سے شغف و طبعی مناسبت ہو' غرض یہ کہ محض وقت گزارنا یا معاش کی ضرورت کو پورا کرنا مقصد نہ ہو' یہ سب باتیں بہت اہم ہیں' ان میں سے کسی ایک بات کی بھی کمی ہو تو صحیح کام نہ ہو سکے گا۔

۹- اساتذہ کو فن کی اعلیٰ کتابوں کی طرف مراجعت کرنی چاہئے تا کہ عمدہ معلومات طلبہ کے لئے فراہم کر سکیں' الغرض مطالعہ و جدوجہد ضروری ہے تن آسانی و راحت کوشی سے صرف سابقہ معلومات پر اکتفا نہ کرنا چاہئے' طلبہ کے اندر اعلیٰ علمی معیار پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ اساتذہ اس معیار کے ہوں۔

۱۰- جہاں تک مقدرت ہو طلبہ کو راحت و آسائش پہنچائی جائے اور طلبہ اتنے رکھے جائیں جن کی عمدہ خدمت ہو سکے' لیکن اس کے ساتھ ان کی علمی نگرانی' درس میں حاضری' رات کا مطالعہ' امتحان میں سختی' ان سب باتوں میں کوئی رعایت یا سستی اختیار نہ کی جائے' باقاعدہ طلبہ کے احوال کا معائنہ رکھا جائے اور اس کے لئے انتظام ہو' اگر کوئی طالب علم سے

ماہی میں ناکام ہو تو اس کا کھانا بند کر دیا جائے' اور اگر ششماہی میں بھی ناکام ہو تو آخر سال تک مزید موقع دیا جائے' اگر سالانہ امتحان میں بھی نتیجہ ساقط رہا تو اس کو علیحدہ کر دیا جائے' ان امور میں سستی کرنا علم کو دفن کرنے کے مترادف ہے۔

۱۱- ابتدائی درجہ عربی کے طلبہ کا ماہانہ امتحان لازمی قرار دیا جائے' مقدار خواندگی متعین کی جائے' کوشش ہو کہ اس حد تک کتاب پہنچ جایا کرے۔

۱۲- ہر درجہ کے مناسب مطالعہ کے لئے کوئی نہ کوئی کتاب منتخب کر کے متعلم کو دی جائے اس کتاب کا امتحان سالانہ لازمی قرار دیا جائے۔

۱۳- طلباء کی اخلاقی نگرانی' عادات کی اصلاح اور دینی وضع کی پابندی بے حد ضروری ہے' با جماعت نماز کی پابندی' سیرت وصورت کی تربیت واصلاح کی طرف پوری توجہ ہونی چاہئے' ان امور میں سستی زہر قاتل ہے' غیر ذکی طالب علم اگر محنتی ہو وہ صالح ہو اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے لیکن ذکی بد شوق وبد اطوار ہرگز رعایت کے مستحق نہیں۔

۱۴- مدرسہ کے ضوابط ایسے ہوں کہ طلباء خود بخود دینی وضع' صالحین کے شعار' پوشاک' خورد نوش ومعاشرت وعبادت میں پابند ہو جائیں۔

۱۵- امتحانات میں مسابقت وتقدم کے لئے ترغیبی وظائف رکھے جائیں' سالانہ امتحان میں اعلیٰ کامیابی پر انعامات مقرر کئے جائیں' انعامات میں بجائے نقد رقوم کے عمدہ عمدہ کتابیں دی جائیں' اگر انعامی کتب میں ان کی علمی استعداد وطبعی خصوصیت کی رعایت رکھی جائے تو اور سونے پر سہاگہ کا کام دے گی' مثلاً حدیث میں اعلیٰ کامیابی پر حدیث کی کوئی عمدہ کتاب' تفسیر میں اعلیٰ کامیابی پر تفسیر کی اعلیٰ کتاب دی جائے۔

۱۶- ہر سال کے امتحانات میں ایک پرچہ امتحان کا ایسا ہو جس سے عام اہلیت و قابلیت وعلمی استعداد کا پتہ چلے کسی خاص کتاب سے تعلق نہ ہو' آخری فراغت علوم کے امتحان میں یہ تشخیص بہت ضروری سمجھی جائے۔

۱۷- عربی ادبی زبان کی قابلیت مقاصد تعلیم میں شامل کرنی چاہئے' ابتداء سے عربی انشاء نویسی کی مشق وتمرین کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے ایک گھنٹہ مخصوص تحریر عربی کا جو ہر درجہ میں لازمی

ہو، تین سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد چوتھی جماعت میں تدریس کی زبان عربی ہو، مدرس عربی میں پڑھائے، طلبہ و اساتذہ کے سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی عربی میں ہونا چاہئے۔

۱۸-طلباء میں عربی ادب ذوق پیدا کرنے کے لئے عربی مجلات و صحف و جرائد کا اجراء لازمی ہے اور ایک دار المطالعہ کا قیام اس مقصد کے لئے ضروری ہے۔

۱۹-طلبہ میں تقریر و خطابت کی روح پیدا کرنے کیلئے ہفتہ وار جمعہ کی رات تقریر کرنے کیلئے مجلسیں قائم کی جائیں، ہر درجہ کے طلبہ کے لئے علیحدہ مجلس تربیت ہو اور ہر ایک مجلس کی نگرانی و تربیت ایک استاذ کے سپرد ہو، آخری تقریر استاذ کی ہو ہر جلسہ کے لئے تقریر کا موضوع متعین ہو اور آخری استاذ کی تقریر میں تقاریر پر تنقید و تبصرہ ہو، ہر ہفتہ وار مجلس کا وقت کم از کم تین گھنٹہ ہو۔

۲۰-مدرسہ میں طلبہ کی تکثیر جماعت و تکثیر افراد کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، کمیت قابل التفات نہ ہو بلکہ کیفیت پر توجہ مرکوز رکھی جائے، مستعدین کی قلیل جماعت غیر مستعد نااہل کے جم غفیر سے زیادہ قابل قدر سمجھی جائے، دس صحیح طالب علموں پر سالانہ بیس ہزار کا خرچ قابل برداشت ہونا چاہئے لیکن سو نااہلوں پر بیس ہزار کا خرچ بھی قابل مواخذہ ہے، الغرض خطرناک وبا کی شکل میں مدارس عربیہ دینیہ میں یہ مرض پیدا ہو گیا، اس کے علاج و تدارک کی طرف پوری توجہ کی ضرورت ہے۔

۲۱-نظام تعلیم میں عوام کو مدرسہ کی امداد پر مائل کرنے کے بجائے علم و دین کی خیر خواہی مقدم ہونی چاہئے، خالق کی رضا مخلوق کی رضا سے مقدم ہونی چاہئے، مخلوق کی رضامندی کی کوشش اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی سے غفلت کے نتائج دینی و دنیوی خسران ہے۔

۲۲-مدرسہ کے سالانہ بجٹ میں امتیازی وظائف و انعامی کتب کی مد ضرور رکھی جائے۔

۲۳-ہر زمانہ کا ایک فن ہوتا ہے اس زمانہ کا مخصوص فن تاریخ و ادب ہے، اس پر توجہ زیادہ کرنی ہوگی۔

۲۴-قرآن کریم کا ترجمہ ابتداء سے شروع کرنا چاہئے اور تین چار سال میں ختم کرنا چاہئے، بغیر کسی تفسیر کے محض ترجمہ ابتداء زیر درس ہونا چاہئے اور قابلیت بڑھانے کے لئے مخصوص اجزاء اور سورتوں کا انتخاب کرنا چاہئے جنہیں لغوی و ادبی تحقیق کے ساتھ پڑھانا چاہئے۔

۲۵-بہت غور و خوض کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ اس موجودہ پر فتن دور میں جب تک حاملین علم میں حسب ذیل صفات نہ ہوں وہ کبھی بھی حفاظت دین کی

خدمت کے اہل نہیں بن سکتے' وہ صفات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱-اخلاص ۲-صلاح وتقویٰ ۳-کامل علمی استعداد ۴-صبر واستقلال

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اخلاص نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے قبولیت کی خلعت عطا نہ ہوگی جو برکت کا ذریعہ ہے' اگر تقویٰ نہ ہو تو عوام پر اس کا اثر نہ ہوگا اور علمی استعداد نہ ہو تو مرض کا علاج نہ ہو سکے گا' اگر صبر واستقلال نہ ہوگا تو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ (مثالی استاد)

علم دین پڑھانے والا سب سے زیادہ سخی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ:

''سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ انہوں نے (از راہ ادب) عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور ان کا نبی زیادہ جانتے ہیں''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ سخی اللہ تعالیٰ ہے' پھر تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ میں سخی ہوں اور پھر سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے کہ جس نے علم دین سیکھا اور اس کو پھیلایا' یہ شخص قیامت میں تنہا بمنزلہ ایک امیر کے آئے گا'' (حیاۃ الصحابہ)

اس حدیث میں اللہ ورسول کے بعد سب سے زیادہ سخی اس عالم کو فرمایا ہے جو علم کو شائع کرے' جس طریق سے بھی ہو' خواہ تدریس سے یا وعظ وتلقین سے' خواہ تصنیف سے اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی پر سخاوت کرے اس کا کتنا حق ہوتا ہے۔

پس یہ علم کی اشاعت کرنے والے جن لوگوں پر علم کی سخاوت کر رہے ہیں ان لوگوں پر ان کا کتنا حق ہوگا!

تدریس کا دستور العمل

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اہل مدارس کی یہ خواہش ہے کہ ہمارے مدرسہ کے طلبہ تعداد میں بہت زیادہ ہوں بندہ کو پسندیدہ نہیں بلکہ ہر جماعت میں اتنے طلبہ لیے جائیں جن کو ایک مدرس سنبھال سکے اور زائد کو انکار کر دے جہاں طلبہ کی کثرت ہے وہاں مدارس کی کثرت بھی کچھ کم نہیں ہے۔ بعض

مدارس کے مدرسین و مہتمان طلبہ کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ دوسو (۲۰۰) طلبہ کی جماعت میں سے مدرسین لاعلی التعیین کسی طالب علم سے کہہ دے کہ عبارت پڑھو۔ اس سے کم از کم عبارت اور مطلب دریافت کرے اور کوتاہی پر تنبیہ کرے تاکہ پھر ہر طالب علم کو یہ فکر پیدا ہو کہ نہ جانے کل کس کا نمبر آ جائے۔ میرے والد صاحب کا یہ طرز تعلیم ان کے مخصوص شاگردوں میں خاص طور سے میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ اور مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی من اجل خلفاء مرشدی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ جو میرے والد صاحب کے خاص طور سے شاگرد رشید تھے اور انہوں نے تین برس میں ساری کتابیں میرے والد صاحب سے پڑھی تھیں اور حضرت تھانوی قدس سرہ کی میرے والد صاحب سے اس طلب پر کہ مجھے اپنے دو عزیزوں کے واسطے (یعنی مولانا ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام پاکستان اور مولانا شبیر علی صاحب مہتمم خانقاہ اشرفیہ جو بعد میں کراچی تشریف لے جا کر انتقال فرما گئے) ایک اچھا مدرس چاہیے۔ اس پر میرے والد صاحب نے مولانا عبداللہ صاحب کو تجویز کیا تھا جس کی تفصیل اکمال الشیم کے مقدمہ میں مذکور ہے۔

مولانا شبیر علی صاحب اُستاد مولانا عبداللہ صاحب کے حالات میں لکھتے ہیں کہ:

میرے استاد محترم (یعنی مولانا عبداللہ صاحب) کے استاذ الاساتذہ (مولانا محمد یحییٰ صاحب) نے عمر بھر کسی کو پڑھایا نہیں بلکہ گھول کر پلایا ہے تو شاگرد رشید کیوں نہ ایسے ہوتے۔ چنانچہ جب استاذ کے سپرد کیا گیا تو اول مجھے کچھ اردو پڑھائی پھر فارسی شروع کرادی۔ اس زمانے میں آمدنامہ وغیرہ سے فارسی شروع کرائی جاتی تھی مگر استاذ محترم کو تو گھول کر پلانا تھا۔ لہٰذا میری تعلیم کے لیے ایک مستقل کتاب تیسیر المبتدی شروع فرمائی، گھول کر پلانے کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ جب میری عمر چودہ (۱۴) سال کی تھی تو ہدایہ مشکوٰۃ وغیرہ سب مجھے گھول کر پلا چکے تھے۔

مولانا عبداللہ گنگوہی رحمہ اللہ کی تدریس

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں: مولانا عبداللہ صاحب کو ابتدائی تعلیم صرف ونحو ادب میں کامل مہارت تھی۔ میں نے میزان منشعب، پنج گنج کے ساتھ

ساتھ تیسیر المبتدی پڑھی تھی۔ حصہ صرف ختم ہونے کے بعد نحو میر کے ساتھ اس کا حصہ نحو پڑھا تھا۔ مولانا اس زمانہ میں ہم سے اردو کی عربی اور عربی کی اردو بنوایا کرتے تھے۔ عصر کے بعد سیر و تفریح کو جاتے اور ہمیں ساتھ لیتے۔ خود قرآن شریف پڑھتے جاتے اور ہم سے قرآن کے صیغے دریافت کرتے جاتے اور نحوی ترکیب بھی پوچھتے جاتے۔ اسی طرح نحو میر پڑھنے کے زمانے ہی میں مجھے عربی لکھنے اور بولنے کی مشق ہوگئی۔ میں نے اسی زمانہ میں اپنے ایک ساتھی کو دیوبند خط لکھا تو اس میں عربی کے چند اشعار بھی لکھے تھے جن میں سے ایک شعر یاد ہے:

انّا ما رأیتک من زمن فاز داد فی قلبی الشجن

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے میرا یہ خط دیکھ لیا تو بہت ہی دھمکایا کہ ابھی سے شعر و شاعری کا مشغلہ شروع کر دیا ابھی تو محنت کرنے اور یاد کرنے کا زمانہ ہے مگر مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں نے اگرچہ ظفر کو شعر و شاعری پر دھمکایا ہے مگر آپ کی خوبی تعلیم کا مجھ پر بہت اثر ہوا کہ نحو میر پڑھنے والے کو عربی شعر بنانے کی لیاقت ہوگئی۔ اگرچہ شعر کیا تھے محض تک بندی تھی مگر نحوی ترکیب صحیح تھی۔ میں نے مولانا عبداللہ صاحب مرحوم سے میزان، منشعب، پنج گنج، نحو میر، شرح مأتہ عامل، ہدایۃ النحو اور ادب کی ایک کتاب ''الطریف والادیب الظریف'' اس کے بعد قدوری اور ترجمہ قرآن پڑھی تھیں۔ یہ زمانہ ۱۳۲۳ھ کا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مکشوف ہوا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال قریب ہے۔ اس لیے حضرت حکیم الامت نے استاذ مرحوم سے کہا کہ آپ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ اب مولانا کا وقت قریب ہے آپ مدرسہ تھانہ بھون سے چھ ماہ کی رخصت لے کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلے جائیں۔ مولانا عبداللہ صاحب کے چلے جانے کے بعد ترجمہ قرآن کا کچھ حصہ مولانا شاہ لطف رسول سے اور تلخیصات عشر کا کچھ حصہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا اور بقیہ اپنے بڑے بھائی مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتا رہا۔ پھر حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ میں نے تو تفسیر بیان القرآن لکھنا شروع کر دی ہے۔ اب مجھے درس کا وقت نہیں ملے گا میں تم دونوں (مجھے اور بھائی سعید مرحوم) کو اپنے خاص تلامذہ کے پاس

کان پور کے مدرسہ جامع العلوم میں داخل کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے جاتا ہوں وہاں تکمیل کرلو۔ چنانچہ ہم دونوں کو ساتھ لیا اور جامع العلوم کان پور میں داخل کرا دیا۔

جب میرا امتحان داخلہ مولانا محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بردوانی نے لیا تو پوچھا آپ نے اب تک کیا پڑھا ہے۔ میں نے وہ کتابیں گنادیں جن کا اوپر ذکر آیا ہے۔ فرمایا کہ نہ آپ نے کافیہ پڑھا اور نہ شرح جامی اور نہ مختصر المعانی' تو اب کیا پڑھنے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ اگر تھانہ بھون میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تو میں اس وقت ہدایہ' جلالین' مشکوٰۃ اور تیسیر الاصول پڑھتا۔ فرمایا بغیر نور الانوار اور مختصر المعانی کے آپ مشکوٰۃ' جلالین کیسے پڑھ لیں گے' اچھا اس وقت ہدایہ آخریں پڑھنے والا جہاں سے پڑھ رہا ہے اس سے آگے آپ پڑھیں۔ میں نے عبارت صحیح پڑھ دی۔ فرمایا ترجمہ کیجئے' میں نے ترجمہ بھی صحیح کر دیا۔ فرمایا مطلب بیان کیجئے' میں نے کہا اس عبارت کا تعلق ذرا اوپر سے ہے' ذرا اوپر سے دیکھ لوں۔ اتنا سنتے ہی فرمایا تم ہدایہ' مشکوٰۃ' جلالین ضرور پڑھ لو گے۔ یہ ہدایہ آخرین پڑھنے والے نہ عبارت صحیح پڑھتے ہیں نہ ترجمہ صحیح کرتے ہیں اور نہ ان کو اس کی خبر کہ کس مضمون کا تعلق کس سے ہے۔ چنانچہ نام داخل کر دیا اور حضرت حکیم الامت سے عرض کیا یہ تو آپ کی کرامت ہے کہ بغیر شرح جامی' مختصر المعانی' نور الانوار پڑھے مولوی ظفر ہدایہ آخرین کی عبارت صحیح پڑھ گئے اور ترجمہ بھی صحیح کر دیا حالانکہ نہ پہلے سے مطالعہ کیا نہ کتاب کو دیکھا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہنسنے لگے اور فرمایا کہ یہ کرامت نہیں بلکہ تعلیم کی خوبی ہے۔ ہمارے یہاں مولوی عبداللہ صاحب ابتدائی تعلیم بہت اچھی دیتے ہیں کہ نحو میر اور ہدایۃ النحو پڑھنے والوں کو عربی سے اردو اور اردو سے عربی بنانے کی پوری مشق ہو جاتی ہے۔ (آپ بیتی)

تدریس اور ثواب

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: حضرت مولانا محمد سہول عثمانی صاحب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے ممتاز شاگردوں اور دار العلوم دیوبند کے ان مقبول اساتذہ میں سے تھے جن کو بیک وقت حدیث اور فقہ دونوں میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت شیخ الہند رحمہ

اللہ سے سوال کیا کہ ”حضرت! ہم دینی علوم پڑھاتے ہیں اور ان پر تنخواہ بھی لیتے ہیں، تو کیا ایسی تدریس پر کچھ ثواب بھی ملے گا؟

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا ”مولوی صاحب! ثواب کی بات کرتے ہو؟ اس تدریس میں جو کچھ کوتاہیاں ہم سے ہوتی ہیں، اگر ان پر مواخذہ نہ ہو تو اسی کو غنیمت سمجھو۔“

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد تشریحاً فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ تنخواہ لینے کے بعد ثواب کی کوئی امید نہیں، کیوں کہ اگر نیت بخیر ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں بھی ثواب کی امید ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ تنخواہ کا حق پورا پورا ادا کیا ہو اور اگر مقررہ وقت سے کم پڑھایا، غیر حاضریاں کیں، اور پڑھانے کے لئے جس محنت اور مطالعے کی ضرورت ہے اس میں کوتاہی کی تو تنخواہ کا حلال ہونا بھی مشکوک ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

معلم کے اخلاق

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معلم میں نرے رسمی اخلاق ہی نہیں ہونے چاہئیں تادیب بھی ہونا چاہئے متعلمین سے ہر وقت نرمی سے پیش آنا تعلیم کے لئے مضر ہے ہاں اس احتیاط کی ضرورت ہے کہ نفسانیت کا شمول ذرا بھی نہ ہو اور حد شرعی سے متجاوز نہ ہو جائے نری رحمدلی مستحسن نہیں غصہ بھی ہونا چاہئے نفسانیت سے پاک ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر ذرا سی بھی زیادتی گو صورۃً ہی ثابت ہو جاوے تو رجوع کرنے میں تامل نہ ہو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے واقعہ افک میں قسم کھالی کہ حضرت مسطح (ایک صحابی مہاجر بھولے بھالے تھے اوروں نے چرچا کیا تو انہوں نے بھی کچھ کہہ دیا تھا) کیساتھ کبھی سلوک نہ کروں گا مگر ان کی سفارش میں آیت اتری ولیعفوا ولیصفحوا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موم ہو گئے گویا قسم بھی یاد نہ رہی اور پہلے سے بھی زیادہ سلوک کرنے لگے۔

شاگردوں سے مایوسی کیوں؟

آج کے نوجوان ہی کل کی تاریخ مرتب کرتے ہیں، نئی نسل کے فکر و عمل سے قوم کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے، اساتذہ کی محنت ضرور رنگ لاتی ہے، چند بہترین اساتذہ انتھک محنت

اور مسلسل لگن کے ساتھ کام کرتے رہتے ہیں اور لگے رہتے ہیں اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے شاگردوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں، تو ضرور ان کی محنتیں رنگ لاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انہی بچوں میں کوئی نور الدین زنگی، کوئی صلاح الدین ایوبی، کوئی طارق بن زیاد، کوئی ٹیپو سلطان، کوئی مولانا محمد الیاس، کوئی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، کوئی زبیدہ ہارون، فاطمہ بنت عبدالملک، یا کوئی امۃ اللہ تسنیم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے مرد وعورت پیدا کرتے ہیں جو امت مسلمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بنتے ہیں۔

لہٰذا آپ بھی مایوس ہو کر فوراً نتیجے کا انتظار نہ کیجئے بلکہ امید رکھئے اور محنت کرتے رہئے محنت میں کمی نہ آنے دیجئے، ماضی کی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ اس وقت بھی امت کو قائد کی ضرورت ہے، اس لئے کہ تاریخ کے اوراق پر امت مسلمہ کا گریہ بہت مرقوم ہے۔

لہٰذا اساتذہ کرام کو چاہئے کہ طلبہ کو تاریخ کا عروج وزوال بتلا کر حقیقت شناس بنائیں اور اس نکتہ پر غور وفکر کی دعوت دیں کہ مسلمانوں کی کایا کیوں پلٹی ہے؟ اور آسمان سے بگاڑ کے فیصلے کیوں آتے ہیں؟

غالباً اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ من حیث القوم مسلمانوں نے اس ایک ذات کی رضا کو مقصود نہ سمجھا، جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، تو یوں غیروں کے ہاتھ میں کھلونا بنے، عمومی طور پر اپنی حق بات دعوت کے ذریعے آگے پہنچانا چھوڑی تو غیر کی باطل پکار پر مدعو ہو گئے اور جو امت امام عالم بننے آئی تھی وہ غلامان عالم بن گئی، اب بھی ہم اگر اس ذلت سے نکل کر اصلی مقام کو پانا چاہیں تو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جان ومال کی قربانی دینی ہوگی اور ہمیں ایسے افراد تیار کرنے ہوں گے (حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات وملفوظات پڑھے جائیں اور کسی کامل مستند طبیب روحانی سے باقاعدہ اصلاح نفس کرائی جائے)

ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرز پر محنت کرنے سے کوئی ایسا فرد سامنے آجائے گا جس میں صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ جیسی کوئی صلاحیت پوشیدہ ہو۔ (مثالی استاد)

استاذ کی صفات

استاذ کو چاہئے کہ جھوٹ بولنے سے بچے۔ سچائی کی صفت ویسے تو ہر مسلمان کے لئے ضروری

ہے لیکن معلم اور معلمہ کے لئے سچائی کی صفت سے متصف ہونا بے حد ضروری ہے۔ جس طرح زندہ انسان کے لئے غذا کے بغیر گزارہ مشکل ہے اسی طرح استاذ کا بغیر سچائی کے گزارہ نہیں۔

اگر استاذ میں خدا نہ کرے جھوٹ کی عادت ہے تو وہ چاہے اپنے فن اور مضمون میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو لیکن وہ استاذ نہیں ہے۔ اس لئے کہ شاگرد اپنے استاذ کی ہر بات کو صحیح سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ شاگرد چاہے کتنا ہی بڑا ماہر کیوں نہ ہو لیکن جب استاذ کے سامنے بیٹھتا ہے تو اس احساس سے بیٹھتا ہے کہ استاذ بعض باتیں وہ بتاتے ہیں جو کتابوں میں نہیں ملا کرتیں، اگر ایک مرتبہ شاگردوں کو استاذ کے جھوٹ بولنے کا احساس ہو گیا تو وہ کبھی اس کی بات پر یقین نہیں کر سکیں گے اور وہ استاذ طلبہ کی نگاہ سے گر جائے گا۔

علم خدائی عطیہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ گھر میں تنہا تھے اہلیہ صاحبہ کسی عزیزہ کے یہاں گئی تھیں اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہہ گئی تھیں کہ ڈربہ کھول دیں اور مرغیوں کو دانا ڈال دیں، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہ رہا اور ڈربہ کھولنا بھول گئے نماز و تلاوت میں دل نہ لگا کچھ دینی مضامین لکھنا چاہتے تھے مگر القاء نہ ہوئے پس اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی اس وقت دل میں خیال آیا کہ آج مرغیاں کھولنا بھول گیا ان کو بند کر رکھا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے میرا دل بند کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن کو بصیرت دی ہے ان کے سامنے تو مرغی کا دل دکھانے پر بھی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے ہم اندھا دھند کتنے دل دکھاتے ہیں اس کا احساس ہی نہیں، ان کا دل کھلا ہوا تھا وہ اگر کسی وقت ذرا بھی حق تعالیٰ سے دور ہو جاتے تو ان کو تنبیہ ہو جاتی تھی۔

قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ دوسروں کو ایذا دینے سے بچو، کسی کی ناگواری سے بھی بچو...... کسی کے دل پر بار نہ آنے پائے اپنی طرف سے پوری کوشش ہو، دعا ہو، پکا ارادہ ہو کہ مجھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ (مثالی استاد)

اُستاد کے ذمہ پڑھانا ہے آنا نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک صاحب اپنے بچہ کو لے کر

حاضر ہوئے اور ایک معلم صاحب کے زیادہ مارنے کی شکایت کی اس پر انکو بلایا گیا بینہ شرعیہ کے بعد حضرت نے ان سے فرمایا کہ جب تمہیں مارنے کو منع کر دیا ہے (اس کے قبل بہت سختی کے ساتھ ممانعت کر دی گئی تھی) پھر تم نے خلاف کیوں کیا؟ اس پر انہوں نے کوئی معقول جواب نہیں دیا حضرت نے ان کو اپنے پاس سے اٹھا دیا اور فرمایا تمہارا فیصلہ مہتمم صاحب کے آنے پر ہوگا (مہتمم صاحب باہر گئے ہوئے تھے طلباء سے مارنے کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ چھٹی کا وقت ہو گیا اس پر اس کو بے حد مارا اور گلا دبالیا تھا جس سے گلے پر نشان پڑ گئے تھے) یہ سن کر فرمایا یہ تو جنون ہے کہ ذرا سی بات پر اس قدر سزا، اسی واسطے حدیثوں میں آتا ہے کہ آدمی کا بلا نکاح نہ رہنا چاہئے (یہ معلم مجرد غیر شادی شدہ) تھے ایسے آدمی کا غصہ سب دماغ ہی میں بھرا رہتا ہے ہنس کر فرمایا کہ کیا کیا جائے اس زمانے میں بیوی بھی تو وقت سے ملتی ہے (یہ معلم سن رسیدہ تھے) معلم صاحب بھی مجلس ہی میں تھے کہ حضرت نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم کو یہاں رہنے کی تو اجازت ہے لیکن جب تک یہاں رہو میرے سامنے نہ پڑھاؤ اور طلباء کو فرمایا کہ تم ان کے پاس نہ پڑھو (مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس وقت مختتم فیصلہ نہ کرنے کا راز یہ ہے کہ حدیثوں میں غصہ کے وقت فیصلہ کرنے کی ممانعت آئی ہے اس لئے میں ایسے امور میں غصہ کے وقت کبھی فیصلہ نہیں کرتا بعد رفع غیظ جب تک تین تین چار چار مرتبہ غور نہیں کر لیتا کہ واقعی بھی یہ اس سزا کا مستحق ہے جب تک سزا نہیں دیتا (پھر ان کو اپنے پاس سے اٹھا کر ایک دوسرے معلم کو جو کہ نو عمر تھے بلایا جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا) کہ معلوم ہوا تم بھی بچوں کو مارتے ہو اس کا صحیح اور معقول جواب دو تاویلات کو ہرگز نہ مانوں گا یہ بتلاؤ کہ جب میں نے منع کر دیا ہے تو پھر کیوں مارتے ہو؟ یہ شرارت نفس کی ہے یا نہیں انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں بیشک شرارت نفس کی ہے تو فرمایا کہ اچھا طلباء کے سامنے حوض پر کان پکڑ کر چلو کیونکہ میں نے تم کو خلوت میں عزت سے سمجھایا تھا اس کو تم غنیمت نہیں سمجھے واقعی دنی الطبع بلا سختی کے نہیں مانتا وہ صاحب حوض پر کان پکڑ کر چلے مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس سے طلباء پر مدرس کی بے رعبی ضرور ہوگی مگر میں کیا کروں میں نے ہر چند چاہا کہ میرا کہنا مان جائیں مجبوراً یہ عمل اختیار کیا ہے (پھر ان صاحب کو

حوض پر سے بلایا اور فرمایا کہ قرآن شریف لاؤ وہ صاحب قرآن شریف لے آئے تو فرمایا اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ خدا کی قسم! اب سے کسی بچہ کو نہ ماروں گا اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو کام چھوڑ دو ہم اپنا انتظام خود کرلیں گے میں نے تمہارے واقعات گھر پر بچوں کو بلا کر مارنے کے اور ایسے مارنے کے کہ وہ بے ہوش ہوگئے سنے ہیں تم کو اس قدر مارنے کا کیا حق ہے بلا کسی کے اذن کے مارنے کا حق یا والدین کو ہے یا حاکم کو یہ تیسرے میاں جی بیچ میں کہاں سے آگئے تمہارے ذمے پڑھانا ہے علم آجانا تھوڑا ہی ہے فقہاء نے اس کو خوب سمجھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عقد اجارہ میں یہ کہے کہ اتنا حساب پڑھنا مجھے آجائے تو یہ دوں گا تو یہ اجارہ باطل ہے اور اگر یہ کہا کہ سکھاؤ پڑھاؤ خواہ نہ آوے تو یہ جائز ہے کیونکہ استاد کے اختیار میں سکھلانا پڑھانا ہے آجانا نہیں کم بختوں کو راحت کی بات بتلاتا ہوں مگر وہ تمام کام اپنے ذمے سمجھتے ہیں کہ پڑھانا بھی ہمارے ذمے ہے گھر سے بلوانا بھی ہمارے ذمے ہے اور جنتی بنانا بھی ہمارے ذمے ہے بھائی یہاں تو کسی کی باز پرس کا ڈر نہیں کوئی اہل شوری نہیں کچھ نہیں صرف ایک ہی واسطہ ہے اگر کوئی نہ پڑھے تو تم اس کی حالت لکھ کر مہتمم صاحب کو دے دو (مراد مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادرزادہ حضرت مولانا مدظلہم العالی ہیں) وہ اگر مصلحت سمجھیں گے ان کے ماں باپ سے اطلاع کر کے خارج کردیں گے تم ماں باپ کا کام اپنے ذمے کیوں لیتے ہو ان کو اگر پڑھانا ہوگا اس کا مزاج آپ درست کردیں گے دیکھو انگریزی مدارس میں مارنے کا قاعدہ بالکل نہیں ہے تو دنیا دار تو حقیقت کو سمجھیں گے اور دین دار طبقہ نہ سمجھے اور اب تو جبریہ تعلیم کا قاعدہ نکل آیا ہے دینی مکاتیب سے بُعد ہو رہا ہے اس سختی سے تو بچے اور اچاٹ ہوں گے اور دینی تعلیم کو چھوڑ دیں گے ایسے وقت تو نہایت شفقت سے کام لینا چاہئے پھر ان صاحب نے قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی اور پکا عہد کیا پھر حضرت والا ڈاک لکھنے میں مصروف ہوگئے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

استاذ کیلئے صبر و تحمل کی ضرورت

اساتذہ کرام کو اپنی حیثیت کا ادراک ہونا چاہئے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جب آپ کو شاگرد پر غصہ آئے مثلاً بلاوجہ پرنسپل یا مہتمم تک آپ کی شکایت پہنچائی یا آپ

کے طرز بیان وغیرہ کی نقل اتارتے وقت آپ کی اس پر نظر پڑ جائے یا بار بار تنبیہ کے باوجود وہی پچھلی شرارت جاری رکھیں وغیرہ تو ایسے وقت استاذ کو فطری طور پر اپنے شاگردوں پر شدید غصہ تو آتا ہی ہے اب یہی وقت ہے کہ استاذ اس حقیقت کا استحضار رکھتے ہوئے کہ ''استاذ وہ ہستی ہے، جس کا کام شاگردوں کی تربیت کر کے ان کو فرش سے عرش تک پہنچانا ہے'' اپنی قوت برداشت میں اضافہ کرے اور اس صلاحیت کو کام میں لاتے ہوئے تحمل کا مظاہرہ کرے۔

اس وقت تنبیہ کے طور پر کوئی طرز عمل ایسا نہ اختیار کرے اور نہ ایسا کوئی فقرہ زبان سے کہے کہ جس سے وہ بے تربیت بچہ مزید اخلاقی پستی کا شکار ہو جائے اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ انسانیت کی تربیت کرنے والے اداروں میں ہمیں سلیقہ سکھلانے والے تو وہی زبان بول رہے ہیں جو میں گلیوں اور بازاروں میں سنتا رہتا ہوں۔

اس شدید غصہ کے وقت انتقامی کارروائی کا دوسرا بڑا بھاری نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہاں موجود دوسرے شاگرد استاذ کا یہ طرز کلام اور یہ عمل اخذ کرتے ہیں اور اپنے دوستوں اور بھائی بہنوں کے ساتھ یہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں اور جب اس پر ان کے والدین چونکتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ عمل اور یہ الفاظ تم نے کہاں سے سیکھے؟

تو وہ برملا جواب دیتے ہیں: ہماری درس گاہ میں فلاں استاذ یوں کہہ رہے تھے۔

دیکھئے! اب بچے نے آپ سے یہ برے الفاظ سیکھے اور آگے پھر اپنے بہن بھائیوں دوستوں کو سکھائے اور کبھی اس شاگرد کو ان پر غصہ آیا تو اس نے بھی وہ طرز کلام یا طرز عمل اختیار کیا جو استاذ نے غصہ کے وقت اس کے ساتھ اختیار کیا تھا' پھر جن بچوں سے اس شاگرد نے اس طرح کا سلوک کیا ان بچوں کے ساتھ دوسرے بچے بھی ان کے مزاج کے خلاف کوئی عمل کریں گے تو یہ بچے بھی اسی طرح جواب دیں گے' اب آپ اندازہ لگائیے کہ ہم معلم الخیر تو نہیں بنے یعنی شاگرد ہم سے خیر سیکھ کر معاشرہ کے اندر لانے کے بجائے شر سیکھ کر معاشرے میں پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں۔ (مثالی استاد)

طالب علموں سے محبت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے طالب علموں سے زیادہ محبت

ہے۔ مریدوں سے اتنی نہیں، مجھ میں طالب علمانہ شان غالب ہے۔ میں اپنے عیوب طالب علموں سے نہیں چھپاتا لیکن یہ نہیں چاہتا کہ مریدوں پر میرے عیوب ظاہر ہوں کیونکہ میری مریدی کا علاقہ محبت ذرا سی بات سے قطع ہو جاتا ہے۔ کہ مبنیٰ کا اثر عوام میں خیال ہے۔ اور وہ بدل گیا اور طالب علمی کا علاقہ محبت قطعاً نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ علم کی وجہ سے قائم ہے اطلاع عیوب کے بعد بھی علم تو اس شاگرد کا باقی ہے اور علم ہونے تک محبت باقی ہے۔ (موتی)

مدرس کی ذمہ داری

ہر استاذ اس طرح فکر کرے کہ وہ ناظم تعلیمات یا وہی مہتمم (پرنسپل) ہے اس نیت سے چلنے سے ہی اثر ہوگا طلبہ پر اس فکر کا اثر پڑے گا خادمین اور والدین بھی ایسے استاذ سے اثر لیں گے۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آج کل میں مسلمانوں کے ایک کام کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں، بتاؤ میں اس کام کا امیر کسے مقرر کروں؟“

لوگوں نے کہا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کردیں۔

آپ نے فرمایا: وہ کمزور ہیں۔ لوگوں نے کہا: فلاں صاحب کو مقرر کردیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا: آپ کیسا آدمی چاہتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے ایسا آدمی چاہئے کہ جب وہ امیر ہو تو ایسے (متواضع بن کر) رہے، جیسے کہ وہ لوگوں میں سے ایک عام آدمی ہے اور جب وہ امیر نہ ہو تو وہ ایسے (فکر اور ذمہ داری) سے چلے کہ گویا وہ ہی امیر ہے۔ لوگوں نے کہا ہمارے علم کے مطابق تو ایسا آدمی ربیع بن زیاد کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں نے ٹھیک کہا۔“ (مثالی استاد)

مثالی مدرس کی صفات پر ایک نظر

مدرسین کی خدمت میں مختصراً ان کے فرائض کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ مدرس کو تدریس سے پہلے درس کے لئے تیاری کرنی چاہئے۔

۲۔ مدرس طلبہ کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے۔

۳۔مدرس اپنے کام کو حصول رزق کا وسیلہ نہیں' بلکہ دینی ومعاشرتی خدمت تصور کرے۔
۴۔طلبہ کے سامنے دوسرے اساتذہ کی ذات اور ان کے طرزِ تدریس پر نکتہ چینی نہ کرے۔
۵۔مدرس اپنی جملہ توجہ طلبہ کے کردار کی تشکیل پر دے۔ مندرجہ بالا فرائض کے ساتھ مدرس کو چاہئے کہ اپنا انداز بیان اور طریقہ تدریس آسان بنائے' اس لئے کہ جو شخص اپنے مخاطب کی ذہنی سطح کو نظر انداز کر کے نصیحت کرتا ہے تو اس کی گفتگو سے بعض اوقات نفع کم اور نقصان زیادہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے' مدرس کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو اور اسے اپنے نفس کی اصلاح کی فکر ہو۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ کسی صاحب باطن اہل دل سے مکمل رابطہ ہو' اس کے بغیر عادۃً تجربۃً معلومات معمولات نہیں بن سکتیں۔

اس لئے کتاب ہذا میں اہل علم کیلئے صحبت صالح کی ضرورت واہمیت پر مستقل باب دیا گیا ہے۔

مدرس طلبہ کی حوصلہ افزائی کرے' تاکہ وہ استاذ کی نقل وتقلید کے علاوہ خود بھی تعمیری کام کر سکیں۔

مدرس ذاتی طور پر تدریس کے میدان میں آگے بڑھنے کے لئے مطالعہ وتحقیق کرتا رہے۔

مدرس کو خوش مزاج اور پرامید ہونا چاہئے اور دوران تدریس مناسب موقعوں پر خوش مزاجی کا مظاہرہ کرنا چاہئے' کیوں کہ بعض دفعہ خوش مزاجی تدریس کے لئے بڑی موثر ہوتی ہے۔

۶۔معلم کو اپنے کار منصبی نہایت ذمہ داری سے ادا کرنے چاہئیں' تاکہ جو درس وہ دے رہا ہو' وہ طلبہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرائے اور دوران تعلیم فضول گوئی' ہرزہ سرائی' جھوٹی سچی باتوں اور زمین وآسمان کے قلابے ملانے اور بے سروپا حکایات سنانے یا اپنے ذاتی حالات کا ذکر طلبہ کے سامنے کرنے سے گریز کرے' بلکہ طلبہ میں اپنی شخصیت طرز عمل اور علمیت سے وقار قائم کرے۔

اپنا قلم اپنی کتاب ساتھ لے کر جائے' ایسا نہ ہو کہ خالی ہاتھ درسگاہ میں جائے اور طلبہ سے کتاب لے اور پوچھے کہ گزشتہ روز کہاں تک پڑھا تھا؟

۷۔دوران سبق طالب علم کو حاضری رجسٹر لانے یا کسی دوسرے کام سے باہر بھیجا جاتا ہے' جس سے طالب علم کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور طالب علم کو علمی نقصان بھی پہنچتا ہے' اس سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے۔

۸۔درسگاہ میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہئے اور سبق شروع کرنے سے پہلے حاضری لینا اور طلبہ کے پاس کتابیں وغیرہ دیکھنا ان کی صحت اور صفائی کا خیال رکھنا' غیر

حاضر طلبہ کے بارے میں معلومات کرنا اور اگر بیمار ہوں تو ان کے لئے دعا کرنا۔
اور ممکن ہو تو ان کی عیادت کے لئے جانا اور غلط طریقے پر اور بے نیازی کے انداز میں بیٹھے ہوئے طلبہ کو سیدھا بیٹھنے کی ہدایت کرنا' معلم کی خوبی ہے نیز طلبہ کے ساتھ زیادہ فضول ربط وضبط بڑھانے سے گریز کرے، اور طلبہ کی ہمت افزائی کے لئے وقتاً فوقتاً انعامات دینے کا سلسلہ جاری رکھے۔

۹۔ نیز بلا ضرورت رخصت پر نہ جائے' بلکہ مدرسہ میں داخل ہوتے ہی سارا وقت درس وتدریس اور مطالعہ میں گزارے' خوش گپیوں اور بیکار کاموں میں وقت ضائع نہ کرے حتیٰ کہ ادارہ میں اخبار بھی پڑھنے سے گریز کرے۔

۱۰۔ نیز صدر مدرس اور ناظم مدرسہ کے احکامات کی پوری طرح تعمیل کرے' انتظامی اور تدریسی امور میں متعلقہ حضرات کی ہر ممکنہ مدد کرے اور مقررہ وقت پر نصاب ختم کرنے کی کوشش کرے' اپنے ہر فعل اور قول میں طلبہ کی بھلائی کو مدنظر رکھے' مدرسہ کے اندر کوئی ایسی حرکت نہ کرے' جو کہ مدرسہ اور طلبہ وغیرہ کے لئے نقصان دہ ہو' بلکہ اپنے کردار سے یہ ثابت کرے کہ اگر طلبہ کو یہ مضمون دیا جائے کہ ''میرا پسندیدہ استاذ کون ہے'' تو وہ اس استاذ کا نام لیں۔

۱۱۔ استاذ شاگردوں پر شفقت کرے' ان کو اپنے بیٹوں کے برابر جانے' اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انما انالکم مثل الوالد'' ترجمہ:۔ ''میں تم میں شفقت کے اعتبار سے ایسا ہوں جیسے باپ (اپنے بچوں کے لئے ہوتا ہے)

۱۲۔ آداب تعلیم یعنی سکھانے میں صاحب شریعت کی پیروی کرے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی نیت کرے۔ جزا یا شکریہ کا قصد نہ کرے اور نہ طلبہ پر احسان جتلانے کی نیت کرے۔

۱۳۔ شاگردوں کو نصیحت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔

۱۴۔ طالب علم کو اگر بداخلاقی پر سزا دے تو بطریق تعریض اور بطریق رحمت دے۔

۱۵۔ جو علم پڑھا رہا ہو اس کے علاوہ جو دوسرے جائز علوم ہیں' انکی مذمت طلبہ کے سامنے نہ کرے۔

۱۶۔ طالب علم کی سمجھ کے مطابق تقریر کرے ایسی تقریر نہ کرے جو اسکی سمجھ سے بالاتر ہو۔

۱۷۔ استاذ اپنے علم پر عامل ہو تاکہ اس کے فعل سے اس کے قول کی تکذیب نہ ہو۔

۱۸۔ابتداء میں اتنا سبق پڑھائے کہ سہولت کے ساتھ مبتدی دو مرتبہ دہرا سکے اور پھر آہستہ آہستہ بتدریج زیادہ کرتا جائے۔

۱۹۔ابتداء میں ایسی کتاب شروع کرائی جائے جو طالب علم زیادہ سمجھ سکے۔

۲۰۔حکماء کا قول ہے کہ اگر کسی کو صرف اچھے اچھے کھانوں ہی کا شوق ہے تو یہ ایک جانور کی خصلت ہے' اگر کسی کو صرف بننے سنورنے ہی کا شوق ہے تو اس پر فقط نسوانی ذوق کا غلبہ ہے۔ اگر کوئی بے کار پڑے رہنے کا عادی ہے تو وہ گویا مردہ ہے' اگر کسی کو صرف کھیلنے کا شوق ہے تو وہ گویا بالکل بچہ ہے۔ اگر کسی کو صرف مال کمانے ہی کی دھن ہے تو وہ صرف تاجر ہے' ہاں اگر کسی کو علم حاصل کرنے کا شوق ہے اور جستجو کا مادہ ہے تو واقعی وہ ایک محقق مثالی استاذ کہلائے جانے کا مستحق ہے' ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا محاسبہ کرلیں کہ ہم اپنے آپ کو کس فہرست میں شمار پاتے ہیں؟

۲۱۔استاذ اس نیت سے پڑھائے کہ یہ سب بچے خود استاذ بن سکیں یعنی اگر یہی سبق آج کسی بچے کو کہا جائے کہ تم دوسروں کو سمجھا دو تو وہ سمجھا سکے۔ اگر اس طرح محنت کے ساتھ استاذ نے سمجھا دیا تو واقعتاً وہ مثالی استاذ ہے۔ اسی لئے ماہرین تعلیم کا کہنا ہے کہ کبھی کبھی استاذ بغیر تعین کے کسی بچے کو چاک (مارکر) ہاتھ میں پکڑا کر کہے: آج یا کل کا سبق تم دوبارہ ان سب بچوں کو سمجھاؤ یا آج تم لوگ مطالعہ کر کے آنا' کل تم خود ہی پورا سبق حل کرنا۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ہی زیادہ فائدہ ہوگا۔

۲۲۔استاذ مجلس کا خود ہی ادب کرے' تپائیوں کتابوں کا ادب خود استاذ کرے گا تو بچوں پر بھی اس ادب کا اثر ہوگا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی مجلس درس میں باوضو جاتے تھے' پہلے دو رکعت نماز پڑھتے' پھر نہایت ادب اور وقار کے ساتھ قبلہ رو بیٹھ کر بسم اللہ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد درس شروع کرتے۔ (مثالی اُستاد)

شاگرد کے حقوق

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ دعوت دو خدا کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور مناظرہ کرو اچھا اور نرم طریق سے۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مستفیدین کے ساتھ اگر چہ وہ طالب نہ ہوں کیونکہ آیت میں مدعوین ایسے ہی لوگ ہیں رعایت ان کے مذاق و استعداد اور رفق وملاطفت کی رکھنا چاہئے اور اگر طالب ہوں جیسے بالمعنی المتعارف طالب علم وغیرہم تو ان کے ساتھ تو رعایت مذکورہ نہایت درجہ ضروری ہیں ان کے ساتھ ابتدائی خطاب میں بھی مثلاً کتاب کی تقریر میں کہ یہاں میں بھی ابتدائی خطاب مراد ہے اور ان کے سوالات کے جوابوں میں بھی خواہ تحقیقی جواب ہو یا الزامی کہ جادلھم سے یہی مقاولت مراد ہے۔

لوگوں کو دینی نفع پہنچانا علماء پر واجب ہے

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ تم بہترین امت ہو لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیدا کئے گئے ہو اچھی باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو۔ ’’تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ خیر کی طرف لوگوں کو بلائے۔‘‘

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کو لوگوں کے نفع دینی پہنچانے کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ نفع پہنچانا ان پر واجب ہے ۔پس اس صورت میں مستفیدین پر اپنا احسان سمجھ کر ان کو بے وقعت سمجھنا اور ان پر حکم چلانے میں حد سے تجاوز کرنا ان پر محض براہ کبر سختی کرنا نہایت نازیبا امر ہے وہ اگر اپنی خواہش سے استفادہ کرتے ہیں تو گویا ادائے واجب میں معلم کے معین ہیں۔پس ان کے ساتھ اقل درجہ ایسا معاملہ کرنا چاہئے جیسا اپنے معین فی الدنیا کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ایسے طریقے سے پیش آنا چاہئے جس سے ان کو نفع پہنچے اور ظاہر ہے کہ ایسی سختی یا بے وقعتی یا بے پروائی کی حالت میں ان کا نفع مفقود ہے۔یا ناقص ہو جاتا ہے خصوص ان کے سوال کے جواب میں جب وہ سوال تعنت وعناد سے نہ ہو زجر میں شدت کرنا عموم ارشاد خداوندی (اما السائل فلاتنھر) (یعنی سائل کو مت جھڑکئے) کے بھی خلاف ہے یا بدون ان کے کسی مصلحت کے محض اپنی بڑائی اور اس کی برائی ظاہر کرنے کو ان پر اس طرح احسان رکھنا اور اپنے احسان کو جتلانا کہ جس سے ان کی تحقیر یا ان کو اذیت ہو۔تعلیمات خداوندی کے خلاف ہے۔

طالب علم کیساتھ بھلائی کرنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور لوگ تمہارے تابع ہیں تمہارے پاس دور دراز ملکوں سے لوگ علم دین سیکھنے اور سمجھنے کو آئیں گے ان کے بارے میں میری وصیت کے موافق بھلائی سے پیش آنا۔ (ترمذی)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ جو شخص علم دین طلب کرنے کے لئے آئے اس کے حق میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی اور حسن معاملہ کی وصیت فرماتے ہیں گو ابھی تحصیل بھی شروع نہیں کی اور بعد تحصیل کے تو اور بھی تعلقات وخصوصیات جو کہ مقتضیات زیادت وتاکید حقوق ہیں زائد ہوں گے۔

پس حقوق اور بھی کما وکیفا کثیر اور قوی ہو جائیں گے اور چونکہ دوسرے نصوص سے صاحب افادہ کو تنگ کرنے کی ممانعت ثابت ہے۔

اس سے یہ بھی مفہوم ہوگیا کہ طلباء کو بھی اپنی حوائج علمیہ وما یتعلق بہا کی درخواست معلمین اور مہتممین سے اسی درجہ تک کرنی چاہئے کہ ان کو کلفت نہ ہو یہ ان کے ذمہ واجب نہیں کہ جتنے طلباء آئیں سب کے لئے طبق اور سبق کا انتظام ضروری ہی کر دیا کریں۔ البتہ بشرط سہولت اس کا انتظام اور پھر بعد کام شروع کر دینے کے ان کے مصالح علمیہ کی رعایت حسب حدیث ضروری ہے۔

کسی مقام کی غلط تقریر کرنا یا کسی سائل کو غلط مسئلہ بتلانا جائز نہیں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری طرف سے کوئی بات بیان کرے اور وہ جانتا ہو کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹا ہے (مسلم)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سبق کی تقریر میں غلط مطلب بتلا دینا یا مستفتی کو غلط مسئلہ بتلا

دینا یہ حرام ہے۔ جیسا بعض مدرسین و مفتیین کی عادت ہے کہ طالب علم یا سائل سے اپنا جہل چھپانے کے لئے غلط سلط ہانک دیتے ہیں اور اگر طالب علم قبول نہیں کرتا اور کچھ خدشہ کرتا ہے کبھی مغالطات و تلبیسات سے اور کبھی غضب اور سب و شتم سے اس کو خاموش کر دیتے ہیں۔ اتنا کہنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ یہ مقام ہماری سمجھ میں نہیں آیا پھر سوچیں گے۔ یا یہ کہ دوسرے مدرس سے خود پوچھ لیں یا اس طالب علم ہی کو پوچھنے کی اجازت دے دیں اس سے عار آتی ہے حالانکہ یہ کوئی عار کی بات نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون عالم ہوگا۔ آپ نے بہت سے سوالوں پر لا ادری فرمادیا اور جب وحی نازل ہوئی اس وقت بتلا دیا اور واقعی جب احاطہ کل علوم کا خاصہ حق تعالیٰ جل شانہ کا ہے تو بعض چیزوں کا نہ جاننا ممکن کے لوازم سے ہے۔ تو اس لازم کا اگر اقرار کرلیا تو کون سی نئی بات ہوئی بلکہ واقع میں تو غیر معلومات عدد میں معلومات سے زیادہ ہی ہیں۔ قال تعالیٰ **وما اوتیتم من العلم الاقلیلا.** اور تم کو تو بہت تھوڑا علم دیا گیا۔

بغیر علم کے مسئلہ بتانا جائز نہیں

کسی سائل کو کسی نے بلا علم کے مسئلہ بتلا دیا تو اس کا وبال اس بتانے والے پر ہے۔ اور جس شخص نے اپنے بھائی مسلمان کو مشورہ دیا اور جانتا ہے کہ وہ مشورہ ٹھیک نہیں ہے تو اس نے اس کی خیانت کی۔ (ابوداوٗد)

اس حدیث میں غلط مسئلہ بتلانے کا گناہ ہونا اور غلط بات بتلا دینے کا (جس میں دین کی بات بھی آ گئی) خیانت ہونا صاف منصوص ہے۔

اگر کوئی بات معلوم نہ ہو تو کہہ دے کہ معلوم نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو جو شخص کسی بات کا علم رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ بتادے اور جو نہ جانتا ہو اس کو چاہئے کہ کہہ دے کہ اللہ جاننے والا ہے۔ کیونکہ یہ کہہ دینا بھی علم کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی کہہ دو کہ میں تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا اور نہ میں تکلیف کرنے والوں میں سے ہوں (کہ اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ کہہ دوں)۔ البخاری و مسلم

اس حدیث میں صریح تاکید ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو کہہ دے کہ معلوم نہیں پس تقریر سبق میں بھی اس پر عمل کرنا علم اور طالب علم دونوں کا حق ہے۔

شاگردوں کے نشاط وشوق باقی رکھنے کی بھی رعایت چاہئے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے کسی شخص نے عرض کیا کہ حضرت روز وعظ کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے روز وعظ کہنے سے یہ امر مانع ہے کہ میں تم کو ملول نہیں کرنا چاہتا اور تمہاری خبر گیری اور نگہداشت ایسی ہی کرتا ہوں جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری خبر گیری فرمایا کرتے تھے کہ ہم ملول نہ ہوں۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے مستفیدین للعلوم کا ایک حق یہ معلوم ہوا کہ ان کے نشاط وشوق کے باقی رکھنے کو بھی رعایت کرے پس اس میں یہ بھی داخل ہو گیا کہ سبق اتنا نہ پڑھائے اسی طرح کتابیں اتنی نہ شروع کرادے کہ اکتا جائیں۔ اور اگر وہ اس مقدار کے متحمل بھی نہ ہوں یعنی اس کا مطالعہ اور تکرار وضبط دشوار ہو تو بدرجہ اولیٰ منع ہوگا اسی طرح وقت میں اس کی رعایت کریں کہ ان کی طبیعت تازہ ہو کھانے کا تقاضا کسل اور اسی طرح نیند کا غلبہ یا اور کسی سبب سے دماغ پریشان نہ ہو جیسے بعض مدرسین طلبہ کو ان امور کے اہمال سے اس قدر زچ کر دیتے ہیں کہ یا تو وہ بھاگ جاتے ہیں یا استعداد حاصل نہیں ہوتی اور وہ اسی میں مست ہیں کہ ہم طلبہ کے ساتھ خوب محنت کرتے ہیں حالانکہ وہ سب محنت اکارت جاتی ہے اسی کی نظیر ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ کا یہ مضمون "**الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا. الآیۃ.**

ترجمہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی اور (وہ بوجہ جہل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

اسی طرح ہفتہ میں کم از کم ایک روز کی تعطیل ہونا ضرور ہے۔ بعضے تعطیل میں بھی طالب علموں کی جان مارتے ہیں اور اس کو اپنی بڑی کارگزاری سمجھتے ہیں۔

دوستی بے خرد چوں دشمنی است

نااہلوں کا دینی خدمات کا متولی بننا قیامت کی علامت ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دینی خدمات نالائقوں اور نا اہلوں کے سپرد ہو جائیں تو قیامت کا انتظار کرنا چاہئے۔ (بخاری)

اس حدیث کے عموم میں یہ بھی داخل ہو گیا کہ اگر کسی طالب علم کا کوئی سبق کسی دوسرے کے سپرد کرے تو اس کا لحاظ رکھے کہ وہ شخص اس کا اہل ہو اگر نا قابل و بد استعداد یا غیر شفیق کے سپرد کرے گا تو شرعاً مذموم ہو گا یہ بھی شاگرد کا ایک حق ہے۔

شاگرد کے تین حقوق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے آپ ہم سے ایسے وقت آ کر ملے کہ نماز کا وقت آ گیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے۔ جلدی کی وجہ سے ہم نے پاؤں دھونے میں بہت جلدی کی کہ کچھ سوکھا رہ گیا آپ نے دیکھ کر دو تین بار فرمایا خبردار ہو جاؤ عذاب دوزخ ان ایڑیوں کے لئے ہے جو سوکھی رہ جائیں۔ (بخاری)

اس حدیث سے تین حق شاگردوں کے ثابت ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ صرف ان کے تعلیم علوم ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ ان کے اعمال و اخلاق کی بھی حتی الامکان نگرانی رکھے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کے پاؤں کے خشک رہ جانے پر متنبہ فرمایا۔ اور یہ باب بالکل ہی مسدود ہو گیا ہے۔ اساتذہ صرف سبق پڑھا دینے کو ضروری سمجھتے ہیں تعلیم کے ساتھ تربیت کی طرف توجہ نہیں فرماتے اور علمی غلطی پر متنبہ نہ کرنا تو اور بھی غضب ہے کیونکہ اس کا تو انہوں نے بالتصریح التزام کیا ہے جیسا بعض معلمین قرآن کی عادت دیکھی گئی ہے کہ شاگرد پہلو میں بیٹھا ہوا غلط پڑھ رہا ہے اور یہ بہرے گونگے بنے بیٹھے ہیں اور اس سے بدتر یہ ہے کہ بعضے اساتذہ شاگردوں سے ایسے کام لیتے ہیں کہ ان کے اخلاق اور تباہ ہوتے ہیں تو اگر اصلاح نہ کرے تو فساد تو نہ کرے۔

دوسرے یہ کہ اگر کسی وجہ سے احتمال ہو کہ بدون آواز بلند کئے ہوئے آواز نہ پہنچے گی

مثلاً حلقہ درس بڑا ہے یا اور کوئی عارض ہے تو بلند آواز سے تقریر کرنا حق ہے شاگرد کا ورنہ تقریر ہی بیکار رہے دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح آواز بلند فرمایا۔

تیسرے اگر احتمال ہو کہ ایک بار تقریر کرنے سے طلباء نے نہ سمجھا ہوگا تو دوسری تیسری بار بھی تقریر کر دینا مناسب ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین بار فرمایا۔

اور آئندہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عادت مستمرہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بات مہتم بالشان فرماتے تھے تو تین مرتبہ فرماتے تھے کہ لوگ خوب سمجھ لیں۔ (بخاری)

کبھی کبھی شاگرد سے امتحان لینا چاہیئے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک ایسا درخت ہے کہ وہ پت جھڑ نہیں ہوتا اور مثل مسلم کے ہے بتاؤ وہ کیا ہے؟ سب لوگ جنگل کے درختوں کو سوچنے لگے کہ کون سا درخت اس شان کا ہے میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے مگر چونکہ میں چھوٹا تھا اس لئے میں نے حیا کی اور چپ رہا پھر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ارشاد فرمایئے کہ کون سا درخت ہے تو آپ نے فرمایا کھجور کا درخت (بخاری)

اس حدیث سے طلباء کے امتحان لینے کی محمودیت نکلتی ہے جس کے فوائد مشاہد ہیں۔ پس ان فوائد کے اہتمام کے لئے امتحان لینا یہ بھی منجملہ حقوق تلامذہ میں سے ہے۔

تعلیم میں شاگرد کی استعداد کا لحاظ رکھنا چاہیئے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے ایسی بات کرو جو وہ سمجھیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں۔ (بخاری)

اس حدیث سے ایک یہ بات معلوم ہوئی کہ طالب علم کی تعلیم میں اس کے فہم واستعداد کا لحاظ رکھے اور اسی کے لحاظ سے ترتیب کتب ومقدار وعدد سبق تجویز کرے جیسا کہ ارشاد حق کونوا ربانیین کی ایک تفسیر امام بخاری نے یہ بھی نقل کی ہے۔

الذی یربی الناس بصغار العلم قبل کبارہ.

مضر کتاب سے طالب علم کو روکنا چاہیئے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص مرے اور خدا سے ملے اور وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سناؤں۔ فرمایا کہ مت سناؤ۔ کیونکہ میں خوف کرتا ہوں کہ اس پر تکیہ کرلیں گے۔ (بخاری)

یہ حدیث نص ہے اس میں کہ باوجود کہ یہ مضمون من لقی اللہ الخ کا مقاصد عظیمہ شرعیہ سے تھا مگر بعض لوگوں تک اس کا پہنچنا اس لئے پسند نہیں کیا گیا کہ وہ اس سے متضرر ہوتے پس اسی طرح جو کتاب یا کوئی فن کسی خاص طالب علم کے لئے نامناسب ہو اس کو اس سے روکنا بذمہ معلم لازم ہے اور اس طالب علم کو بھی اس میں اطاعت ضروری ہے۔

شاگردوں کیلئے ساتھ نرمی اور آسانی کا معاملہ کرنا چاہیئے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینی امور میں لوگوں سے آسانی کرو تکلیف میں مت ڈالو خوش خبری سناؤ۔ دین سے نفرت مت دلاؤ۔ (بخاری)

اس حدیث کے عموم سے معلوم ہوا کہ طالب علم کے ساتھ درس میں بھی تیسیر وعدم تنفیر کی رعایت رکھے۔ تقریر بھی ایسی صاف وسلیس کرے جو ذہن نشین ہو جائے۔ مقدار و اعداد سبق میں بھی اس پر زیادہ بار نہ ڈالے اسی طرح ایک حق یہ بھی معلوم ہوا کہ تنبیہ وتادیب میں اتنی سختی نہ کرے کہ شاگرد کو وحشت ہو جائے اس میں میاں جی لوگ بکثرت مبتلا ہے۔

شاگرد کے لئے اللہ تعالیٰ سے علم نافع کی دعا بھی کرنی چاہیئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سینہ سے لگالیا اور یوں فرمایا کہ یا اللہ اس کو قرآن کا علم عطا فرمادے۔ (بخاری)

اس حدیث سے شاگرد کا حق علاوہ تعلیم کے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے لئے حق تعالیٰ سے دعا بھی کیا کرے کہ اس کو علم نافع عطا ہو۔

شاگرد کی دلجوئی کے متعلق ایک مثال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ خواب میں مجھے ایک پیالہ دودھ کا دیا گیا میں نے خوب سیر ہو کر پیا کہ ناخن تک سیرابی کا اثر محسوس ہوا' پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمرؓ کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور اس کی تعبیر کیا ہوئی فرمایا دودھ سے مراد علم ہے۔ (بخاری)

اس حدیث سے دو امر معلوم ہوئے ایک باعتبار صورت لبن کے ایک باعتبار معنی لبن کے اول یہ کہ شاگرد کو گاہ گاہ اپنے کھانے پینے میں بھی شریک کر لیا کرے کہ اس کا دل بڑھتا ہے اور محبت زائد ہوتی ہے جس قدر اس کو استاد سے محبت ہوگی اسی قدر علم میں برکت ہوگی۔

دوسرا یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی باطنی برکت عطا فرمائے تو شاگرد سے اس کو دریغ نہ کرے۔ غرض غذا ظاہری و باطنی کا کچھ حصہ اس کو بھی دے دے۔

شاگرد کی بہتری کیلئے غصہ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں شخص نماز طول کرنے کی وجہ سے قریب ہے کہ میں نہ پا سکوں (یعنی بددل ہو کر جماعت چھوڑ دوں) تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر برافروختہ ہوئے کہ ایسے کبھی میں نے برافروختہ ہوتے آپ کو نہ دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو نفرت دلاتے ہو۔ جو آدمی نماز میں امامت کرے اس کو چاہئے کہ (قرأت) تخفیف سے کرے کیونکہ مریض اور ضعیف اور حاجت مند سب قسم کے لوگ نماز میں ہوتے ہیں۔ (بخاری)

اس حدیث سے دو امر متعلق طالب علموں کے ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ اگر کچھ اسباق کسی اپنے شاگرد یا ماتحت مدرس کے سپرد کئے جائیں اور وہ طالب علم اس کی شکایت کرے تو شکایت سننا چاہئے اور تحقیق کے بعد اس کا انتظام کرنا چاہئے یہ نہیں کہ محض اس کے طالب علم ہونے کے سبب اس کو اور اس کی بات کو محض لاشی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اگر کسی طالب علم سے کوئی امر نامناسب صادر ہو اور کسی طور سے معلوم ہو جائے کہ غضبناک ہو کر کہنے سے زیادہ نفع ہوگا۔ تو وہاں اس کی مصلحت کے واسطے غصہ ہی کرنا افضل ہے جس سے اس کی اصلاح کامل ہو جائے۔

تقسیم اوقات اور جماعت بندی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم پر مرد غالب ہوگئے کہ آپ کا وعظ سننے کا موقع ہم کو نہیں ملتا۔ ہمارا بھی ایک دن مقرر کردیجئے۔ آپ نے ان کیلئے وعظ ونصیحت اور احکام الٰہی سنانے کا ایک دن مقرر فرمایا۔ (بخاری)

اس حدیث سے تعیین وتقسیم اوقات و جماعت بندی طلباء کا مصلحت ہونا معلوم ہوتا ہے جن میں سے ایک عظیم مصلحت یہی ہے کہ ہر ایک کے لئے جدا سبق مناسب ہے تو سب ایک میں کیسے مجتمع ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ مورد حدیث میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ بعض احکام خاص عورتوں ہی کے مناسب ہوتے ہیں۔ وہ مستقل خطاب میں اچھی طرح مفہوم اور اوقع فی النفس ہوتے ہیں۔

غصہ کی حد

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں اونٹ کے لقطہ کے سوال پر آپ غصہ ہونے کے بعد یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ سائل نے عرض کیا کہ کھوئی ہوئی بکری کا کیا حکم ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بکری تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیا کے لئے۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر طالب علم پر کسی بے ڈھنگے سوال پر غصہ کیا جائے اور اس کے بعد پھر وہ کوئی معقول سوال کرے تو اس کے جواب میں پہلے غصے کا اثر نہ آنا چاہئے اور اس سے زیادہ اثر نہ رکھنے کا محل وہ ہے کہ جب دوسرا طالب علم کوئی بات پوچھنے لگے۔ وہاں تو بدرجہ اولیٰ پہلا اثر نہ آنے پائے۔ بعض جھلے مزاج کے استاد ایک پر خفا ہوئے تو بس اب ختم درس تک سب ہی پر برستے رہیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں سنتی تھیں کہ جو ان کو معلوم نہ ہو تو برابر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ گچھ کرتی تھیں یہاں تک کہ سمجھ لیتی تھیں۔ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حساب میں گرفتار ہوا وہ عذاب میں مبتلا ہوا۔ تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ

نے یوں نہیں فرمایا کہ حساب آسان کیا جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پیشی ہے ورنہ جس سے مناقشہ کیا گیا حساب میں وہ ہلاک ہوگیا۔ (بخاری)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر استاد کی تقریر میں کوئی شبہ رہے اور طالب علم اس کو پوچھنے لگے تو نازک مزاج سے ناخوش نہ ہو البتہ اگر فضول سوال ہو تو ناخوشی کا اظہار بھی جائز ہے۔ جیسا کہ اوپر حدیث میں لقطہ ابل کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا مذکور ہے۔

طالب علم کے فہم یا حفظ کی کوئی تدبیر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اپنی چادر پھیلا۔ میں نے چادر پھیلادی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اس پر لگا دیئے اور فرمایا کہ اس چادر کو اپنے سینہ سے لگالے میں نے اس کو اپنے سینہ سے لگالیا تو اس کی برکت سے پھر کچھ نہ بھولا۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طالب علم کے فہم یا حفظ کی کوئی تدبیر اگر اپنے علم وقدرت میں ہو تو مقتضاء شفقت یہ ہے کہ اس کے مشورہ اور سعی کا اہتمام فرمائے۔

شاگرد کی معلومات میں اضافہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ محرم میں کیا کپڑا پہنے' فرمایا کہ کرتہ اور عمامہ اور پاجامہ اور باران کوٹ اور ورس و زعفران کا رنگا ہوا نہ پہنے جوتہ نہ ہو تو موزے پہنے اور ان کو جوتہ کی طرح کاٹ لے کہ ٹخنہ سے نیچے رہیں۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر طالب علم کوئی بات پوچھے مگر کوئی اور ضروری بات پوچھنے سے رہ جائے تو شفقت کا مقتضا یہ ہے کہ صرف اس کے سوال کے جواب پر اکتفا نہ کرے بلکہ وہ دوسری بات از خود بتلادے۔ (اصلاح انقلاب امت)

مدرسہ کی تنخواہ کے بارے میں ایک اشکال کا جواب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں۔

ایک صاحب کا کسی مدرسہ اسلامی سے تعلق ہوگیا تھا وہ تنخواہ میں سے کچھ واپس بھی کر دیتے تھے کیونکہ کام تھوڑا سمجھتے تھے ان کو کچھ ضروریات پیش آ گئیں بذریعہ خط دریافت کیا کہ اس ماہ میں واپس نہ کروں تو کچھ گناہ تو نہیں۔ تحریر فرمایا کہ اگر کسی ماہ میں بھی واپس نہ کیجئے تو ذرا گناہ نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ واپس نہ کیا کیجئے انہیں صاحب نے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی عیادت کے بارہ میں دریافت کیا تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں یہ تحریر فرمایا چند امور میں غور کر لیجئے اگر سب میں اطمینان ہو جائے تو جانے میں کیا مضائقہ ہے۔ نمبر ا مدرسہ کا حرج نہ ہو۔ نمبر ۲۔ مہتمم کو ناگوار نہ ہو۔ نمبر ۳۔ خود مولانا رائے پوری کے قلب پر گرانی و بار نہ ہو۔ کیونکہ بعض اوقات مریض کا دل ملنے کا نہیں چاہتا مگر لحاظ کے مارے اپنی رائے کے خلاف کرتا ہے۔

مدرس کو پانچ چیزوں کی رعایت رکھنا لازم ہے

صاحب تحفۃ معلم لکھتے ہیں کہ فقیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر معلم ثواب کی نیت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا عمل انبیاء علیہم السلام والا عمل بن جائے تو اس سے پانچ چیزوں کی رعایت رکھنا لازم ہے۔

ا- اجرت کی شرط مت لگائے اور نہ ہی اس پر شدید تقاضا اور اصرار کرے جو کوئی ہدیہ دے دے قبول کرے جو نہیں دیتا اس کے پیچھے نہ پڑے تاہم اگر بچوں کو ہجے پڑھانے لکھائی سکھانے اور حفظ کرانے پر معاوضہ کی شرط لگالیتا ہے تو جائز ہے۔

۲- ہمیشہ باوضو رہے کیونکہ اثنائے تعلیم میں اسے قرآن پاک چھونے کی بار بار نوبت آئے گی۔

۳- اپنی تعلیم میں پوری ہمدردی کا جذبہ اور بچے کا خوب خیال رکھے۔

۴- بچوں میں مساوات اور برابری رکھے لڑائی جھگڑے کے موقعہ پر عدل وانصاف قائم رکھے۔ اغنیاء کے بچوں کی طرف میلان اور غرباء کے بچوں سے بے رخی کبھی نہ کرے۔

۵- بچوں کو حد سے زیادہ اور شدید پٹائی کی سزا نہ دے کہ قیامت کے دن اس کا حساب ہوگا۔

خبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ معلمین حضرات بادشاہوں والا نصیب لے کر آتے ہیں ان کا حساب بھی انہیں جیسا ہوگا۔

شاگردوں پر شفقت اور نرمی

استاد کو چاہیے کہ شاگردوں پر شفقت کرے اور ان کو اپنے بیٹوں کے برابر جانے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **انما انا لکم مثل الوالدِ لولدہ** میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسا کہ والد اپنے لڑکے کے لئے۔

ابو ہارون عبدی اور شہر بن حوشب کہتے ہیں۔ جب ہم طالب علم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے، خوش آمدید خوش آمدید۔ وصیت رسول اللہ سنو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، عنقریب زمین تمہارے لئے مسخروں کر دی جائے گی اور تمہارے پاس کم عمر آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے تفقہ فی الدین کے خواہش مند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے، پس جب وہ آئیں تو انہیں تعلیم دینا، مہربانی سے پیش آنا، ان کی آؤ بھگت کرنا اور حدیث بتانا (جامع البیان العلم)

ناقص استاد

جو استاد اخلاقی برائیوں کو حسن خلق کے ذریعے رفع کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا وہ استاد کہلانے کا مستحق نہیں، اصل بات یہ ہے کہ عام طور سے اساتذہ کو اپنی بدخلقیوں کی طرف بالکل توجہ نہیں ہوتی ورنہ اپنی اصلاح کی فکر ہوتی بزعم خود اپنے کو کامل سمجھ لیتے ہیں اور ناقص جب اپنے کو کامل سمجھ لے تو اس سے جو بھی فتنہ اٹھ کھڑا ہو وہ کم ہے۔

یاد رکھئے چھوٹے بچوں کے دل میں رعب اور خوف کا سمانا ایسا ہی برا ہے کہ جیسا نرم و نازک پودے پر باد صرصر کا تند جھونکا یا پھولوں پر لو کا چلنا۔

اگر طالب علم کوتاہی کرتا ہے پہلے اس کو شفقت اور نرمی سے سمجھائے۔ اس کا اثر نہ ہو تو تنبیہ کرے، اس کا بھی اثر نہ لے تو مدرسہ کے ذمہ دار کو اس کے حالات سے مطلع کرے، اگر بار بار سمجھانے اور تنبیہ کے بعد بھی اس کی حالت درست نہ ہو تو اس کے سرپرست کو مطلع کر دیا جائے کہ یہاں اس کا رہنا مفید نہیں دوسری جگہ بھیج دیا جائے ممکن ہے وہاں کچھ حاصل کر لے، مگر یہ کوئی عقل مندی نہیں ہے کہ دوسرے کی اصلاح میں اپنے کو فاسد کر دے۔

شفقت اور تواضع

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے، کہ ایک مرتبہ صحن مدرسہ میں درس دے رہے تھے، بارش ہونے لگی، طلبہ اپنی کتابیں لے کر اندر چلے گئے، حضرت نے ان سب طلبہ کے جوتے اٹھائے اور حفاظت کی جگہ رکھ دیئے۔

یہی تربیت وشفقت تھی جس کی وجہ سے پہلے زمانے کے طلبہ اپنے اساتذہ پر قربان ہونے کو تیار ہو جاتے تھے۔

نصیحت کا طریقہ

مصنف رحمۃ المتعلمین ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی شاگرد کو کسی حرکت ناشائستہ پر نصیحت کرنا ہو اور وہ حرکت ایسی ہو کہ اگر سب کے سامنے ظاہر کی جائے تو اسے شرم آئے گی تو اس کی تنہائی میں نصیحت کرے اور بعد کو وہ نصیحت سب کو سنا دے مگر اس شاگرد کا نام نہ لے۔ معلم کو چاہیے کہ اپنے دل کو پاک وصاف رکھے، کسی طالب علم سے ناخوش ہو کر کینہ نہ رکھے، اس سے دل سیاہ ہوتا ہے۔

اور یہ خیال کرے کہ ان طلبہ نے اپنے کو میرے حوالہ کر دیا ہے، مجھے ان پر محنت کر کے اور ان کو بنا سنوار کر اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے، یہ میری کھیتی ہے جو آخرت میں کام آئے گی طلبہ کے طفیل اللہ پاک استاد کو بڑی خوبیاں عطا فرماتے ہیں، بسا اوقات استاد کے دل میں مضامین کا القاء طلبہ ہی کی بدولت ہوتا ہے۔

طلباء کی برکت

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی کے متعلق ان کے استاد حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب مہاجر مکی فرمایا کرتے تھے کہ الفاظ حدیث کے میں ان کو پڑھاتا ہوں اور حدیث کی روح مجھے ان سے حاصل ہوتی ہے۔

اگر معلوم ہو جائے کہ سبق میں کوئی غلطی ہو گئی ہے تو فوراً رجوع کر لے اور طالب علم سے کہہ دے کہ فلاں بات میں نے غلط کہی تھی صحیح مطلب یہ ہے اور طالب علم عبارت کا مفہوم صحیح بتا رہا ہو تو اس کی بات مان لے اس میں استاد کی بڑائی ہے، اس کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی دیانت داری اور امانت کا سکہ شاگرد کے دل میں بیٹھ جائے گا۔ (آداب المعلمین)

طلبہ کے ساتھ ایثار اور ہمدردی

آداب المعلمین کے مصنف فرماتے ہیں کہ احقر نے اپنے استاد مولانا سید امین الدین صاحب سے سنا ہے جو احقر کے رشتہ میں ماموں بھی ہوتے ہیں فرماتے تھے کہ حضرت مولانا سید ظہور الاسلام صاحب بانی مدرسہ اسلامیہ فتح پور کے زمانہ میں ایک بنگالی طالب علم سخت بیمار ہوا اور حالت اخیر معلوم ہونے لگی، مولانا تشریف لے گئے تو اس طالب علم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، حضرت مولانا نے تسلی دی اور فرمایا گھبراؤ نہیں تم انشاء اللہ اچھے ہو جاؤ گے اور اس کے بعد سجدہ میں دیر تک دعا مانگتے رہے۔ فرمایا اے اللہ! اگر جان ہی لینا طے ہو تو ظہور الاسلام کا بچہ عطیۃ اللہ حاضر ہے۔ یہ طالب علم پردیسی ہے، میری امانت ہے اس کو صحت عطا فرما، حضرت الاستاد نے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں گھر سے اطلاع آئی کہ عطیۃ اللہ کی حالت غیر ہے۔ جلد تشریف لایئے، حضرت مولانا پہنچے تو انتقال ہو چکا تھا، حضرت کا یہی اکلوتا اور ہونہار لڑکا تھا، اللہ پاک باپ بیٹے دونوں کی قبر کو نور سے بھر دے۔

ایک مرتبہ طلبہ کی کوتاہیوں اور بعض مرتبہ ان کی طرف سے مایوسی کا تذکرہ استاذی حضرت مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم سے ہوا، فرمایا ان سب چیزوں کے باوجود ہم کو یہی کام کرنا ہے، اسی میں ہمارے لئے خیر ہے دیگر مشاغل میں بڑے فتنے ہیں یہ بھی امید ہے کہ ان ہی میں سے کچھ ایسے نکل آئیں جن سے اصلاح امت کا کام اللہ پاک لے لیں اور ہمارے لئے ذریعہ نجات ہو جائے (آداب المعلمین)

اگر ہمارے اسلاف اس طرح تحمل اور نرمی سے کام نہ کرتے تو علم دین ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کے اندر علم دین کی اشاعت کا جذبہ تھا اس لئے سب کچھ برداشت کرتے تھے، ہمارے دل اس سے خالی ہیں۔ (آداب المعلمین)

اسلاف کی شفقت کی مثالیں

امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے تو سمجھے کہ یہ تمہاری اولاد ہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس میں خصوصیت کے ساتھ غصہ سے پرہیز کرو۔

امام ربانی کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک طالب علم فرش پر بیٹھا قرآن مجید پڑھ رہا تھا، حضرت نے خیال کیا تو اپنے نیچے فرش زیادہ پایا فی الفور زائد فرش اپنے نیچے سے نکال کر اس طالب علم کے نیچے بچھا دیا۔

استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحب کا یہ حال تھا کہ جب طالب علم بیمار ہوتا تو اس کا قیام گاہ پر جا کر عیادت کرتے اور اس کی ہر طرح دل جوئی کرتے حالانکہ اس زمانہ میں دار الطلبہ کا انتظام نہیں تھا، مختلف مساجد اور مکانوں میں طلبہ رہتے تھے۔

اب مہتممین اور اراکین کا حال یہ ہے کہ اگر کسی طالب علم سے خفگی ہوگئی تو آسان علاج ہی یہ سمجھا تا ہے کہ اس کا اخراج کر دیا جائے، حالانکہ یہ دانش مندانہ فیصلہ نہیں ہے یہ کون عقل مند جائز رکھے گا کہ اگر کسی عضو میں کوئی پھنسی نکل آئی ہے تو اس عضو ہی کو کاٹ دیا جائے۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ اس کا علاج کیا جائے اور اس عضو کو صحیح کر کے اس سے کام لیا جائے ہاں اگر خدانخواستہ اس میں ایسی خرابی ہوگئی ہو جس سے تمام جسم پر اثر پڑے گا تو پھر اس کو علیحدہ کر کے باقی جسم کو محفوظ کر لیا جائے، اسی طرح کسی طالب علم کے اندر کوئی خرابی ہو تو حسن تدبیر سے اس کو خرابی سے نکالنے کی کوشش کی جائے اگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی ہے تو پھر اس کا اخراج کیا جائے۔

اسلاف کی شفقت کے یہ نمونے ہیں آج ذرا سی اور معمولی سی بات پر طلبہ کی اس قدر پٹائی

ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دشمن قبضہ میں آ گیا ہے، جس سے جی بھر کر انتقام لینا ہے۔

حضرت حکیم الامت نے تو سبق یاد نہ ہونے پر بھی استاد کے مارنے کو منع فرمایا چنانچہ خانقاہ میں سخت تاکید تھی کہ کوئی استاد طالب علم کو نہ مارے اس کی اطلاع تعلیم کے ذمہ دار کو دی جائے وہ مناسب سزا تجویز کرے گا۔ اساتذہ کی طرف سے طالب علم کے دل میں اگر تکدر ہو گیا تو پھر اس کو فیض نہیں ہو سکتا۔ نیز بسا اوقات جو کچھ یاد ہوتا ہے مارنے کے خوف کی وجہ سے بھول جاتا ہے بعض اساتذہ تو چہرے پر مارنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے، حالانکہ حدیث پاک میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ یہ مارنے والے اس پر غور کریں کہ ہم اپنے بارے میں کیا چاہتے تھے۔

سزا دینے میں عموماً اساتذہ کی زیادتی اور کوتاہیاں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تعزیر کے متعلق ایک کوتاہی یہ ہے کہ جفا کاروں کے نزدیک اس کی کوئی حد ہی نہیں جب تک اپنے غصہ کو سکون نہ ہو جائے سزا دیتے ہی چلے جاتے ہیں جیسے استاد کہ یہ اس باب میں ہزار گونہ بڑھے ہوئے ہیں۔ عدالت اور پولیس کو تو یہ بھی فکر ہے کہ کبھی مظلوم شخص اوپر کے حکام سے استغاثہ (فریاد) نہ کر بیٹھے۔

شوہر کو محبت ہوتی ہے۔ باپ کو شفقت ہوتی ہے یہ اسباب ظلم کے کم کرنے والے ہو جاتے ہیں اور ان حضرات و مدرسین کو نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ محبت و شفقت۔ اگر کچھ اندیشہ ہو سکتا تھا تو والدین سے ہوتا۔ مگر والدین خواہ حسن اعتقاد سے خواہ اپنی مطلب براری کی خوشامد میں کان تک نہیں ہلاتے اور اپنے اعتقاد میں شاگرد کے گوشت پوست کا استاد کو مالک سمجھتے ہیں تو ان سے کب احتمال ہے کہ ان حضرات کو ظلم سے روکیں۔ اس لئے یہ سب سے بڑھ کر آزاد ہیں ان کی تعزیر (سزا دینے) کی کوئی حد نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

ایک طبقہ ہے میاں جیوں کا۔ یہ بچوں کے ساتھ بہت ظلم کرتے ہیں ان کو جب کسی بچہ پر غصہ آتا ہے تو قہر عام کی طرح سب پر برستا ہے کہ ایک طرف سے سب کی خبر لیتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے میاں جی بہت کم بچے ہوئے ہیں (التبلیغ)

میاں جی صاحب کو تو کچھ پوچھئے ہی نہیں انہوں نے تو مثل یاد کر لی ہے کہ "ہڈی ماں باپ کی اور چمڑی استاد کی" نہ معلوم یہ کوئی قرآن کی آیت ہے یا حدیث ہے یا فقہ میں کہیں

لکھا ہے اور لطف یہ ہے کہ بعض دفعہ غصہ تو آتا ہے بیوی پر کیونکہ گھر میں لڑائی ہوئی تھی اب بیوی پر تو کچھ بس چلا نہیں ۔ وہ غصہ باہر بچوں پر اترتا ہے۔ یہ تو عیسائیوں کا کفارہ ہو گیا کہ ''کرے کوئی اور بھرے کوئی''۔

میاں جی صاحبان یہ یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اس کا بدلہ دینا ہوگا۔ یہاں بچوں کی چمڑی آپکی ہے۔ وہاں آپ کی چمڑی بچوں کی ہوگی۔ کیا تماشہ (اور کیا حال) یہ لوگ حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور شفاء غیظ کے لئے مارتے ہیں۔ ایسا زدوکوب (اور ایسی مار پیٹ) کہ اگر ولی اجازت بھی دے دے تو بھی درست نہیں (کلمۃ الحق)

تعزیر اور سزا کی حقیقت اور اس کی صورتیں

''تعزیر'' وہ سزا ہے جو تادیب کے لئے دی جاتی ہے اور حد کے درجہ سے کم ہو اور اس کے طریقے مختلف ہیں (۱) ملامت کرنا (۲) ڈانٹنا (۳) ہاتھ یا لکڑی وغیرہ سے مارنا (۴) کان کھینچنا (۵) سخت الفاظ کہنا (۶) محبوس کر دینا (۷) مالی سزا دینا (اصلاح انقلاب)

سزا میں کتنا مار سکتے ہیں

سزا اور تادیب کی ضرورت پڑتی ہے اس کی اجازت ہے اور **الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ** کے قاعدہ سے اتنی ہی تادیب (سزا دینے) کی اجازت ہو سکتی ہے جو پرورش اور تربیت (و تعلیم) میں معین ہو نہ اتنی جو درجہ ایلام (سخت تکلیف اور مصیبت) تک پہنچ جائے ایسی زیادتی قطع نظر گناہ ہونے کے انسانیت اور فطرت کے بھی خلاف ہے (التبلیغ)

ضرب فاحش (سخت مارنے) سے فقہاء نے صراحتاً منع فرمایا ہے اور جس ضرب (مار سے) جلد پر نشان پڑ جائے اس کو بھی فقہاء نے) ضرب فاحش میں داخل کیا ہے اور جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے وہ بدرجہ اولی ہے (درالمختار)

بلکہ ضرب فاحش سے خود استاد کو تعزیر دی جائے گی۔ (اصلاح انقلاب)

سبق یاد نہ ہونے پر مالی جرمانہ مقرر کرنا جائز نہیں

تعزیر بالمال (مالی جرمانہ) ہمارے مذہب میں درست نہیں اور بعض روایات میں جو وارد

ہے وہ منسوخ ہے اور بعض (علماء) جو اس کے جواز کے قائل ہوئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ چندروز تک اس مال کو اپنے پاس رکھے جب وہ شخص توبہ کرلے وہ مال اس کو لوٹا دیا جائے نہ خود رکھے نہ بیت المال میں داخل کرے (درالمختار)

اور قائلین جواز کے نزدیک بھی جو اس کے شرائط ہیں نہ ان کی خبر نہ ان کی رعایت تو اختلافی جواز بھی مستحق نہیں ہوا اور جب یہ جائز نہیں تو وہ رقم حلال نہ ہوگی تو اس کا کھانا بھی ناجائز اور نیک کاموں میں صرف کرنا اور بھی زیادہ ناجائز (اصلاح انقلاب)

ایک مولوی صاحب نے جو یہاں (تھانہ بھون حضرت کے مدرسہ میں) مدرس ہیں طلباء پر سبق یاد نہ کرنے کے جرم میں بلا حضرت کی اجازت ومشورہ کے کچھ جرمانہ مقرر کیا جب حضرت والا کو اطلاع ہوئی تو مولوی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ آپ نے طلبا پر جرمانہ مقرر کیا؟ انہوں نے اقرار کیا۔ پوچھا گیا کہ یہ جائز کہاں ہے انہوں نے یہ کہا کہ مالکوں ہی کو انعام کے نام سے دیا جائے گا۔

حضرت والا نے فرمایا کہ کسی کے مال کا حبس کرنا بلا اس کی رضامندی کے کب جائز ہے۔ دوسرے یہ جرمانہ بچوں پر تو نہ ہوا بلکہ ان کے ماں باپ پر ہوا کیونکہ مال ان ہی کا ہے۔

آپ کا کام سکھانے اور سمجھانے کا ہے۔ نہ یاد کریں بلا سے آپ نے شریعت کی مخالفت کیوں کی اور میری بلا اجازت یہ کام کیوں کیا۔ آپ کے سپرد جو کام ہے اس کو کیئے جایئے بلا پوچھے کوئی نیا کام نہ کریئے۔

علاوہ اس کے اس مدرسہ کے متعلق میرے دل میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ طالبین خدا کے ہو جائیں۔ اصطلاحی عالم بنانا منظور نہیں ہے۔ امتحان کے اچھے برے ہونے کا مجھے کچھ خیال نہیں ہوتا۔ (حسن العزیز)

اگر غلطی سے غصہ میں زیادہ ماردیا تو اس کی تلافی کرنا چاہئے

اگر ایسا کوئی ہو جیسے حافظ علی حسن صاحب کیرانوی تھے تو وہ بے شک اس ظلم سے بچ سکتا ہے۔ مگر ان میں افراط تو نہ تھا یہ تفریط تھی کہ بچوں کو مار کر ان سے کہتے تھے کہ تم مجھ سے بدلہ لے لو اور بعض لڑکے ایسے شریر تھے کہ بدلہ لے لیتے اور حافظ جی کو قمچی سے سڑ اسڑ مارتے تھے اور وہ ایسے سیدھے تھے کہ بچوں کے ہاتھ سے مار کھاتے تھے۔

یہ میاں جی ایسے تھے کہ بچوں پر ظلم نہ کرتے اور اگر کبھی ذراسی زیادتی ہوگئی تو اس کی تلافی اس

طرز سے کرتے تھے (یعنی طلباء سے زبان سے معافی مانگتے یا مار کھاتے تھے) یہ طریقہ اچھا نہیں اس سے لڑکوں کی شرارت اور بد دماغی اور بد خلقی بڑھ جاتی ہے اور معلم کو اس کی رعایت ضروری ہے کہ بچوں کے اخلاق خراب نہ ہوں (التبلیغ)

تلافی کی سب سے بہتر اور آسان صورت

اگر کوئی اپنی زیادتی کی تلافی کرنا چاہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ سزا کے بعد بچوں کے ساتھ شفقت کرو اور جس پر زیادتی کی ہے اس کے ساتھ احسان کرو یہاں تک کہ وہ خوش ہو جائے جیسے میرٹھ کے ایک رئیس نے ایک نوکر کے طمانچہ مار دیا تھا پھر اس کو اپنی غلطی پر تنبہ ہوا تو اس کو ایک روپیہ دیا۔ پھر دوسرے نوکر سے کہا اس سے پوچھنا' اب کیا حال ہے۔ کہنے لگا کہ میں تو دعا کر رہا ہوں کہ ایک طمانچہ روز لگ جایا کرے۔ بس یہ طریقہ تلافی کا بہت اچھا ہے اس سے بچوں کے اخلاق پر بھی اثر نہ ہوگا اور ظلم کا دفعیہ بھی ہو جائے گا۔ اور جب میاں جی استاد صاحب کا ایک دو دفعہ کرنے میں خرچ ہوگا تو آئندہ کو خود بھی ذرا سنبھل کر مارا کریں گے۔ (التبلیغ)

اگر استاد کی بہت زیادہ مارنے کی عام عادت ہو

دوسرے معلم کو جو نو عمر تھے ان سے فرمایا کہ معلوم ہوا ہے کہ تم بچوں کو بہت مارتے ہو۔ اس کا صحیح اور معقول جواب دو۔ تاویلات کو ہرگز نہ مانوں گا یہ بتلاؤ کہ جب میں نے منع کر دیا ہے تو پھر کیوں مارتے ہو۔ یہ نفس کی شرارت ہے یا نہیں؟ انہوں نے اقرار کیا کہ بے شک نفس کی شرارت ہے میں نے تم کو خلوت (تنہائی) میں عزت سے سمجھایا تھا اس کو غنیمت نہیں سمجھتے۔ واقعی دنی الطبع بلا سختی کے نہیں مانتا۔ پھر بلایا اور فرمایا کہ قرآن شریف لاؤ وہ صاحب قرآن شریف لائے تو فرمایا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ خدا کی قسم اب کسی بچہ کو نہ ماروں گا میں نے تمہارے واقعات گھر پر بچوں کو بلا کر مارنے کے سنے ہیں اور ایسے مارنے کے کہ وہ بے ہوش ہو گئے ہیں تم کو اس قدر مارنے کا کیا حق ہے اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو کام چھوڑ دو ہم اپنا انتظام خود کر لیں گے۔ (ملحوظات)

حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا بچوں کو زیادہ مارنے پر ناپسندیدگی کا اظہار

حضرت امام ربانی کو گوارا نہ تھا کہ بچوں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا جائے

اگر کسی صغیر سن بچہ کے پٹنے یا کراہنے کی آواز آپ کے کان میں پڑتی تو آپ بے چین ہو جاتے اور کبھی باپ کے اپنے لڑکے کو زیادہ مارنے کی شکایت آپ سنتے تو آپ کو صدمہ ہوتا اور مناسب الفاظ میں باپ کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہی نے اپنے لڑکے محمد جلیل کو ایک مرتبہ مارا۔ ان کی پھوپھی نے حضرت سے جا کر شکایت کی اگلے دن جو مولوی اسماعیل صاحب حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا مولوی اسماعیل ادھر آؤ مولوی اسماعیل صاحب ہنسنے لگے کیونکہ سمجھ گئے تھے کہ کل لڑکے کے مارنے کی چغلی کھائی گئی ہے حضرت نے فرمایا کہ ہنستے کیا ہو ادھر آؤ اور مولوی یحییٰ تم بھی آؤ (مولوی یحییٰ صاحب بھی اپنے صاحبزادہ محمد زکریا کو بہت مارتے تھے) اس کے بعد چارپائی پر بیٹھ کر فرمایا "مولوی یحییٰ میں تم سے مسئلہ پوچھتا ہوں کہ لڑکے کو کس قدر مارنا چاہیے؟ نصیحت کے لئے اتنا ہی کافی تھا اب مولوی یحییٰ صاحب جواب دیں تو کیا دیں، حضرت نے کئی مرتبہ اس فقرہ کو دہرایا آخر فرمایا کہ مولوی اسماعیل تم عہد کرو کہ جلیل کے مارنے میں سختی نہ کروں گا اگر عہد نہیں کرتے تو میں جلیل کو گوالیار نہ جانے دوں گا میں اس کو خود پڑھاؤں گا کیونکہ یہ میرا دو وجہ سے عزیز ہے اول تمہاری وجہ سے کہ تم میرے عزیز ہو اور دوسرے بھائی عبدالمجید کا نواسہ ہے۔ آخر مولوی اسماعیل صاحب نے وعدہ کیا کہ حضرت انشاء اللہ اب ایسا نہ ہوگا۔ صاحبزادہ حکیم مولانا مسعود احمد صاحب اس وقت حاضر تھے کہنے لگے کہ حضرت میں بھی تو سعید کو مارتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہارا مارنا بھی سعید کو مجھے معلوم ہے کہ لڑکے کو اس قدر مارنا نہ چاہئے ایک دو طمانچہ مارنے کا مضائقہ نہیں اس عجیب نرم انداز پر حضرت امام ربانی نے کئی متعلقین کو بالتخصیص اور عام متوسلین کو علی العموم نصیحت فرمائی۔ (تذکرۃ الرشید)

بچوں پر زیادتی ایک ہولناک گناہ

مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی فرماتے ہیں کہ

سیدی و مرشدی قبلہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم کا یہ ملفوظ جو بندہ نے خود سنا اور اہل علم کی مجلس میں حضرت والا نے پورے اہتمام کے ساتھ بسط و تفصیل سے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قاری صاحبان آج کل معصوم بچوں کو بے دردی سے پیٹتے ہیں اور اس میں شرعی حدود کی قطعاً کوئی رعایت نہیں کرتے۔ شریعت کی رو سے جانور کو بھی چہرے پر مارنا حرام ہے مگر قاری صاحبان کی مار کا نشانہ عموماً بچوں کا چہرہ ہی ہوتا ہے۔ اس طرح مارنے کی

آخری حد تین ضربیں ہیں مگر ان کی مار کا کوئی حد وحساب نہیں ہوتا اور یہ کہ لکڑی اس زور سے نہ ماری جائے کہ جسم پر نشان پڑ جائیں یہاں مار مار کر بچوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا غرض کسی پہلو سے بھی شرعی حدود کی کوئی رعایت ملحوظ نہیں ہوتی۔ ہر حد کو بے دردی سے پامال کیا جاتا ہے۔ ان حضرات کو سوچنا چاہئے کہ یہ ایک ایسا ہولناک گناہ ہے جس کی معافی کی بھی کوئی صورت نہیں اس لئے نابالغ بچہ دل سے معاف بھی کر دے تو اس کی معافی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں بالغ ہونے کے بعد معاف کر دے تو معافی معتبر ہے مگر قاری صاحبان جن بچوں پر ظلم کرتے ہیں بالغ ہونے کے بعد ان سب سے ایک ایک کر کے ملنا اور ان سے معاف کرانا ممکن نہیں کہ بعض بچے بلوغ سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوئے ہیں (۲) اور بہت سے بچے دور دراز کے علاقے سے آتے ہیں پڑھ کر چلے جانے کے بعد اساتذہ سے کبھی ملاقات کی نوبت ہی نہیں آتی اور معافی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بطیب خاطر بخش دیا جائے۔

یہ حضرات اگر بالغ لڑکوں سے بخشوائیں بھی تو اس کا کیا اعتبار کہ وہ مروت سے مغلوب ہو کر نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے بخش رہے ہیں غرض اس گناہ کی بظاہر تلافی ممکن نہیں۔

طلباء کی اصلاح کے سلسلہ میں چند ضروری باتیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۱- ہمیشہ یاد رکھئے کہ تازہ غم میں کبھی وعظ نصیحت مفید نہیں ہوتی بلکہ الٹی اور مضر ہو جاتی ہے اور اس کے مضر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت نصیحت ہوتی ہے اس بات کی کہ تم اپنے غم کے جذبہ کو روکو اور مصیبت زدہ اس کی کوشش بھی کرتا ہے غم روکنے کی مگر چونکہ اس وقت غم کی شدت ہوتی ہے بس وہ غم دل ہی دل میں رہتا ہے اور زیادہ عرصہ تک غم کے رہنے سے قلب میں گھٹن پیدا ہو جاتی ہے جس سے مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ (انفاس عیسیٰ)

۲- جس امر میں شرعاً گنجائش ہو اس کے صادر ہونے سے دوسرے شخص کو سختی سے اجتناب کا حکم کرنا یہ آداب احتساب کے خلاف ہے نرمی سے بھی تو یہ کام ہو سکتا ہے مگر اس کا خیال کرنا اور اس پر عمل کرنا متبحر کا کام ہے۔

۳- میرا معمول ہے کہ مجھے مخاطب کی غلطیوں پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے میں ان

کے مسلمات سے جواب دینا چاہتا ہوں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور اس سے ایسی بصیرت ہوتی ہے کہ ویسی بتلانے سے نہیں ہوتی۔ اس تعلیم کے دو اثر ہوتے ہیں اگر طبیعت سلیم ہے تو اصلاح ہو جاتی ہے ورنہ ملنا چھوٹ جاتا ہے اور عمر بھر کے لئے نجات ہو جاتی ہے اس طرز پر لوگ میرے اوپر الزام لگاتے ہیں کہ تعلیم کی بجائے تنقیحات شروع کر دیتے ہیں۔ (حسن العزیز)

طلباء کو سزا دینے کے متعلق شرعی اصول

عارف کامل حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اپنی آپ بیتی تحریری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کی خدمت میں لکھا حضرت اقدس یہاں سکول میں یہ ناچیز اپنے فرائض تندہی اور دیانت داری سے پورا کرتا ہے مگر سزا دیئے بغیر بعض طلباء کام نہیں کرتے۔ آموختہ یاد نہیں کرتے اور طلبہ کا نتیجہ اچھا نہ نکلے تو افسران بالا تنگ کرتے ہیں۔ اس ناچیز نے طلبہ کو سزا دینے کا ایک اصول مقرر کر رکھا ہے اس کے مطابق چلتا ہوں اصول یہ ہے کہ سزا صرف اس سبق پر دیتا ہوں جو اچھی طرح پڑھا دوں اور طلباء کو ایک دن پہلے بتا دوں کہ یہ سبق میں کل سنوں گا یاد کر کے آنا۔ پھر بھی سنتے وقت طلباء کو بہت مواقع دیتا ہوں جس لڑکے کی نسبت ظاہر ہو جاتا ہے کہ یاد کرنے کی کوشش کی اور خوب کی مگر یاد ہوا نہیں اسے سزا نہیں دیتا بعض طلبہ اس قدر ڈھیٹ اور لاپرواہ واقع ہوئے ہیں کہ جب تک خوب تسلی بخش مرمت نہ ہو کام ہی نہیں کرتے تو ان کو سزا دیتا ہوں، شرارتوں پر بھی سزا دیتا ہوں۔ اکثر ہاتھوں پر لکڑی سے مطابق موقع ایک سے لے کر چھ تک مارتا ہوں۔ کبھی کبھی زیادہ کا بھی اتفاق ہوتا ہے (کسی نہایت سخت شرارت پر مارتے وقت سوچ کر ماتا ہوں اکثر غصہ نہیں ہوتا کبھی کبھار ہوتا بھی ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ غلطی دونوں صورتوں میں ہو جاتی ہے کیونکہ شک سا رہتا ہے کہ قدر حق سے زیادہ نہ مارا گیا ہو اور ظلم نا انصافی نہ ہو گئی ہو۔ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر سزا دے چکنے کے بعد طبیعت پر بوجھ سا رہتا ہے حضرت اقدس کوئی ایسا اصول ارشاد فرمائیں کہ جس پر کاربند ہو کر گناہ سے بھی بچ جاؤں اور طلبہ کام بھی کرتے رہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا جواب

جب غصہ نہ رہے اس وقت غور کیا جاوے کہ کتنی سزا کا مستحق ہے اس سے زیادہ سزا نہ

دی جائے اگرچہ درمیان میں غصہ آجاوے (مکتوبات اشرفیہ)

بچوں کو سزا دینے کا طریقہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں:

اس کے لیے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ نے ایک عجیب سا نسخہ بتایا ہے اور ایسا نسخہ وہی بتا سکتے تھے یاد رکھنے کا ہے فرماتے تھے کہ جب کبھی اولاد کو مارنے کی ضرورت محسوس ہو یا اس پر غصہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو جس وقت غصہ آرہا ہو اس وقت نہ مارو بلکہ بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس وقت مصنوعی غصہ پیدا کر کے مار لو اس لیے کہ جس وقت طبعی غصہ کے وقت اگر مارو گے یا غصہ کرو گے تو پھر حد پر قائم نہیں رہو گے بلکہ حد سے تجاوز کر جاؤ گے اور چونکہ ضرورت مارنا ہے اس لیے مصنوعی غصہ پیدا کر کے پھر مار لو تا کہ اصل مقصد بھی حاصل ہو جائے اور حد سے گزرنا بھی نہ پڑے۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ساری عمر اس پر عمل کیا کہ طبعی غصے کے وقت نہ کسی کو مارا اور نہ ڈانٹا پھر جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا تو اس کو بلا کر مصنوعی قسم کا غصہ پیدا کر کے وہ مقصد حاصل کر لیتا۔ تا کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جائے کیونکہ غصہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں انسان اکثر و بیشتر حد پر قائم نہیں رہتا۔

بچوں کو مارنے کی حد

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ استاد کے لئے یا ماں باپ کے لئے بچے کو اس حد تک مارنا جائز ہے جس سے بچے کے جسم پر مار کا نشان نہ پڑے۔ آج کل یہ جو بے تحاشہ مارنے کی جو ریت ہے یہ کسی طرح بھی جائز نہیں جیسا کہ ہمارے یہاں قرآن کریم کے مکتبوں میں مار کٹائی کا رواج ہے اور بعض اوقات اس مار پٹائی میں خون نکل آتا ہے زخم ہو جاتا ہے یا نشان پڑ جاتا ہے یہ عمل اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گناہ کی معافی کی کیا شکل ہوگی؟ اس لئے کہ اس گناہ کی معافی کس سے مانگے؟ اگر اس بچے سے مانگے تو وہ نابالغ بچہ معاف کرنے کا اہل نہیں ہے اس لئے کہ اگر نابالغ بچہ معاف بھی کر دے تو شرعاً اس کی معافی کا اعتبار نہیں اس لئے حضرت والا فرمایا کرتے

تھے کہ اس کی معافی کا کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آتا' اتنا خطرناک گناہ ہے اس لئے استاد اور ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بچے کو اس طرح نہ ماریں کہ اس سے زخم ہو جائے یا نشان پڑ جائے۔ البتہ ضرورت کے تحت جہاں مارنا ناگزیر ہو جائے صرف اس وقت مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔

بچوں کو تربیت دینے کا طریقہ

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اصول بیان فرمایا کرتے تھے جو اگرچہ کلی اصول تو نہیں ہے' اس لئے کہ حالات مختلف بھی ہو سکتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر اس اصول پر عمل کیا جا سکتا ہے کہ جس وقت کوئی شخص غلط کام کر رہا ہو۔ ٹھیک اس وقت میں اس کو سزا دینا مناسب نہیں ہوتا بلکہ وقت پر ٹوکنے سے بعض اوقات نقصان ہوتا ہے' اس لئے بعد میں اس کو سمجھا دو' یا سزا دینی ہو تو سزا دے دو' دوسرے یہ کہ ہر ہر کام میں بار بار ٹوکتے رہنا بھی ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ ایک مرتبہ بٹھا کر سمجھا دو کہ فلاں وقت تم نے یہ غلط کام کیا۔ فلاں وقت یہ غلط کیا اور پھر ایک مرتبہ جو سزا دینا ہے دے دو۔ واقعہ یہ ہے کہ غصہ ہر انسان کی جبلت میں داخل ہے اور ایسا جذبہ ہے کہ جب ایک مرتبہ شروع ہو جائے تو بعض اوقات انسان اس میں بے قابو ہو جاتا ہے اور پھر حدود پر قائم رہنا ممکن نہیں رہتا اس لئے اس کا بہترین علاج وہی ہے جو ہمارے حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے تجویز فرمایا (اصلاحی خطبات جلد ۴)

ایک بچہ کی مظلومیت اور استاد کو تادیب

ایک کم سن بچے نے بعد عصر ۲۲ رجب کو حضرت والا (حکیم الامت رحمہ اللہ) کی خدمت میں ایک پرچہ پیش کیا جس میں اپنی مظلومیت کا اظہار کیا تھا حضرت والا نے اس کے حالات سن کر ان دو شخصوں کو بلایا جو اس پر ظلم کرتے تھے ان میں ایک نابینا حافظ تھے جو اس بچہ کو اپنے وطن سے ملازم رکھ کر اپنی خدمت کے لئے لائے تھے اور ایک مولوی صاحب کو جو کچھ مدت سے اپنی اصلاح باطنی کے لئے خانقاہ میں مقیم تھے کہ یہ دونوں مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔ حافظ جی کھانے کو نہیں دیتے فقط دو روٹی دیتے ہیں اور مجھے سخت مار بھی دیتے ہیں اور مولوی صاحب بھی حافظ صاحب کو سکھلاتے ہیں اور خود بھی مارتے ہیں اور کئی شخص بطور گواہ کے بلائے جو اپنی آنکھوں سے ان کے جور و ستم دیکھ چکے تھے۔ ان سے ان دونوں صاحبوں کے سامنے شہادت لی۔ اب حافظ جی سے

دریافت کیا کہ حافظ صاحب آپ اس بچہ پر کچھ زیادتیاں کرتے ہیں؟

حافظ جی نے کہا۔ اس میں چوری کا مرض ہے۔ حضرت نے فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا کہ اس کے اندر کیا مرض ہے میں تو یہ دریافت کرتا ہوں کہ تمہارے اندر بھی یہ مرض ہے یا نہیں کہ تم اس پر ظلم کرتے ہو۔ نصف خوراک کھانا دیتے ہو۔ جب حافظ جی نے صاف جواب نہ دیا تو لڑکے سے کہا کہ بتلا تو سچ کیا بات ہے کسی سے نہ ڈرنا۔ اس بچہ نے کہا مجھے روٹی کم دیتے ہیں اور مارتے ہیں اور مولوی صاحب بھی مارتے ہیں۔

اب حافظ جی سے پوچھا کہ حافظ جی بتلاؤ کہ یہ ٹھیک کہتا ہے یا نہیں۔ حافظ جی نے کہا ٹھیک کہتا ہے۔ فرمایا پھر کیوں مارتے ہو اسے روٹی پیٹ بھر کے کیوں نہیں دیتے۔ کیا تم نے یہ شرط ٹھہرائی تھی کہ پیٹ بھر کے روٹی نہیں دوں گا۔ حافظ جی نے کہا کہ ہم نے روٹی کم کردی تھی کہ چوری کا مرض جاتا رہے۔

فرمایا ارے عقل کے دشمن اس سے تو اور مرض بڑھے گا کہ جب بھوکا ہوگا چوری کرے گا نیز آپ نے یہ چوری کا علاج کسی شرعی دلیل سے تجویز کیا ہے یا آپ نے کسی عالم سے دریافت کیا تھا اور مارنے کو بھی آپ نے چوری کی سزا کہاں سے تجویز کی ہے اور فرمایا کہ ظالم! اللہ کا خوف نہیں رہا۔ آنکھیں تو پھوٹ گئیں، دل بھی اندھا کرلیا۔ اب مولوی صاحب سے پوچھا کہ مولانا آپ نے اس لڑکے کو کیوں مارا۔ آپ کا کیا قصور کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ جی یہ چوری کیا کرتا تھا فرمایا کہ آپ کا کچھ چرایا تھا فرمایا۔

کہا میرا تو نہیں فلاں صاحب کا حلوہ کھالیا تھا۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ آپ کو کیا حق تھا۔ کہا میرا تو نہیں فلاں صاحب کا حلوہ کھالیا تھا۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ آپ کو کیا حق تھا۔ اگر کچھ کہتے تو وہ کہتے۔ جاؤ دور ہو جاؤ۔ ابھی خانقاہ سے چلے جاؤ اور اندھے تو بھی نکل اور پھر فرمایا ابھی یہاں سے دور ہو جاؤ دونوں (اے نیاز) پھینک دوان کا سامان اسباب۔ ابھی نکال دو اور حافظ جی سے کہا کہ جاؤ ابھی اس لڑکے کا کرایہ لاؤ (مظفر پور کا) ہاں یہ بچہ ہے اکیلا نہیں جاسکتا۔ دو آدمیوں کا کرایہ لاؤ اور اگر بارہ برس کا نہیں ہے تو نصف کرایہ دو اور اگر بارہ برس کی عمر ہے تو وہ کرایہ لاؤ ہم اپنے اہتمام سے پہنچادیں گے اور لڑکے سے خطاب کر کے کہا کہ تم آج سے ہمارے یہاں کھانا کھایا کرو اور نیاز میرے سامنے کھلایا کرو اور یہ بھی فرمایا کہ ان کم بختوں کو ہا ہو کرنی آتی ہے یا بیٹھ کر تسبیح گھمانی۔ اللہ کا خوف ذرہ دل میں نہیں۔ میں سچ

کہتا ہوں کہ اللہ سے محبت رکھنے والا تو کسی بلی کے ساتھ بھی ان مظالم کو گوارہ نہ کرے گا اور اس پر آزاد بنتے ہیں مجھے تو اس قدر حافظ جی پر غصہ نہیں کہ یہ معذور ہیں۔ مگر مولانا کو کیا ہوا ہے پڑھ لکھ کر سب ڈبو دیا، حافظ جی چونکہ معذور تھے اس لئے حضرت نے ان کو ۱۵ یوم بیٹھنے کی اجازت دی کہ اس میں اپنا انتظام کرلو اور جاؤ۔ دوسرے دن حافظ جی کو حضرت نے نہ دیکھا تو حاضرین میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ آج حافظ جی نہیں آئے۔ ان صاحب نے کہا کہ وہ خوف کی وجہ سے نہیں آئے کہ شاید میرے جانے سے حضرت کو تکلیف ہوگی تو حضرت نے فرمایا کہ جب میں نے ان کو پندرہ یوم کی اجازت دے دی ہے اس کا تو یہی مطلب ہے کہ ان دنوں میں آ کر سنا کریں۔ بعد میعاد البتہ ان کو نہیں آنا چاہیے۔ ہاں ان مولوی صاحب کو ہرگز تشریف لانے کی اجازت نہیں کیونکہ ان کو ایک دن کی بھی اجازت نہیں ہے۔

اسکے بعد حضرت والا حافظ جی کو مظالم اور بخل کی برائیاں سمجھاتے رہے (ملفوظات اشرفیہ)

طلبا کو بے تحاشا مارنا حرام ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ چھٹی کے بعد تو مکتب سے بھاگتے ہوئے جاتے ہیں اور آتے ہیں آہستہ آہستہ اور جمعرات کو دیکھئے تو خوش خوش کہ کل کو چھٹی ملے گی اور جمعہ کی شام کو پژمردہ کہ کل گرفتاری کا دن ہے یہ تو نفس مکتب کی مشقت ہے اور جو استاد صاحب کوئی قصائی مل گئے تو کچھ نہ پوچھئے صورت دیکھ کر کانپ اٹھتے ہیں اور جو کسی دن ان کا ہاتھ پڑ گیا تو خیر نہیں خاص کر اگر وہ استاد صاحب اندھے بھی ہوئے تب تو مصیبت بلکہ مصائب پر مصائب ہیں میں نے دیکھا ہے کہ ایک اندھے حافظ جی لڑکے کے سر کو ٹانگوں میں دبا لیتے تھے اور بے تحاشا کمر میں گھونسے مارا کرتے تھے میں تو اتنے مارنے کو حرام سمجھتا ہوں کیا یہ تھوڑی مشقت ہے (اصلاح ظاہر جلد ۲۸)

کتاب سے مارنے پر نصیحت

استاد المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کو مدرسین کے احترام کا خاص اہتمام تھا اور ان کے ساتھ وہ لطف شفقت کا برتاؤ فرمایا کرتے جو ان کے شایان شان تھا باوجودیکہ تمام مدرسین آپ کے شاگرد اور معتقد خادم تھے مگر جب کوئی آتا تو آپ اس کو پاس

بٹھا لیتے اور ان کی بری بھلی سب توجہ سے سنتے تھے مسکراتے تھے اور کوئی شکایت لاتا تو اس کی کافی تحقیق فرما کر ان کو تسلی دیا کرتے تھے۔ طالب علم اور استاد کے مابین کوئی قصہ ہوتا جس میں غلطی استاد کی ہوتی تو اس وقت بڑی ضیق پیش آتی اور بڑی حسن تدبیر سے دونوں پہلو سنبھالا کرتے تھے۔ مولوی ظفر احمد صاحب کے مزاج میں غصہ تھا۔ ایک مرتبہ طالب علم کے بے تکے سوالات پر ان کو پڑھاتے ہوئے غصہ آیا تو کتاب جو فلسفہ کی تھی طالب علم کے منہ ماری۔ حضرت کے قریب ہی ان کی درس گاہ تھی اور حضرت نے سب دیکھا اور سن لیا تھا اس وقت گرفت کرنے میں طالب علم کی جرأت بڑھنے کا اندیشہ تھا اور حضرت کو اس کا خاص اہتمام رہتا تھا کہ طلبہ کے قلوب میں استاد کی عظمت قائم اور باقی رہے۔ اس لئے ایسا کر دیا گویا سنا ہی نہیں۔ بعد عصر جب مولوی ظفر احمد صاحب مجلس میں آ کر بیٹھے تو حضرت نے فرمایا مولوی ظفر کیا کتاب سے بھی مارا کرتے ہیں؟ کتاب تو اس کے لئے موزوں نہیں ہوتی پھر کتاب بھی مدرسہ کی جو کہ وقف ہے اور جسکی حفاظت ضروری ہے۔ مولوی صاحب نے غلطی کا اعتراف کیا اور آئندہ کیلئے احتیاط کا عہد کیا تو آپ مسرور ہوئے اور پھر محبت کے لہجہ میں فرمایا بھائی آج کل طلبہ کو مارنے کا زمانہ نہیں ہے کیونکہ زمانہ فساد کا ہے۔ قلوب میں تکبر بھرا ہوا ہے۔ بعض نادان مقابلہ سے پیش آنے لگتے ہیں۔ اس سے تو بہت ہی احتیاط کرو اور اگر کوئی زیادہ بک بک لگا دے اس کو مہتمم سے اطلاع کر کے درس سے اٹھا دو، بس اس سے زیادہ سزا کی ضرورت نہیں۔ (ارواح ثلاثہ)

بغرض اصلاح جن لوگوں کو سزا دی ان سے معافی مانگنا

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

میں نے حمیت دینیہ کی خاطر یا کسی معصیت سے روکنے کے لئے جن لوگوں کو جسمانی سزا دی یا زبانی زجر و توبیخ کی بعد میں ان سے معاف کرایا ہے اور ان کی تطییب خاطر کیلئے انہیں گراں قدر ہدیہ بھی دیا، علاوہ ازیں ان کیلئے روزانہ دعا و ایصال ثواب کا بھی معمول ہے۔

اولاد کے بالغ ہونیکے بعد ان سے بھی معاف کرایا نابالغ کا معاف کرنا شرعاً معتبر نہیں۔

یہ عمل اس لئے کیا کہ شاید سزا دینے میں حد شرعی سے تجاوز ہو گیا ہو یا اس میں نفس کی شرکت ہو گئی ہو۔

شاگردوں اور اصلاحی تعلق رکھنے والوں سے معاف کرانے میں ان کے بگڑنے اور دینی ضرر کا سخت خطرہ ہے اس لئے ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کرتا البتہ ان کے لئے خصوصی

دعاء اور اپنے استغفار کا معمول ہے۔ (جواہر حکمت)

ایک نیک دل رئیس کا قصہ

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جب کانپور میں تھا تو ہمارے مدرسہ میں ایک رئیس کا بھانجا پڑھتا تھا جو بہت ہی شریر تھا اس کی یہ حالت تھی کہ بیت الخلاء کی دیواروں پر اساتذہ مدرسہ کے نام لکھتا تھا لوگوں کو فکر ہوئی کہ کون نالائق ہے آخر لوگوں نے خفیہ طور پر تفتیش کی اور پہلا لکھا ہوا سب مٹا کر یہ انتظام کیا کہ جو شخص بیت الخلاء سے نکلتا اس کے نکلنے کے فوراً بعد دیکھا جاتا کہ کچھ لکھا ہوا تو نہیں آخر وہ لڑکا جو ایک دفعہ نکلا تو دیوار پر نام لکھے ہوئے پائے گئے اور اس کو پکڑ کر مدرسین کے پاس لایا گیا تو ایک مدرس نے سخت سزا دی حتیٰ کہ مارتے مارتے بے ہوش کر دیا اور اس کی جان کا خطرہ ہو گیا تو بعض لوگوں نے اس کے ماموں کو اطلاع دی فوراً کانپور آئے تو واقعی لڑکے کی حالت نازک تھی مگر علاج معالجہ سے افاقہ ہوا اور بچنے کی امید ہوگئی شہر کے لوگوں نے ان کو بہت بہکایا کہ پولیس میں رپٹ لکھوا دو مگر وہ سمجھ دار آدمی تھے انہوں نے گوارا نہ کیا کہ ایک دینی مدرسہ کی شکایت غیروں کے پاس لے جاؤں وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ صاحب میری عدالت تو آپ ہیں میں آپ کے یہاں استغاثہ کرتا ہوں میں نے چپکے سے ان مدرس صاحب کے پاس رقعہ لکھا کہ تم اس وقت اپنا استعفیٰ داخل کر دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر میں نے رئیس صاحب سے کہا کہ میرے پاس ان صاحب کا استعفیٰ ملازمت سے آ گیا ہے اور وہ آپ کے سامنے ہے اب ہم کو ان پر کوئی حق مواخذہ کا نہیں رہا کیونکہ مدرسہ کے ملازم ہی نہ رہے اس لئے میں کچھ نہیں کر سکتا آپ کا جہاں جی چاہے استغاثہ دائر کر کے انتقام لے لیجئے۔ وہ کہنے لگے کہ کیا آپ نے اس کا استعفیٰ منظور کر لیا ہے۔ میں نے کہا اور رد کرنے کا ہم کو کیا اختیار ہے وہ بے چارے بہت بڑے اہل آدمی تھے کہنے لگے کہ یہ تو میری بڑی نحوست ہوئی کہ میری وجہ سے ایک عالم مدرسہ سے الگ ہوتے ہیں اور ان کا فیض مدرسہ سے بند ہوتا ہے میں اپنا استغاثہ واپس لیتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کہیں استغاثہ نہ کروں گا میں نے اپنا حق معاف کیا آپ نے ان کا استغاثہ واپس کر دیں ان کی

اس اہلیت سے میں بڑا خوش ہوا کہ شاباش۔ مسلمان کو دین سے اتنی ہی محبت ہونا چاہیے۔
اس کے بعد ان کی عجیب خوش فہمی یہ تھی کہ مجھ سے کہنے لگے کہ میرا خیال یہ تھا کہ اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لے جاؤں اور گھر پر اس کی تعلیم کا انتظام کروں مگر اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کو کچھ دنوں مدرسہ ہی میں رکھو کیونکہ ابھی اگر میں اسے گھر لے گیا تو یہ اس حالت میں جائے گا کہ اس کے دل میں ایک عالم سے کینہ بغض ہوگا اور یہ اس کی آخرت کو مضر ہے اس لئے چند روز اس کو مدرسہ ہی میں رکھا جاوے اور انہی حضرت کے سپرد کیا جائے جنہوں نے اس کو مارا تھا اور ان کو کہہ دیا جائے کہ اب اس کے ساتھ شفقت و ملاطفت کا ایسا برتاؤ کریں جس سے اس کے دل کا خار نکل جائے اور ان سے اس کو محبت ہو جائے پھر میں اس کو گھر بلالوں گا۔ واقعی میں اس کی سلامت فطرت پر حیران رہ گیا اور بے ساختہ میرے دل سے ان کے لئے دعا نکلی اور اس وقت ہی میری سمجھ میں یہ تدبیر آئی کہ بچوں پر زیادتی ہو جائے تو اس کی تلافی اس طرح کرنا چاہیے۔ (دیکھئے بعضے دنیا دار بھی کیسی سمجھ کے ہوتے ہیں)

غصہ کا علاج

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ میں پہلے غصہ میں تعجیل کرتا تھا جس سے کام بگڑتا تھا تو میں نے اس کا یہ علاج کیا کہ ایک کلیہ یاد کرلیا کہ تعجیل نہ کرنا چاہیے اس سے برسوں تک کام لیتا رہا۔ الحمد للہ اس طریق سے تعدیل ہوگئی اور اس قسم کے کلیات و مختصرات کی سب اہل فنون کو ضرورت ہے۔ (وعظ الارتیاب والاغتیاب، اصلاح اعمال)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی اعلم کلمۃ لو قالھا لذھب عنہ مایجد یعنی میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر غصہ والا اس کو پڑھ لے تو ابھی غصہ جاتا رہے اور وہ کلمہ اعوذ باللہ ہے۔ (وعظ غوائل الغضب، آداب انسانیت)

چھپا ہوا دشمن

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ غصہ دوسروں پر چلانے سے پہلے اپنے دشمن پر چلایئے۔ یہ نفس آپ کا ایسا چھپا دشمن ہے کہ جس کی دشمنی کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ دوسرے دشمن آپ کے کھلم کھلا مخالف ہوتے ہیں اور یہ کام جو آپ سے کراتا ہے لذات اور

شہوات کے پردہ میں کراتا ہے تو اس کی ایسی مثال ہوگئی جیسے آپ کا ایک مخالف آپ کو سنکھیا دے اور کہے کہ یہ کھا لیجئے آپ اس کو ہرگز نہ کھائیں گے اور ایک آپ کا دوست جو درحقیقت دشمن ہو اور آپ کے قتل کی فکر میں ہو لڈو میں ملا کر زہر دے دے تو آپ اس کو بڑے شوق سے کھالیں گے اور جب تک اس زہر کا اثر نہ ہوگا آپ کو ذرا بھی وہم نہ ہوگا۔

اسی طرح نفس آپ سے لذات اور شہوات کی آڑ میں ایسے برے کام کرا دیتا ہے کہ ان کے نتیجے بہت ہی خراب ہیں اور آپ کو پتہ بھی نہیں چلتا جس وقت وہ نتائج ظاہر ہوں گے تو ان کا تدارک مشکل ہو جائے گا۔ (وعظ غوائل الغضب، آداب انسانیت)

غصہ کا ایک اور علاج

اور ایک علاج یہ ہے کہ جس کو غصہ زیادہ آتا ہو ایک کاغذ پر یہ لفظ لکھ کر کسی ایسے موقع پر لگا دے کہ اس پر ضرور نظر پڑتی ہو وہ لفظ یہ ہے ''اللہ تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے کہ جتنی تجھ کو اس پر ہے'' غصہ جبھی آتا ہے کہ جب دوسرے کو اپنے سامنے کمزور پاتا ہے اور جب دوسرا زبردست ہوتا ہے تو غصہ نہیں آتا۔ (وعظ غوائل الغضب، آداب انسانیت)

غصہ کا کامل علاج

ایک مرتبہ حضرت عروہ کو غصہ آیا ابو وائل کہتے ہیں کہ انہوں نے فوراً پانی منگا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ میرے والد نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ الغضب من الشیطان اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الشیطان خلق من النار یعنی غصہ شیطان کا اثر ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ غصہ کے وقت حرارت ہی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ چہرہ کیسا سرخ ہو جاتا ہے ہاتھ پیر کانپنے لگتے ہیں یہ سب نار ہی کے فعل ہیں چنانچہ شیطان سے کسی نے پوچھا کہ انسان کے جسم میں تو کہاں رہتا ہے تو اس نے کہا جس وقت انسان خوش ہوتا ہے تو دل میں ہوتا ہوں اور جب غصہ ہوتا ہے تو سر کے اوپر ہوتا ہوں۔ (وعظ الغضب)

غصے کے تین درجے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے دوران وعظ فرمایا: پس جاننا چاہیے کہ غصہ

اور اسی طرح ہر خلق کے اندر تین مرتبے ہیں اول تو غصہ کا پیدا ہونا عین ہیجان نفس دوسرے یہ ہے کہ اس کے مقتضی پر جوش میں آ کر کوئی کارروائی کرنا مثلاً غصہ آیا اور جوش آیا کہ زبان سے فلاں بات سخت اس کو کہوں اور ہاتھ سے ماروں۔ پس جس قدر ہیجان اور جوش کا مقتضی تھا سب افعال اس نے کر لئے۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ہیجان تو ہوا لیکن نفس اس شخص کو بے قابو نہیں کرتا اور نہ جوش کو جاری کرتا ہے اور معاً کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ جب جوش کم ہو گیا اس وقت غور کر کے کارروائی کرتا ہے۔

اب تینوں مرتبوں میں غور کرنا چاہئے کہ کس میں مصلحت ہے اس لئے کہ غصہ کے اندر عقلی اور شرعی حکمتیں ضرور ہیں ان کا انکار کسی طرح نہیں کیا جا سکتا اور وہ مصالح واجب التحصیل ہیں اور موقوف علیہ ان کا غصہ ہے اور بحکم مقدمۃ الواجب واجب۔ بعض افراد کے اعتبار سے غصہ واجب ہوا اور بعض کے اعتبار سے منہی عنہ بھی ہے جو لوگ محققین نہیں ہیں وہ ایسے مقامات پر پہنچ کر تنگ ہوتے ہیں اور گھبراتے ہیں۔ (وعظ الغضب' آداب انسانیت)

غصہ کا عملی علاج

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں غصہ کے بارہ میں ایک گر بتلاتا ہوں جو عملی علاج ہے جو دستور العمل بنانے کے لائق ہے وہ یہ کہ غصہ آتے ہی فوراً نافذ کرنا شروع نہ کر دے۔ ذرا ٹھہر جائے اور جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دے یا خود وہاں سے ہٹ جائے۔ جب جوش جاتا رہے اب فیصلہ کرے کہ اس شخص کو کیا سزا دی جائے مگر اس فیصلہ کے لئے علم دین کی ضرورت ہوگی وہ بتلائے گا کہ یہ موقع غصہ کرنے کا ہے یا نہیں پھر موقع ہونے پر سزا کتنی ہونا چاہئے اس کے بعد جو کچھ فیصلہ ہوگا وہ بجا ہوگا اور ان سب باتوں کا فیصلہ سکون کی حالت میں کرے غصہ میں نہ کرے کیونکہ حدیث میں ہے۔ **لایقضی القاضی وھو غضبان** کہ قاضی غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے بلکہ خوب سوچے اور معاملہ پر نظر ثانی بھی کرے۔ یہاں بھی علم دین کی ضرورت ہوگی اسی طرح میاں جی کو چاہئے کہ فوراً سزا دینا نہ شروع کر دیں۔ یہ بھی سکون کی حالت میں فیصلہ کریں جب جرم ثابت ہو جاوے تو سزا بھی حکم

شرعی سے تجویز کریں کہ ایک لکڑی مارنی چاہئے یا دو یا تین گو نفس اس پر راضی نہ ہوگا کیونکہ اس کا مزہ تو اس میں ہے کہ دھنیے کی طرح دھنتا چلا جائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مزے کے لئے مارتے ہیں سزا کے لئے نہیں۔ ایک بات جو پہلی بات کا تتمہ ہے یہ بھی ہے کہ جب غصہ آئے تو یہ بھی سوچیں کہ آیا سزا دینا واجب ہے یا جائز۔ اگر واجب ہو تو اس آیت پر عمل کرے۔ ولا تاخذ کم بھما رافة فی دین اللہ زنا کار کے لئے فرماتے ہیں کہ اس پر شفقت غالب نہ آنی چاہئے۔ پس اگر شرعاً سزا واجب ہو تو سزا دینا واجب ہے۔ شیخ شیرازی فرماتے ہیں۔

بے حکم شرع آب خوردن خطاست وگر خوں بفتوئ بریزی رواست

اور یہ اس صورت میں ہے جب موجب سزا اپنا حق نہ ہو بلکہ حق اللہ ہو اور اگر اپنا حق ہو کہ کسی نے ہمارا نقصان کیا تھا یا ہماری نافرمانی کی تھی تو اس وقت کامل درجہ اتباع ہدیٰ کا یہ ہے۔ فمن عفیٰ واصلح فاجرہ علی اللہ یعنی اپنا حق معاف کردے گو یہ بھی جائز ہے کہ بدلہ لے لے۔ لیکن اگر معاف کردے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور معاف کرنا چونکہ نفس پر شاق ہے اسکے لئے بعض مراقبات کی بھی ضرورت ہے مثلاً یہ سوچے کہ اے نفس کیا تو مجرم نہیں ہے پھر یہ کہے کہ جتنی تجھ کو اس پر قدرت ہے خدا تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے۔ پھر یہ سوچے کہ تو اپنے جرم کیلئے کیا چاہتا ہے معافی چاہتا ہے یا سزا۔ یقیناً معافی چاہتا ہے تو جیسے تو اپنے لئے چاہتا ہے اسی طرح تجھ کو دوسروں کے لئے بھی معافی کو پسند کرنا چاہئے اور یہ بھی سوچے کہ اگر تو خطا معاف کردے گا تو حق تعالیٰ تیری خطا معاف کردیں گے۔ (وعظ الھویٰ والھدیٰ آداب انسانیت)

غصے کے ازالہ کی تدابیر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے دوران وعظ فرمایا:

غصہ کو جاری کرنے میں حدود سے خارج ہو جانا بہت برا ہے مگر ہماری یہ کیفیت ہے کہ جب غصہ آتا ہے تو کچھ بھی نہیں دیکھتے بس یہ چاہتے ہیں کہ دل ٹھنڈا کرلیں۔ خصوص میاں جی صاحبان کی تو عموماً یہی حالت ہے۔ آج کل سکولوں میں تو کسی کی مجال نہیں کہ ایسی کارروائی کرے۔ مگر مکاتیب میں طرح طرح کی سزائیں ایجاد کی جاتی ہیں اس پر طرہ یہ کہ بیوی سے تو لڑکر آئے اور غصہ اتاریں لڑکوں پر پھر جرم تو کیا ایک لڑکے نے اور پیٹیں گے سب کو۔

اسی طرح بعض ظالم نوکروں کی بری طرح خبر لیتے ہیں ان کے ٹھوکریں مارتے ہیں۔ اس کا نتیجہ عنقریب یہ ہوگا کہ آج وہ مظلوم اور مغلوب ہیں مگر قیامت میں غالب ہوں گے۔

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ میرے غلام چوری کرتے ہیں خیانت کرتے ہیں۔ میں ان کو مارتا ہوں۔ میرا ان کا کیا معاملہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں ترازو کھڑی کی جاوے گی ایک پلہ میں ان کی خطائیں اور ایک پلہ میں تمہاری سزا رکھی جاوے گی جو پلہ بھاری ہوگا اسی کے موافق عمل ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے سب کو آزاد کیا۔ میں اپنا کام آپ کرلیا کروں گا۔ یہ ان صحابی کا غلبہ حال تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مطلب نہ تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ اعتدال ہونا چاہئے۔ (وعظ الہوئ والہدی آداب انسانیت)

غصہ کی حالت میں کوئی فیصلہ یا سزا ہرگز نہ دینا چاہئے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

۱......غصہ کو جہاں تک ہوسکے روکو غصہ کی حالت میں حواس درست نہیں رہتے۔ اس وقت مقدمہ اور کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ (تعلیم الدین)

۲......غصہ کے وقت طبیعت بھڑک اٹھتی ہے اور اس کے قبائح (برائیاں اور نقصانات) پیش نظر نہیں رہ جاتے۔ تجربہ کر کے دیکھا گیا ہے کہ غصہ کا روکنا ہمیشہ اچھا ہوا ہے اور جب اس کو جاری کیا گیا ہے تو ہمیشہ اس کا انجام برا ہوا ہے اور دل کو قلق (افسوس) بھی ہوا ہے۔

غصہ جب آئے تو یہ یاد رکھے کہ کسی قول یا فعل میں ہرگز تعجیل (جلدی) نہ کرے تھوڑے دنوں میں اس طرح کرنے سے تعدیل ہوجائے گی۔ (انفاس عیسیٰ ص ۴۰۰)

۳......غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے بلکہ غصہ ٹھنڈا ہوجانے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے۔ (انفاس عیسیٰ)

۴......حدیثوں میں غصہ کے وقت فیصلہ کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اس لئے میں ایسے امور میں غصہ کے وقت کبھی فیصلہ نہیں کرتا۔ غصہ ختم ہوجانے کے بعد جب تک میں تین چار بار غور نہیں کرلیتا کہ واقعی یہ سزا کا مستحق بھی ہے۔ اس وقت تک سزا نہیں دیتا۔ (ملفوظات)

اگر بہت زیادہ غصہ آئے تو کیا کرنا چاہئے؟

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی کو کسی پر غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ اس کے سامنے سے خود ہٹ جائے یا اسے ہٹا دے اور ٹھنڈا پانی پی لے اور اگر زیادہ غصہ ہو تو یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہمارے اوپر حقوق ہیں اور ہم سے غلطی ہوتی رہتی ہے جب وہ ہمیں معاف کرتے رہتے ہیں تو ہم کو بھی چاہئے کہ اس شخص کی غلطی سے درگزر کردیں ورنہ حق تعالیٰ بھی ہم سے انتقام لینے لگیں تو ہمارا کیا حال ہو۔ (ملفوظات)

سختی کرنے اور سزا دینے سے پہلے کیا سوچنا چاہئے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ نوکر پر زبان سے یا ہاتھ سے سزا دینے میں زیادتی ہو جاتی ہے اور بعد میں پچھتانا پڑتا ہے کوئی ایسی تدبیر ارشاد ہو جس سے زیادتی نہ ہو اور سیاست میں بھی فرق نہ آئے۔

فرمایا بہتر تدبیر یہ ہے کہ زبان سے کچھ کہنے یا ہاتھ بڑھانے سے پہلے یہ سوچ لیا جائے کہ فلاں فلاں لفظ میں کہوں گا یا اتنا ماروں گا پھر اس کا التزام کیا جائے کہ جتنا سوچا ہے اس سے زیادہ نہ ہو جائے۔ (حسن العزیز)

۲...... میاں جیوں استادوں کا علاج یہ ہے کہ غصہ میں نہ مارا کریں جب غصہ جاتا رہے تو سوچا کریں کہ کتنا قصور ہے اتنی سزا دینی چاہئے یہ تو سلامتی کی بات ہے ورنہ لڑکے قیامت میں بدلہ لیں گے۔

ایک عورت نے ایک بلی کو ستایا تھا جب وہ مرگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عورت جہنم میں ہے اور بلی اس کو نوچتی ہے جب بلی کو ستانے سے وہ عورت دوزخ میں گئی تو لڑکے تو انسان ہیں۔ (دعوات عبدیت)

خدمت لینے میں چند امور کا لحاظ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ا...... انسان کو چاہئے کہ اگر کسی سے کام لینا چاہئے تو اس حالت میں لے کہ اس کے قلب پر تکدر نہ ہو۔ (حسن العزیز)

۲...... جب کوئی شخص کسی سے کام لے تو بقدر امکان اس کی اعانت کرے سارا بوجھ اس پر نہ ڈال دے اتنی ہی مدد سہی کہ منہ سے صاف الفاظ کہے (حسن العزیز)

۳...... فروخت کردہ چیزوں کے متعلق حضرت تھانوی خادم سے کبھی یہ تفتیش نہیں فرماتے کہ کون سی چیز کتنے میں بکی فرماتے ہیں کہ اگر اعتبار نہیں تو اس کو بھیجنا ہی نہ چاہئے اور اگر اعتبار ہے تو پھر شبہ نہ کرنا چاہئے جتنے میں چاہے بیچ دے (حسن العزیز)

۴...... اگر مجھ کو معلوم ہو جائے کہ اس خادم کو راحت پہنچانے کا اہتمام تھا اور پھر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر ناگواری نہیں ہوتی ہاں اگر راحت پہنچانے کا اہتمام ہی نہ ہو اور فکر ہی نہ ہو تو بے شک ناگواری ہوتی ہے۔ (الافاضات)

۵...... واللہ غلطیوں پر تغیر (غصہ) نہیں ہوتا جس پر تغیر ہوتا ہے ایک بے پرواہی ایک خودرائی پر باقی غلطی کس سے نہیں ہوتی گناہ تک ہوتے ہیں جن غلطیوں سے کوئی بچ سکتا ہے اور محض بے پروائی کی وجہ سے نہیں بچتا ان پر تغیر (غصہ) آتا ہے۔

۶...... دو شخصوں سے میرا دل نہیں ملتا متکبر سے اور چالاک سے (حسن العزیز)

نابالغ بچوں سے خدمت لینا جائز نہیں

حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا: بعض میاں جی (اساتذہ) بچوں پر دوسری طرح ظلم کرتے ہیں وہ یہ کہ ان سے اپنے گھر کی خدمت لیتے ہیں کہیں پانی بھرواتے ہیں کبھی آٹا پسواتے ہیں کبھی مٹی ڈھواتے ہیں۔ یاد رکھو والدین کی اجازت کے بغیر نابالغ بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں۔ بعضے میاں جی (حفاظ مولوی) یہ کرتے ہیں کہ گرمیوں کی دوپہر میں خود تو سوتے رہتے ہیں اور بچوں سے پنکھا جھلواتے ہیں یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ آخر جس طرح تم کو نیند آتی ہے ان کو بھی تو آتی ہے۔ (التبلیغ)

ہمارے یہاں مدرسہ میں ایک حافظ صاحب تھے ایک روز انہوں نے دو لڑکوں کو چکی پر آٹا لینے کو بھیجا وہ سر پر لاد کر لائے میں نے کہا حافظ صاحب یہ بہت بے جا بات ہے اگر آپ کے بچے ہوتے تو کیا ان سے بھی بوجھ اٹھواتے؟ ذرا انصاف کیجئے شاگرد کو اپنے بچہ سے کم درجہ کا نہ سمجھنا چاہئے۔ مولوی بس ہدایہ پڑھاتے وقت تو فقیہ ہوتے ہیں مگر عمل میں ان کو بھی احتیاط نہیں ہوتی (کلمۃ الحق)

خلاف شرع خدمت یا دوسروں کا کام بچوں سے لینا

بعضے میاں جی دوسروں کا کام بھی بچوں سے لیتے ہیں مثلاً کوئی مر گیا تو اس کا تیجہ بچوں سے پڑھواتے ہیں اور بعضے میت کے گھروں پر بھی بھیج دیتے ہیں کانپور میں بھی یہ رواج تھا کہ بچوں کو تیجے کے لئے لے جاتے تھے۔ میں نے روک دیا کہ بچے مدرسہ میں تیجہ کے واسطے نہیں آتے بلکہ نتیجہ کے واسطے آتے ہیں۔ یہاں سے اس کام کے لئے کوئی نہیں جائے گا تب یہ سلسلہ بند ہوا (التبلیغ)

بالغ ونابالغ شاگردوں سے خدمت لینے کے جواز کی شرائط

۱- بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں جس میں والدین کی رضا نہ ہو۔

۲- اور اگر رضا بھی ہو تو جو خدمت بچوں کی طاقت سے باہر ہو۔ یا خلاف سنت ہو۔ (جیسے تیجہ وغیرہ پڑھوانا) وہ بھی جائز نہیں۔

۳- اگر بالغ ہو تو بشرائط جائز ہے وہ شرط یہ ہے کہ بطیب خاطر ہو (دلی رضامندی) سے جو جبر نہ ہو مگر معلمین ان معاملات میں بہت گڑبڑ کرتے ہیں۔ اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ (کلمۃ الحق)

طلبہ سے ذاتی کام لینا

عارف کامل حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ نے حضرت حکیم الامت کی خدمت میں لکھا کہ تدریس کے زمانہ میں طلبہ سے میں کبھی ذاتی کام لے لیا کرتا تھا۔ اس بارے میں حضرت اقدس کی عجیب تعلیم ہے۔ میں نے لکھا کہ طلبہ سے کام لیتا ہوں اگرچہ باضابطہ معاوضہ ادا نہیں کرتا تاہم کچھ دے دلا کر انہیں خوش کر دیتا ہوں اس پر حضرت نے تحریر فرمایا۔

(۱) کیا ان لڑکوں کے والدین کو خبر اور ان کی اجازت ہے؟ (۲) کیا معتمد مزدور نہیں مل سکتے؟ (۳) کیا ان کو اتنے ہی پیسے دیئے جاتے ہیں جتنے دوسرے مزدوروں کو؟

اس کے بعد میں نے چند نادار اور مفلس طلباء کے والدین سے اجازت لی اور حضرت کی خدمت میں لکھا کہ آئندہ ان کو اتنا ہی معاوضہ ادا کیا کروں گا جتنا دوسرے مزدوروں کو حضرت نے تحریر فرمایا۔ جزاکم اللہ وبارک اللہ (اصلاح دل)

طلباء سے بلا اجرت کام لینا حرام ہے

حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کو اجرت پر نقل خطوط کا کام دیا ہوا تھا اس نے بہت غلطیاں کیں۔ حضرت والا نے ان پر سختی فرمائی انہوں نے معذرت کی۔ فرمایا کہ کتاب کا ناس کرانا منظور نہیں۔ کہاں تک یہ غلطیاں بنائی جاویں اور ایک رقعہ ان کو لکھا کہ کئی روز سے غلطیاں بہت زیادہ اور فاش دیکھی جاتی ہیں مجھے احساس ہوا ہے کہ میری خاطر سے یہ کام کیا جاتا ہے دلچسپی سے اور مزدوری سمجھ کر نہیں کیا جاتا اگر میرا خیال ٹھیک ہے تو صرف ظاہر کر دو کتاب کے خراب کرنے سے کیا فائدہ مجھے جواب صاف مل جانے میں کلفت نہ ہوگی اور کام خراب ہونے سے کلفت ہے انہوں نے جواب میں لکھا در حقیقت یہی بات ہے مجھ کو اس کام سے دلچسپی نہیں کسی اور کے سپرد فرمایا جاوے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر حضرت والا نے فرمایا لوگ مجھ کو متشدد کہتے ہیں حالانکہ ایسے لوگ موجود ہیں جو دس دس برس میرے پاس رہے اور کبھی اف کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ یہ غلطیاں وہ ہیں جن کی وجہ تغافل ہے جو آج کل عام طور سے طبائع میں ہے میں کسی سے بلا اجرت کام نہیں لیتا حالانکہ رواجاً اور قانوناً ہر طرح مجھے حق ہے کہ کام لوں کیونکہ کوئی مجھ سے بیعت ہے کوئی شاگرد ہے لیکن میں اس کو حرام شرعی سمجھتا ہوں، میں اس کو داخل تکبر سمجھتا ہوں جیسا کہ روساء راہ گیروں سے کام لیا کرتے ہیں کہ ارے فلانے بازار میں فلانے سے یہ کہتے جانا ایسا مذاق بگڑا ہے کہ لوگ اس کو کچھ بھی نہیں سمجھتے ہیں وہ راہ گیر نہ ان کی رعیت نہ کوئی شناسا بمرتبہ دوستی مگر ابتداء سے عادت حکومت کی پڑی ہوئی ہے ہر شخص سے کام لینے کو اپنا حق سمجھتے ہیں اس حق کی حقیقت جب معلوم ہو کہ ان کے اوپر جو حاکم ہے وہ ان کو پکڑ پکڑ کر کسی ناگوار کام پر بھیج دے (کمالات اشرفیہ)

طلبہ سے ذاتی کام نہ لینا

صاحب آداب المعلمین فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا خان زمان صاحب کو احقر نے بچشم خود دیکھا جو کہ اپنا سامان خرید کر خود لے جاتے اصرار کرنے پر بھی کسی کو نہ دیتے حالانکہ مکان بازار سے کافی دور تھا ہمارے مدارس کے اساتذہ کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کم از کم اپنا یہ ذاتی کام خود کر لیا کریں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام خود دست مبارک

سے فرمایا کرتے تھے بکریوں کا دودھ دوہ لیتے پھٹا، کپڑا خودسی لیتے، نعلین مبارک ٹوٹ جاتیں تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے، اپنے کام کے لئے دوسروں کو تکلیف نہ دیتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دس برس میں آپ کی خدمت میں رہا، اس عرصہ میں آپ کی خدمت میں نے اس قدر نہیں کی جتنے کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کردیئے۔

آج کل ایسی کچھ ہوا چلی ہے کہ ہر شخص کو یہ تو یاد ہے کہ میرا حق دوسروں پر کیا ہے۔ ہر وقت اس کا مطالبہ ہے اور نہ پورا ہونے پر اس کی شکایت کرتا ہے اور اس کے اوپر جو دوسروں کے حقوق ہیں ان کا دھیان تک نہیں، یہی سبق ہمارے اساتذہ کرام نے بھی یاد کرلیا ہے وہ تمام اقوال وقصص ان کو یاد ہیں جن سے ان کا حق شاگردوں پر ثابت ہوتا ہے اور شاگردوں کے ان پر کیا حقوق ہیں اس کا انہوں نے کوئی سبق نہیں پڑھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اساتذہ کو جو شفقت اور تعلق تلامذہ سے ہونا چاہیے اس کو پورا کرتے رہیں تو شاید ہی کوئی شاگرد ایسا بد نصیب ہو جو اساتذہ کی خدمت اور اطاعت کو اپنے لئے سعادت نہ سمجھے۔

آج کل صاحب زادگی کے مرض کا شکار ہو کر اکثر اساتذہ کے لڑکے جاہل رہ جاتے ہیں یا دوسری لائن اختیار کر لیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علم اس گھر سے ختم ہو جاتا ہے دوسرے طلبہ کے مقابلہ میں کبھی اپنی اولاد کو ترجیح نہ دینا چاہیے۔

بے ریش بچوں کی صحبت سے پرہیز

مصنف رحمۃ المعلمین تحریر فرماتے ہیں کہ خلوت بالا مارد (بے ریش) سے بہت اجتناب کرے ہرگز ان کے ساتھ خلوت نہ کرے اور جلوت میں بھی ضرورت سے زیادہ بات چیت نہ کرے نہ ان کی طرف قصداً دیکھے نہ ان کی بات نفس کے تقاضے سے سنے کیونکہ امرد پرستی کا مرض اس طرح سے پیدا ہوتا ہے کہ پہلے بالکل پتہ نہیں چلتا اور جب جڑ مضبوط ہو جاتی ہے تب پتہ چلتا ہے اور اس وقت کنارہ کشی دشوار ہوتی ہے۔

مثل مشہور ہے۔

سر چشمہ شاید گرفتن بہ میل چو پر شد نہ شاید گزشتن بہ پیل

اپنی پاک دامنی پر ناز نہ کرے کہ میں بھلا اس مرض میں کہاں مبتلا ہو سکتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا

وما ابریٔ نفسی ان النفس لا مارۃ بالسوء

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے رخ پر جب تک وہ امرد تھے نظر نہیں ڈالی۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں سوائے نفس کے اور کسی سے نہیں ڈرتا۔

یہ شیطان کا مقولہ ہے کہ اگر جنید بغدادی جیسا مرد اور رابعہ بصریہ جیسی عورت خلوت میں ہو جائیں تو میں دونوں کے اندر برے خیالات پیدا کر کے دونوں کا منہ کالا کر دوں۔

خلوت بالامارد تو اس سے زیادہ خطرناک ہے اس سے لواطت جیسی خباثت کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

شاگرد کے لئے اگر کوئی دوسری جگہ مفید ہے تو اس کی خواہش پر بخوشی اجازت دینا چاہیے

استاد کو چاہیے کہ اگر کوئی طالب علم اپنے حالات کو مجبوری کی بناء پر اس کے پاس سے منتقل ہو کر دوسرا استاد یا کسی دوسرے مدرسہ میں پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس میں اس کا فائدہ ہو تو دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ خوشی کے ساتھ اس کو اجازت دے۔ محض اپنے حلقہ درس کی رونق یا مدرسہ میں تعداد دکھانے کے لئے اس کو بجز واکراہ نہ روکے، جس جگہ طالب علم کا جی نہ لگے وہاں رہ کر وہ کیا پڑھ سکتا ہے، آخر کار وہ بد دل ہو کر یا بھاگ جائے گا یا علم ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اس لئے کہ پہلی صورت میں اس کو حجاب ہو جائے گا جس سے پھر وہ استاد سے کبھی استفادہ نہ کر سکے گا۔

اور استاد شاگرد کے صحیح تعلق سے جو امت کی اصلاح کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں ان سب کا دروازہ بند ہو جائے گا دوسری صورت میں دوسروں کو دین کی باتیں سکھانا تو بہت دور رہا خود اس کا ہی دین پر قائم رہنا مشکل ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جب اپنے آبائی وطن کوفہ پہنچے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو معلوم ہوا تو اپنے شاگردوں سے کہا کہ تمہارے پاس عمرو بن دینار کی مرویات کا حافظ آ گیا ہے، ان سے جا کر استفادہ کرو چنانچہ امام صاحب کے تلامذہ وہاں جا کر ان سے استفادہ کرنے لگے۔ (تحفۃ معلم)

استاد کا شاگردوں سے کبھی کبھی مزاح کرنے کی ضرورت اور اس کا فائدہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول وفعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح میں بڑی حکمت تھی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رعب وجلال اس درجہ عطا فرمایا تھا کہ ہرقل وکسریٰ اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے آپ کے نام سے تھراتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد رعب سے بھی کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں حضور کے غلامان کے نام سے بھی سلاطین کانپتے تھے جیسے حضرت عمرؓ وحضرت خالدؓ۔

اور یہ معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف سلطان نہ تھے بلکہ رسول بھی تھے اور رسول کا کام یہ ہے کہ امت کی ظاہری وباطنی اصلاح کرے جس کے لئے افادہ استفادہ کی ضرورت ہے اور افادہ استفادہ کی شرط یہ ہے کہ مستفیدین (استفادہ کرنے والوں کا) دل مربی (تربیت کرنے والے مثلاً پیر استاد) سے کھلا ہوا ہوتا کہ وہ بے تکلف اپنی حالت کو ظاہر کر کے اصلاح کر سکیں (یا کوئی بات پوچھ کر سمجھ سکیں اور جس قدر رعب حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا وہ صحابہ کو استفادہ سے مانع ہوتا تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہ گاہ اس مصلحت سے مزاح فرماتے تھے تا کہ صحابہ کے دل کھل جائیں اور وہ ہر وقت مرعوب رہ کر اپنے دل کی باتوں کو بیان کرنے سے نہ رکیں۔ (التبلیغ)

اساتذہ کے لئے ایک اہم ہدایت

شیخ القراء حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بچوں کو درس گاہ میں اکیلا ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے اول وقت میں درسگاہ پہنچ جانا اور وقت ختم ہونے پر بچوں کو رخصت کر کے درسگاہ سے باہر جانا چاہیے۔ اگر کسی ضرورت سے درسگاہ سے باہر جانا پڑے تو اپنے رفیق دوسرے مدرس یا کسی قابلِ اعتماد طالب علم کو نگران مقرر کر کے جائے۔

انوکھی تربیت

ڈیرہ غازی خان کا ایک طالب علم حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کے پاس پڑھتا تھا

ناظم مدرسہ نے ایک مرتبہ شکایت کی کہ یہ سینما دیکھتا ہے اول تو حضرت قاری صاحب کو یقین نہ آیا کہ میرا شاگرد اور سینما بینی؟ مگر ناظم اسے رنگے ہاتھوں ٹکٹ سمیت پکڑ لایا تھا۔ ٹکٹ دیکھ کر حضرت کو بہت صدمہ ہوا۔ نگران کو حکم دیا کہ اسے اتنے ڈنڈے رسید کرو کچھ عرصہ بعد وہ طالب علم دوبارہ اس جرم میں پکڑا گیا پھر ڈنڈے لگوائے اور نگران کو ڈانٹا بھی کہ تمہاری پہلی مار سے اس نے کیوں اثر نہ لیا؟ شاید اخلاص نہ تھا، لیکن کچھ عرصہ گزرنے پر تیسری بار پھر وہ سینما دیکھتے پکڑا گیا۔ اب مار پٹائی کے بجائے آپ نے یہ کیا کہ دوپہر کو چھٹی ہوئی تو اسے بلا کر پاس بٹھالیا اور ڈیسک پر زور سے ہاتھ مار کر سب کو خاموش کر دیا اور پر درد لہجے میں فرمانے لگے کہ شب و روز جو اس قدر محنت کر رہا ہوں صرف اس لئے کہ قرآن کا نور کسی طرح تمہارے سینے میں آ جائے۔ مگر ایسی حرکتیں دیکھ کر دل کڑھنے لگتا ہے۔ سینما دنیا کی بدترین جگہ ہے، وہاں کسی قرآن کے طالب علم کا کیا کام؟ پھر اس طالب علم کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے دیکھو جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے آج تک کسی کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے لیکن آج تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ رہا ہوں کہ خدارا اس حرکت سے باز آ جاؤ، یہ سن کر بے اختیار اس طالب علم کی چیخیں نکل گئیں دوسرے طلبہ سے بھی یہ منظر دیکھا نہ گیا اور سب بے اختیار رو پڑے۔ حضرت کی وفات کے دس بارہ برس بعد اتفاق سے رائیونڈ اجتماع پر اس سے اُس کے ایک ساتھی کی ملاقات ہوگئی۔ تو اس نے مزاح کرتے ہوئے پوچھا بھائی سینما بینی کا شوق ابھی ہے یا ختم ہو گیا؟ کتنے دن بعد سینما دیکھتے ہو؟ اس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور بولا حضرت قاری صاحب ایسے اساتذہ دنیا میں اب کہاں ملتے ہیں جو ایک ہی نشست میں طالب علم کی کایا پلٹ دیں؟ جس دن قاری صاحب نے اس گنہگار کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے اس دن سے کبھی تہجد فوت نہیں ہوئی۔ کبھی ڈیڑھ دو پارے اور کبھی تین پارے تہجد میں پڑھتا ہوں اور تم تو سینما پوچھ رہے ہو اس دن سے کبھی ٹی وی پر بھی میں نے نظر نہیں ڈالی۔ (تحفۂ حفاظ)

سزا دینے میں نفسیاتی احتیاط

اور اس بارہ میں یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھیں کہ دوپہر اور شام وغیرہ کی رخصت سے ایک گھنٹہ اور ایک دو یا زائد ایام کی تعطیل سے ایک دن قبل سزا دے سکتے ہیں اور اس قریب وقت میں ہرگز سزا نہ دیں بلکہ تلطف اور مہربانی شفقت اور محبت کا برتاؤ رکھیں کہ بچہ آپ کے

ساتھ پوری طرح مانوس ہو اور اس کے دل میں آپ کی طرف سے تھوڑا سا بھی بعد اور دوری نہ ہو۔ ورنہ واپس آنے میں بہت ہی پس وپیش کرے گا بلکہ بسا اوقات ایسی صورت میں شیطان اس پر پورا قبضہ کر لیتا ہے اور تعلیم موقوف کرا دیتا ہے اور ایک یا اس سے زائد ایام کی رخصت پوری کرنے کے بعد بچہ آئے تو پہلے دن اس کے ساتھ خفگی اور ناراضگی کا برتاؤ ہرگز نہ کریں۔

بچوں کے متعلق اصلاحی امور

(الف) تمام بچوں کو آہستہ آہستہ شرعی اور عمدہ باتیں بتائی جائیں اور نماز با جماعت کا تو پوری طرح پابند بنا دیا جائے۔

(ب) ان کو شوق دلایا جائے کہ اعمال میں خلوص اور صداقت اور نیت میں عمدگی پیدا کریں کہ ان باتوں سے بھی حفظ میں بڑی مدد ملتی ہے۔

(ج) ان کو اس بات کی بھی عادت ڈلوائیں کہ ہر معاملہ میں احتیاط سے کام لیا کریں۔

(ڈ) اگر کسی بچے میں کوئی شرافت یا علمی کمال پائیں تو اس پر اس کو شاباش دیں اور تعریف بھی کریں بشرطیکہ اس سے تکبر اور عجب کی بلا میں پھنسنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(ہ) ہو سکے تو اپنی حیثیت کے موافق ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی امداد بھی کیا کریں۔

(و) سب بچوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھیں اور ان کی تعلیم میں اس قدر حریص رہیں کہ اپنے ذاتی کام جو غیر ضروری ہوں، ان سے بھی ان کی تعلیم کو بڑھ کر تصور کریں۔ (تحفہ معلم)

محض زیادتی تنخواہ کے لئے ترک ملازمت ناشکری ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ایک جگہ کی تھوڑی تنخواہ کی ملازمت کو محض دوسری جگہ کی زیادتی کی وجہ سے چھوڑنا جبکہ اس قلیل تنخواہ میں گزر بھی ہو جاتا ہو۔ خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے جب میں کانپور میں تھا تو ایک جگہ سو روپیہ کی تنخواہ پر مجھے بلایا گیا اس وقت مجھے کانپور میں چالیس روپے ملتے تھے میں نے جواب لکھ دیا کہ جو شخص ایک جگہ کام کر رہا ہے اس کا وہاں سے ہٹانا مناسب نہیں ہے جو شخص بے کار ہو اس کو بلا کر آپ رکھیں تاکہ اس کی حاجت رفع ہو اور اگر میں آپ کے

یہاں آ بھی جاؤں تو آپ کو میرے اوپر اعتماد نہ کرنا چاہئے کیونکہ جو شخص زیادتی کی وجہ سے آپ کے یہاں آیا ہے اگر اس کو اس سے کہیں زیادہ ملیں گے تو وہ وہاں چلا جائے گا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جو صاحب مدرسہ امداد العلوم سے تعلق چھوڑ کر دوسری جگہ زیادتی تنخواہ دیکھ کر گئے ان کو جمعیت تو نصیب ہوئی نہیں حالانکہ جمعیت بڑی چیز ہے سلطنت کی بھی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں ہے کہ قلب مطمئن ہو۔ (ملفوظات ج ۱۸)

جلسہ دستار بندی دیوبند کی برکت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں کثرت سے دیہاتی آئے تھے مگر تعجب ہے کہ اس کثرت پر شور وغل کا پتہ نہیں تھا صاحب جنٹ خود اس جلسہ میں موجود تھے وہ بہت تعجب سے کہتے ہیں کہ میں نے کوئی جلسہ ایسا نہیں دیکھا کہ جس میں اس قدر کثرت سے آدمی ہوں اور سب مہذب پھر فرمایا کہ وہاں کسی کی کوئی چیز گم نہیں ہوئی حالانکہ اسباب لوگوں کا بے ترتیب پڑا ہوا تھا مگر تلاش کرنے پر اپنی چیز وہیں مل جاتی تھی کیونکہ وہاں کوئی لینے والا تو تھا ہی نہیں اور جلسوں میں تو ہر طبیعت کے لوگ آتے ہیں مگر اس میں کوئی ایسی طبیعت کا نہیں تھا میں نے خود انسپکٹر پولیس سے جلسہ کے حاضرین کی تعداد پوچھی تھی تو انہوں نے تیس ہزار بتلائی۔

مہتمم صاحب نے ایک لاکھ آدمیوں کے کھانے کا سامان کر لیا تھا۔ جنٹلمین لوگ حیرت میں تھے کہ یہ ملانے اتنا بڑا انتظام کس طرح کریں گے مگر بحمد اللہ بہت اچھا رہا کھانا وقت پر ملا اور نہایت صفائی ونفاست کے ساتھ تیار کیا گیا تھا میں نے تو اس خیال سے کھایا نہیں تھا کہ ہم چندہ دینے سے تو رہے اور الٹا کھانا کھائیں مگر معلوم ہوا کہ بہت اچھا کھانا تیار کرایا گیا تھا۔ (ملفوظات ج ۱۸)

طالب علموں سے خدمت لینا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں کسی طالب علم سے خدمت نہیں لیتا ہوں طالب علم اس واسطے نہیں ہیں ان کا اپنا ہی کام بہت ہے کسی کی خدمت کریں گے یا پڑھیں گے نیز اس وجہ سے کہ خدمت کرانے سے مجھ کو ان کا ایک قسم کا دباؤ اور لحاظ ہو جائے

گا پھر اگر تادیب کی ضرورت ہو گی تو میں نہ کر سکوں گا نیز اس خیال سے کہ خدمت کر کے کوئی اپنے آپ کو مقرب نہ خیال کر لے اور لوگ اس کو بیچ میں نہ ڈالیں اس پر بہت سے مفاسد مبنی ہوتے ہیں جیسا اکثر مشائخ کے یہاں موجود ہے اور میں نے طالب علموں میں سے بھی ذاکرین کو اس قاعدہ کے ساتھ اور زیادہ خاص کر رکھا ہے اگر کوئی طالب علم اپنی طرف سے کوئی کام میرا کر دے تو میں منع نہیں کرتا ہوں اور ذاکرین کو اس سے بھی روکتا ہوں ایک تو ذکر کا ادب اور دوسرے اس وجہ سے کہ کوئی ان میں سے میرے اوپر کسی بات پر اصرار کی جرأت نہ کرنے لگے نیز کسی کو یہ خیال نہ ہو جاوے کہ میں مقرب ہو گیا اس سے ذکر شغل میں کمی کرنے لگے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

پہلے اکابر علماء حب جاہ والوں کو درس سے نکال دیتے تھے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

پہلے اکابر علماء جس میں حب جاہ کا مرض دیکھتے تھے اس کو اپنے حلقہ درس سے نکال دیتے تھے۔ اب اس کا کوئی اہتمام ہی نہیں۔ (ملفوظات ج ۲۶)

مضامین کتاب کو آسان کر کے بیان کرنا چاہئے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

بعض مدرسین درس کے وقت ثقیل تقریر کرتے ہیں اور بات خواہ معمولی ہی سی ہو مگر اس کو موٹے موٹے الفاظ میں اور پیچیدہ عنوان سے بیان کرتے ہیں اور طالب علموں کا آج کل یہی مذاق ہو رہا ہے کہ وہ بھی ایسے ہی مدرس کے بڑے معتقد ہوتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بڑے قابل شخص ہیں اور کتاب پڑھانا خوب جانتے ہیں اور جو محقق لوگ ہیں وہ مشکل سے مشکل مضمون کو بھی سہل کر کے بیان کر دیتے ہیں مگر بعض ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ ان کی تعلیم سرسری اور عامیانہ ہے خوب یہ قدر ہوئی ان کی لیاقت کی اور ان کو اس شفقت کے بدلہ میں کہ انہوں نے مضمون کو ایسا سہل کر دیا کہ بات سمجھ میں آ گئی یہ خطابات عطا ہوئے۔

اسی طرح مصنفین میں جو شفیق ہوتے ہیں وہ اپنی کتاب کو مشکل نہیں کرتے کیونکہ ان

کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہماری کتاب سے فائدہ ہو جائے نہ کہ ہمارا کمال اور ہماری لیاقت ظاہر ہو۔ (الباطن ص ۱۰، ص ۹، ص ۱۳)

امرد سے تعلق ہر طرح ناجائز ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے پاس ایک خط آیا کہ ایک لڑکا ہے اس سے ایک شخص کو پاک محبت ہے۔ اس کے حال سے تعشق ہے اور صرف ایک دفعہ وہ تقبیل (بوسہ) کی تمکین (اجازت) چاہتا ہے لڑکا کہتا ہے کسی معتبر عالم سے فتویٰ منگا دو مجھے عذر نہیں اور بلا اس کے ناممکن ہے وہ شخص قسم کھاتا ہے کہ پاک محبت ہے تقبیل کے سوا اور کچھ ارادہ ہرگز نہیں اور صورت عدم تمکین تقبیل کے اس کے مر جانے کا اندیشہ ہے آپ اگر فتویٰ دیدیں تو اس کی جان بچ جائے۔ میں نے جواب میں لکھا یہ محبت ہرگز پاک نہیں اور ایسے ناپاکوں کا مر جانا ہی بہتر ہے اور شاباش ہے اس لڑکے کو۔ فرمایا امارد سے تعلق بہت ہی خبیث النفس کو ہوتا ہے اور اس کا نام لوگوں نے محبت رکھا ہے حالانکہ ایسے موقعوں پر دیکھا گیا ہے جہاں دونوں طرف سے فریفتگی تھی اور تعشق کیا جاتا تھا حصول مقصود کے بعد دونوں میں عداوت ہوگئی اس تعلق میں خاصیت یہی ہے اور غضب ہے بعض امردوں کو مظہر جمال حق سمجھتے ہیں کیا شیطان نے راہ ماری ہے۔ پھر فرمایا جہاں حق تعالیٰ نے خود مظاہر قدرت کو بیان کیا ہے وہاں حیوانات میں سے ابل کو اختیار کیا ہے اور تین اور جو ہیں وہ جماد ہیں یعنی سماء و جبال وارض ان صوفیوں کے خیال کے مطابق افلا ینظرون الی الامارد ہونا چاہئے تھا۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

امرد سے احتیاط کی ضرورت

حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ امارد جمع امرد کی ہے آج کل بعض لوگ امرد کے معنی ہی نہیں جانتے ایک بی اے پاس دوست اس ناکارہ کی اتوار کی ہفتہ واری مجلس میں آیا کرتے تھے کسی ملفوظ یا وعظ میں لفظ امرد پڑھا گیا احقر نے ان سے دریافت کیا اس کا مطلب کیا ہے۔ کہنے لگے۔ امرد کا مطلب میں نے دو سمجھے ہیں یا امرود یا امرت دھارا، سب ہنسنے لگے۔

امرد کہتے ہیں اس لڑکے کو جس کے داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو اور اس کا چہرہ اس وقت

چونکہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے اس لئے نفس کو میلان اور بری خواہش پیدا ہوتی ہے اسی سبب سے ایسے لڑکوں کو دیکھنا اسی طرح حرام ہے جس طرح عورت اجنبیہ کو دیکھنا حرام ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھاتے تھے ان کی جب تک داڑھی نہیں نکلی بجائے سامنے بٹھانے کے پیچھے بٹھاتے تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے تصنیف والے حجرہ میں ایک طالب علم کو کسی کام سے مولوی شبیر علی صاحبؒ نے بھیجا۔ حضرت فوراً بالا خانے سے نیچے اتر آئے اور مولوی شبیر علی صاحبؒ کو تنبیہ فرمائی کہ خبردار! میرے تنہائی کے کمرہ میں کسی امرد کو مت بھیجا کرو خلوت کسی امرد کے ساتھ جائز نہیں اور فرمایا کہ اب ہمارے معتقدین کو سبق مل جائے گا کہ جس کو ہم اپنا مقتدا اور بڑا سمجھتے ہیں وہ کتنا اپنے نفس سے بدگمان ہو کر امردوں سے احتیاط کرتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ امرد کا فتنہ عورت سے زیادہ سخت ہے کیونکہ نامحرم عورت سے کوئی دیندار بات چیت میل جول کا راستہ نہیں پاتا اور مخلوق کے خوف سے اس کی ہمت نہیں پاتا' برعکس امرد سے بات چیت میل جول میں وہ لوگوں کو دھوکہ دے سکتا ہے کہ یہ ہمارا شاگرد ہے یا ہمارا بھائی ہے۔ اس لئے دیندار حضرات کو شیطان اس خبیث عمل میں بآسانی پھنسا کر خدا تعالیٰ کی رحمت اور قرب سے دور کر دیتا ہے اور اسی طرح نوعمری میں طلباء کو اس خبیث عمل میں بآسانی پھنسا کر خدا تعالیٰ کی رحمت اور قرب سے دور کر دیتا ہے اور اسی طرح نوعمری میں طلباء اس خبیث فعل میں مبتلا ہو کر اپنی صحت کو خراب اور قوت حافظ کو برباد کر لیتے ہیں اور علم اور تقویٰ سے محروم ہو کر دنیا و آخرت دونوں ہی تباہ کر لیتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے بار بار یہاں دینی مدارس میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ دارالاقامہ جہاں طلباء کی قیام گاہ ہو وہاں ایک استاد اور نگراں مقرر ہو جو رات کو دو ایک مرتبہ اچانک معائنہ کرلے کہ طلبہ کس حالت میں ہیں اس سے طلبہ پر خوف ہوگا اور آپس میں غلط میل جول سے محتاط رہیں گے تعمیر دارالاقامۃ میں بھی اس کا خیال رہے کہ طلبہ کی قیام گاہ کا استاد معائنہ کر سکے۔ اور چھوٹے بچوں کی رہائش کا الگ انتظام ہو بڑے طلباء کا ان سے الگ انتظام ہو نیز طلباء کے کمروں کی ایک ایک کنجی مہتمم کے پاس بھی ہوتا کہ جب

ضرورت ہو اچانک ان کے کمروں کا معائنہ کیا جاسکے اس سے ان کی صفائی اور آداب معاشرت کا امتحان کیا جاسکتا ہے نیز کسی مہمان کو دکھانا ہے تو طلباء سے کنجی مانگنے کی زحمت نہ ہوگی اور مناسب یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کے لئے بڑے بڑے کمرے تعمیر ہوں اور ان کی اخلاقی نگرانی کا نہایت اہتمام کیا جائے اور کوئی استاد ہرگز ہرگز کسی امرد کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے خلوت مع الامارد سے سخت احتیاط رکھے کیونکہ یہ مرض بہت آہستہ آہستہ اپنا اثر کرتا ہے اور جب پورا اثر ہو جاتا ہے پھر اس سے نجات بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ (مجالس ابرار)

امرد پر نظر بڑا گناہ ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک عالم کا انتقال ہوا ان کو خواب میں دیکھا گیا پوچھا کیا ہوا؟ کہا مزہ میں ہوں۔ سب گناہ معاف ہوگئے مگر ایک باقی ہے اور اس کی کلفت بھی باقی ہے مجھ سے یوں کہا جاتا ہے کہ زبان سے اقرار کرلو تو معاف کردیں وہ گناہ ایسا شرمناک ہے کہ اقرار کی ہمت نہیں ہوتی وہ گناہ امرد پر نظر ہے اور سب گناہوں میں بھی یہی ہوا کہ اقرار کرلو اور معاف، سب کا اقرار کرلیا اور ان سے نجات ہوگئی اس کا عذاب برداشت کرتا ہوں اور مارے شرم کے اقرار نہیں کرتا۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

کتب دینیہ کی تعلیم پر ضرورت سے زیادہ اجرت لینا جائز ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ کتب دینیہ کی تعلیم پر ضرورت اور گزر سے زیادہ اجرت لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جائز ہے خصوصاً اس زمانہ میں کیونکہ مباشرت اسباب سبب ہے قناعت اور اطمینان کے حصول کا اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

اور ضرورت دو قسم کی ہے۔ حالی اور مآلی۔ ممکن ہے کہ اب ضرورت نہ ہو اور آئندہ چل کر ضرورت ہو جائے۔ اور اس صورت میں دل میں استغناء ہوتا ہے کہ ہمارے پاس روپیہ ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو وجہ رزق قاضی میں بیان کی ہے اس سے میں نے جمعرات کی روٹیاں جو یہاں آتی تھیں جاری رکھوائیں۔ بعض موذن واپس کر دیتے تھے۔ میں نے کہا

کہ واپس نہ کی جائیں۔ ممکن ہے کہ یہ حالت ہمیشہ نہ رہے اور پھر موذن کو ضرورت پڑے۔ اور لوگوں کی عادت نہ ہو تو موذن تنگ ہو کر مسجد چھوڑ دے۔ اور مسجد غیر آباد ہو جائے اور مدرسی کی تنخواہ میں زیادہ انکار کرنا اس میں امام شافعی صاحب رحمہ اللہ کی اہانت ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بالکل جائز ہے۔ غرض اتنا طمع جائز ہے پھر یہ شعر پڑھا۔

چوں طمع خواہد زمن سلطان دین خاک برفرق قناعت بعد ازیں

(جب سلطان دین ہی حکم دیں کہ طمع اور حرص اختیار کرو تو پھر قناعت پر خاک ڈالو)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ بہت زاہد تھے۔ یہاں تک کہ ہارون رشید کا خط آیا تو لاٹھی سے کھول کر پڑھا کہ خط کو ظالم کا ہاتھ لگا ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں مال جمع کرنا چاہئے کیونکہ اگر ضرورت ہوگئی تو پہلے دین کو تباہ کرے گا۔ اس واسطے تنخواہ بے شک لے اگر بچے جمع کرتا رہے۔ (ملفوظات ج ۲۶)

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ کی اساتذہ کیلئے ہدایات

۱۔ تعلیمی خدمت کو اپنا فرض منصبی خیال کرنا اور وظیفہ کو انعام خداوندی سمجھنا۔

۲۔ انتظام وظیفہ وانتظام تعلیم کرنے والوں کو اپنا محسن سمجھنا اور ان کے لئے دعائے خیر کرتے رہنا۔ نیز عامۃ المسلمین کے لئے بھی دعا کا اہتمام کرنا۔

۳۔ طلباء کو بھی اپنا محسن خیال کرنا کہ ان کی وجہ سے علمی اور عملی ترقی کا موقع ملتا ہے۔ نیز ان کو اللہ تعالیٰ نے سبب روزی بنایا ہے کہ خدمت دین کے ساتھ روزی کا نظم بھی ہے۔ ہم خرما و ہم ثواب کا سلسلہ بھی ہے۔

۴۔ طلباء کی عظمت بوجہ مجاہد فی سبیل اللہ وضیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے کرنا۔

۵۔ مثل اولاد کے طلباء سے شفقت ومحبت کا معاملہ کرنا۔

۶۔ ایسے معاملات سے احتیاط فرمانا کہ طلباء یا منتظمین یا معاونین کی تحقیر ظاہر ہو یا عامۃ المسلمین کے سامنے شکایت وبے وقعتی ہو۔ ۷۔ غصہ کی حالت میں تادیب سے احتیاط کرنا۔

۸۔ تادیب ضربی سے حتی الوسع احتیاط فرمانا اور بشرط ضرورت تادیب حدود کے اندر کرنا۔

۹۔ نماز باجماعت بلکہ تکبیر اولیٰ، تعدیل ارکان، ادعیہ ماثورہ اور اوقات مقررہ کی پابندی کی تلقین فرماتے رہنا گاہ بگاہ نگرانی از خود کرنا۔ (یہ حق اسلام بھی ہے)

۱۰۔ طلباء کی غلطی و بےادبی پر اولاً فہمائش پھر تادیب حسب مصالح و موقعہ کرنا۔

۱۱۔ امارد کو خلوت میں آنے سے سختی سے روکنا۔

۱۲۔ بڑے طلباء سے خدمت بعد اجازت منتظم لینا۔ امارد سے سخت احتیاط اس بارے میں رکھی جائے۔ ۱۳۔ طلباء کی عیادت اور ضروری اعانت کا خاص خیال رکھنا۔

۱۴۔ ناغہ سبق کے نقصانات گاہ بگاہ بیان کرنا۔

۱۵۔ مطالعہ کی تاکید فرمانا۔ اسی طرح تاکید مطالعہ سبق کی بھی۔

۱۶۔ قرآن شریف میں ہر ایک کا سبق خود سننا۔ دیگر جماعتوں میں باری باری سبق پڑھانا۔ یا ایک دن میں کئی طلباء سے۔ ۱۷۔ طالب علم کے سبق کا مدار اپنی تجویز پر رکھنا کہ آج کون پہلے سنائے۔ تاکہ سب تیاری کر کے لائیں۔

۱۸۔ طلباء کی شرارت اور بےادبی پر صبر و تحمل کا اہتمام چاہئے اور اس وقت کفار مکہ کے حالات کو سامنے رکھ کر اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوچا جائے بعد شفا غیظ مناسب طریقہ اصلاح کا تجویز کیا جائے۔ فہمائش یا تادیب۔

۱۹۔ کسی کے توجہ دلانے پر اپنی غلطی علمی یا عملی ظاہر ہو تو اس کا ممنون ہونا چاہئے۔

۲۰۔ ظہور غلطی پر اس غلطی کی تلافی کی فکر کرنا چاہئے۔ اس سے عظمت بڑھتی ہے۔

۲۱۔ تعلیم المتعلم یا رحمۃ المتعلمین یا اشرف التفہیم کا مطالعہ میں رکھنا۔ (مجالس ابرار)

ضابطہ امتحان

حضرت مولانا ابرار الحق رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں صرف قاعدہ میں آٹھ مرتبہ امتحان ہوتا ہے اور امتحان کا حق استاد کو نہیں صدر مدرس کو ہوتا ہے استاد خود ترقی نہیں دے سکتا۔ اس اہتمام کی برکت ہے کہ الحمد اللہ ہمارے یہاں قرآن پاک کی تعلیم قواعد تجوید سے معیاری ہونے میں مشہور ہے اور ہردوئی میں مختلف صوبوں سے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے مصارف سے آ کر پڑھ رہے ہیں۔

طلباء کی عملی تربیت

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے ارشاد فرمایا کہ کبھی کبھی مدرسہ کے سب طالب علموں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے انہیں سنت کے مطابق کھڑا ہونا' ہاتھ ناف کے نیچے سنت کے مطابق باندھنا اور پاؤں کے آپس میں فاصلے کا چار انگلیوں کے برابر ہونا اور پاؤں کا قبلہ رخ ہونا اور اسی طرح پوری نماز کو عملی طور پر سنت کی راہ پر مشق کرادیں اور ان سے کہا جائے کہ تم لوگ اپنے گھروں میں اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کو اسی طرح بتادو اور عورت و مرد کی نماز میں جو فرق ہے اس کی بھی مشق کرادیں یا بتادیں۔

مدرس کیلئے استغفار کا اہتمام

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اساتذہ اور مدارس کے طلباء کو استغفار کا اہتمام اور حیاۃ المسلمین کے مطالعہ کا اہتمام چاہئے اور جزاء الاعمال کو گھروں پر سنانے کا نظم بھی ہونا چاہئے۔ گناہوں کے نقصانات کو طلباء اور اپنے بچوں کو خوب زبانی یاد کرادینا چاہئے۔ رزق کی کمی میں گناہوں یا ان کے مقدمات کے ارتکاب کا بڑا دخل ہے اسی طرح حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ اور ملفوظات کا مطالعہ ہر شخص کو نہایت ضروری ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی فہم سلیم عطا ہوتی ہے جو بڑی دولت ہے۔ (مجالس ابرار)

انداز تدریس

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ایک طالب علم کو دیکھا کہ وہ ایک مبتدی کو میزان پڑھا رہے تھے اور اس کے خطبہ میں ''الف لام تعریف'' کی قسمیں بیان کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب اس غریب کی راہ کیوں مار رہے ہو۔ یہ ان سب مضامین کو جزو میزان سمجھے گا اور مشکل سمجھ کر میزان ہی کو چھوڑ دے گا۔ میں نے اپنے پڑھانے کا طرز ہمیشہ یہی رکھا ہے کہ نفس کتاب کو حل کر دیا اور زوائد کبھی بیان نہیں کیے اور حل بھی اس طرز سے کہ بڑے بڑے مشکل مقامات بھی کبھی طالب علموں کو مشکل نہیں معلوم ہوئے۔

صدرا میں مثناۃ بالتکریر کی بحث ایک مشہور بحث ہے۔ کان پور میں ایک مولوی فضل حق

طالب علم مجھ سے صدرا پڑھتے تھے جس دن یہ مقام آیا ہے تو میں نے بلا اہتمام معمولی طور سے اس کی تقریر کردی۔ جب انہوں نے اس کو اچھی طرح سمجھ لیا تو میں نے کہا یہی مقام ہے جو مثناۃ بالتکریر کے لقب سے مشہور ہے ان کو بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگے یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ آخر سالانہ امتحان میں ممتحن نے یہی مقام سوال میں دیا۔ مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے جو تقریر اس مقام کی لکھی تھی (وہ اب تک مدرسہ جامع العلوم میں محفوظ ہے) ممتحنین بھی اس پر عش عش کرتے تھے بعض نے کہا کہ ہم نے اس مقام کی تقریر ایسی کہیں نہیں دیکھی۔ تو بڑی کوشش اس کی ہونی چاہیے کہ کتاب کو پانی کردے نہ یہ کہ اپنی فضیلت کا اظہار کرے۔ (اشرفی بکھرے موتی)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا طرز تدریس

آپ دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ درجے کے اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے اور دارالعلوم میں متوسط کتابوں سے لے کر مسلم شریف اور بخاری شریف تک کی تعلیم دی۔ تمام علوم معقولہ اور منقولہ، منطق وفلسفہ، فقہ وحدیث اور تفسیر کی مکمل مہارت رکھتے تھے۔ آپ جہاں بہتر عالم وفاضل تھے۔ وہاں اعلیٰ درجے کے خطیب مقرر ہونے کے علاوہ بہترین مدرس بھی تھے۔ میدان درس وتدریس ایک جدا میدان ہے۔ جس میں ہر عالم کامیاب نہیں ہوتا۔ آپ کا درس بے شمار خصوصیات کا حامل ہوتا تھا۔ سبق پڑھاتے وقت پورے ذوق وشوق کو عمل میں لاتے تھے طلباء بے حد متاثر ہوتے تھے۔ اس طرح تقریر فرماتے کہ کتاب کا ایک ایک لفظ دل میں اتر جاتا۔ مشکل سے مشکل مضمون کو اس طرح بیان فرماتے کہ مشکل مسئلہ مشکل نہ رہتا۔ بلکہ آسان ہوکر آنکھوں کے سامنے آجاتا۔ ان کے طرز بیان میں تمثیل کا رنگ اتنا اچھوتا ہوتا کہ تقدیر استواء علی العرش اور شریعت کے دوسرے مشکل مسائل آسان ہوجاتے تھے۔ طلباء کی اکثریت ایسے دشوار مسائل کے حل کیلئے علامہ عثمانی کی طرف رجوع کرتی۔ ان کے سبق میں دلچسپیوں اور روحانیت کی فراوانی کا عالم کچھ نہ پوچھئے۔ قرآن کریم کی تفسیر فرماتے وقت یوں معلوم ہوتا کہ مطالب کا کشف ہورہا ہے اور آسمان سے وحی نازل ہورہی ہے۔

اسی طرح درس حدیث کے وقت ان پر قرن اولی کے محدث کا گمان ہوتا اور دلوں پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مجلس میں

تشریف فرما ہیں اور قال الرسول کا بازار گرم ہے آپ کی تدریسی وعلمی خدمات کی مدت ۳۷ سال ہے۔ ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک ۳۷ سال کا عرصہ علامہ عثمانی کا درس حدیث وتفسیر فقہ ومنطق وفلسفہ اور علم الکلام میں گزرا۔ غرضیکہ آپ کی تدریسی خدمات کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ (چالیس بڑے مسلمان)

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی خصوصیات

جب آپ درس دینے کیلئے تشریف رکھتے تو اکثر شروح حدیث اپنے پاس رکھتے تا کہ مسائل کے حل میں آسانی ہو۔ ان میں سے جس شرح کی ضرورت ہوتی ایسی سرعت سے منتخب فرما لیتے گویا وہ تمام شروح آپ کی نظروں کے سامنے ایک ہی ورقہ ہے۔ سب سے پہلے حدیث کی لغوی تشریح اور نحوی وبلاغی تحقیق کر کے موضوع حدیث کی تشریح فرماتے اور شارحین کے کلام کا خلاصہ بیان کرتے۔ ایسی جامع تشریح کرتے کہ طالب علم مطمئن ہو جاتے اور ہر ایک فن میں ایسا مدلل بیان فرماتے گویا آپ اس فن کے بانی ہیں۔

آپ کا کلام نہایت ہی مختصر ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے ایک ایک جملہ کی تشریح کیلئے بسا اوقات ایک کتاب لکھنی پڑ جاتی تھی۔

چونکہ علامہ صاحب کا کلام ہر باب کی جامع تشریح پر مشتمل ہوتا تھا۔

جب آپ فقہ الحدیث پر کلام فرماتے تو نہایت مدلل انداز میں مذاہب اربعہ ذکر کر کے راجح مذہب کی وجوہ ترجیح بیان فرماتے اور اس میں محدثین کے اقوال ترتیب کے ساتھ ذکر فرمایا کرتے۔ سب سے پہلے آئمہ مجتہدین پھر مشائخ عظام کے اقوال نقل کر کے اختلاف کے اسباب بھی بیان فرماتے۔ کبھی کبھی متقدمین کے اقوال پر ان کی علمی شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے تنقید کرتے۔ لیکن طلبہ کو ان کی شان میں بے ادبی کرنے پر تنبیہ فرماتے۔ آپ نحوی مباحث وبلاغی مسائل میں اکابر کے اقوال نقل فرماتے مثلاً نحو میں سیبویہ کے اور بلاغت میں شیخ عبدالقادر جرجانی اور علامہ زمخشری کے اور لغت میں امام جوہری وزمخشری کے اقوال نقل فرماتے تھے۔ (چالیس بڑے مسلمان)

اصاغر کی حوصلہ افزائی

مفتی اعظم مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ مجھے تصنیف وتالیف اور مضمون نگاری کی طرف متوجہ کرنے میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا حصہ ہے۔ مولانا کی عادت یہ تھی کہ وہ انتظامی کاموں میں مصروف رہنے کے باوجود دارالعلوم کے طلباء پر خاص نظر رکھتے تھے اور جس طالب علم میں کوئی صلاحیت دیکھتے اس کی ہمت افزائی فرما کر اس کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش فرماتے۔

میں ابھی دارالعلوم میں پڑھتا ہی تھا کہ مولانا کی خاص نظر عنایت مجھ پر مبذول ہوگئی۔ بارہا ایسا ہوا کہ جب میں امتحان گاہ میں بیٹھا پرچہ لکھ رہا ہوتا تو حضرت مولانا میرے پاس تشریف لا کر میرے لکھے ہوئے جوابات دیکھتے اور بعض اوقات اتنے مسرور ہوتے کہ دوسرے اساتذہ کو جا کر اطلاع دیتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی اخبار یا رسالے میں کوئی مضمون شائع ہوا کہ جس میں امت کے کسی اجماعی مسئلے کے خلاف رائے ظاہر کی گئی تھی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے احقر کو حکم دیا کہ اس کا جواب لکھو۔ میں نے تعمیل حکم کی اور یہ میرا پہلا مضمون تھا۔ میں نے جب یہ مضمون لکھ کر حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ کو دکھایا تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائے اور اسی وقت مجھے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ اور دوسرے اساتذہ کے پاس لے گئے اور ان کو میرا لکھا ہوا یہ مضمون دکھایا۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ میرا پڑھنے کا زمانہ تھا اور میں نے پہلا مضمون لکھا تھا۔ اس لئے اس میں یقیناً بہت سی خامیاں ہوں گی۔ لیکن حضرت مولانا نے جو معاملہ میرے ساتھ فرمایا اس نے میری ایسی ہمت افزائی کی کہ تحریری کام کا ایک شوق پیدا ہوگیا۔ اس کے بعد ''القاسم'' کے نام دارالعلوم دیوبند کا جو رسالہ حضرت مولانا کی زیر ادارت میں نکلا تھا اس نے اسی میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ بعد حالات ایسے رہے کہ مجھے تصنیف وتالیف کی طرف توجہ دینے کا موقعہ نہ مل سکا۔ اس لئے حضرت مولانا اس زمانے میں مجھ سے کچھ شاکی رہے۔

اس کے بعد جب میں نے دو تین رسالے لکھ کر انہیں دکھائے تو وہ کھل اٹھے اور فرمایا۔

یہی تو وہ کام ہے جس میں تمہیں مشغول دیکھنا چاہتا ہوں (چالیس بڑے مسلمان)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا کمال تواضع

دارالعلوم کی قدیم عمارت نو درہ کے عقب میں ایک عظیم الشان دارالحدیث تعمیر کرنے کی تجویز ہوئی اس کیلئے بڑی گہری بنیادیں نو درہ کی عمارت سے متصل کھودی گئیں۔ اتفاق وقت سے دیوبند میں بڑی تیز بارش ہوئی اور کافی دیر تک رہی یہ زمین کچھ نشیب میں تھی بارش کے پانی سے ساری بنیادیں لبریز ہوگئیں۔ دارالعلوم کی قدیم عمارت کو خطرہ لاحق ہوگیا۔ فائر بریگیڈ ئیر انجنوں کا زمانہ نہیں تھا اور ہوتا بھی تو ایک قصبہ میں کہاں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو اس صورت حال کی اطلاع ملی تو اپنے گھر میں جتنی بالٹیاں اور ایسے برتن تھے جن سے پانی نکالا جا سکے سب جمع کر کے حضرت کے مکان پر جو طالب علم اور دوسرے مریدین جمع رہتے تھے ان کو ساتھ لے کر ان پانی سے بھری ہوئی گہری بنیادوں پر پہنچے اور بدست خود بالٹی سے پانی نکال کر باہر پھینکنا شروع کیا۔ شیخ الہند رحمہ اللہ کے اس معاملہ کی خبر پورے دارالعلوم میں بجلی کی طرح پھیل گئی پھر کیا پوچھنا ہر مدرس اور ہر طالب علم اور ہر آنے جانے والا اپنے اپنے برتن لے کر اس جگہ پہنچ گئے اور بنیادوں کا پانی نکالنا شروع کیا۔ احقر بھی اپنے قوت وحیثیت کے مطابق اس میں شریک تھا۔ میں نے دیکھا کہ چند گھنٹوں میں یہ سارا پانی بنیادوں سے نکل کر کیچڑ رہ گیا تو اس کو بھی بالٹیوں سے صاف کیا گیا۔ اس کے بعد ایک قریبی تالاب پر تشریف لے گئے اور طلباء سے کہا کہ اس میں غسل کریں گے۔ حضرت اول عمر سے سپاہیانہ زندگی رکھتے تھے' پانی میں تیراکی کی بڑی مشق تھی۔ حضرت کے ساتھ دوسرے طلباء بھی جو تیرنا جانتے تھے وہ درمیان میں پہنچ گئے' مجھ جیسے آدمی جو تیرنے والے نہ تھے کنارے پر کھڑے ہو کر نہانے لگے' یہ واقعہ تو احقر نے خود دیکھا اور سیر وشکار میں طلباء کے ساتھ بے تکلف دوڑنا بھاگنا' تالابوں میں تیرنا یہ عام معمول زندگی تھا جس کے بہت سے واقعات دوستوں اور بزرگوں سے سنے ہیں۔ دیکھنے والے یہ نہ پہچان سکتے

تھے کہ ان میں کون استاد ہے کون شاگرد۔ (چالیس بڑے مسلمان)

دارالافتاء میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمات

مشائخ دیوبند کی فقہی جماعت میں جو کمال حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو حاصل تھا وہ اور کو نہیں ہوا ابتداء میں حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سوالات کے جوابات تحریر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ میں کیونکہ اشاعت دین کا جذبہ بہت تھا۔ اس لئے آپ خطوط کے جوابات فوراً تحریر فرمادیا کرتے تھے۔ اگر دن میں فرصت کم ملتی تو اپنے آرام کے وقت میں کمی فرما کر رات کو جوابات تحریر فرماتے' تاکہ سائل کو جواب جلد پہنچ جائے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ بہت سے سوالات حضرت کی خدمت میں بھیجے' لکھ دیا! آشوب چشم میں مبتلا ہوں۔ چنانچہ چشم بند کر کے جواب لکھ رہا ہوں۔ آپ تمام جوابات اپنے ہی قلم سے تحریر فرماتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے دارافتاء کی ابتداء کا سہرا آپ ہی کے سر ہے اور دارالعلوم کے فتوی کا دارومدار آپ ہی کے سر پر تھا۔ آپ ہی کی یہ شان تھی کہ اگر کسی مسئلے میں خطا ہو جاتی تو بلاتکلف فرمادیتے کہ مجھے تحقیق نہیں۔ (چالیس بڑے مسلمان)

نمبر پر وہ کیا برسائیں گے

فرمایا ایک عالم اور ایک واعظ کو عمل کا پابند ہونا چاہیے۔ بغیر عمل کے صرف قول مفید اور موثر نہیں ہوتا۔ صاحب قصیدہ بردہ نے تو قول بلاعمل سے مغفرت طلب کی ہے۔ الفاظ ان کے یہ ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے پناہ چاہتا ہوں جو بغیر عمل کے ہو۔

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب ان کے پاس اپنے لڑکے کو لے کر آئے کہنے لگے' حضرت یہ گڑ بہت کھاتا ہے' ہزار سمجھایا مگر ایک بات بھی اس نے مان کر نہ دی۔ میں پریشان ہوں کہ اسے اس عمل سے کس طرح روکوں' مجھے اندیشہ ہے کہ اس کثرت سے اگر یہ گڑ کھاتا رہے تو جگر خراب ہو جائے گا۔ آپ دعا فرمایئے اور کچھ زبان مبارک سے نصیحت بھی فرمادیجئے۔

بزرگ نے جواب میں فرمایا آپ کل تشریف لایئے وہ آئے تو انہوں نے لڑکے کو نصیحت فرمائی اور دعا بھی کی۔ جب لڑکے کے والد جانے لگے تو پوچھا۔ یہ حضرت یہ نصیحت اور دعا کل بھی آپ فرماسکتے تھے آج آپ نے کیوں بلایا؟

بزرگ نے فرمایا بھئی کل تک میں بہت گُو کھایا کرتا تھا اس حالت میں اسے گُو ترک کرنے کی نصیحت کیوں کرتا۔ آج میں نے خود گُو کھانا کم کر دیا ہے تو پھر اسے نصیحت کی تا کہ یہ نصیحت موثر ہو اور میں پوری قوت کے ساتھ اپنی بات کہہ سکوں۔ فرمایا اس سلسلہ میں میں نے ایک شعر کہا ہے جو نہایت قابل غور ہے وہ یہ ہے۔

جب نور ہی نہیں خود ہی دل میں — نمبر پر وہ کیا برسائیں گے

(مواعظ درد محبت)

غصہ کے وقت کوئی فیصلہ نہ کرو

فرمایا: کہ حدیث میں ہے کہ حاکم کو چاہیئے کہ غصہ کی حالت میں کبھی فیصلہ نہ کرے بلکہ اس وقت مقدمہ کو ملتوی کر دے۔ تاریخ بڑھا دے۔ یہاں حاکم سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کی دو آدمیوں پر حکومت ہو۔ اس میں معلم' استاذ اور گھر کا مالک بھی داخل ہے۔

بڑی تنخواہیں

ایک قاری صاحب کا خط آیا کہ اگر حضرت کے قرب وجوار میں کوئی ملازمت مل جائے تو مناسب ہے۔

فرمایا: قرب وجوار میں تو جوار ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ پراٹھے ملیں۔ پھر فرمایا کہ بڑی تنخواہوں نے بھی مولویوں' قاریوں اور حافظوں کو مار لیا۔ پھر فرمایا کہ جتنے لوگ یہاں سے محض ترقی کی وجہ سے ملازمت چھوڑ کر گئے انہیں اطمینان تو نصیب ہوا نہیں۔ جب انسان کا گزر کافی طور پر ہو رہا ہو تو ایک جگہ سے محض زیادتی کی وجہ سے تعلق چھوڑ دینا یہ ناشکری ہے البتہ اگر گزر کے لائق بھی نہ ہو تو وہ اور بات ہے اس وقت مضائقہ نہیں۔

حنفی مسلک

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حدیثوں میں ایسا روشن نظر آتا ہے جیسا کہ نصف النہار میں آفتاب۔ بات یہ ہی ہے کہ معرفت کے لئے فہم کی ضرورت ہے۔ مگر بدفہم لوگ شب و روز معترض رہتے ہیں۔ کیونکہ بینائی تو اپنی خراب ہے اور آفتاب پر اعتراض ہے۔

لاعلمی کا اظہار کمالِ علم کے منافی نہیں

امام مالکؒ کی حکایت ہے کہ ایک مجلس میں ان سے چالیس مسائل کسی نے پوچھے (اچھی طرح یاد نہیں رہا) چھتیس کا جواب دے دیا اور چار میں لا ادری کہا یا چار کا جواب دیا اور چھتیس میں عدم واقفیت ظاہر کی۔ آج کل ادنیٰ طالب علم سے پوچھ کر دیکھئے جو ہرگز بھی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا مجھ کو باوجود اس کے کہ اتنے دن کام کرتے ہو گئے مگر اب تک ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ لکھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مجھ کو شرح صدر نہیں ہوا اور قواعد سے اگر جواب لکھتا ہوں تو اس میں یہ احتیاط کرتا ہوں اور یہ لکھ دیتا ہوں کہ قواعد سے یہ جواب لکھا ہے۔ جزئیہ نہیں ملا اور کبھی جواب لکھ دیتا ہوں اور بعد میں لغزش ثابت ہوتی ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ جو لوگ لکھے پڑھے ہیں جب ان کو لغزشیں ہوتی ہیں تو جو ان پڑھ ہیں وہ تو بطریق اولیٰ غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہوں گے اور وہ شخص بھی ان پڑھ ہی ہے جو آمد نامہ دستور الصبیاں بلکہ گلستان سکندر نامہ پڑھا رہا ہو یا انٹرنس پاس اور ایف اے پاس ہو بلکہ عربی پڑھنے والے بھی سب عالم نہیں ہیں کیونکہ زبان اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے۔ (وعظ النجاء الجازفۃ دعوات ۶ ص ۱۴۴ س ۵)

نیند کی رعایت ضروری ہے

فرمایا: کہ اگر پڑھتے پڑھتے نیند آنے لگے تکیہ پر سر رکھ کر سو رہو۔ جب طبیعت ہلکی ہو جائے تو پھر پڑھنے لگو۔ نیند کو اگر زبردستی دفع بھی کیا جائے تو اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دماغ میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ صفرا میں اشتعال بڑھ جاتا ہے۔ سودا میں ترقی ہو جاتی ہے۔ خیالات فاسدہ آنے لگتے ہیں اور بعض اوقات وہ ان کو الہام سمجھ کر اپنے کو بزرگ جاننے لگتا ہے آخر یہ ہوتا ہے کہ جنون ہو جاتا ہے اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نیند کی بہت رعایت کی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ لاتفریط فی النوم یعنی نیند میں کمی نہ کرو۔

ملازمت میں استقلال

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مولوی صاحب نے زیادہ تنخواہ پر جانا پسند نہیں کیا فرمایا کہ مجھ کو یہ بات بہت

پسند ہے اجی روپیہ تو ہے ہی ضرورت کی چیز مگر بڑی نعمت، راحت اور مناسبت ہے معلوم نہیں نئی جگہ میں جا کر مناسبت ہو نہ ہو۔ راحت ملے نہ ملے۔ اس لئے پرانی ہی جگہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے میں جس زمانہ میں کانپور تھا پچاس روپیہ تنخواہ تھی۔ آگرہ سے خط آیا کہ ہم سو روپیہ یا دو سو دینگے۔ میں نے ان کو جواب میں مشورہ لکھ بھیجا کہ ایسے شخص کو بلا کر ملازم رکھو جو دوسری جگہ نوکر نہ ہو اگر کسی نوکری کرتے ہوئے کو بلا کر ملازم رکھا تو تم تو سو دو گے اور اگر کہیں سے اس کو دو سو کی جگہ پر بلایا گیا وہ وہاں چل دے گا ایسے بھگوڑے کا کیا اعتبار! پھر ہنس کر فرمایا کہ میرا تو کام بنا ہی نہ تھا میں نے مشورہ دیکر دوسروں کی بھی راہ ماردی۔ خصوص اس زمانہ میں تو پرانی جگہ کو چھوڑنا ہی نہیں چاہئے اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے ہر جگہ مناسبت اور موافقت کا پیدا ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ (ملفوظات حضرت تھانویؒ ج ۶)

پابندی اصول اور انضباط اوقات

فرمایا: لوگ اصول کی پابندی سے گھبراتے ہیں۔ بے اصولی باتیں کرتے ہیں۔ متنبہ کرتا ہوں تو برا مانتے ہیں میں پہلے خود اصول کا پابند ہوتا ہوں۔ پھر پابند ہونے کا کہتا ہوں۔ مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے۔ اور یہ اسی کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر دینی کام مجھ سے لے لیا ہے۔ میں کبھی ایک لمحہ بھی بیکار رہنا برداشت نہیں کرتا۔ میرے استاد حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن صاحب دیوبندی ایک بار تھانہ بھون تشریف لائے میں نے ان کے قیام اور راحت رسائی کے تمام ضروری انتظامات کئے جب تصنیف کا وقت آیا تو بہ ادب عرض کیا کہ حضرت اس وقت میں کچھ لکھا کرتا ہوں اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھ کر پھر حاضر ہو جاؤں۔

فرمایا: ضرور لکھو میری وجہ سے اپنا حرج بالکل نہ کرنا۔ گو میرا دل اس روز کچھ لکھنے میں لگا نہیں لیکن ناغہ نہ ہونے دیا کہ بے برکتی نہ ہو۔ تھوڑا سا لکھ کر پھر جلد ہی حاضر خدمت ہو گیا۔ حضرت کو تعجب ہوا کہ اس قدر جلدی آ گئے۔ عرض کیا حضرت چند سطریں لکھ لی ہیں۔ معمول پورا ہو گیا۔ (اصلاح دل)

تدریس

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک بار کانپور میں جب میں عربی

مدرسہ جامع العلوم میں مدرس اول تھا تو میں نے مولوی یونس کو جو ایک مبتدی طالب علم اور میرے ہم وطن تھے مولوی انعام اللہ صاحب کے (جو اسی مدرسہ کے ایک طالب علم تھے) سپرد کر دیا کہ تم ان کو فصول اکبری پڑھا دیا کرو! ایک بار میں نے ان کا امتحان لیا تو انہوں نے فن کے متعلق بہت ادھر ادھر کی تحقیقات بیان کیں۔ جب امتحان لے چکے تو میں نے مولوی انعام اللہ کو بلایا اور پوچھا کہ تم کو میں نے فصول اکبری پڑھانے کیلئے کہا تھا یا شرح فصول اکبری کہنے لگے انہوں نے کوئی بات غلط بیان کی میں نے کہا پہلے میرے سوال کا جواب دو کہنے لگے فصول اکبری! میں نے کہا تم نے تو ان کو فصول اکبری کی شرح پڑھائی ہے کیونکہ جو مضامین ادھر ادھر کے بیان کئے ہیں وہ فصول اکبری میں کہاں ہیں وہ خاموش ہوئے پھر میں نے کہا کہ تم اس طالب علم کے سامنے نفس کتاب کا مطلب بیان کر دیا کرو! اس سے ان کو استعداد پیدا ہوگی۔ پھر فرمایا کہ کتاب میں مصنف سے کہیں کہیں غلطیاں بھی ہوئی ہیں! تو وہاں پر غلطیوں کی توجیہ اور تاویل نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ عام مدرسین کی عادت ہے بلکہ ظاہر کر دینا چاہئے کہ یہاں غلطی ہوئی ہے ورنہ ان غلطیوں کی تاویل اور توجیہ کرنے سے شاگرد میں بھی یہی مضر عادت تاویل کی پیدا ہو جاتی ہے دوسرے تاویل کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مدرس مصنف کا ذمہ دار تو نہیں کہ جو اس نے کہہ دیا جس طرح بن پڑے اس کو ضرور بنائے مدرسین کا منصب تو صرف ناقل کا ہے اس کے ذمہ صرف تصحیح نقل ہے کہ یہ بتلا دے کہ کتاب کی عبارت کا مطلب یہ ہے اور کتاب کا حل کر دے خواہ کتاب غلط ہو یا صحیح ہو البتہ اگر کوئی مضمون غلط ہو اس کا غلط ہونا ظاہر کر دے بس کافی ہے اسی سے طالب علم کو استعداد پیدا ہوتی ہے اسی طرح خارج کتاب مضامین بیان نہ کرے کیونکہ یہ ادھر ادھر کی باتیں یاد تھوڑا ہی رہتی ہیں۔ جب وہ باتیں طالب علم کو یاد ہی نہیں رہ سکتیں تو پھر ان کے بیان کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا۔ (ملفوظات حضرت تھانویؒ ج ۷)

کام میں لگنے کا نسخہ

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ریا سے بھی کوئی عمل کرتا ہو تو اس کو

کرتا رہے۔اور ترک نہ کرے کیونکہ اول اول ریا ہوگی پھر عادت ہو جائے گی۔اور عادت سے عبادت ہو جائے گی کیسی حکیمانہ تحقیق ہے۔کہ مایوسی کا کہیں نام ونشان نہیں۔سو بعض اوقات شیطان ریا کا اندیشہ دلا کر ساری عمر کے لئے عمل سے روک دیتا ہے۔جو بڑا خسارہ ہے۔پس عمل کرو۔چھوڑو مت،اخلاص کے فکر میں بھی اتنا غلو نہ چاہئے۔کام میں لگے رہو۔اگر کوتاہی مظنون یا محتمل ہو۔تو استغفار سے اس کا تدارک کرلو۔غرض یہ کہ کام میں لگو۔

درس وتدریس سب محکموں کی روح ہے

فرمایا! درس وتدریس سب محکموں کی روح ہے خواہ تقریر ہو خواہ تحریر' خواہ تصنیف۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے انجن کا پہیہ کہ اسی کے چکر پر تمام گاڑیوں کو حرکت ہوتی ہے اگر اس کی حرکت بند ہو جائے تو تمام گاڑیوں کی حرکت بند ہو جائے مگر اس کی ضرورت کا احساس لوگوں کو اس واسطے نہیں ہوتا کہ جو چیز مدار کار ہوا کرتی ہے وہ اکثر لطیف ہوتی ہے جیسے گھڑی کا فنر اور بال کمانی کہ گنوار آدمی گھڑی دیکھ کر سب سے بڑی چیز اس کے گھنٹے کو سمجھتا ہے لیکن حقیقت شناس جانتے ہیں کہ گھنٹہ کی حرکت کا مدار فنر پر ہے اگر فنر کی حرکت بند ہو جائے تو گھنٹے کو ایک دفعہ بھی حرکت نہیں ہو سکتی۔(ضرورت العلماء)

حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کی خداداد ہیبت

حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ میں خداداد ہیبت تھی جب مدرسہ میں آ کر بیٹھ جاتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ سارا مدرسہ انوار جلال سے بھرا ہوا ہے یہ چیزیں خداداد ہوتی ہیں اور کسی کے کسب کو اس میں دخل نہیں اور بننے بنانے سے یہ چیزیں حاصل نہیں ہوتیں کیونکہ یہ عطاء حق ہے جس کو بھی عطا فرماویں۔

ترجیح الراجح

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: کوئی بچہ بھی مجھے سمجھا دے اور میری غلطی دل میں لگ جائے میں اس پر اصرار نہیں کرتا ترجیح الراجح کا سلسلہ اس کی دلیل ہے۔مولانا شبیر علی صاحب نے مجھے فرمایا کہ بہشتی زیور کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ حضرت نے بہشتی زیور لکھ

کر مولانا حبیب احمد کیرانوی کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھا کہ بہشتی زیور کی غلطیاں نکالیں۔ پھر جب بریلوی حضرات کی طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی بھی عجیب شان ہے کہ میری تنخواہ بھی بچادی۔ ان اعتراضات پر غور کرتا ہوں بلکہ جہاں بات دل کو لگ گئی رجوع کرلیا اور ترجیح الراجح میں اعلان کردیا۔ (اصلاح دل)

ریاست بھوپال کا ایک قابل تقلید دستور

بھوپال میں ایک عام دستور تھا کہ اگر کسی غریب آدمی نے اپنے بچے کو مکتب میں بٹھا دیا تو آج مثلاً اس نے الم کا پارہ شروع کیا تو ریاست کی طرف سے ایک روپیہ ماہوار اس کا وظیفہ مقرر ہوگیا، جب دوسرا پارہ لگا تو دو روپے ماہوار ہوگئے، تیسرا پارہ لگا تو تین روپے ماہوار ہوگئے، یہاں تک کہ جب تیس پارے ہوئے تو تیس روپے ماہوار بچے کا وظیفہ ہوتا۔

اور اس زمانے میں، ساٹھ برس پہلے تیس روپئے ماہوار ایسے تھے جیسے تین سو روپئے ماہوار، بہت بڑی آمدنی تھی، سستا زمانہ تھا، ارزانہ تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے غریب لوگ تھے جنہیں کھانے کو نہیں ملتا تھا وہ بچوں کو مدرسہ میں داخل کرادیتے تھے کہ قرآن کریم حفظ کرے گا تو اسی دن سے وظیفہ جاری، ہزاروں ایسے گھرانے تھے، اور ہزاروں حافظ پیدا ہوگئے۔ ساری مسجدیں حافظوں سے آباد ہوگئیں۔ (اشرفی بکھرے موتی)

خوبصورت لڑکوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا موجب فتنہ ہے

ہم جنسی سے بچنے کے لئے وہ تمام دروازے بند کرنا ضروری ہیں جو اس منحوس عمل (لواطت) تک پہنچاتے ہیں، بے ریش نوعمر بچوں کے ساتھ اختلاط سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، بعض تابعین کا قول ہے کہ دیندار عبادت گزار نوجوانوں کے لئے پھاڑ کھانے والے درندے سے بھی بڑا دشمن اور نقصان دہ، وہ امرد لڑکا ہے جو اس کے پاس آتا جاتا ہے۔

حسن بن ذکوان کہتے ہیں مالداروں کے بچوں کے ساتھ زیادہ اٹھنا بیٹھنا نہ کرو، اس لئے کہ ان کی صورتیں عورتوں کی طرح ہوتی ہیں، اور ان کا فتنہ کنواری عورتوں سے زیادہ سنگین ہے۔ (شعب الایمان: ۴/ ۳۵۸)

کیونکہ عورتیں تو کسی صورت میں حلال ہوسکتی ہیں لیکن لڑکوں میں حلت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ حمام میں داخل ہوئے تو وہاں ایک خوب صورت لڑکا بھی آ گیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے باہر نکالو، کیونکہ عورت کے ساتھ تو ایک شیطان ہوتا ہے اور لڑکوں کے ساتھ دس سے زائد شیطان ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان:۴/۳۶۰)

اسی بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جب بچے سمجھ دار ہو جائیں تو ان کے بستر علیحدہ کردو، تاکہ ابتداء ہی سے وہ بری عادتوں سے محفوظ ہو جائیں۔ نیز بچوں پر نظر رکھنی چاہئے کہ وہ زیادہ وقت بالخصوص تنہائی کے اوقات بڑے لڑکوں کے ساتھ نہ گزاریں۔ اگر کئی بچے ایک کمرے میں رہتے ہوں تو ہر ایک کا بستر اور لحاف الگ ہونا چاہئے۔

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوگیا کہ صرف اپنی منکوحہ بیویوں اور مملوکہ باندیوں سے ہی شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ قضاء شہوت کا کوئی بھی طریقہ شریعت میں ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور پردے وغیرہ کے یا اجنبی عورتوں مردوں سے اختلاط کی ممانعت کے جو بھی احکام ہیں ان کا مقصد صرف یہی ہے کہ معاشرہ سے غلط طریقہ پر قضاء شہوت کا رواج ختم ہو۔ جو شخص ان باتوں کو سامنے رکھ کر اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرلے گا اور اپنی جوانی کو ان فواحش سے بچالے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اس کا بدلہ جنت کی صورت میں عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ۔

حضرت یحیٰ اُندلسی کی امانت داری

یحیٰ اُندلسی (اندلس جو کسی وقت میں علم وفن کا، خصوصیت سے علم حدیث کا مرکز تھا حافظ ابن عبدالبر اور علامہ حمیدی اور شیخ اکبر جیسی شخصیتیں وہاں کی مٹی سے پیدا ہوئیں) حدیث پاک کا درس دیتے تھے اور بے شمار اشخاص ان سے استفادہ کرتے تھے۔

ایک دن حضرت یحیٰ نے پڑھانے کی طویل چھٹی کردی، طلباء نے معلوم کیا کہ حضرت اتنی لمبی چھٹی جس کی مدت بھی متعین نہیں کس بناء پر کی گئی، فرمایا مجھے افریقہ کے آخری کنارے پر قیروان جانا ہے، عرض کیا کہ حضرت کیوں؟ وہاں جانا بڑا ہی مشکل ہے

بڑے بڑے بن ہیں، اور زہریلے جانور، فرمایا کہ ایک بقال یعنی لالہ کے میری طرف ساڑھے تین آنے یعنی ایک درہم ہے۔ ان کے ادا کرنے کے لئے جارہا ہوں۔

لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایک درہم ہی تو ہے؟ فرمایا مجھے ایک حدیث پہنچی ہے اور پھر اپنی سند کے ساتھ حدیث پڑھی کہ ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، یعنی چھ لاکھ کا نفلی صدقہ کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا ایک درہم حق والا کا ادا کرنے کا ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حقوق ادا کرنے والے بنائے، اور جن لوگوں نے حقوق ادا کئے ہیں ان کے صدقہ اور طفیل میں ہمیں بھی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والا بنادے۔ آمین! اللہم آمین۔ (اسلام میں امانت داری کی حیثیت اور مقام صفحہ ۳۰، وعظ: حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب)

مدارس اور خانقاہ کی برکات

فرمایا: ''اگر غور کیا جائے تو علم مدارس میں سکھلایا جاتا ہے اور تربیت اخلاق خانقاہ میں ہوتی ہے۔ مدرسی ہونے کے ساتھ ساتھ جب تک آدمی خانقاہی نہ بنے' اس وقت تک تکمیل نہیں ہوتی۔ محض خانقاہ میں جائے گا تو آدمی وجدی بن جائے گا اور اگر کورا مدرس بن جائے گا تو نجدی بن جائے گا تو اس راہ میں نہ نجدی ہونا کافی ہے اور نہ وجدی۔ وجد اور نجد دونوں کو جمع کرے تب ہی کامل بنے گا۔ ایک طرف آدمی علم لے جس کے لئے مدرسہ جانا پڑے گا اور دوسری طرف تربیت بھی لے اس کے لئے خانقاہ جانا پڑے گا۔ بہر حال دونوں چیزوں کو جمع کرنا یہ محقق کی علامت ہے''۔ (جواہر حکمت)

مدرسہ اور تبلیغ

فرمایا: ''آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس دور میں مسلمانوں کے لئے صرف دو پناہ گاہیں ہیں۔ ایک دینی مدرسے' دوسرے یہ تبلیغی کام۔ تعلیمی ادارے باہر سے لوگوں کو لا کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور پھر اپنی تعلیم دیتے ہیں اور یہ تبلیغی کام والے جمع شدہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں''۔ (جواہر حکمت)

مدرسین کیلئے نصائح

منصب مدرس

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

۱۔اس کی کوشش کرے کہ استاد جب بنے کہ اپنی اصلاح کسی شیخ کامل سے کرا چکا ہو اور ماتحتوں کو ایک نظر سے دیکھے اور طلبہ کے اخلاق کی نگرانی اور ان کی اصلاح کو مدنظر رکھے۔

۲۔طلباء سے خدمت نہ لے اگر ضرورت پڑے تو کام میں آسانی کا خیال رکھے خود مدد کرے یا کسی اور سے مدد کروائے۔

۳۔شاگردوں کا ممنون رہے کہ ان لوگوں نے اپنے کو تمہارے سپرد کیا ہے کہ تم اپنے دین کی کھیتی باڑی میں خوب شوق سے کام کرو۔

۴۔متعلمین کو ایک نظر سے دیکھے اور یکساں برتاؤ رکھے تاکہ کسی متعلم کے دل میں حسد یا رنج نہ پیدا ہو اور بدگمان نہ ہو کسی کے ساتھ کچھ خاص معاملہ کرنا ہو تو اس کو مع اس کی وجہ کے اوروں پر صراحۃً یا اشارۃً ظاہر کر دے۔

۵۔تعلیم میں دنیا پیش نظر نہ ہو بلکہ دین مدنظر ہو۔

۶۔حیا اور وقار سے رہے تاکہ یہ اخلاق متعلمین میں پیدا ہوں کیونکہ حیا ایمان کی درخت کی بڑی شاخ ہے اگر یہ پیدا ہو جائے گی تو دین کے بہت کاموں کی پابندی کر لیں گے۔مگر وقار سے مراد کبر نہ سمجھے۔

۷۔کچھ دیر تک خلوت میں فراغت کے وقت رہے اور اس میں اپنے نفس سے محاسبہ کرے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اوامر میں سے کیا کیا پورا کیا اور نواہی میں سے کس کس کو

چھوڑا اور تعلیم میں اور تربیت میں کیا کیا کوتاہیاں ہوئیں اور کیا کیا سرانجام ہوئیں۔ مرضیات خداوندی کے بجا لانے پر تہہ دل سے شکریہ ادا کرے تاکہ موافق وعدہ خداوندی لئن شکرتم لازیدنکم اور ترقی ہو۔ اور ارتکاب معاصی پر دل سے توبہ واستغفار کرے تاکہ بشارت یعنی طوبی لمن وجد فی صحیفتہ استغفارا کثیرا میں داخل ہو اور کوتاہیوں کو دفع کرنے کی دل وجان سے کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ سے بصد عاجزی والحاح التجا کرے کہ مرضیات بجالانے کی توفیق عنایت فرمائیں اور نامرضیات سے اجتناب نصیب فرمائیں اور اسی پر عمر بھر رکھیں اور اسی پر خاتمہ فرمائیں وما ذٰلک علی اللہ بعزیز خلاصہ یہ ہے کہ کچھ دیر تک ضرور خلوت اختیار کرے اور مذکورہ بالا کاموں کو بجالائے تاکہ نور باطن نصیب ہو اور بہت سی آفتوں سے نجات ہو۔

اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا خلوت اختیار کرنے کا حالانکہ آپ معصوم تھے ہم لوگ تو سر سے پیر تک گناہ ہی گناہ میں بھرے ہوئے ہیں ہم لوگوں کے لئے تو خلوت اور ضروری ہوگی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب سے ظاہر ہے جیسے ربڑ وغیرہ میں پھونک مار کر ہوا بھرتے ہیں اسی طرح ذوق وشوق، وجد، شکر، ہمت سے پر کردیتی ہے۔ کر کے دیکھو۔

۸۔ خلوت بالامرد سے بہت اجتناب کرے اور امرد خوبصورت سے بہت ہی سخت اجتناب کرے ہرگز ان کے ساتھ خلوت نہ کرے اور جلوت میں بھی ضرورت زیادہ بات چیت نہ کرے نہ ان کی طرف قصداً دیکھے اور نہ ان کی بات نفس کے تقاضہ سے سنے کیونکہ امرد پرستی کا مرض اسی طرح پیدا ہوتا ہے کہ پہلے بالکل پتہ نہیں چلتا اور جب جڑ مضبوط ہو جاتی ہے تب پتہ چلتا ہے کہ اس وقت کنارہ کشی امرد سے بہت دشوار ہوگئی ہے۔

اپنی پاکدامنی پر ناز نہ کرے کہ میں بھلا اس مرض میں کہاں مبتلا ہوسکتا ہوں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ان النفس لامارۃ بالسوء اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے امام محمدؒ کے رخ پر جب تک وہ امرد تھے نظر نہ ڈالی حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں سوائے نفس کے کسی سے نہیں ڈرتا تو ہم تم اپنے پاک ہونے پر کیا ناز کرسکتے ہیں۔

اگر ایسا خیال میں آئے تو سمجھیں شیطان دھوکا دے رہا ہے اور یہ مرض ان میں اسی طرح پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اسے خبر نہ ہو اور جب خبر ہوگی تب اسے قدرت مقابلہ نفس پر نہ ہوگی یا بہت ہی مشکل ہوگی یہ شیطان کا ہی مقولہ ہے کہ اگر جنید بغدادیؒ ایسا مرد اور رابعہ بصریؒ ایسی عورت خلوت میں ہو جائیں تو ہم دونوں کے اندر خیالات برے پیدا کر کے دونوں کا منہ کالا کر دیں تو صاحبو ایسے اولیاء کو بہکانے کا دعویٰ کرتا ہے تو ہم اور آپ کب اس پھندے سے بچ سکتے ہیں۔

رب اعوذ بک من همزت الشیطین واعوذ بک رب ان یحضرون.

نفس اور شیطان سے ہر گھڑی ہر آن مقابلہ کرنے کو تیار رہے جو کام کرنے کو یہ کہیں ہرگز ہرگز نہ کرے مثلاً یہ کہے امرد کی باتیں سنو یا اس کی طرف دیکھو یا اس کے پاس چلو تو ہرگز ان کا کہنا نہ مانے اور دو تین دفعہ مخالفت کرنے سے انشاء اللہ ان کا تقاضا جاتا رہے گا۔

اور اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی کرتا رہے اور اپنے ہر کام میں یہ سوچتا رہے کہ یہ تقاضائے نفس یا وسوسہ شیطانی سے تو نہیں ہے اگر ہے تو فوراً مخالفت کرے ڈھیلا وست نہ پڑے اور اللہ تعالیٰ سے بصد زاری والحاح عرض کرے کہ یا اللہ ان اعداء سے تو پناہ دے اگر تو پناہ نہ دے گا تو ہم کو کوئی دوسرا پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے اور ہم سخت گھاٹے میں پڑیں گے۔ **وما ذالک علی اللہ بعزیز** اور یہ سوچ لے کہ اگر امرد پرستی کروں گا تو یہ بات ضرور ظاہر ہوگی کیونکہ عشق و مشک را نتواں نہفتن مشہور ہے اور حرکات وسکنات اٹھنا بیٹھنا بات چیت کرنا وغیرہ کہہ ہی دے گی کہ امرد پرست ہے مولانا رومی صاحبؒ فرماتے ہیں۔

عشق معشوقاں نہاں ست دستیر　　　　عشق عاشق بادو صد طبل ونفیر

اور جب ظاہر ہوگی تو ساری عزت خاک میں مل جائے گی کیونکہ عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی میں ہے۔ **وللہ العزة ولرسوله وللمؤمنين.**

بس خدمت دین کرے اور اللہ تعالیٰ سے دل لگائے رہے اور ساری خرافات سے دل کو پاک وصاف رکھے اور جہاں تک ہو سکے اور جس طرح ہو سکے قلب کو فارغ رکھے یہ بڑی دولت ہے (رزقنا اللہ وایاکم) اور بہار دل دیکھتا رہے بقول ایک شوریدہ کے

سوئے جناں سبھی آنکھ اٹھاتا ہے بار دل　　　　گردن جھکائے دیکھ رہا ہوں بہار دل

ہر شب شب برأت ہے ہر روز روز عید۔

۹۔ طلبہ کی صحت کے لئے اور ان کی فراغت کے لئے برابر دعا کیا کرے تا کہ اپنے دین کی کھیتی کر سکے۔

۱۰۔ اگر طلباء سے کوئی بات خلاف طبیعت پیش آئے اور باعث ملول ہو تو یہ خیال کر کے کہ ان سے دین کا نفع مجھ کو بہت ہو رہا ہے۔ معاف کردے اور معاف کر دینے سے اور بھی اللہ میاں کے یہاں قرب بڑھے گا۔ اللہ والے تو اور ایسوں کا احسان مانتے ہیں حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ نے ایک شخص سے کہا کہ حضرت آپ کی بیوی صاحبہ بڑی بدزبان ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ایسامت کہیئے ان کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہنے والے نے کہا کہ یہ بیوی صاحبہ کیا احسان کریں گی یہ تو نہایت ہی بدزبان ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی یہی تو احسان ہے کہ وہ برا بھلا کہتی ہیں اور میں صبر کرتا ہوں جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مرزا کا ڈنکا بجا دیا۔

حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کو ایک شخص نے مجمع میں کہا تم حرامی ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی تم غلط کہتے ہو۔ میرے بابا کے نکاح کے گواہ ابھی تک موجود ہیں۔

ایک بزرگ کو لوگوں نے مکار کہا مریدوں نے ان کو مارنا چاہا بزرگ صاحب نے فرمایا نہیں جانے دو میرے ساتھ آؤ گھر پر چلو اور گھر پر لے گئے جتنے خطوط ان کے آئے تھے اور لمبے چوڑے القاب غوث وقطب لکھے سب سامنے رکھ دیئے اور فرمایا کہ مکار کہنے والے پر آپ لوگوں کو کیوں غصہ آیا اسی وجہ سے نا کہ اس نے غلط بات کہی تو ان صاحبوں نے بھی غلط لکھا ہے انہیں بھی مارنا چاہئے۔ نہیں تو دونوں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ ورنہ یہ نفس کا کام ہوگا کہ خلاف واقعہ بھلائی پر تو خوش ہو گیا اور کچھ نہ کہا نہ برا معلوم ہوا اور خلاف واقعہ برائی پر برہم ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے گرایا اور سینہ پر سوار ہوئے اس نے منہ پر تھوک دیا حضرتؓ نے چھوڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ میں ڈرا کہ کہیں میرا قتل کرنا نفس کے تقاضہ سے نہ ہو۔ واقعی یہ حضرات نفس کے مکر سے واقف ہیں اور اس کے مکر پہچانتے ہیں ایسے ہی لوگ ہیں جو شیطان پر ہزار عابد سے بڑھ کر اشد ہیں۔ غرضیکہ معلم اپنے دل کو پاک وصاف رکھیں کسی طالب علم کے قصور پر ناخوش ہو کر کینہ نہ رکھیں اس سے دل کا ستیاناس ہو جائے گا۔ بس دل میں اللہ میاں کو جگہ دینا چاہئے اور اشعار

ذیل کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن کفرست درطریقت ماکینہ داشتن

بہ نشیں دردل ویرانہ ام اے گنج مراد کہ من ایں خانہ بسودا کے تو ویراں کردم

ہاں طالب علم کی اصلاح کی غرض سے کچھ تنبیہ یا کوئی سزا یا کوئی ترکیب کردے جس میں اپنے نفس کا شائبہ نہ ہو اگر ہوگا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔ وکفیٰ باللہ شھیدا۔

۱۱۔ اگر کوئی طالب علم مدرسہ سے چلا جائے بددل نہ ہو پریشان نہ ہو۔ گھبرائے نہیں ہائے ہائے نہ کرے کہ میری آمدنی یا ناموری گئی اب میری کیسے کٹے گی اور اس طالب علم کی یا اس کے سرپرستوں کی ہرگز ہرگز خوشامد نہ کرے خدا پر توکل رکھے اور اللہ والا بنکر رہے اللہ میاں اس کے ہوکر رہیں گے۔ حدیث میں آیا ہے من کان اللہ لہ دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خور اور یہ شعر اپنا معمول رکھے

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

اور یہ سمجھے کہ ایک کی ذمہ داری سے چھٹی ہوئی اگر اس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی ہوئی تو قیامت میں گت بنتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے نجات دی اور یہ سمجھے کہ قطع اسباب میں امتحان ہے توکل کا۔ اسباب کے ساتھ متوکل بننے کا دم بھرتے تھے اب اسباب کو اللہ نے منقطع کردیا تا کہ تمہارے توکل کی قلعی کھلے۔ اگر اب بھی اس طرح خنداں وشاداں رہو اور خدا پر ویسا ہی بھروسہ رہے جیسا کسی آدمی کے کہہ دینے سے کہ میں تمہارا ذمہ دار ہوں بھروسہ ہوجاتا ہے اور دل کو اطمینان ہوجاتا ہے اور خوراک پوری کھائی جاتی ہے اور نیند اچھی طرح آتی ہے اگر تمہاری حالت ایسی ہی رہے تو تم بے شک متوکل ورنہ جھوٹے ہو۔ تمہارا توکل اسباب پر ہے۔

خلاصہ یہ کہ مدرس خادم دین بن کر رہے۔ اگر طالب آئیں خدمت کرے ورنہ خدا کا نام لے آزاد رہے۔ (مجالس ابرار)

شاگردوں کے جوتے اٹھانا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ ایک مرتبہ حدیث کا درس فرما رہے تھے کہ صحن میں بارش آ گئی۔ تو تمام طلباء کتابیں

لے کر مکان کی طرف کو بھاگے۔ مگر حضرت مولانا سب کی جوتیاں جمع کر رہے تھے اور اٹھا کر چلنے کا ارادہ تھا کہ لوگوں نے دیکھ لیا سبحان اللہ ان حضرات میں نفس کا تو شائبہ بھی نہ تھا بلکہ نہایت سادگی اور بے نفسی تھی۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے بارہ میں بھی آتا ہے کہ آپ جس طالب علم میں کبر کا مرض دیکھتے اسے اپنے جوتے اٹھانے کو کہنے اور جس طالب علم میں تواضع دیکھتے اس کے جوتے خود اٹھا لیتے تھے۔ واللہ اعلم (از مرتب)

طریق تعلیم

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

۱۔ جہاں کتاب نہ سمجھ میں آئے تو باتیں نہ بنائے بلکہ صاف کہہ دے کہ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آتا ہے دوسرے وقت کتاب دیکھ کر یا کسی سے پوچھ کر بتاؤں گا جب معلوم ہو بتلا دے۔

۲۔ اگر شاگرد کوئی بات بیان کرے اور وہ حق ہو تو بلا تکلف فوراً مان لے ٹال مٹول نہ کرے۔

۳۔ پڑھائے گئے سبق کی بہت نگرانی کرے۔

۴۔ پڑھانے کے وقت نہ اوروں سے باتیں کر کے ان کا نقصان کرے اور نہ ان کو فضول باتیں جو کتاب سے متعلق نہ ہوں بتلا بتلا کر ان کا حرج کرے۔

۵۔ ہر کتاب پڑھنے کا جو نفع ہو اتنی لیاقت پیدا کرا کر تب اگلی کتاب شروع کرا دے۔

۶۔ ان کے ہر فضول سوال کا جواب نہ دے بلکہ اگر فضول سوال ہو ان کو ڈانٹے اور سزا دے۔

۷۔ اس کا خیال رکھے کہ سوال سے زیادہ جواب نہ دیں جتنی باتوں کا سوال ہو اتنا ہی جواب دیا کریں۔

۸۔ نیچے کی کتابوں میں اوپر کی باتیں نہ بتا دے اس سے طالب علم پریشان ہوگا اور جو ضروری باتیں کتاب زیر سبق کی ہوں گی انہیں بھی نہ یاد کر سکے گا۔

۹۔ پڑھاتے وقت ہر طالب علم کی طرف توجہ کرے تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔

۱۰۔ ہر کتاب کا خلاصہ بیان کر دے خصوصاً جو سبق ہو اور گزشتہ سبق کو اختصار بیان کر دیا کر دے تا کہ طالب علموں کو خلاصہ کتاب سے آگاہی ہو جایا کرے اور یادداشت

سہولت و آسانی ہو جائے اور روزانہ سبق میں یہ بیان کر دیا جائے کہ آج کے سبق میں یہ فلاں فلاں باتیں یاد کرنے کو ہیں اور خلاصہ ان کا یہ ہے کہ طالب علم کثرت مضامین سے گھبرائے نہیں اور مضامین ذہن میں محفوظ رہیں اور ہر کتاب اور ہر سبق کے نئے مضامین پر انہیں مطلع کر دے اور ہدایت کر دے کہ نئے مضامین کو الگ نوٹ کر کے یاد کریں۔

۱۱۔ کتابوں میں جو مسائل کی مثالیں ہیں انہیں پر کفایت نہ کرے بلکہ اور بہت سی مثالیں صحیح و غلط بنا کر انہیں دکھاوے اور صحیح و غلط کی ان سے تمیز کرادے۔ مثلاً دخلت فی المسجد میں اعراب ان سے دلوادے یا خود اعراب دے کر ان سے تصحیح کرادے تاکہ مسائل خوب مشق ہو جائے۔

۱۲۔ طالب علموں کو مطالعہ کرنے کا سبق یاد کرنے کا آموختہ کی نگرانی کا طریقہ سکھلائے۔ اگر اس کی پابندی نہ کریں تنبیہ کرے اور بغیر طریقہ بتائے ہوئے مارنا ظلم ہے۔

۱۳۔ جس فن سے مناسبت نہ ہو وہ طلبہ کو نہ پڑھائیں اگرچہ ان کے سرپرستوں کی تاکید ہو کیونکہ وہ فن پڑھانا ان کا وقت ضائع کرنا ہے۔

۱۴۔ اخلاق رذیلہ و جمیلہ کے امثال قرآن و حدیث سے چھوٹے چھوٹے جملے نکال کر معرب مبنی اعراب عامل معمول وغیرہ کی مشق کرادیں تاکہ قواعد بھی مشق ہو جائیں اور ادب بھی آجائے اور حدیث کا علم بھی ہو جائے اور حدیثیں ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جائیں۔

۱۵۔ مسائل و قواعد کی تقریر طلبہ سے کرادے تاکہ ان کی زبان کھلے۔

۱۶۔ بغیر مطالعہ سبق نہ پڑھائیں مگر مطالعہ کرنے کا امتحان کرلیں اس طرح پر کہاں تک پڑھو گے اگر ایسی جگہ بتائے جہاں پر بات تمام ہونے کو ایک جملہ باقی ہو یا سوال کرلے کسی مسئلہ کی علت کا جو بعد میں بیان ہوا اگر وہ کچھ نہ بولے تو سمجھو کہ اس نے مطالعہ نہیں دیکھا۔ یا دیکھا ہے مگر بغیر غور کے۔

۱۷۔ تھوڑا پڑھائیں مگر مطالعہ خوب کرادیں یہ نہ خیال کریں کہ زیادہ زیادہ پڑھائیں کتاب جلد ختم ہو جائے کیونکہ کتاب ہی ختم کرا کر کیا کریں گے جب سمجھیں گے نہیں یا یاد نہ رکھیں گے اور یہ بھی نہ خیال کریں کہ دوسری کتاب سمجھالیں گے کیونکہ شاید دوسری کتاب پڑھنے کا موقعہ نہ ملے اور یہ مثل پیش نظر رکھیں کہ جو تھوڑا پڑھتا ہے وہ تھوڑے دن میں پڑھتا ہے اور جو

زیادہ پڑھتا ہے وہ زیادہ دن میں پڑھتا ہے وجہ ظاہر ہے کہ جو زیادہ پڑھے گا وہ مطالعہ ٹھیک طور پر کرے گا اور نہ آموختہ کی نگرانی کر سکے گا نہ اچھی طرح سمجھے گا اور آموختہ کا اختیار ان سے بیان کردے گا اور اس کا اکثر ان سے سوال کرلیا کرے یہاں تک کہ آموختہ برق ہو جائے۔

۱۸۔ استاد کو چاہئے کہ صرف میں جو افعال کہ باعتبار صحیح و مہموز و معتل وغیرہ کے گیارہ قسم پر ہیں ہر ایک کی ایک ایک گردان صرف صغیر کی ایک ایک گردان صرف کبیر کی خوب یاد کرادیں اور ان کی تعلیلیں خوب مشق کرادیں اور اشعار عربیہ دعائیہ وصلواتیہ یاد کرادیں تا کہ ادب بھی آ جائے اور دعا و درود جو مغز عبادت ہے یہ بھی حاصل ہو جائے اور انہیں جب ذوق وشوق ہو تب ان اشعار کو پڑھا کر دعا بھی مانگ لیں اور علم نحو میں عامل معمول کی خوب مشق کرادیں کیونکہ اس کی مشق کی بہت ضرورت ہے۔ (مجالس ابرار)

چند مزید ہدایات

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

۱۔ کسی طالب علم کے متعلق ایسے طالب علم کا سبق متعلق نہ کرے کہ ان دونوں میں یارانہ اور دوستانہ تعلق ہونے کا احتمال ہو اگر غلطی خیال میں ہوگئی کہ سمجھا تھا کہ نہ ہوگی مگر ہوگئی تو بعد علم فوراً ان کا تعلق سبق وغیرہ کا چھڑا دے اور ان کو آپس میں بات چیت سلام وکلام سے منع کردے اگر یہ علاج کام نہ کرے ایک کو نکال دے اگر گندہ تعلق معلوم ہو جائے تو دونوں کو نکال دے۔

۲۔ اگر شاگرد مغموم ہو اور استاد کو معلوم ہو کہ یہ اس خیال سے غمگین ہے کہ میں ناخوش ہوں یا اس کی طرف سے میرا کچھ گمان برا ہے اور واقع میں استاد جی کے دل میں کچھ نہ ہو تو شاگرد پر اظہار کردے کہ میرے دل میں کچھ نہیں ہے۔ تا کہ اس کا غم جاتا رہے۔

۳۔ خود آزاد رہے اور انہیں بھی آزاد رکھے یعنی تعلیم و تربیت و اصلاح کا تعلق تو رہے اور خوب دل سے رہے۔ اس کے علاوہ اپنے کسی کام کی وجہ سے ان کی آزادی میں خلل نہ ڈالے اور نہ ان کے کام کی وجہ سے اپنی آزادی میں خلل ڈالے اپنے کام کے واسطے ان کو مجبور نہ کرے اور نہ ان کے کام کے واسطے خود مجبور ہو اپنی مصلحت کے خلاف نہ ہو اور ان کا بھلا ہو تو کردے اور اپنا بھلا ہو اور ان کی مصلحت کے خلاف نہ ہو تو کرالے جیسے بہشت میں لوگ رہیں گے ویسے ہی رہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے رابا کسے کارے نباشد

(مجالس ابرار)

طلباء کی عملی تربیت کا نصاب

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وضو کی چودہ سنتوں کو ترتیب وار طلباء کو زبانی یاد کرادیئے جائیں۔

(۱) نیت کرنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا (۴) مسواک کرنا (۵) کلی کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) داڑھی کا خلال کرنا (۸) ہاتھ پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا (۹) ہر عضو کو تین بار دھونا (۱۰) ایک بار تمام سر کا مسح کرنا (۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) پے درپے کرنا یعنی ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا عضو دھولے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ اپنے طلباء کو کھانے پینے کی ۱۵ سنتیں بھی زبانی یاد کرادیں اور ان کی کاپیوں میں نوٹ بھی کرادیں۔

(۱) دستر خوان بچھانا (۲) دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا (۳) بسم اللہ پڑھنا۔

(۴) اپنے داہنے ہاتھ سے کھانا (۵) اپنے سامنے سے کھانا (۶) تین انگلیوں سے کھانا

(۷) پلیٹ یا پیالہ کو انگلیوں سے خوب چاٹ لینا (۸) اگر کوئی لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھالینا (۹) کھانے میں کوئی عیب نہ نکالنا (۱۰) ٹیک لگا کر نہ کھانا۔

(۱۱) کھانے کے بعد کی دعا پڑھنا (۱۲) پہلے دستر خوان اٹھا کر پھر اٹھنا (۱۳) دستر خوان اٹھانے کی دعا پڑھنا (۱۴) کھانے کے بعد ہاتھ دھونا (۱۵) ہاتھ دھو کر پھر کلی کرنا۔

طلباء کو یاد کرانے کیلئے پچاس گناہ کبیرہ

نیز ارشاد فرمایا کہ اپنے طلباء کو پچاس گناہوں کی فہرست بھی زبانی یاد کرائی جائیں۔

(۱) حقارت سے کسی پر ہنسنا (۲) طعن کرنا (۳) کسی کو برے لقب سے پکارنا

(۴) بدگمانی کرنا (۵) کسی کا عیب تلاش کرنا (۶) غیبت کرنا (۷) کسی کو بلا وجہ برا بھلا کہنا

(۸) چغلی کھانا (۹) تہمت لگانا (۱۰) دھوکہ دینا (۱۱) عار دلانا (۱۲) کسی کے نقصان پر خوش ہونا (۱۳) تکبر کرنا (۱۴) فخر کرنا (۱۵) ضرورت کے وقت باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا

(۱۶) کسی کے مال کا نقصان کرنا (۱۷) کسی کی آبرو کو صدمہ پہنچانا (۱۸) چھوٹوں پر رحم نہ کرنا

(۱۹) بڑوں کی عزت نہ کرنا (۲۰) بھوکوں اور ننگوں کی حیثیت کے موافق مدد نہ کرنا

(۲۱) کسی دنیاوی رنج سے نہ بولنا (تین دن سے زیادہ چھوڑ دینا (۲۲) کسی جاندار کی تصویر بنانا

(۲۳) کسی کی زمین پر موروثی کا دعویٰ کرنا (۲۴) کسی ہٹے کٹے کا بھیک مانگنا۔

(۲۵) داڑھی منڈانا یا یکمشت سے کم کٹانا (۲۶) کافروں اور فاسقوں کا لباس پہننا

(۲۷) مردوں کو عورتوں کا سالباس پہننا (۲۸) عورتوں کو مردوں کا سالباس پہننا

(۲۹) بدکاری کرنا (۳۰) چوری کرنا (۳۱) ڈاکہ مارنا (۳۲) جھوٹی گواہی دینا

(۳۳) یتیموں کا مال کھانا (۳۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ان کو دکھ دینا یعنی ستانا

(۳۵) بے خطا جان کو قتل کرنا (۳۶) جھوٹی قسم کھانا (۳۷) رشوت لینا (۳۸) رشوت دینا

(۳۹) رشوت کے معاملہ میں پڑنا (۴۰) شراب پینا (۴۱) جوا کھیلنا (۴۲) ظلم کرنا

(۴۳) کسی کا مال بغیر پوچھے لے لینا (۴۴) سود لینا (۴۵) سود دینا (۴۶) سود لکھنا

(۴۷) سود کا گواہ بننا (۴۸) جھوٹ بولنا (۴۹) امانت میں خیانت کرنا۔

(۵۰) وعدہ خلافی کرنا۔ (مجالس ابرار)

طلباء کے ہدیہ سے معذرت

مولوی منفعت علی صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل سہارنپور سے فرمایا کہ میں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں بزمانہ طالب علمی جب کبھی ہدیہ پیش کیا۔ تو آپ نے یہ فرما کر واپس کر دیا کہ ”ابھی تو تم طالب علمی ہی کر رہے ہو۔ اس لئے سردست تمہارا مجھ پر حق ہے۔ اگر میں اس طرح ہدایا لینے لگوں۔

تو سونے کی دیواریں کھڑی کرلوں۔“

غرضیکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے وسعت کے ساتھ ہدایا قبول کرنے اور ان کے محدود تعداد میں قبول کرنے کے لئے اصول وضع کرنے میں اسی تعلق باللہ کو دخل تھا۔ جس کے بعد دنیا کی کسی چیز کی محبت ووقعت دل میں باقی نہیں رہ جاتی۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

اساتذہ کرام کی خدمت میں چند گذارشات

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں مدارس کے اساتذہ کرام سے حسب ذیل گزارش کیا کرتا ہوں۔

۱۔ قاعدے کی تعلیم میں حروف کی صحت کا اہتمام کیا جائے جو نئے بچے کہیں سے بگڑے ہوئے آئیں ان کو ہمزہ اور عین کا فرق سمجھایئے اس کے بعد چھوٹی ہا اور بڑی حا کا فرق۔ پھر کاف اور قاف کا فرق سمجھایئے۔ پھر اسی طرح صاد اور سین اور ذال اور زا اور ظا اور ضاد کا فرق سمجھایا جائے اور خوب مشق کرائی جائے۔

۲۔ قاعدے میں امتحان ہر تختی پر ہو مثلاً تختی اور اس پر بچہ کا نام لکھ دیا جائے۔ پھر اسی تختی میں امتحان ہو اور امتحان استاد کے علاوہ کسی دوسرے سے دلایا جائے پھر جب دوسری تختی شروع ہو تو پھر امتحان ہو جب تک سو فیصد بچہ اس تختی میں پاس نہ ہو جائے آگے نہ بڑھنے دیں اس طرح قاعدہ میں ۱۲ تختی ہیں تو ۱۲ مرتبہ امتحانات لئے جائیں گے اور ہر تختی کے امتحان میں جو غلطی ہو اس کو ایک دفتی پر لکھ کر بچہ کو دے دیا جائے تا کہ بچہ اس کو اپنے استاد کے پاس لے کر جایا کرے اور استاد اس غلطی کو درست کرانے کا اہتمام کرے۔

۳۔ اس کے بعد اللہ کا لفظ مشق کرائیں کہ کس جگہ باریک اور کہاں موٹا پڑھیں گے اسی طرح ایک ایک قاعدہ کی مشق کرائیں۔

۴۔ جو بچہ حفظ کے لئے آئے تو آموختہ کو اصل قرار دیں۔

۵۔ حافظ ہونے پر اپنی نگرانی میں پہلے ایک بار مدرسہ کے اندر پوری محراب سن کر پھر دوسری جگہ اجازت سنانے کی دی جائے۔

۶۔ استاد کا تقرر جب کریں تو تنہائی میں ان کا بھی امتحان کر لیا جائے کہ حروف کی ادائیگی اور قواعد تجوید کا کس قدر علم ہے۔

۷۔ داخلے کے وقت معلوم کر لیں کہ سید تو نہیں ہے تا کہ مصرف زکوٰۃ کا استعمال سید پر نہ کیا جائے۔

۸۔ تنخواہ کا معیار حاجت پر ہونا چاہئے۔ مدرسین قرآن کی تنخواہ صرف ونحو کے مدرسین

سے کم نہ ہونا چاہیے صرف نخوالہ مقصود ہے اور قرآن پاک مقصود ہے۔

۹۔ کوئی بچہ بیمار ہو تو اس کا وظیفہ بڑھا دینا چاہیئے اور بہتر سے بہتر علاج کا انتظام ہو جیسے کہ اپنے بچے کا علاج کراتے ہیں اور ان کے لئے دعائے صحت بھی کریں اور ان کی مزاج پرسی کرتا رہے۔

۱۰۔ طلباء کرام کو مجاہد فی سبیل اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا جائے۔ وزیر کا بچہ، پیر کا بچہ، فقیر کا بچہ سب کا برابر خیال رکھا جائے۔

۱۱۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہو تو دل میں عظمت ہو تحقیر اور تذلیل نہ ہو۔

۱۲۔ کوشش کی جائے کہ سو فیصد بچے کامیاب ہوں ایک بچہ بھی فیل نہ ہو۔

۱۳۔ معائنہ کا مقصد صرف تعریف نہ ہو بلکہ اصلاح ہو۔

۱۴۔ معائنہ میں مدارس کے باورچی خانے (مطبخ) بیت الخلا بھی دیکھنا چاہیئے کہ صفائی ہے یا نہیں۔ اسی طرح کھانے کے وقت اگر قطار لگتی ہو تو طلباء کو کھڑے ہونے میں آپس میں اتنا فصل ہو کہ کوئی آدمی گزرنا چاہے تو نکل جائے بالکل متصل ہو کر نہ کھڑے ہوں اور شور و غل بھی نہ ہو۔

۱۵۔ مہتمم صاحب سفر پر جائیں یا کسی ضرورت سے بھی تو کوئی نائب مہتمم مدرسہ میں نگراں ہو تا کہ طلباء پر نگہداشت رکھیں اور آنے والے مہمانوں سے ملاقات کریں اور ضروری باتوں کا جواب دیں۔

۱۶۔ تعمیرات میں ضرورت کو مقدم رکھیں پلاسٹر کی فکر نہ کریں زیب وزینت کو درجہ ثانوی دیں اور تعلیم کی عمدگی کو درجہ اول دیں خواہ کھڑکی دروازہ کتنا ہی دیر سے لگائے جائیں۔

۱۷۔ مسجد میں لاؤڈ اسپیکر سے اذان اندرون مسجد نہ ہو اس کو مسجد سے خارج کمرے میں نصب کریں اور نماز لاؤڈ اسپیکر سے نہ ادا کی جائے اگر چہ نماز ہو جاتی ہے لیکن فی نفسہ استعمال اس آلہ کا ناجائز ہے۔ تبلیغی اجتماعات سے سبق حاصل کیا جائے کہ بعض مقام پر ۶ لاکھ کا اجتماع ہوا مگر اذان اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر نہ استعمال کیا گیا۔

۱۸۔ اسی طرح مسجد میں پینٹ سے احتیاط کیا جائے البتہ بدون بدبو والا پینٹ جو ذرا

قیمتی ملتا ہے استعمال ہو تو مضائقہ نہیں اس پینٹ کا نام پلاسٹک پینٹ ہے مگر واضح ہو کہ برش جو استعمال ہو اس میں خنزیر کا بال نہ ہو کیونکہ جتنے اچھے برش ہوتے ہیں اس میں خنزیر کے بال ہوتے ہیں اس لئے کیا ضروری ہے کہ پینٹ کیا جائے۔

۱۹۔ مسجد کے منبر پر بدون حائل قرآن شریف نہ رکھے جائیں۔

۲۰۔ مسجد کے اندر اجرت لے کر تعلیم دینا جائز نہیں اس لئے مدرسہ کی تعمیر کا اہتمام مقدم ہے خواہ چٹائی سے ہو۔

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں اسئلک حبک کے بعد حب من یحبک کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی محبت کے ساتھ اہل اللہ کی محبت بھی مطلوب ہے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں مستقل مطلوب ہوتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ایک گھنٹہ قبل سے نماز کی تیاری کرنا شروع کر دیتے تھے۔

ارشاد فرمایا کہ مریضوں کی صحت کے لئے کم از کم ۱۱ بار الحمد للہ شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائے اور کثرت سے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کر کے پانی پر پلاتے رہیں جس قدر زیادہ تعداد الحمد شریف کی ہوگی اثر بڑھتا جائے گا مریضوں کو اس عمل سے بہت جلد حق تعالیٰ کی رحمت سے شفا ہوتی ہے اس کا نام سورہ شفا بھی ہے۔ (مجالس ابرار)

درس وتدریس کا ایک اہم اصول

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

انتظام کی ہر چیز میں ضرورت ہے۔ میں درس کے وقت مدرسین کے پاس ایسے شخص کو نہیں بیٹھنے دیتا جو شریک درس نہ ہو۔ میں جس وقت کانپور میں مدرس تھا میرا یہی معمول تھا اس میں خرابی یہ ہے کہ استاد کو تو یہ فکر کہ کوئی بات تقریر میں کتاب کے خلاف نہ ہو جائے اور شاگرد کو یہ فکر کہ کوئی ایسا سوال نہ ہو کہ جس سے ہم بد استعداد خیال کیے جائیں۔ تو دونوں مشوش (فکر مند) ہو جاتے ہیں آج کل مدارس میں قطعاً اس کا انتظام نہیں کیا جاتا یوں ہی وقت خراب کیا جاتا ہے۔ (الافاضات ج ۳)

استاد کے لئے دو کام کی باتیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

آج کل بچوں کی تعلیم کے باب میں بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ نااہل استاد تعلیم کے لئے مقرر ہوتے ہیں نہ تو تعلیم ہی بچوں کو ہوتی ہے نہ تربیت۔ ایک بڑی کوتاہی یہ ہے کہ بچے کو مانوس بنا کر تعلیم نہیں دیتے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ گستاخی کے درجے تک مانوس بنوانا مقصود ہے۔ مگر یہ بھی نہیں کہ متوحش بنایا جائے توحش کی حالت میں بچہ پڑھ نہیں سکتا۔ اسی لئے ضرورت ہے کہ بچے کو مانوس بنایا جائے۔ مانوس ہونے کی حالت میں نہایت سہولت سے پڑھ سکتا ہے۔ مگر یہ معلم لوگ اکثر سنگ دل اور کم عقل ہوتے ہیں۔ تعلیم کے لئے عقل اور ترحم کی ضرورت ہے۔ نیز معلم کے لئے تقوے کی ضرورت ہے۔ اس میں تقوے کو بھی بڑا دخل ہے۔ اس سے تعلیم میں برکت ہوتی ہے۔ (الافاضات ج ۵)

تعلیم وتدریس

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے؟ اس بارے میں حکماء اور فلاسفہ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انسان میں ایک جوہر ہے جو دوسری چیزوں میں نہیں ہے اور وہ عقل ہے تو بناء اشرفیت عقل ہے جو اس کے اندر ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ دعویٰ کچھ نامکمل ہے فی الجملہ صحیح بھی ہے لیکن محض عقل پر بنیاد رکھ دینا یہ انسان کی افضلیت کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عقل تھوڑی بہت جانوروں میں بھی موجود ہے۔"

"بعض حکماء نے دعویٰ کیا کہ "عقل" بناء افضلیت نہیں بلکہ افضلیت "علم" ہے۔ جانوروں کو علم نہیں دیا گیا بلکہ انسانوں کو علم دیا گیا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ بھی صحیح نہیں فی الجملہ صحیح ہے مگر اس پر دار و مدار نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے کہ علم تو جانوروں کو بھی ہے"۔ (جواہر حکمت)

خدام دین کا مابین تعلقات

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دین کا خادم دوسرے دین کے خادم کو اپنا رفیق سمجھے فریق نہ بنائے افسوس کہ آج کل تقابل تفاضل اور

تحاسد کا معاملہ بہت بڑھ رہا ہے اس کا اہتمام کیا جائے کہ صرف تعارف پر اکتفا کیا جائے اور تفاصل وتقابل سے احتیاط کی جائے۔ (مجالس ابرار)

تدریس کے دوران کسی سے باتیں کرنا خیانت ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں ایک جگہ مدرس ہوں۔ بعض لوگ اوقات تعلیم کے وقت پاس آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان سے باتیں کرنے میں جو طلبہ کا حرج ہوتا ہے کیا یہ خیانت ہوگی؟ فرمایا: کہ بیشک خیانت ہے ان لوگوں کو منع کر دینا چاہئے کہ یہ کام کا وقت ہے۔ عرض کیا گیا جو اس وقت تک ہو چکا یا آئندہ اتفاقاً پھر ایسا ہو جائے تو کیا اس کا کوئی بدل ہو سکتا ہے۔ فرمایا: سوائے توبہ کے اور کوئی بدل نہیں۔ عرض کیا گیا کہ خارج اوقات میں کام کر لیا جائے فرمایا: یہ بھی اس کا بدل نہیں۔ فرضوں کے قائم مقام نفلیں تھوڑا ہی ہو سکتی ہیں کام کے وقت کام کرنا چاہئے۔ (انفاس عیسیٰ)

طلبہ کی تربیت اور اس کی اہمیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فلاں مدرسہ میں ایک وقت میں اکابر کی ایسی جماعت تھی کہ ہر قسم کی خیر و برکات موجود تھیں، ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی اس وقت تعمیر اتنی بڑی نہ تھی مگر ایک ایسی چیز اتنی بڑی تھی کہ مدرسہ خانقاہ معلوم ہوتا تھا۔ ہر چہار طرف بزرگ ہی بزرگ نظر آتے تھے۔ اب سب کچھ ہے اور پہلے سے ہر چیز زائد ہے مگر وہی چیز نہیں جو اس وقت تھی گویا جسد ہے روح نہیں۔" (آپ بیتی)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا طرز تعلیم اور اصول عشرہ

اس ناکارہ کو اپنے مدرسی کے زمانہ بالخصوص حدیث پاک کی تدریس کے زمانہ میں جو ۴۱ھ سے شروع ہو گیا تھا، حدیث کے متعلق مقدمۃ الحدیث، مقدمۃ الکتاب پر مختصر کلام کے بعد اپنے اصول عشرہ خاص طور سے بیان کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی اور پہلے دن یہ دس اصول بتا کر (اس ناکارہ کی بداخلاقی کا زور تھا) اس لیے صاف یہ بھی کہہ دیا کرتا تھا کہ میں

ان چیزوں کے خلاف زبان سے نہیں کہوں گا ہاتھ سے کہوں گا۔ اس زمانہ میں اس ناکارہ کی علمی سلسلہ میں تو زبان زیادہ چلتی تھی لیکن طلبہ کی عملی حالت پر بجائے زبان کے ہاتھ زیادہ چلتا تھا۔ اس ناکارہ کے اصول عشرہ جن پر مجھے خاص طور سے زور تھا وہ یہ ہیں:

(۱)...... سبق کی غیر حاضری میرے یہاں سخت ترین جرم تھا۔ میرے حاضری کے رجسٹر اس زمانے کے موجود ہیں سالوں کے درمیان میں (ب) بیماری کی تو کہیں کہیں ملے گی یا (ر) رخصت کی لیکن (غ) غیر حاضری کا برسوں میں بھی تلاش سے مشکل سے ملے گا۔

(۲)...... صف بندی کا اہتمام نماز کی صفوف کی طرح سے کسی کا آگے بیٹھنا کسی کا پیچھے بیٹھنا بے ترتیب بیٹھنا اس سیہ کار کو بہت ہی گراں گزرتا تھا۔

(۳)...... وضع قطع کے اوپر بھی اس سیہ کار کو بہت ہی زیادہ شدت سے اہتمام رہتا تھا۔ علماء سلف کی وضع قطع کا خلاف اس سیہ کار کو بہت ہی گراں گزرتا تھا بالخصوص ڈاڑھی کے معاملہ میں اول تو اس زمانہ میں مدرسہ کا فارم داخلہ ہی ایسے شخص کو نہیں ملتا تھا جو ڈاڑھی منڈاتا تھا لیکن اگر کسی مجبوری سے یا طالب علم کے عہد و پیمان پر داخلہ کا فارم مل بھی جاتا تو اس سیہ کار کے سبق میں حاضری کی اجازت نہ تھی۔

(۴)...... اس ناکارہ کی عادت یہ تھی کہ "کتاب الحدود" وغیرہ کی روایات میں جو فحش لفظ آ گیا جیسا "انکتھا یا امصص بظر اللات" وغیرہ الفاظ ان کا اردو میں لفظی ترجمہ کرنے میں مجھے کبھی تامل نہیں ہوا۔ میں نے کنایہ سے ان الفاظ کا ترجمہ کبھی نہیں بتایا' میرے ذہن میں یہ تھا کہ جیسا اردو میں ان کا ترجمہ ہے ویسے ہی عربی میں ان کے اصل الفاظ ہیں۔ میں اپنی ناپاک اور گندی زبان کو سید الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک زبانوں سے اونچا نہیں سمجھتا تھا لیکن اسباق کے شروع میں اپنے اصول عشرہ میں اس پر نہایت شدت سے متنبہ کرتا تھا کہ ان فحش الفاظ پر اگر کوئی شخص ہنسا جس سے وہ حدیث پاک کے ترجمہ کے بجائے گالی بن جائے تو سبق ہی میں پٹائی کروں گا اور میں خود بھی ترجمہ کرتے وقت ایسا منہ بناتا تھا جیسا بڑا غصہ آ رہا ہو جس کی وجہ سے اول تو طالب علم کو ہنسنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی لیکن اس پر بھی اگر کوئی بے حیاء تبسم بھی کر لیتا تو میں اس کی جان کو آ جاتا تھا۔

(۶۵)...... کتاب کے اوپر کہنی وغیرہ رکھ دینا بھی جیسا کہ بعض طالب علموں کی عادت ہوتی ہے اس سیہ کار کے یہاں نہایت بے ادبی اور گستاخی تھی اس پر پہلے ہی دن نہایت زور سے نکیر اور تنبیہ کر دیا کرتا تھا اور اس سے بڑھ کر نمبر۲ کتاب پر کہنی رکھ کر اور ہاتھ پر منہ رکھ کر سونا تو اس سے بھی بڑا سخت ظلم تھا۔ اس پر نہایت شدت سے تنبیہ تو پہلے ہی دن کر دیتا تھا اور اس زمانہ میں اس سیہ کار کا بدن چونکہ نہایت ہی ہلکا پھلکا سوکھی لکڑی کی طرح سے تھا اس لیے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ طالب علم نے حدیث پڑھی اور میں نے تقریر کی اور جب طالب علم نے دوسری حدیث شروع کی تو میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر نہایت پھرتی سے سونے والے کو ایک تھپڑ مار کر اپنی جگہ بیٹھ جایا کرتا تھا۔ دورہ کے طلبہ نہایت متحیر رہ جاتے کہ یہ کیا ہو گیا مگر چونکہ لوگوں کو میری عادت معلوم ہو گئی تھی اس لیے وہ سمجھ جایا کرتے تھے کہ کوئی غریب سو گیا ہوگا' میں اس میں اکابر مدرسین کی اولاد اور مخصوصین کی بھی بالکل رعایت نہیں کرتا تھا۔

(۷)...... حدیث پاک کے سبق میں خاص طور سے بیٹھنے پر بھی میں خصوصی تنبیہ شروع سال میں کر دیتا تھا کہ چوکڑی مار کر نہ بیٹھیں' دیوار سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھیں' حدیث پاک کی کتابوں کا نہایت ادب ظاہراً و باطناً ملحوظ رکھیں' کسی نقل و حرکت سے حدیث کی کتاب کی بے ادبی ظاہر نہ ہو۔

(۸)...... لباس پر بھی میں خصوصی تنبیہ شروع میں کر دیتا تھا۔ میں ان سے کہا کرتا تھا کہ دنیا میں سینکڑوں مذاہب سینکڑوں طریقے لباس کے ہیں مگر ایک چیز میں تم خود ہی غور کرو کہ مقتداؤں کا لباس ایک ہے یعنی لمبا کرتا' لمبا چوغا' چاہے مسلمان ہو چاہے پادری ہو' چاہے مجوس ہو' چاہے ہنود ہو' بالخصوص اونچا کرتا سرین تک اور تن پائجامہ کی تو میں بہت تشنیع کیا کرتا تھا کہ ایسے لوگوں کو نماز کی صف اول میں ہرگز نہیں کھڑا ہونا چاہیے کہ وہ زبان حال سے دوسروں کو بے حیائی کے ساتھ اپنے اعضاء مستورہ کا حجم دکھلا رہے ہیں۔

(۹)...... آئمہ حدیث اور آئمہ فقہ کے ساتھ نہایت ادب اور نہایت احترام اور ان پر اعتراض چاہے قلبی ہی کیوں نہ ہو ہرگز نہ کیا جائے بعض لوگ حنفیت کے زور میں دوسرے آئمہ پر اور بعض بیوقوف آئمہ [illegible] یث پر تنقیدی فقرے کہتے ہیں یہ مجھے بہت ناگوار ہوتا تھا۔

(۱۰)...... مجھے اس پر بھی بہت زور تھا اور ابتداء ہی میں طلبہ کو اس پر متنبہ کر دیا کرتا تھا کہ معاصر مدرسین کا کوئی قول آپ نقل کریں تو شوق سے مگر مدرس کا نام ہرگز نہ لیں۔ (آپ بیتی)

مدرس کی نظر صرف اللہ پر ہو

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ اپنے اکابر کا یہ تجربہ کیا کہ وہ حضرات جو کتابیں پڑھاتے تھے ان کو اپنی حیثیت سے اونچا سمجھتے تھے اور اب یہ دیکھ رہا ہوں کہ جو کوئی بھی کوئی کتاب پڑھاتا ہے اپنے کو اس سے اونچا سمجھتا ہے۔ وہ حضرات اپنی تنخواہ کو چاہے کتنی ہی قلیل ہو اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھتے تھے اور اب جتنا بھی تنخواہوں میں اضافہ ہو جائے وہ اپنے کو اس سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔ اس مضمون کو میں اسی رسالہ میں فصل نمبر ۶ میں اکابر کا اپنی تنخواہوں کو زائد سمجھنے کے ذیل میں تفصیل لکھوا چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شانہ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے کہ یہ مضمون ذہن میں راسخ ہو جائے کہ دینے والی ذات صرف مالک کی ہے وہی رازق ہے وہی رب العالمین ہے اور باقی سارے ذرائع چاہے وہ مدرسہ ہو ملازمت ہو تجارت ہو یہ سب مالک کے قاصد ہیں' مالک کے یہاں سے جو مقدر ہے وہ ضرور پہنچ کے رہتا ہے چاہے وہ مہتمم مدرسہ کے ذریعہ سے پہنچے یا تجارت کے ذریعے سے پہنچے یا کسی کے ذریعے سے ہدیہ پہنچے۔

اگر آدمی یہ غور سے سوچا کرے کہ مجھے اس ماہ میں کیا ملا پھر اس کا اس پر اصرار کہ وہ مدرسہ کی تنخواہ سے ملا ہے یا کسی کے ہدیہ سے یا کسی اور ذریعے سے' حماقت کے سوا اور کیا ہے۔ زبان سے تو یہ چیزیں ہم لوگ بھی کہتے رہتے ہیں لیکن دل میں جگہ کر لیں تو دین و دنیا دونوں کی راحت ہے اور اس ناکارہ کو اس کے ذاتی تجربے بارہا ہوئے۔ ہزاروں سے بھی کہیں زیادہ کہ جب بھی کسی جگہ سے آمد کا ذریعہ کوئی بند ہوا' مسبب الاسباب مالک نے دوسرا دروازہ ہاتھ کے ہاتھ کھول دیا۔ آدمی اپنی کمائی سے عمدہ غذائیں کھائے یا دوستوں کے اصرار و ہدایہ سے عمدہ غذائیں کھائے' دونوں میں کیا فرق ہوتا ہے' غذا جو مقصود تھی وہ ہر حال میں ایک ہی سی پہنچی پھر یہ سوچنا کہ فلاں کے ہاتھ سے آئی' فلاں کے ہاتھ سے نہیں آئی یا فلاں کے ذریعے آئی' فلاں کے ذریعے سے نہیں آئی بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔ (آپ بیتی)

مولانا محمد منیر صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا واقعہ

حضرت مولانا محمد منیر صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ایک مرتبہ وہ مدرسہ کے اڑھائی سو روپے لے کر مدرسہ کی سالانہ روداد طبع کرانے کے لیے دہلی تشریف لے گئے۔ اتفاق سے روپے چوری ہوگئے۔ مولوی صاحب نے اس چوری کی کسی کو اطلاع نہیں کیا ور مکان آ کر اپنی کوئی زمین وغیرہ بیع کی اور اڑھائی سو روپے لے کر دہلی پہنچے اور کیفیت چھپوا کر لے آئے۔ کچھ دنوں بعد اس کی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی۔ انہوں نے مولانا گنگوہی کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب امین تھے اور روپیہ بلا تعدی کے ضائع ہوا ہے اس لیے ان پر ضمان نہیں۔ اہل مدرسہ نے مولانا محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتویٰ دکھلا دیا۔ مولوی صاحب نے فتویٰ دیکھ کر میاں رشید صاحب نے فقہ میرے ہی لیے پڑھا تھا اور کیا یہ مسائل میرے ہی لیے ہیں ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں اگر ان کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لیے لیتے' جاؤ لے جاؤ اس فتویٰ کو' میں ہرگز دو پیسے بھی نہ لوں گا۔ (ارواح ثلاثہ-آپ بیتی)

محدث کشمیری رحمہ اللہ کا حافظہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی ایک تصنیف کے سلسلے میں ابوالحسن کذاب کے حالات کی ضرورت تھی۔ مجھے ان کی تاریخ نہ ملی' چنانچہ میں حسب معمول حضرت مولانا انور شاہ صاحب ؒ کے درِدولت پر پہنچ گیا۔ اس وقت مرض وفات اپنی آخری حد پر پہنچ چکا تھا اور دو تین ہفتے بعد وصال ہونے والا تھا' کمزور بے حد ہو چکے تھے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد میں نے آنے کی غرض بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ ادب اور تاریخ کی کتابوں میں فلاں فلاں مواقع کا مطالعہ کر لیجئے اور تقریباً آٹھ دس کتابوں کے نام لے دیئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے تو کتابوں کے اتنے اسماء یاد بھی نہ رہیں گے۔ نیز انتظامی مہمات کے بکھیڑوں میں اتنی فرصت بھی نہیں کہ چند جزوی مثالوں کے لئے اتنا طویل و عریض مطالعہ کروں بس آپ ہی اس شخص کی دروغ گوئی کے متعلقہ واقعات کی دو چار مثالیں بیان فرما دیں' میں انہی کو آپ کے

حوالہ سے جز و کتاب بنادوں گا اس پر مسکرا کر ابوالحسن کذاب کی تاریخ، اس کے سن ولادت سے سن وار بیان کرنا شروع کردی جس میں اس کے جھوٹ کے عجیب وغریب واقعات بیان فرماتے رہے آخر میں سن وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص مرتے مرتے بھی جھوٹ بول گیا پھر اس جھوٹ کی تفصیل بیان فرمائی۔ حیرانی یہ تھی کہ یہ بیان اس طرز سے ہو رہا تھا کہ گویا حضرت ممدوح نے آج کی شب میں مستقلاً اسی کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے جو اس بسط سے سن وار واقعات بیان فرمارہے ہیں چنانچہ میں نے تعجب آمیز لہجے میں عرض کیا کہ "حضرت! شاید کسی قریبی زمانے ہی میں اس کی تاریخ دیکھنے کی نوبت آئی ہوگی؟ سادگی سے فرمایا "جی نہیں! آج سے تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے جب میں مصر گیا ہوا تھا خدیوی کتب خانہ میں مطالعہ کے لئے پہنچا تو اتفاقاً اسی ابوالحسن کذاب کا ترجمہ سامنے آگیا اور اس کا مطالعہ دیر تک جاری رہا۔ بس اسی وقت جو باتیں کتاب میں دیکھیں حافظہ میں محفوظ ہوگئیں اور آج آپ کے سوال پر مستحضر ہوگئیں جن کا میں نے اس وقت تذکرہ کیا۔" (خزینہ)

خدمت خلق کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی اکابر دیوبند میں ہے ان کے علم وفضل کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بلاواسطہ شاگرد اور حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ کے ہم سبق ہیں۔ وہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لئے جارہا تھا، بوجھ زیادہ تھا وہ بمشکل چل رہا تھا، حضرت مولانا مظفر حسین صاحبؒ نے یہ حال دیکھا تو اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا۔ اس بوڑھے نے ان سے پوچھا "اجی! تم کہاں رہتے ہو؟" انہوں نے کہا: "بھائی میں کاندھلہ میں رہتا ہوں" اس نے کہا: "وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں" اور یہ کہہ کر ان کی بڑی تعریفیں کیں، مگر مولانا نے فرمایا: "اور تو اس میں کوئی بات نہیں" ہاں نماز تو پڑھ لے ہے!" اس نے کہا "واہ میاں! تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو؟" مولانا نے فرمایا "میں ٹھیک کہتا ہوں" وہ بوڑھا ان کے سر ہوگیا، اتنے میں ایک اور شخص آگیا جو مولاناؒ کو جانتا تھا اس نے بوڑھے سے کہا "بھلے مانس!

مولوی مظفر حسین یہی ہیں' اس پر وہ بوڑھا مولانا سے لپٹ کر رونے لگا۔
یہی شخصیات تھیں جن کے اخلاق سے متاثر ہو کر غیر مسلم بھی حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے تھے۔ (خزینہ)

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے!

مولانا محمود صاحب رام پوری فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اور ایک ہندو تحصیل دیوبند میں کسی کام کو گئے' میں حضرت شیخ الہند کے یہاں مہمان ہوا اور وہ ہندو بھی اپنے بھائیوں کے گھر کھانا کھا کر میرے پاس آ گیا کہ میں بھی یہاں ہی رہوں گا' اس کو ایک چارپائی دے دی گئی۔ جب سب سو گئے تو رات کو میں نے دیکھا کہ مولاناؒ زنانہ سے تشریف لائے میں لیٹا رہا اور یہ سمجھتا تھا کہ اگر کوئی مشقت کا کام کریں گے تو میں امداد کروں گا ورنہ خواہ مخواہ اپنے جاگنے کا اظہار کر کے کیوں پریشان کروں میں نے دیکھا کہ مولانا اس ہندو کی طرف بڑھے اور اس کی چارپائی پر بیٹھ کر اس کے پاؤں دبانے شروع کئے۔ وہ خراٹے لے کر خوب سوتا رہا۔ مولانا محمود صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں اٹھا اور عرض کیا کہ حضرت! آپ تکلیف نہ کریں' میں دباؤں گا۔ مولانا نے فرمایا کہ تم جا کر سوؤ' یہ میرا مہمان ہے' میں ہی اس خدمت کو انجام دوں گا۔ مجبوراً میں چپ رہ گیا اور مولاناؒ اس ہندو کے پاؤں دباتے رہے۔

ہائے ایسی ہستیاں اب کہاں؟ آج تو حالت یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا گلا کاٹنے کو دوڑتا ہے' ایک عالم دوسرے عالم کی ٹانگ کھینچنے کی فکر میں ہے۔ غیر مسلموں کی خدمت کا تو تصور بھی محال ہے۔ (خزینہ)

خدمت لینے میں چند اُمور کا لحاظ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

۱۔ انسان کو چاہئے کہ اگر کسی سے کام لینا چاہے تو اس حالت میں لے کہ اس کے قلب پر تکدر نہ ہو۔ (حسن العزیز)

۲۔ جب کوئی شخص کسی سے کام لے تو بقدر امکان اس کی اعانت کرے سارا بوجھ اس پر نہ ڈال دے۔ اتنی ہی مدد سہی کہ منہ سے صاف الفاظ کہے۔ (حسن العزیز)

۳۔ فروخت کردہ چیزوں کے متعلق (حضرت تھانویؒ خادم سے کبھی یہ تفتیش نہیں فرماتے کہ کون سی چیز کتنے میں بکی۔ فرماتے ہیں کہ اگر اعتبار نہیں تو اس کو بھیجنا ہی نہ چاہئے۔ اور اگر اعتبار ہے تو پھر شبہ نہ کرنا چاہئے۔ جتنے میں چاہے بیچ دے۔ (حسن العزیز)

۴۔ اگر مجھ کو معلوم ہو جائے کہ اس کو (خادم) راحت پہنچانے کا اہتمام تھا اور پھر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر ناگواری نہیں ہوتی۔ ہاں اگر راحت پہنچانے کا اہتمام ہی نہ ہو اور فکر ہی نہ ہو تو بیشک ناگواری ہوتی ہے۔ (الافاضات)

۵۔ واللہ غلطیوں پر تغیر (غصہ) نہیں ہوتا جس پر تغیر ہوتا ہے ایک بے پروائی پر ایک خود رائی پر۔ باقی غلطی کس سے نہیں ہوتی۔ گناہ تک ہوتے ہیں۔ جن غلطیوں سے کوئی بچ سکتا ہے اور محض بے پروائی کی وجہ سے نہیں بچتا ان پر تغیر (غصہ) آتا ہے۔ (حسن العزیز)

۶۔ دو شخصوں سے میرا دل نہیں ملتا۔ متکبر سے اور چالاک سے۔ (حسن العزیز)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا معمول

فرماتے ہیں میں نے جب سے درس وتدریس کا کام شروع کیا اس کا التزام رکھا ہے کہ جو بات مجھے معلوم نہ ہوئی صاف کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں خواہ شاگرد سوال کرے یا کوئی اور یہ بات مجھے اپنے استاذ حضرت مولانا یعقوب صاحب سے حاصل ہوئی۔ (مجالس حکیم الامت)

ہمارے اسلاف کا طرز تدریس

حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے بزرگوں کے پڑھانے کا یہی طریقہ تھا کہ وہ حضرات محض کتاب کو حل فرما دیتے تھے اور زائد کچھ نہ بتلاتے تھے ہاں اگر کوئی بہت ضروری بات ہوتی تو اس کو فرما دیتے تھے۔ (دعوات عبدیت)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے پڑھانے کا خاص طریقہ

۱۔ میں نے اپنے پڑھانے کا طرز ہمیشہ یہی رکھا ہے کہ نفس کتاب کو حل کر دیا اور زوائد کبھی نہیں بیان کئے اور حل بھی اس طرز سے کیا کہ بڑے بڑے مشکل مقامات بھی کبھی طالب علموں کو مشکل معلوم نہیں ہوئے۔ (تعلیم البیان)

۲-فرمایا کہ میرا پہلے ہی سے قاعدہ تھا کہ طالب علم سے مقدمات پوچھ لیتا تھا بس وہ مقام خود بخود حل ہو جاتا تھا لوگ بجائے اس کے کہ میرے اس طرز سے خوش ہوں اور برا مانتے تھے دق (پریشان) کرتے ہیں (لیکن یہ طریقہ بہت مفید ہے) (حسن العزیز)

۳-میرا یہ بھی معمول تھا کہ جس بات میں شرح صدر نہ ہوا فوراً کہہ دیا کہ یہاں میری سمجھ میں نہیں آیا تم بھی غور کرو اور میں بھی غور کرونگا۔ (مزید المجید، حسن العزیز)

ناغہ کی بے برکتی

حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انضباط اوقات میں بڑی برکت ہے کوئی کام مشکل نہیں رہتا اور ناغہ میں بڑی بے برکتی ہو جاتی ہے چاہے تھوڑا ہی سا ہو لیکن ناغہ نہ کرے۔

مولانا مملوک علی صاحب کو جس روز کام ہوتا ایک دو سطر ہی پڑھاتے تھے لیکن فرماتے تھے کہ ناغہ نہ ہونا چاہیے۔

میں بھی جب کوئی مضمون یا کتاب لکھتا ہوں تو ناغہ نہیں کرتا بعض روز بالکل فرصت نہ ملتی تو برکت کے لئے صرف ایک ہی سطر لکھ لی اس سے تعلق قائم رہتا ہے ورنہ اگر ناغہ ہو جائے تو پھر بے تعلقی ہو کر مشکل سے دوبارہ نوبت آتی ہے۔ (حسن العزیز)

انضباط اوقات اور ہمت کی ضرورت

حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انضباط اوقات میں بڑی برکت ہوتی ہے کوئی کام مشکل نہیں رہتا الحمد للہ مجھے کوئی کام دشوار نہیں معلوم ہوتا ہمت کر کے لے بیٹھتا ہوں تو حق تعالیٰ پورا ہی فرما دیتے ہیں آج کل کے نوجوانوں کی ہمتیں ہی پست ہیں ورنہ اگر ہمت کریں تو حق تعالیٰ خود مدد فرماتے ہیں قدم اٹھا کر چلنا شروع کر دے پھر چاہے ایک ہی بالشت روز چلے دوری روز بروز کم ہی ہوتی جائے گی۔ (حسن العزیز)

اللہ کا شکر ہے کہ میں نے نظام الاوقات میں کبھی کسی کو پریشانی میں نہیں ڈالا جو انتظام ایک دفعہ ہو گیا اس کے خلاف کبھی نہیں کیا اسی واسطے لوگوں کو میری تجویزوں پر اعتماد رہتا ہے اور بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ ایسے آزاد ہوتے ہیں کہ کسی انتظام کا ان کو پاس لحاظ نہیں ہوتا

ایک مولانا بہت مشہور شخص تھے ایک جلسہ ہوا جو صرف انہیں کی وجہ سے ہوا تھا اور لوگوں نے بڑے انتظام کیے تھے عین وقت پر لینے گئے تو معلوم ہوا کہ باہر تشریف لے گئے ہیں کس قدر پریشانی ہوئی اور تمام شہر میں زق بق ہوئی۔ (حسن العزیز)

وقت کی قدر واہمیت

ضروری باتوں میں ہم محنت سے نہیں گھبراتے ہاں فضول امر میں ہم سے ایک سطر بھی نہیں لکھی جاتی اس کا احساس وہ شخص کرتا ہے جس کو وقت کی قدر ہو مگر آج کل لوگ وقت کی قدر ہی نہیں جانتے حالانکہ زندگی کی ہر ہر گھڑی ہر سیکنڈ اور منٹ اتنا قیمتی ہے کہ ساری دنیا بھی اس کی قیمت نہیں ہو سکتی مرتے وقت اس کی قدر معلوم ہوگی کہ ہائے ہم سے کتنا بڑا خزانہ فضول برباد ہو گیا اس وقت آپ تمنا کریں گے کہ کاش ہم کو ایک دو منٹ کی اور مہلت مل جائے وقت آنے کے بعد نہ ایک منٹ ادھر ہو سکے گا نہ ادھر غرض وقت بہت قابل قدر چیز ہے لیکن لوگ اس کی قدر نہیں کرتے فضول باتوں میں ضائع کر دیتے ہیں۔ (التبلیغ)

ایک بزرگ کا ارشاد

وقت کی قدر کرنا چاہیے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک برف فروش سے مجھ کو بہت عبرت ہوئی وہ کہتا جا رہا تھا کہ اے لوگو مجھ پر رحم کرو میرے پاس ایسا سرمایہ ہے کہ ہر لمحہ تھوڑا تھوڑا ختم ہو جاتا ہے اسی طرح کی ہماری بھی حالت ہے کہ ہر لمحہ برف کی طرح تھوڑی تھوڑی عمر ختم ہو جاتی ہے اسے گھلنے سے پہلے جلدی بیچنے کی فکر کرو۔

فراغت کے وقت کو مشغولی سے پہلے غنیمت سمجھو، زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو کام کرنا شروع کر دو۔ (الحج)

فرائض منصبی میں مستعدی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ جس زمانہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیا کرتے تھے، تو آپ اپنے اس کام میں بڑے مستعد تھے۔ کاہلی کو پاس پھٹکنے نہیں دیا کرتے تھے اور استاذی اور ملازمت دونوں کا پورا پورا حق ادا کرنے کی سعی فرمایا کرتے تھے،

اور اس میں کامیاب بھی تھے۔

خود فرماتے ہیں: جب میں پڑھاتا تو اپنے اوپر بہت تعب برداشت کر کے پہلے سبق کی تقریر کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتا تھا پھر پڑھاتا تھا، اس لئے ساری تقریر نہایت سہل اور باترتیب ہوتی تھی، جس کی وجہ سے مشکل مضامین بھی طالب علموں کے لئے بالکل پانی ہو جاتے تھے اور بآسانی ذہن نشین ہو جاتے تھے۔"

یہ بات نہیں کہ آج کے حضرات اساتذہ وطلبہ میں صلاحیت نہیں، ہمارا تجربہ ہے ہر دو میں بڑی صلاحیتیں موجود ہیں صرف مناسب ماحول اور تربیت وتوجہ کی ضرورت ہے، یہ واقعہ ہے کہ طلبہ نے جس دن سے مطالعہ چھوڑ دیا، اساتذہ نے بھی محنت ترک کر دی، اب اسباق میں گرمی علمی نکات ولطائف سے نہیں، بلکہ دوسرے موضوعات سے پیدا کی جاتی ہے، آج سب سے اچھا اور قابل استاذ ہی وہ سمجھا جاتا ہے جس کی تقریر لمبی ہو، اور باتیں دلچسپ ہوں۔ الا ماشاءاللہ۔

یہاں پہنچ کر کہنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بے انتہا رحمتوں سے محدث عصر حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کی قبر کو بھر دے جنہوں نے اپنے زمانہ میں پھر ایک دفعہ علمی مذاق کو جلا بخش دی تھی اور مطالعہ کا ایک معیار قائم فرما گئے۔

آج کل کے اساتذہ کے سلسلہ میں خود حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے:

"آج کل کے اساتذہ اپنے اوپر ذرا مشقت ڈالنا نہیں چاہتے بات یہ ہے کہ شفقت نہیں رہی۔ محض ضابطہ پری رہ گئی۔"

کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت والا کی یہ تنقید غلط ہے؟ اگر اساتذہ میں وہی جذبات شفقت ہوتے، جو کبھی تھے، تو اس وقت عام دینی مدارس سے علماء کی جو جماعت نکل رہی ہے وہ اس معیار پر نہ ہوتی، بلکہ وہ باذوق، علم دوست اور صاحب فضل وکمال ہوتی، اور دنیا پر اس کا سکہ جما ہوا ہوتا۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

طالب علموں کو سزا

حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ طالب علموں کے مارتے وقت بڑی ظرافت سے کام لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس عصا میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے مردے زندہ

ہوتے ہیں اور مارنے کے وقت طالب علم کہتے کہ حضرت ہم مر گئے تو فرماتے کہ مارنے کے لئے ہی تو مار رہا ہوں حضرت اللہ اور رسول ہی کے لئے معاف کر دیجئے تو فرماتے کہ اللہ اور رسول نے تو حکم دیا ہے کہ ایسے نالائقوں کی خوب خبر لو۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

طالب علموں سے محبت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے طالب علموں سے زیادہ محبت ہے۔ مریدوں سے اتنی نہیں مجھ میں طالب علمانہ شان غالب ہے۔ میں اپنے عیوب طالب علموں سے نہیں چھپاتا لیکن یہ نہیں چاہتا کہ مریدوں پر میرے عیوب ظاہر ہوں کیونکہ میری مریدی کا علاقہ محبت ذرا سی بات سے قطع ہو جاتا ہے۔ کہ مبنیٰ کا اثر عوام میں خیال ہے۔ اور وہ بدل گیا اور طالب علمی کا علاقہ محبت قطعاً نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ علم کی وجہ سے قائم ہے اطلاع عیوب کے بعد بھی علم تو اس شاگرد کا باقی ہے اور علم ہونے تک محبت باقی ہے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

چھوٹی جگہ رہ کر کام ہوتا ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک صاحب نے ایک بڑے غیر مسلم حاکم کا مقولہ نقل کیا کہ حضرت چھوٹے قصبے میں رہتے ہیں۔ دہلی جیسی جگہ میں کیوں قیام نہیں فرماتے تاکہ لوگوں کو نفع ہو۔

فرمایا: کہ آدمی چھوٹی جگہ میں رہ کر کام زیادہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ وقت فراغ کا زیادہ ملتا ہے۔ اور بڑی جگہ میں رہ کر چھوٹا کام بھی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ زیادہ وقت آنے والوں کی دل جوئی میں گزرتا ہے۔ (الافاضات ج ۲)

مکتب سے لڑکوں کی وحشت کا سبب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لڑکوں کو جس قدر مکتب اور مدرسہ جاتے سے وحشت ہوتی ہے اس قدر وحشت و خوف موت سے بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے سخت ضرورت ہے کہ ان کو مانوس بنا کر تعلیم دی جائے تاکہ یہ وحشت دور ہو۔ مگر آج کل کے استاد بجائے مانوس بنانے کے بچوں کو اس قدر مارتے

ہیں کہ اور وحشت بڑھ جاتی ہے۔ سو یہ طرز ہی بہت برا ہے۔

مامون رشید کا واقعہ ہے ان میں کسی کا لڑکا مکتب میں پڑھنے جاتا تھا۔ ایک ان کا غلام تھا اور وہ بھی پڑھتا تھا اور مدرسے میں ضروری خدمت بھی کرتا تھا۔ اس غلام کا انتقال ہو گیا۔ اس پر بادشاہ کو خیال ہوا کہ لڑکے کو رنج ہوا ہوگا کہا کہ بیٹا تمہارا خادم مرگیا ہے۔ ہم کو بڑا رنج ہے۔ کہا کہ ابا جان اچھا ہوا مکتب سے چھوٹ گیا ہے۔ اس وحشت کی کوئی انتہا ہے۔ (الافاضات ج۵)

دینی مشغولی دنیوی انتظام سے مانع نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر انسان کو کسی دین کے کام میں مشغولی ہو اور اس وجہ سے وہ اپنے دنیوی کاروبار کی دیکھ بھال نہ کر سکے تو یہ بھی اس کی کوتاہی ہے۔ کیونکہ دین کے اندر مشغولی دنیوی امور کے انتظام سے مانع نہیں۔ بلکہ اور داعی ہے۔ کیونکہ اس انتظام سے دین میں بھی اعانت ہوتی ہے۔ لیکن جو شخص دین کے کام میں بھی مشغول نہ ہو اور پھر وہ اپنی دنیا کے انتظام کی طرف توجہ نہ کرے تو اس کے پاس تو کوئی عذر ہو ہی نہیں سکتا۔ (الافاضات ج۹)

چند مثالی مدرسین کا تذکرہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہیں مولانا اکبر علی صاحب رحمہ اللہ کے درس میں خارجی باتیں لطائف اور قصے وغیرہ بہت کم ہوتے تھے اس کے باوجود وہ زیر درس بحث ہی کو اس قدر دلچسپ اور شگفتہ بنا کر پیش کرتے تھے کہ شروع سے اخیر تک درس کی شادابی برقرار رہتی تھی۔ مولانا کا امتحان بھی تمام طلباء میں بڑا سخت مشہور تھا۔ کیونکہ مولاناؒ عام طور سے مشہور امتحانی مقامات سے ہٹ کر سوالات مرتب کیا کرتے، اور ان کے امتحان میں ذہانت اور استعداد کے ساتھ حافظہ کا امتحان بھی ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ مولاناؒ نمبر دینے میں بھی محتاط تھے۔ چنانچہ جس کتاب کا امتحان مولاناؒ کے پاس چلا جاتا، اس سے ڈر ہی لگا رہتا کہ خدا جانے نتیجہ کیا ہو؟ چنانچہ احقر کے امتحانات میں دو تلخ یادیں انہی کتابوں سے متعلق ہیں جن کا امتحان مولاناؒ کے پاس تھا کیونکہ ان کتابوں میں ہمارے نمبر توقع کے بالکل برخلاف تیسرے درجے کے نمبر تھے اور پھر دورہ حدیث کے سال میں یہ خوشگوار یاد بھی کہ سنن نسائی

کے امتحان میں مولاناؒ نے احقر کو اتنے نمبر دیئے کہ خود مولاناؒ کے ارشاد کے مطابق اپنی تدریس کی تاریخ میں کسی کو کبھی اتنے نمبر نہیں دیئے تھے، بلکہ احقر کے پرچے پر ۵۳ نمبر دے کر ایک تاریخی نوٹ لکھا کہ یہ پرچہ مستحق انعام ہے۔

مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحب قدس سرہ کی آرزو اس طرح پوری فرمائی کہ محلہ نانک واڑہ میں ہندوؤں کے ایک متروکہ اسکول کی عمارت مدرسے کے قیام کے لئے مہیا ہوگئی۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ نے اس عمارت میں بنام خدا تعالیٰ وہ مدرسہ قائم فرمایا جو آج بحمد اللہ دار العلوم کراچی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عمارت بڑی میلی کچیلی اور کباڑ خانے کی سی حالت میں ملی تھی حضرت والد صاحب قدس سرہ اور حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ نے اپنے ہاتھوں سے اس کی صفائی کر کے اس مدرسے کا آغاز کیا۔ حضرت والد صاحبؒ نے مدرسے کے امور کی اصولی نگرانی کیلئے ایک مجلس منتظمہ قائم فرمائی جس میں متعدد علماء اور شہر کے دیندار معزز افراد شامل تھے، حضرت والد صاحبؒ اس مجلس کے صدر قرار پائے اور حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کو دار العلوم کا ناظم مقرر کیا گیا اور اس حیثیت میں بھی مولاناؒ نے اپنی فعال اور متحرک شخصیت کے جوہر دکھائے۔

اللہ تعالیٰ نے مدرسے کو مقبولیت عطا فرمائی اور طلباء کا رجوع بڑھا، یہاں تک کہ وہ عمارت تنگ محسوس ہونے لگی۔ ۱۹۵۵ء میں اللہ تعالیٰ نے دار العلوم کو شہر سے باہر اس علاقے میں ایک وسیع قطعہ اراضی عطا فرمایا جہاں آج کورنگی انڈسٹریل ایریا آباد ہے۔ اس وقت کورنگی کی آبادی کا نہ کوئی نام و نشان تھا، نہ اس کا کوئی تصور۔ اس علاقے سے نزدیک ترین شہری آبادی لانڈھی کی تھی۔ رسل و رسائل کے ذرائع مفقود تھے، اور شہر سے اتنی دور جگہ پر مدرسے کی تعمیر بڑا کٹھن مرحلہ تھا، لیکن حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کی مہم جویانہ طبیعت نے اس کٹھن مرحلے کو بڑی خوبی کے ساتھ مردانہ وار طے کیا، اور مختصر سی مدت میں یہاں تین عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوگئیں۔

حضرت قاری فتح محمد رحمہ اللہ

حضرت مفتی مولانا تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے

درس نظامی کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں فرمائی تھی، مشکوٰۃ شریف میں داخلے کا امتحان حضرت والد صاحب قدس سرہ نے لیا تھا، اور قاری صاحبؒ کو اس امتحان کی ایک ایک جزوی تفصیل یاد تھی، اور اس کی بنا پر وہ حضرت والد صاحب قدس سرہ سے ہمیشہ استاذ ہی کا جیسا معاملہ فرماتے تھے، حالانکہ حضرت والد صاحبؒ ان کے علمی وعملی کمالات کی بناء پر ان سے اپنے بزرگوں جیسا سلوک فرماتے تھے۔

طریقت میں حضرت قاری صاحبؒ نے حضرت مولانا مفتی محمد حسن قدس سرہ سے بیعت کا تعلق قائم فرمایا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت قاری صاحبؒ کے اپنے بیان کے مطابق حضرت والد صاحبؒ سے اصلاحی تعلق قائم رکھا، اور یہ حضرتؒ کے اخلاص تواضع اور فنائیت کا ثمرہ تھا کہ اتنے عظیم کمالات اور اتنی بڑی روحانی نسبتوں کے بعد بھی اپنے آپ کو اصلاحی تعلق سے مستغنی نہیں سمجھا، اور وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی قدس سرہ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا۔

مولانا مسیح اللہ خان رحمہ اللہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی کے ایک سرکاری سکول میں درجہ ششم تک حاصل کی اور اس کے ساتھ بہشتی زیور اور حضرت حکیم الامت کے مواعظ کا مطالعہ جاری رکھا۔ سکول میں آپ ہمیشہ ممتاز نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے، لیکن طبیعت چونکہ ابتدا ہی سے دینی تعلیم کی طرف راغب تھی اس لئے کچھ عرصہ کے بعد والد صاحب نے آپ کا طبعی رجحان دیکھتے ہوئے آپ کو فارسی اور عربی کی تعلیم شروع کرادی۔ ابتدا سے مشکوٰۃ شریف تک کی تعلیم آپ نے اپنے وطن ہی میں حاصل کی، آپ کے اس وقت کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنوئیؒ بطور خاص قابل ذکر ہیں، جن سے حضرت نے مشکوٰۃ سمیت درس نظام کی بہت سی کتابیں پڑھیں، لیکن یہ عجوبہ بھی استاد اور شاگرد دونوں کے انتہائی اخلاص اور دونوں کے مقام بلند کا کرشمہ ہے کہ بعد جب شاگرد کو حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت وارشاد کی اجازت حاصل ہوئی تو

استاد نے اپنی اصلاح کے لئے شاگرد سے رجوع کیا اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ نے اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اللہ اکبر! ایک طرف حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے مقام کا اندازہ لگایئے کہ ان کے استاذ نے بیعت ارشاد کے لئے ان کا انتخاب کیا، اور دوسری طرف حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ کے اخلاص اور بے نفسی کا عالم دیکھئے کہ اپنے شاگرد کو اپنا شیخ طریقت بنانے میں کوئی حجاب مانع نہیں ہوا۔ باوجود یہ کہ وہ خود حضرت تھانویؒ کی طرف سے مجاز صحبت قرار دیئے جاچکے تھے۔ سچ ہے کہ جب دل میں فکر آخرت بیدار ہوتی ہے، اور انسان کو اپنی اصلاح کی فکر دامن گیر ہوتی ہے تو رسوم وقیود کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی فکر انسان کے سینے میں بنے ہوئے خود پسندی کے تمام بتوں کو پاش پاش کر ڈالتی ہے، پھر اندر سے اللہ کی بندگی میں ڈوبا ہوا وہ انسان ابھرتا ہے جس کی پاکیزگی اور تقدس پر فرشتے رشک کرتے ہیں، اور جس کی لغت میں نام ونمود، ذاتی شہرت پسندی اور عجب وتکبر کے الفاظ نہیں ہوتے، پھر اس کی سیرت وکردار کی مہک ہر اس شخص کو معطر کرتی ہے جو اس سے چھو کر گزر جائے۔ لیکن اس بھری پری دنیا میں عظمت کردار کے ایسے نگینے خال خال ہی وجود میں آتے ہیں۔

مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی فنائیت

تواضع، سادگی اور فنائیت کا یہ عالم تھا کہ اپنے آپ کو دنیا بھر کا خدمت گزار سمجھا ہوا تھا۔ مدرسہ کے طلبہ کی بیماری کی خبر سنتے تو ان کی نہ صرف بیمار پرسی، بلکہ اپنے ہاتھوں سے ان کی خدمت کرتے، ایک نومسلم طالب علم کی تمام ضروریات کی کفالت آپ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، وہ صاحب کچھ عجیب طبیعت کے واقع ہوئے تھے، جب ان کے جی میں آتا، عین مجلس میں آکر ایسی باتیں حضرت والاؒ سے کہہ دیتے جو سننے والوں کو گستاخانہ معلوم ہوتیں، دکان داروں سے قرض کر لیتے، اور پھر آکر تقاضا کرتے کہ مجھے پیسے چاہئیں۔ ایک مرتبہ مجلس میں آئے اور کہنے لگے کہ ''ہمارے جوتے ٹوٹ گئے ہیں، اور بنوادیجئے'' حضرتؒ نے فرمایا کہ ''ابھی تو خرید کردیئے تھے، تھوڑے سے ٹوٹے ہوں گے، مرمت کروادی جائے گی'' انہوں نے کہا، ''ہمیں معلوم نہیں، آپ دیکھ لیجئے۔'' آپ نے فرمایا: ''لاؤ، دیکھ لوں'' اس پر انہوں

نے کہا کہ ''وہ ہیں چق کے باہر، آپ دیکھ لیجئے'' ان کے اس جواب پر حضرت والاؒ مجلس سے اٹھ کر دھوپ میں باہر تشریف لائے جہاں بہت سے جوتے رکھے تھے۔ چونکہ آپ کو ان کے جوتے کی پہچان نہیں تھی، اس لئے مختلف جوتے اٹھا اٹھا کر فرماتے رہے کہ ''یہ تمہارے جوتے ہیں؟'' اور وہ صاحب اندر ہی اندر سے انکار کرتے رہے۔ بالآخر جب دیر گزر گئی تو حاضرین میں سے کسی صاحب نے ان سے کہا کہ ''تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا آگے بڑھ کر دکھلا دو'' اس پر انہوں نے اپنے جوتے دکھائے، اور حضرتؒ نے مرمت کے لئے پیسے دیئے۔

کسی نے ان صاحب کے بارے میں حضرتؒ سے عرض کیا کہ یہ صاحب ایسی بے تکی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ''بھائی حضرت تو سب لوگ ہوتے ہیں، کوئی ایسا بھی تو ہو جس سے میں اپنے آپ سنبھالتا رہوں، اور میری اصلاح ہوتی رہے۔''

ایک مرتبہ حضرتؒ مدرسہ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک بڑے میاں اپنے مکان کے دروازے کے باہر چارپائی پر لیٹے ہوئے کراہ رہے تھے۔ حضرت والاؒ نے ان سے سلام کے بعد حال دریافت کیا، انہوں نے کمر میں درد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا ''لائیے، میں آپ کی کمر دبا دوں'' انہوں نے سختی سے انکار کیا، آپ اس وقت تو مدرسہ تشریف لے گئے، لیکن رات کو عشاء کے بعد پھر ان کے پاس پہنچ گئے، اور ان کی کمر دبانی شروع کر دی، اور ان کے انکار پر فرمایا کہ صبح تو دوسرے حضرات بھی موجود تھے آپ ان سے شرماتے ہوں گے، لیکن اس وقت کوئی نہیں ہے، اب دبوا لیجئے، آپ کو آرام آ جائے گا۔ (نقوش رفتگاں)

مولانا عبداللہ رائے پوری رحمہ اللہ

مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ آپ کے حالات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپؒ نے حفظ قرآن مجید کے بعد ابتدائی کتابیں مدرسہ رشیدہ رائے پور میں اپنے والد گرامیؒ سے پڑھیں۔ متوسطات کی تعلیم مخدوم العلماء حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ (چک ۱۱۱ ایل) سے پائی۔ مشکوٰۃ شریف اور آثار السنن بھی حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ سے پڑھیں مگر علوم عقلیہ ونقلیہ کی مکمل تعلیم، صحاح ستہ اور فنون کی تکمیل اور ان پر مکمل عبور و استعداد برصغیر کی نامور ہستی جامع المعقول والمنقول عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد

صاحب قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر حاصل کی۔

استاذ محترمؒ سے محبت و تعلق کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؒ نے دار العلوم دیو بند اور مظاہر العلوم سہارنپور جیسے مشہور مدارس میں تعلیم کی بجائے استاذ مرحوم کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔ جو کچھ حاصل کیا، یہیں سے کیا اور ''یک در گیر محکم گیر'' کی ایک مثال قائم کر دی۔

نامور استاذؒ کو اپنے قابل فخر شاگردؒ پر کس قدر ناز تھا؟ اس کے لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کا یہ جملہ ہی کافی ہے کہ: ''میں نے اپنی زندگی میں دو شاگرد پیدا کئے ہیں ایک مبلغ، دوسرا مدرس، مبلغ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مدرس حضرت مولانا محمد عبداللہؒ، اللہ اکبر، ہزاروں تلامذہ کے مربی واستاذؒ جس کی نگاہ شفقت اور آغوش تربیت نے مٹی کے ذرات کو آسمان علم کے ستاروں میں جگہ دے دی اور سینکڑوں اساتذہ، مدرسین، اہل علم جس کے فیض تربیت سے ہزاروں کے لئے باعث رشک بن گئے۔ اس ہستی نے اپنی طرف تلمذ کی نسبت کے لئے جن دو گوہر ہائے آبدار کا انتخاب کیا۔ ان میں ایک حضرت مولانا مرحوم و مغفور تھے۔

طلب مال و جاہ کی اس مسموم فضا میں آپؒ کی زندگی زہد و تقویٰ اور صبر و قناعت کا عجیب نمونہ تھی۔ گرانی کے اس زمانے میں آپؒ کا مشاہرہ صرف ۴۰۰ روپے تھا ان میں بھی ڈیڑھ دو سو روپے ہر ماہ مدرسہ کو واپس فرما دیتے کہ میں مرض کی وجہ سے اتنے دن سبق نہیں پڑھا سکا۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا منظور احمد صاحب راوی ہیں کہ حضرت مرحوم خیر المدارس تشریف لاتے۔۔ واپس جاتے ہوئے سو دو سو روپے دفتر جامعہ میں جمع کرواجاتے کہ یہ مطبخ کی مد میں داخل کر لیا جائے۔ حتیٰ کہ جامعہ کی دعوت پر سالانہ امتحان کے لئے تشریف لاتے تو بھی اس معمول کی پابندی فرماتے۔

جامعہ رشیدیہ سے مرحوم جو برائے نام مشاہرہ لیتے تھے وہ بھی اپنی اہلیہ محترمہؒ کے وصال کے بعد یہ کہہ کر بند کروا دیا کہ ''میں اکیلا آدمی ہوں۔ بسر اوقات ہوتی رہے گی۔ کون حساب رکھتا پھرے، قصہ ختم کریں'' اس کے بعد حسبۃ للہ پڑھاتے رہے۔ پھر اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اپنی طرف سے ہر ماہ مدرسہ کے فنڈ میں کچھ رقم یہ کہہ کر جمع کروا دیتے کہ ''میں مدرسہ کے کمرہ میں رہتا ہوں بجلی اور دیگر اشیاء استعمال کرتا ہوں۔ اس کا حساب بھی ضروری ہے۔'' آپؒ نے پچاس سال سے زائد عرصہ علوم دینیہ کی تعلیم دی۔ (مسافران آخرت)

علامہ محمد شریف کشمیری رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ لکھتے ہیں: آپ ریاست قلات کے نائب وزیر معارف، ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کے درجہ علیا کے استاذ اور بعدازاں تاحیات جامعہ خیرالمدارس کے صدر مدرس وشیخ الحدیث کے مناصب جلیلہ پر فائز رہے مگران جلیل القدر مناصب کے باوجود آپ کے دامن اخلاص واخلاق پر کبر وخودنمائی کا خفیف سے خفیف داغ بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ تواضع وانکسار کے ساتھ غیرت وخودداری میں ہمیشہ اپنے اسلاف کرام کا نمونہ نظر آتے۔ جامعہ خیرالمدارس کے شمالی صدر دروازے کے سامنے ایک تنور والے کی چھوٹی سی دکان ہے جس پر اکثر وبیشتر مزدور اور غریب طبقہ کے افراد صبح وشام کھانا کھاتے نظر آتے ہیں۔ احقر نے کئی مرتبہ حضرت الاستاذ کو دوپہر کے وقت اسی معمولی دکان پر کھانا کھاتے دیکھا حالانکہ حضرت کے ادنیٰ اشارہ پر جامعہ کی طرف سے بہتر اور پرتکلف کھانے کا انتظام ہوسکتا تھا، مگر آپ کی غیور وخوددار طبیعت نے اس قسم کی استدعا یا تذکرہ بھی کبھی پسند نہیں کیا۔ (مسافران آخرت)

طالب علم کو رسوائی سے بچانے کی تدبیر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت یاد آئی۔ شاہ صاحب مسجد میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا کرتے تھے ایک مرتبہ حسب معمول حدیث کا درس ہورہا تھا کہ ایک طالب علم وقت سے دیر کرکے سبق کے لیے آئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو منکشف ہوگیا کہ جنبی ہے غسل نہیں کیا وہ طالب علم معقولی تھے معقولی ایسے ہی لاپرواہ ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب نے مسجد سے باہر روک دیا اور فرمایا کہ آج تو طبیعت سست ہے جمنا پر چل کر نہائیں گے سب لنگیاں لے کر چلو سب لنگیاں لے کر چلے اور سب نے غسل کیا اور وہاں سے آکر فرمایا ناغہ مت کرو کچھ پڑھ لو وہ طالب علم ندامت سے پانی پانی ہوگیا۔ اہل اللہ کی یہ شان ہوتی ہے کیسے لطیف انداز سے اس کو امر بالمعروف فرمایا اور جب بزرگوں کی شان معلوم ہوگئی کہ وہ کسی کو رسوا نہیں کرتے تو اب مستفیدین کو بھی چاہیے کہ ایسے شیخوں سے اپنے عیب کو نہ چھپایا کریں اس لیے کہ عیب ظاہر نہ کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یہ

خوف ہوتا ہے کہ ہم کو حقیر سمجھیں گے تو ان حضرات میں نہ تو یہ ہوتا ہے کہ کسی کو حقیر سمجھیں اس لیے کہ یہ حضرات سوائے اپنے نفس کے کسی کو حقیر نہیں سمجھتے ہیں اور یا یہ خوف ہوتا ہے کہ کسی کو اطلاع کردیں گے سو نہ ان حضرات میں یہ بات ہے اس لیے ان سے صاف کہہ دینا چاہیے مگر یہ اظہار معالجہ کے لیے ہے نہ کہ بلا ضرورت کیونکہ بلا ضرورت گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔

حکیم الامت رحمہ اللہ کا انضباطی معمول

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا (شیخ الہند) رحمہ اللہ تشریف لائے میں اس وقت مثنوی کی شرح لکھ رہا تھا۔ وقت معمول پر میں نے مولانا کی آسائش اور راحت کا انتظام کر کے اجازت چاہی کہ میں تھوڑا سا لکھ آؤں فرمایا: جی ضرور۔ آپ اپنا حرج نہ کریں۔ میں نے یہ کیا کہ تھوڑا سا کام کر کے فوراً حاضر ہو گیا۔ اگر تھوڑا کام بھی روزانہ ہوتا رہے تو ایک برکت ہوتی ہے۔ مداومت کی اگر سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس میں ایک قسم کی بے برکتی ہو جاتی ہے۔

طلباء کی اصلاح کیلئے تادیب

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۱۔ اگر شاگرد کو کچھ سزا کسی جرم پر دے تو دوسرے وقت اس کی دلجوئی بھی کر دے تا کہ غم رفع ہو جائے۔

۲۔ اگر کسی شاگرد کو کسی حرکت ناشائستہ پر نصیحت کرنا ہو اور وہ حرکت ایسی ہو کہ اگر سب کے سامنے ظاہر کی جائے تو اسے شرم ہوگی بوجہ خلاف حیا وغیرہ ہونے کے تو اسے اکیلے میں نصیحت کرے اور بعد کو وہ نصیحت سب کو سنا دے اور اس کا نام ظاہر نہ کرے۔ (مجالس ابرار)

علم دین کو ذریعہ معاش بنانا ٹھیک نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

یہ خرابی اس کی ہے کہ لوگ عربی کو ذریعہ معاش بناتے ہیں۔ اس علم کو تو جو کوئی پڑھے تو مقصود اصلاح نفس ہی ہونا چاہیے پھر یہ سوال پیدا نہ ہوگا۔ رہی معاش کی بات سو اس کے

لئے جو کچھ اور ہی ہونا چاہئے تجارت زراعت' حرفت وغیرہ اور عربی کو ذریعہ معاش بنانے کے قصد سے پڑھنا ٹھیک نہیں۔ (ملفوظات ج ۲۰)

لاعلمی کا اظہار کمالِ علم کے منافی نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ کی حکایت ہے کہ ایک مجلس میں ان سے چالیس مسائل کسی نے پوچھے (اچھی طرح یاد نہیں رہا) چھتیس کا جواب دے دیا اور چار میں لا ادری کہا یا چار کا جواب دیا اور چھتیس میں عدم واقفیت ظاہر کی۔ آج کل ادنیٰ طالب علم سے پوچھ کر دیکھئے جو ہرگز بھی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا مجھ کو باوجود اس کے کہ اتنے دن کام کرتے ہو گئے مگر اب تک ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ لکھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مجھ کو شرح صدر نہیں ہوا اور قواعد سے اگر جواب لکھتا ہوں تو اس میں یہ احتیاط کرتا ہوں اور یہ لکھ دیتا ہوں کہ قواعد سے یہ جواب لکھا ہے۔ جزئیہ نہیں ملا اور کبھی جواب لکھ دیتا ہوں اور بعد میں لغزش ثابت ہوتی ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ جو لوگ لکھے پڑھے ہیں جب ان کو لغزشیں ہوتی ہیں تو جو ان پڑھ ہیں وہ تو بطریق اولیٰ غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہوں گے اور وہ شخص بھی ان پڑھ ہی ہے جو آمد نامہ دستور الصبیاں بلکہ گلستان سکندر نامہ پڑھا رہا ہو یا انٹرنس پاس اور ایف اے پاس ہو بلکہ عربی پڑھنے والے بھی سب عالم نہیں ہیں کیونکہ زبان اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے۔ (اشرفی بکھرے موتی)

مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا ذریعہ معاش

حضرت لاہوری رحمہ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے امامت خطابت درس و تدریس تصنیف و تالیف تمام تبلیغی دینی امور اور نکاح وغیرہ کو کبھی بھی ذریعہ آمدنی نہیں بنایا۔

لاہور سکونت اختیار کی تو ذریعہ معاش کچھ نہ تھا گھر میں کئی کئی روز فاقہ رہتا مگر آپ نے کبھی اپنے دونوں مربیوں کے سامنے ذکر نہیں کیا' ایک دفعہ حضرت غلام محمد دین پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا بیٹا! گھر کے برتن مانجھ کر رکھ دیا کرو اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اللہ اللہ کرتے رہو اللہ مسبب الاسباب ہے۔ اللہ بہت رزق عطا فرمائیں گے حضرت لاہوری رحمہ

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس کے بعد رزق کے دروازے کھل گئے۔ (ید بیضاء صفحہ ۱۶۰)

جناب قاضی محمد عدیل عباسی ایڈیٹر زمیندار ۱۹۲۲ء لاہور اپنے ایک مضمون ''حضرت مولانا احمد علی'' میں لکھتے ہیں کہ جمعرات کا پورا دن اور جمعہ کی نماز سے پہلے کا وقت ان ڈیڑھ دنوں میں مولانا اپنی معاش کا بندوبست فرماتے کبھی کتابوں کی کتابت کرتے کبھی صابن سازی کرتے۔ میں نے خود تو صابن بناتے نہیں دیکھا شاید یہ کام گھر میں کرتے تھے لیکن کتابت کی اصلاح میں مشغول دیکھا ہے۔ ڈیڑھ دن کی اس آمدنی سے پورے ہفتہ کا گھر کا خرچ چلاتے اور سارے اوقات دینی کاموں میں صرف فرماتے یہ آمدنی انتہائی قلیل ہوتی تھی میں نے سنا ہے بعض اوقات پورا گھر بھنے چنے پر وقت گزار دیتا۔ مگر بایں ہمہ یہ ممکن نہ تھا کہ شان خودداری اور فقر و استغناء میں کوئی فرق آئے۔

قاضی محمد عدیل عباسی صاحب اسی مضمون میں ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جمعیت العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس۔ کلکتہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا واپسی میں گورکھ پور کے لوگ سخت اصرار کر کے انجمن اسلامیہ کے جلسے میں لے گئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریر میں درس قرآن جاری فرمانے پر زور دیا اس انوکھی بات کا لوگوں کے ذہنوں پر بڑا اچھا اثر پڑا یہ تعمیری پروگرام تھا اور زمانے کی روش سے ہٹا ہوا۔ جب آپ واپسی کے لئے اسٹیشن پہنچے تو منتظمین انجمن نے پچاس روپے پیش کئے مولانا نے پوچھا یہ کیا ہے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کہہ دے نذر ہے یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ کرایہ ہے تو فرمایا لاہور سے کلکتہ اور واپسی کا خرچ جمعیت العلمائے ہند نے دے دیا آپ لوگ اسٹیشن سے تانگہ پر لے گئے اور واپس لائے اپنے ہاں کھانا کھلایا میرا تو کچھ بھی خرچ نہیں ہوا تو پھر کرایہ کیسا؟ تب لوگ مجبور ہوئے اور کہا کہ حضرت نذر سمجھ کر رکھ لیجئے تو حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نذر قبول کرنے سے انکار فرما دیا (صفحہ ۳۳ حضرت شیخ التفسیر اور خلفاء نمبر)

کمال سادگی

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے حالات میں ہے کہ آپ سفر و حضر میں نہایت ہی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ نواب بہاول پور کی دعوت پر بہاول پور تشریف لے گئے۔ نواب صاحب کی طرف سے استقبال کے لئے ریلوے اسٹیشن پر

وزیراعظم صاحب اور دوسرے خدام حاضر ہوئے۔ حضرت جب پلیٹ فارم پر تشریف لے آئے۔ تو آپ کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک مصلیٰ تھا جس کے ساتھ ایک جیب سی لگی ہوئی تھی اس میں بعض ضروری اشیاء رکھ لیا کرتے تھے۔ وزیر صاحب نے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے معلوم کیا کہ سامان اور خدام کس ڈبے میں ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

''میرا سامان صرف یہی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ خادم وغیرہ کوئی ساتھ نہیں' چنانچہ اس سادگی میں تشریف لے گئے۔'' (صفحہ ۱۸۰'۱۸۱ مرد مومن)

مدرس کیلئے تربیتی امور

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۱۔ خود پاک وصاف رہے تا کہ ان میں نظافت صفائی پیدا ہو مگر اس سے تکلف وتصنع مراد نہیں۔

۲۔ جس بات کا اثر ڈالنا چاہے پہلے خود اس کا عامل بن جائے۔

۳۔ ہمیشہ دعا کیا کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تعلیم وتربیت واصلاح کا طریقہ تعلیم فرمائیں اور اس میں برکت نصیب فرمائیں اور قبول فرمائیں اور متعلقین کو علم وعمل نصیب فرمائیں اور ان کے ظاہر وباطن کی اصلاح فرمادیں۔

۴۔ دین کی پابندی کی سخت تاکید رکھے۔

۵۔ ان میں یہ بات پیدا کرے کہ حق بات مان لیں۔ ہٹ دھرمی نہ کریں۔

۶۔ خلاف حیا کام طلبہ کے سامنے نہ کرے اور نہ کلام خلاف حیا زبان سے ان کے سامنے نکالے کیونکہ اس بے حیائی کا اثر ان پر پڑے گا اور ان کا دین چوپٹ ہوجائے گا کیونکہ حیا دین کے درخت کی بہت بڑی شاخ ہے۔ (مجالس ابرار)

شاگردوں کی مالی مدد

امام محمد رحمہ اللہ اپنے شاگردوں کے ساتھ لطف وکرم کا سلسلہ صرف درس وتدریس اور وقت کی قربانی تک محدود نہیں تھا بلکہ روپیہ پیسہ کے بارے میں ان کا یہ وصف اور زیادہ نمایاں ہوجاتا تھا' امام محمدؒ کے شاگرد خاص اسد بن فرات استاد کی شفقتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں ایک دن محمد بن حسنؒ کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوا تھا ناگاہ سبیل لگانے والے کی آواز آئی' میں جلدی سے اٹھ کر گیا اور پانی پی کر حلقہ میں واپس چلا آیا' اس پر امام محمدؒ نے مجھ سے پوچھا ''مغربی! تم سبیل کا پانی پیتے ہو؟'' میں نے عرض کیا ''خدا آپ کو فلاح دے میں تو ابن السبیل ہوں'' درس ختم کر کے میں گھر چلا گیا تو رات کے وقت کسی نے دروازہ پر آواز دی' دروازہ کھولا تو معلوم ہوا امام محمد رحمہ اللہ کا خادم ہے۔ اس نے مجھ سے کہا آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ سے کہا ہے کہ مجھے آج سے پہلے بالکل معلوم نہ تھا کہ آپ ابن السبیل ہیں اس لئے اس نفقہ کو لے لو اور اپنی ضرورتیں پوری کر لو' اس کے بعد خادم نے ایک بھاری تھیلی میری طرف بڑھائی میں دل میں خوش ہوا کہ اس میں دراہم کی کافی تعداد ہے۔ جب گھر آ کر تھیلی کھولی تو دیکھتا ہوں کہ اس میں اسی (۸۰) اشرفیاں بھری ہوئی ہیں۔'' (سیر الصحابہ' ج ۹' ص ۶۰)

ولی کامل حضرت مولانا سید حاجی محمد عابد صاحب رحمہ اللہ

ذیل میں حضرت کے ایمان افروز حالات جو اہل علم اور مدرسین کیلئے قابل تقلید ہیں۔

مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت حاجی صاحبؒ کا ۶۰ برس تک چھتہ کی مسجد میں قیام رہا' مشہور ہے کہ ۳۰ سال تک آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی نماز تہجد کا ایسا التزام تھا کہ ۶۰ سال تک قضا کی نوبت نہیں آئی' صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے' رشد وہدایت اور تذکیر وتزکیۂ قلوب کے علاوہ آپ کو ''فن عملیات'' میں زبردست ملکہ حاصل تھا' لوگ دور دور سے تعویذات وعملیات کے لئے حاضر ہوتے اور دامن امید کو ہر مراد سے بھر کر لوٹتے تھے' مختلف کاموں کی کثرت کے باوجود ضبط اوقات کا بے حد التزام تھا اور ہر کام ٹھیک اپنے وقت پر انجام پاتا تھا۔

آخر شب میں بیدار ہوتے' نماز تہجد اور اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر فجر کی نماز چھتے کی مسجد میں ادا فرماتے' نماز کے بعد تلاوت فرما کر حجرے سے باہر تشریف لاتے' بیعت کے خواہش مندوں کو بیعت کرتے' تعویذات کے طالبین کو تعویذ دیتے' دوپہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا' بعد ظہر متوسلین طریقت حاضر ہوتے' اس وقت ذکر وشغل ہوتا' اور عصر تک جاری رہتا' بعد مغرب ختم خواجگان کا معمول تھا' عشاء کے بعد اوّل وقت سو جاتے تھے۔

تعویذات کے ضرورت مند بعض اوقات حد سے زیادہ پریشان کرتے، مگر اخلاق وتواضع کا یہ عالم تھا کہ کبھی ترش رو ہوتے نہیں دیکھا گیا، اتباع سنت کا غائت اہتمام تھا ان کا مقولہ ہے کہ "بے عمل درویش ایسا ہے جیسے سپاہی بے ہتھیار، درویش کو چاہئے کہ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے عامل ظاہر کردے" وہ طریقہ چشتیہ صابریہ کے بزرگ اور زہد وریاضت کا مجسمہ تھے۔

ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ مریدین میں حاجی محمد انور دیوبندیؒ نے نفس کشی کے طور پر کھانا پینا قطعاً ترک کردیا ہے، آپ نے بتاکید ان کو لکھا کہ "یہ امر سنت کے خلاف ہے، بطریق مسنون کھانا پینا ضرور چاہئے، خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔"

اوقات ومعمولات کے ضبط ونظم کا بڑا اہتمام رکھتے تھے، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ "جاننے والا ہر وقت یہ بتا سکتا ہے کہ اس وقت حاجی صاحب رحمہ اللہ فلاں کام میں مشغول ہوں گے، اگر کوئی جاکر دیکھے تو اسی کام میں ان کو مشغول پائے گا۔

اشرف السوانح میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک ملفوظ نقل کیا گیا ہے لکھا ہے کہ میں حاجی صاحبؒ کو بزرگ تو سمجھتا تھا مگر یہ خیال نہ تھا کہ وہ شیخ اور مربی بھی ہیں لیکن اپنے ایک باطنی اشکال کے دوران ان کے جواب شافی سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ کامل درجے کے شیخ اور مربی تھے۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند)

آتا جاتا کچھ نہیں اور بڑے بننے کا فکر ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک طالب علم نے کہیں وعظ کہا تھا اور خود ہی اسے لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں بغرض ملاحظہ ودرج رسالہ "الامداد" بھیجا حضرت والا نے جناب مولوی سید احمد حسن صاحب سے فرمایا کہ آپ اس کو دیکھ لیجئے اور ربط عبارت سے قطع نظر کرکے مضامین کے صحیح ہونے کی جانچ کرلیجئے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ بہت غلط ہے جابجا ترجمہ تک قرآن پاک کا غلط کیا گیا ہے اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ بھلا ان کو وعظ کے ضبط کرنے اور اس کو "الامداد" میں نکالنے کی ضرورت ہی کیا تھی ابھی سے بڑا بننا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو فاضل سمجھتے ہیں (ملفوظات ج ۱۸)

حکیم الامت رحمہ اللہ کی دستار بندی کا واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب ہماری کتابیں ختم ہوچکیں اور استاد نے سند دینے اور دستار بندی کی تجویز ٹھہرائی تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس کی بہت فکر ہوئی کہ ہم لوگ کسی قابل تو ہیں نہیں نہ ہمیں کچھ آتا ہے تو ہمیں سند دینے کی کیا ضرورت ہے جب ہم کسی قابل نہیں تو دستار بندی کرا کے کیا ہوگا سب نے آپس میں مشورہ کر کے ارادہ کیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں جو کہ ہمارے استاد ہیں عرض کریں کہ حضرت ہمارا علم ہی کیا ہے اور کس لائق ہیں اس لئے ہمیں سند وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے مگر عرض کرتے ہوئے خوف معلوم ہوتا تھا آخر کار ہمت کر کے اور دبی زبان سے عرض کیا گیا حضرت مولاناؒ نے جوش میں فرمایا کہ قسم خدا کی اب تمہیں یہاں اپنے اساتذہ کے سامنے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا علم کچھ نہیں جب تم یہاں سے جاؤ گے اور مختلف جگہوں پر منتشر ہو جاؤ گے تب تمہیں معلوم ہوگا کہ ہمارے مقابل کوئی نہیں ہے۔ (ملفوظات جلد ۱۸)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ کی کسر نفسی و خدمت خلق

علم و فضل کے باوجود ہمارے اکابر کس تواضع اور کسر نفسی کی شان رکھتے تھے اس کا اندازہ ذیل میں مفتی صاحب رحمہ اللہ کے حالات سے کیا جا سکتا ہے خدا کرے کہ اسلاف کی یہ تابندہ مثالیں آج بھی ہمارے اہل علم میں رائج ہو جائیں۔

حضرت مفتی صاحب نہ صرف عالم اور مفتی ہی تھے بلکہ عارف باللہ اور صاحب باطن اکابر میں سے تھے بیعت و ارشاد کا سلسلہ بھی مستقلاً قائم تھا' اور ہزارہا بندگان خدا اطراف ہندوستان میں آپ کی باطنی تلقین و تربیت سے فیضیاب ہو کر مراد کو پہنچے۔

نقشبندیت کے مشہور معمولات میں سے ختم خواجگان ہے' حضرت مفتی صاحبؒ کی مسجد میں (جو دیوبند میں چھوٹی مسجد کے نام سے مشہور ہے) پابندی کے ساتھ روزانہ صبح کی نماز کے بعد ہوتا تھا۔

علم و عمل کے ساتھ تواضع و کسر نفسی' اپنے کو چھپانا اور مٹانا آپ کا خاص رنگ تھا' جو چھوٹی چھوٹی جزئیات تک میں نمایاں ہوتا تھا' روزانہ کا معمول تھا کہ بعد نماز عصر محلے کے

آس پاس کے گھروں کے دروازوں پر جا کر پوچھتے کہ بازار سے کسی کو کچھ سودا منگانا ہو تو بتلا دے گھروں سے آواز آتی ''مفتی جی مجھے چار پیسے کی مرچیں لا دو' کہیں سے آواز آتی کہ تیل چاہئے۔ کسی کے گھر سے کہا جاتا ہے کہ نمک درکار ہے۔''

حضرت مفتی صاحب سب کے پیسے لے لیتے اور بازار جا کر ایک ایک کا فرمائشی سودا خریدتے' کسی کا نمک' کسی کی مرچ' کسی کا دھنیا اور یہ سب سامان رومال کے الگ الگ کونوں میں باندھ کر خود ہی لاتے' یہ کبھی گوارا نہ کرتے کہ اس بوجھ کو کوئی دوسرا بٹوائے' خود ہی یہ سامان اپنے کندھوں پر لادتے' بعض اوقات بوجھ سے دہرے ہو جاتے تھے مگر کسی حالت میں گوارا نہ تھا کہ اسے دوسرے کے حوالے فرما کر کچھ ہلکے ہو جائیں پھر خود ہی گھر گھر جا کر یہ اشیاء فرمائش کنندوں کے سپرد فرماتے' بے نفسی اور خدمت خلق کے اس عمل میں ان کو کبھی تصور بھی نہ ہوتا تھا کہ میں کوئی خدمت کر رہا ہوں' یا کوئی بڑا عمل ہے جو میرے ہاتھوں انجام پا رہا ہے' یا میں کسرِ نفسی کا کوئی عظیم کارنامہ انجام دے رہا ہوں۔

ان عملی مجاہدات کے ساتھ درس کی علمی باریک بینیاں مستزاد تھیں۔ افتاء کے ساتھ درس کا شغل مستقل رہتا تھا' فقہ و حدیث اور تفسیر کے اونچے اسباق آپ کے یہاں ہوتے تھے' بڑی بڑی اہم تحقیقات جو آپ کے ذہن رسا کی پیداوار ہوتی تھیں کبھی بھی اپنی طرف منسوب کر کے دعوے کا انداز اختیار نہیں کرتے بلکہ بطور احتمال کے ارشاد فرماتے اور تقریر کے ضمن میں کہتے تھے کہ ''اس مسئلے میں ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے'' حالانکہ وہ ان کی تحقیق ہوتی تھی' مگر کبھی بھی یوں نہیں فرماتے تھے کہ اس مسئلے میں میری رائے اور تحقیق یہ ہے' غور کیا جائے تو یہ مقام اس علمی خدمت اور عملی بے نفسی کے مقام سے بھی زیادہ بلند اور نازک تر ہے جس تک پہنچنا ہر ایک کا حوصلہ نہیں علمی دقائق خود اپنا ذہن پیش کرے اور اس ذہن کو کبھی بھی آگے نہ لایا جائے' بے نفسی اور فنا کا یہ نہایت ہی اونچا مقام ہے اور یہ اسی کو میسر آ سکتا ہے جس کے رگ و پے میں تواضع اور کسر نفسی سما گئی ہو۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند)

علماء کو قواعد تجوید سیکھ لینے چاہئیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں۔

قرآن شریف اگر قواعد کے موافق تھوڑا بھی پڑھ لیا جائے تو کافی ہے پھر سب خود صحیح ہو جائے گا ہاں کسی استاد سے پیش کرنا سارے قرآن شریف کا ضروری ہے اور یہ مضمون بہت ہی ضروری ہے اس کی طرف علماء کو بالخصوص توجہ کرنا چاہیئے۔ اس وقت اگر پچاس مولویوں کو جمع کر کے قرآن شریف سنا جائے تو بہ مشکل دو آدمی صحیح قرآن شریف پڑھنے والے نکلیں گے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ طلباء فلسفہ پڑھتے ہیں۔ منطق پڑھتے ہیں اور راس العلوم قرآن شریف کو نہیں پڑھتے اور پھر غضب یہ کہ ایسے لوگ امام ہو جاتے ہیں اور اس میں دنیاوی خرابی یہ ہے کہ بعض اغلاط پر عوام بھی مطلع ہو جاتے ہیں اور علماء کی بے قدری کرتے ہیں ایک صاحب نے سورہ ناس میں من الجنات والنس پڑھا۔ ایک صاحب نے سورہ ابی لہب میں تبت یدا ابی لحب پڑھا۔ ایک صاحب نے کہا کہ حضور اتنے بڑے عالم ہو کر غلط پڑھتے ہیں۔ کہنے لگے کس طرح پڑھوں انہوں نے آہستہ سے ابی لہب بتلایا۔ آہستہ اس لئے بتلایا کہ کوئی سنے نہیں، ناحق کی رسوائی ہے تو وہ بزرگ اس آہستگی ہی کو مقصود سمجھ کر فرماتے ہیں ہاں زور سے نہ پڑھا کروں۔ ہلکے سے پڑھا کروں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، سمجھانے پر بھی نہ سمجھے بات یہ ہے کہ بلا حاصل کئے ہوئے کچھ آتا نہیں۔ (ضرورۃ العمل فی الدین ص ۱۱)

حضرت شیخ الہند کا تنخواہ میں کمی کا مطالبہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ ہمارے ماضی قریب کی ان شخصیتوں میں سے تھے جن کی مثالیں ہر دور میں گنی چنی ہوا کرتی ہیں، ان کا اردو ترجمہ قرآن وتفسیر مشہور ومعروف ہے، اس کے علاوہ آزادی ہند کے سلسلے میں ان کی تحریک ریشمی رومال، اور تحریک خلافت میں ان کی سرگرم خدمات ہماری تاریخ کا روشن باب ہیں، وہ دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے، اور پھر تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں عمر بھر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ ''شیخ الحدیث'' کے منصب پر فائز ہوئے، اور ماضی قریب کے بیشمار مشاہیر نے ان کی شاگردی کا اعزاز حاصل کیا۔

جب وہ دارالعلوم دیوبند میں ''شیخ الحدیث'' کے طور پر تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے تو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے محسوس کیا کہ ان کی تنخواہ ان کے منصب، ان کے علم و

فضل اور ان کی خدمات کے لحاظ سے بہت کم' بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے' ان کا کوئی اور ذریعہ آمدنی بھی نہیں ہے' اور ضروریات بڑھتی جارہی ہیں' چنانچہ مجلس شوریٰ نے باتفاق رائے فیصلہ کیا کہ مولاناؒ کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے' اور اس مضمون کا ایک حکم نامہ مجلس شوریٰ کی طرف سے جاری کر دیا گیا۔

جو صاحب مولانا کے پاس مجلس شوریٰ کے فیصلے کی خبر لے کر گئے' انہیں یقیناً یہ امید ہوگی کہ مولانا یہ خبر سن کر خوش ہوں گے' لیکن معاملہ برعکس ہوا' مولانا یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے اور فوراً مجلس شوریٰ کے ارکان کے نام ایک درخواست لکھی جس کا مضمون یہ تھا کہ:

''میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ دار العلوم کی طرف سے میری تنخواہ میں اضافہ کیا جارہا ہے' یہ اطلاع میرے لئے سخت تشویش کا موجب ہے' اس لئے کہ میری عمر کی زیادتی اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے اب دار العلوم میں میرے ذمے پڑھانے کے گھنٹے کم رکھے گئے ہیں جبکہ اس سے پہلے میرے ذمے زیادہ گھنٹے ہوا کرتے تھے۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ مجلس شوریٰ میری تنخواہ کم کرنے پر غور کرتی' چہ جائیکہ میری تنخواہ میں اضافے پر سوچا جائے۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ میری تنخواہ بڑھانے کا فیصلہ واپس لیا جائے اور اوقات کے لحاظ سے تنخواہ کم کرنے پر غور کیا جائے۔''

آج ہم جس ماحول میں جی رہے ہیں' اس میں اگر کوئی ملازم اس مضمون کی درخواست اپنی انتظامیہ کے نام تحریر کرے تو اغلب گمان یہی ہوگا کہ اس درخواست کے ذریعہ ملازم نے اپنی انتظامیہ پر بھرپور طنز کیا ہے وہ اپنی تنخواہ میں اضافے کی مقدار سے نہ صرف یہ کہ مطمئن نہیں ہے' بلکہ اسے انتظامیہ پر یہ سنگین اعتراض ہے کہ اس نے یہ معمولی اضافہ کر کے اس کی توہین کی ہے' لہٰذا اس نے جلے کٹے لہجے میں یہ طنز آمیز خط تحریر کیا ہے۔

لیکن حضرت شیخ الہندؒ نے جو درخواست لکھی تھی اس میں دور دور طنز کا کوئی شائبہ نہیں تھا' اور واقعتہً یہ سمجھتے تھے کہ تنخواہ میں جو اضافہ ہوگا' شاید وہ ان کے کام کے لحاظ سے دیانتہً درست نہ ہو۔ اس لئے کہ اس ماحول میں ایسے حضرات کی اچھی خاصی تعداد تھی جو اپنے تدریسی اوقات کے ایک ایک منٹ کا حساب رکھتے تھے کہ یہ ان کا بِکا ہوا وقت ہے' جو کسی اور کام میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مدرسہ کا حال

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) میں جو مدرسہ قائم کیا تھا' اس میں ہر استاد کا معمول تھا کہ اگر اسے مدرسے کے اوقات میں اپنا کوئی ضروری ذاتی کام پیش آ جاتا' یا ملازمت کے اوقات میں ان کے پاس کوئی ذاتی مہمان ملنے کے لئے آ جاتا تو وہ گھڑی دیکھ کر اپنے پاس نوٹ کر لیا کرتے تھے' کہ اتنا وقت اپنے ذاتی کام میں صرف ہوا' اور مہینے کے ختم پر ان اوقات کا مجموعہ بنا کر انتظامیہ کو از خود درخواست پیش کرتے تھے کہ اس ماہ ہماری تنخواہ سے اتنے روپے کاٹ لئے جائیں' کیونکہ اتنا وقت ہم نے دوسرے کام میں خرچ کیا ہے۔

یہ ہے اس فرض شناس معاشرے کی ایک ہلکی سی تصویر جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں ہر طرف ''حقوق'' حاصل کرنے کی صدائیں گونج رہی ہیں' اسی مقصد کے تحت بیشمار ادارے' انجمنیں اور جماعتیں قائم ہیں' اور ہر شخص اپنے حقوق کے نام پر زیادہ سے زیادہ مفادات حاصل کرنے کی فکر میں منہمک ہے' لیکن اس پہلو کی طرف توجہ بہت کم لوگوں کو ہوتی ہے کہ حقوق (Rights) ہمیشہ فرائض (Obligations) سے وابستہ ہوتے ہیں' بلکہ درحقیقت انہی سے پیدا ہوتے ہیں' اور جو شخص اپنے فرائض کما حقہ ادا نہ کرے' اس کے لئے اپنے متعلقہ حقوق کے مطالبے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

اسلام اور اس کا مزاج

اسلامی تعلیمات کا مزاج یہ ہے کہ وہ نہ صرف ہر فرد کو اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرتی ہیں بلکہ دل میں اصل فکر ہی یہ پیدا کرتی ہیں کہ کہیں مجھ سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہو رہی؟ اس لئے کہ ہو سکتا ہے میں اپنی ترکیبوں سے اس کوتاہی کو دنیا میں چھپا لوں' اور اس کے دنیوی نتائج سے محفوظ ہو جاؤں' لیکن ظاہر ہے کہ کوئی کوتاہی' خواہ وہ کتنی معمولی کیوں نہ ہو' اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتا۔ جب یہ فکر کسی شخص میں پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اصل مسئلہ حقوق کے حصول کے بجائے فرائض کی ادائیگی بن جاتا ہے' پھر وہ اپنے جائز

حقوق بھی پھونک پھونک کر وصول کرتا ہے کہ کہیں وصول شدہ حق کا وزن ادا کردہ فریضے سے زیادہ نہ ہو جائے، یہی فکر تھی جس نے شیخ الہند کو وہ درخواست دینے پر مجبور کیا۔

اپنی ذمہ داریوں کی فکر

اگر یہ فکر معاشرے میں عام ہو جائے تو سب کے حقوق خود بخود ادا ہونے شروع ہو جائیں۔ اور حق تلفیوں کی شرح گھٹتی چلی جائے، اس لئے کہ ایک شخص کا فریضہ دوسرے کا حق ہے، اور جب پہلا شخص اپنا فریضہ ادا کرے گا تو دوسرے کا حق خود بخود ادا ہو جائے گا، شوہر اپنے فرائض ادا کرے تو بیوی کے حقوق ادا ہوں گے، بیوی اپنے فرائض ادا کرے تو شوہر کے حقوق ادا ہوں گے، افسر اپنے فرائض بجالائے تو ماتحت کو اس کے حقوق ملیں گے، اور ماتحت اپنے فرائض بجالائے تو افسر کو اس کے حقوق ملیں گے۔ غرض دو طرفہ تعلقات کی خوشگواری کا اصل راز یہی ہے کہ ہر فریق اپنی ذمہ داری محسوس کر کے اس سے ٹھیک ٹھیک عہدہ برآ ہو، تو دونوں میں سے کسی کو حق تلفی کی کوئی جائز شکایت پیدا نہیں ہو سکتی۔

لیکن یہ فکر معاشرے میں اس وقت تک عام نہیں ہو سکتی جب تک اس میں فکر آخرت کی آبیاری نہ کی جائے، آج ہم عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے کا زبان سے خواہ کتنا اعلان کرتے ہوں، لیکن ہماری عملی زندگی میں اس عقیدے کا کوئی پرتو عموماً نظر نہیں آتا۔ ہماری ساری دوڑ دھوپ کا محور یہ ہے کہ روپے پیسے اور مال و اسباب کی گنتی میں اضافہ کس طرح ہو؟ یہی بات زندگی کا اصل مقصد بن چکی ہے، اور یہی ہماری ساری معاشی سرگرمیوں کا آخری مطمح نظر ہے۔

ہماری حالت

چنانچہ اگر ہم کہیں ملازمت کر رہے ہیں تو ہماری سوچ کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ اپنی تنخواہ اور اپنے گریڈ میں اضافہ کس طرح کیا جائے؟ اور ملازم کو حاصل ہونے والی دوسری سہولتیں زیادہ سے زیادہ کس طرح حاصل کی جا سکتی ہیں؟ اس کے لئے کہ ہم انفرادی درخواستوں سے لیکر اجتماعی سودا کاری تک، اور چاپلوسی سے لے کر دھونس دھاندلی تک، ہر حربہ استعمال کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ہم میں یہ فکر رکھنے والے بہت کم ہیں (گو بحمد للہ نایاب

نہیں) کہ جو کچھ مل رہا ہے وہ ہماری کارکردگی کے لحاظ سے حلال بھی ہے کہ نہیں؟ جب اپنے لئے کچھ وصول کرنے کا وقت آئے تو ہمیں یہ حدیث نبوی خوب یاد ہوتی ہے کہ "مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو" لیکن یہ دیکھنے کی ضرورت ہم میں سے بہت کم لوگ محسوس کرتے ہیں' کہ پسینہ واقعی نکلا بھی ہے کہ نہیں؟

حقوق کے معاملہ میں حساس اور فرائض میں بے فکری

اس صورت حال کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے حقوق کے معاملے میں بہت حساس ہیں' لیکن فرائض کے معاملے میں حساس نہیں' اور جب کسی بھی فریق کو اپنے فرائض کی فکر نہ ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ سب کے حقوق پامال ہوتے ہیں' معاشرے میں جھگڑوں' تنازعات اور مطالبوں کی چیخ پکار کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا' لوگوں کی زبانیں کھل جاتی ہیں' اور کان بند ہو جاتے ہیں' اور جب ضمیر کو موت کی نیند سلانے کے بعد کوئی کسی کی نہیں سنتا تو لوگ آخری چارۂ کار اسی کو سمجھتے ہیں کہ جس کے جو چیز ہاتھ لگ جائے' لے بھاگے' چنانچہ نوبت چھینا جھپٹی اور لوٹ کھسوٹ تک پہنچ کر رہتی ہے۔

اپنے گرد و پیش میں نظر دوڑا کر دیکھیں تو یہی منظر دکھائی دیتا ہے اس سے پریشان ہر شخص ہے' لیکن افراتفری کے اس عالم میں یہ سوچنے سمجھنے کی فرصت بہت کم لوگوں کو ہے کہ یہ صورت حال اس وقت تک تبدیل نہیں ہوگی جب تک ہم میں سے ہر شخص فرائض کے احساس کو مقدم نہ رکھے' یا کم از کم فرائض کو اتنی اہمیت تو دے جتنی اپنے حقوق کو دیتا ہے۔

ایک حدیث مبارکہ

اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی ہمارے لئے بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے' بشرطیکہ ہم اس پر عمل کے لئے تیار ہوں' ارشاد ہے۔

"اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو' اور اپنے بھائی کے لئے بھی اس بات کو برا سمجھو جسے اپنے لئے برا سمجھتے ہو۔"

اس حدیث مبارک نے ہمیں یہ سنہرا اصول بتایا ہے کہ جب بھی کسی دوسرے شخص

سے کوئی معاملہ کرنے کی نوبت آئے تو پہلے اپنے آپ کو اس دوسرے شخص کی جگہ کھڑا کر کے دیکھ لو کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو کس قسم کے معاملے کی توقع کرتا؟ کونسی بات میرے لئے ناگواری کا موجب ہوتی؟ اور کس بات سے مجھے اطمینان ہوتا؟ بس اب دوسرے شخص کے ساتھ وہی برتاؤ کرو جو اس وقت تمہارے لئے موجب اطمینان ہوسکتا تھا اور ہر اس بات سے پرہیز کرو جو تمہیں ناگوار ہوسکتی تھی۔

اگر ایک افسر اپنے ماتحت کے ساتھ اپنا رویہ متعین کرتے وقت یہ معیار اپنا لے کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو کس قسم کے رویے کو انصاف کے مطابق سمجھتا؟ تو اس کے ماتحت کو کبھی اس سے کوئی جائز شکایت پیدا نہیں ہوسکتی' اس طرح اگر ماتحت اپنے کام کی نوعیت اور مقدار متعین کرتے وقت اس بات کو فیصلہ کن قرار دے کہ اگر میں اپنے افسر کی جگہ ہوتا تو میں انصاف کے ساتھ کتنے اور کیسے کام کی توقع کرتا؟ تو افسر کو اپنے ماتحت سے کوئی جائز شکایت نہیں ہوسکتی۔

یہ اصول صرف ماتحت اور افسر ہی کے ساتھ خاص نہیں' بلکہ دنیا کے ہر تعلق میں اتنا ہی مفید اور کارآمد ہے باپ بیٹے' بہن بھائی' میاں بیوی' ساس بہو' دوست احباب' عزیز رشتہ دار' تاجر اور خریدار' حکومت اور عوام' غرض ہر قسم کے باہمی رشتوں میں خرابی یہاں سے پیدا ہوتی ہے کہ ہم نے زندگی گزارنے کے لئے دُہرے معیار اپنائے ہوئے ہیں۔ اپنے لئے ہم کسی اور معیار کی توقع رکھتے ہیں' اور اسی کی بنیاد پر دوسروں سے مطالبے کرتے ہیں' اور دوسروں کے لئے ہم نے کوئی اور معیار بنا رکھا ہے اور ان کے ساتھ معاملہ اسی معیار کے مطابق کرتے ہیں' اگر ہمارے لینے اور دینے کے پیمانے الگ الگ نہ ہوں' بلکہ دونوں صورتوں میں ہماری سوچ ایک جیسی ہو تو حق تلفیوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اصلاح کی صورت

لہٰذا ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ دلوں میں فرائض کا احساس کس طرح پیدا کیا جائے؟ یہ درست ہے کہ کوئی ایک شخص تن تنہا معاشرے کے مزاج کو ایک دم نہیں بدل سکتا' لیکن وہ خود اپنے مزاج کو ضرور تبدیل کرسکتا ہے اور اپنے حلقہ اثر میں اس مزاج کو فروغ دینے کی ممکنہ تدابیر بھی اختیار کرسکتا ہے کم از کم اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں میں فرض شناسی کا جذبہ پیدا

کرنے کی کوشش بھی کرسکتا ہے۔

اور اگر وہ ایسا کرے تو کم از کم ایک گھرانے کو بھٹکنے سے بچا کر سیدھے راستے پر لانے کا کارنامہ اس کے نامہ اعمال کو جگمگانے کے لئے کافی ہوسکتا ہے' پھر تجربہ یہ ہے کہ نیک نیتی سے انجام دیا ہوا یہ کارنامہ دوسروں پر بھی اپنے اثرات لازماً چھوڑتا ہے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہے تو اسی طرح رفتہ رفتہ فرد سے گھرانہ' گھرانے سے خاندان' خاندان سے برادری اور برادری سے پوری قوم تعمیر و ترقی کی راہ پر لگ جاتی ہے' قومیں ہمیشہ اسی طرح بنی ہیں' اور آج بھی ان کے بننے کا یہی طریقہ ہے:۔

میں تو تنہا ہی چلا تھا جانب منزل مگر — لوگ کچھ ملتے گئے' اور کارواں بنتا گیا

(حقوق العباد اور معاملات)

مدرس کی تنخواہ کی فقہی حیثیت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر تنخواہ اجرت نہیں بلکہ بعض تنخواہ حق احتباس بھی ہوتی ہے جیسے بیوی کا نفقہ اور رزق القاضی وغیرہ۔ ہاں اجرت اور نفقہ میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ نفقہ میں تعین نہیں ہوتا بلکہ اس میں قدر ضرورت کا استحقاق ہوتا ہے۔ زیادہ کا استحقاق نہیں ہوتا مگر کبھی نفقہ زوجہ میں بھی فرض (تعین) جائز ہے تاکہ نزاع نہ ہو اور جانبین کے مصالح محفوظ رہیں۔ اس تعین سے وہ نفقہ ہونے سے نہیں نکل جاتا۔ چنانچہ نفقہ زوجہ فرض قاضی کے بعد نفقہ ہی رہتا ہے اسی طرح اگر مدرسین کی تنخواہ معین ہو تو محض تعیین سے وہ تنخواہ اجرت تعلیم نہ ہوگی بلکہ حق احتباس اور نفقہ میں داخل رہے گی مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ کس کی تنخواہ تو اجرت ہے اور کس کی تنخواہ نفقہ ہے۔ اگر تنخواہ اجرت ہے گناہ اس میں بھی نہیں کیونکہ متاخرین کا فتویٰ جواز پر ہو چکا ہے۔ مگر اس کو تعلیم و تدریس میں ثواب بھی کچھ نہیں کیونکہ اس کا مقصود محض تنخواہ ہے اس حالت میں یہ تعلیم طاعت نہیں غایت مافی الباب ایک عمل مباح ہے۔ جس پر اجرت لینا متاخرین کے فتوی میں جائز ہے فی نفسہ تعلیم دین طاعت تھی مگر چونکہ اس کی نیت تعلیم دین کی نہیں بلکہ مقصود اجرت ہے اس لئے لکل امرئ مانوی کے قاعدہ سے یہ ثواب کا مستحق نہیں۔ (التبلیغ کوثر العلوم)

اکابر کا اپنی تنخواہوں کو زائد سمجھنا

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

میرے حضرت کی تنخواہ مظاہر علوم میں چالیس اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی دارالعلوم دیوبند میں پچاس روپے تھے۔ ان دونوں کے متعلق جب بھی ممبران اور سرپرستان کی طرف سے ترقی تجویز ہوتی تو دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کر دیا کرتے تھے کہ ہماری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے۔ دونوں مدرسوں میں جب بھی مدرس دوم کی تنخواہ کے برابر پہنچ گئی تو ممبران نے یہ کہہ کر کہ اب ماتحت کے انکار سے ان کی ترقیاں رک جائیں گی اس پر مجبوراً ہر دو اکابر نے اپنی اپنی ترقی قبول کی۔ میرے استاد حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نوراللہ مرقدہ نے کئی بار مجمع میں فرمایا: ''میں نے اپنی ساری ملازمت میں کبھی اپنی ترقی کی درخواست نہ تحریراً پیش کی نہ زبانی کبھی کسی سے کہا۔''

حضرت حکیم الامت قدس سرہ جب جامع العلوم کان پور میں مدرس اول بن کر تشریف لے گئے تو حضرت کی تنخواہ پچیس روپے تھی لیکن حضرت تھانوی اس کو زائد ہی سمجھتے رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کیا ہے:

''میں طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی اپنی تنخواہ سوچا کرتا تھا تو زیادہ سے زیادہ دس روپے سوچتا تھا۔ پانچ روپے اپنی ضروریات کے لیے اور پانچ روپے گھر کے خرچ کے لیے۔ بس اس سے زیادہ تنخواہ پر کبھی نظر ہی نہیں جاتی تھی نہ اس سے زیادہ کا اپنے کو مستحق سمجھتا تھا۔''

حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''نقل کرتے بھی صدمہ ہوتا ہے کہ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے بے نظیر بزرگ اور پھر بھی ان کی تنخواہ کیا تھی۔ صرف چالیس روپے ماہوار جو آج کا ایک نوآموز طالب علم بھی مشکل سے قبول کرتا ہے کہ اگر تنخواہ کی کمی بھی منظور کرتا ہے تو اس طرح سے کہ اثر میں کمی نہ ہو۔'' چنانچہ ایک مدرسہ میں بوجہ قلت آمدنی مدرسین سے کہا گیا کہ اپنی تنخواہوں میں تخفیف منظور کر لیں۔ صدر مدرس صاحب نے کہا کہ اس طرح تو تخفیف نہیں کروں گا۔ میں تنخواہ تو پوری لوں گا لیکن جتنی تخفیف ضروری سمجھی جائے اتنی رقم اپنی

طرف سے مدرسہ میں داخل کر دیا کروں گا تا کہ نام تو رہے کہ تنخواہ اتنی ہے۔تو یہاں تک باتیں نظر میں آنے لگیں کہ چاہے تنخواہ کم ہو جائے لیکن شان ویسی ہی رہے۔اب تو اتنی تنخواہ کو کوئی خاطر میں بھی نہیں لاتا اور وہاں اس کی بھی بڑی قدر تھی۔ وجہ کیا کہ وہ حضرات اپنے کو صاحب کمال ہی نہ سمجھتے تھے اس واسطے صاحب مال ہونا نہیں چاہتے تھے۔

حضرت نانوتوی کا واقعہ

ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے کہ مولوی امیر الدین صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) کی طلبی آئی اور پانچ سو (۵۰۰) روپے ماہوار تنخواہ مقرر کی۔ میں نے کہا کہ اے مولوی قاسم تو چلا کیوں نہیں جاتا' تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اس بناء پر وہ پانچ سو روپے دیتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا' پھر کس بناء پر جاؤں؟ میں نے بہت اصرار کیا مگر نہیں مانا۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۲۱۷)

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت مولانا الحاج احمد علی صاحب محدث سہارن پوری محشی بخاری شریف کا قیام ہمیشہ کلکتہ رہا۔ کلکتہ اور اس کے نواح کے لوگ حضرت سے واقف تھے اس لیے مدرسہ مظاہر العلوم کے چندہ کے لیے کلکتہ کا سفر فرمایا اور سفر سے واپسی پر سفر خرچ کا ایک ایک پیسہ کا حساب درج تھا۔ اس حساب کو میں نے خود بھی نہایت بے غیرتی سے پڑھا کہ جن کے اکابر کی یہ احتیاط ہو ان کے اصاغر کی بے التفاتیاں انتہائی موجب قلق ہیں۔ اس حساب کے اخیر میں ایک نوٹ یہ بھی تھا کہ کلکتہ سے فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے کی غرض سے گیا تھا۔ اگر چہ وہاں چندہ اندازہ سے زیادہ ہوا لیکن میرے سفر کی غرض چندہ کی نیت سے جانے کی نہیں تھی اس لیے اتنی مقدار سفر کلکتہ سے وضع کر لیا جائے۔

حضرت سہارن پوری نور اللہ مرقدہ کے متعلق بھی لکھا جا چکا کہ حضرت سہارن پوری نور اللہ مرقدہ ۳۴ھ میں یک سالہ قیام حجاز کے بعد جب سہارن پور تشریف لائے تو یہ کہہ کر مدرسہ کی تنخواہ بند کر دی تھی کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے مدرسہ کا پورا کام انجام نہیں

دے سکتا مگر اب تک چونکہ مولانا یحییٰ صاحب میری جگہ اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے۔ اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام نہیں کر سکتا اس لیے قبول تنخواہ سے معذور ہوں۔ حضرت سہارن پوری نور اللہ مرقدہ اتنے سبق پڑھاتے رہے اتنے تو مدرسہ کی قالین پر تشریف فرما رہتے تھے لیکن جب سبق کے بعد اپنے اعزہ میں ذی وجاہت شخص سے بات شروع کی تو قالین سے نیچے اُتر گئے اور فرمایا کہ مدرسہ نے یہ قالین ہمیں سبق پڑھانے کے لیے دیا ہے' ذاتی استعمال کے لیے نہیں دیا۔

اسباق میں حاضری

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ایک مرتبہ اس سیہ کار کو زور کا بخار ہو رہا تھا اور مشکوٰۃ شریف کا سبق ہو رہا تھا۔ میرے حضرت قدس سرہ جدہ کے سفیر ہند کو لے کر دار الطلبہ تشریف لے گئے۔ مجھے حضرت کی تشریف آوری کا احساس نہیں ہوا۔ حدیث مصراۃ کی بحث تھی' دفعتاً حضرت قدس سرہ پر نظر پڑ گئی' میری زبان لڑکھڑا گئی اور حضرت بڑھ گئے۔ بعد میں طلبہ نے بتایا کہ حضرت تقریباً ۱۵ منٹ سے کھڑے ہوئے تھے' اسی طرح دوسرے مدرّسین کے اسباق میں بھی مہمانوں کے ساتھ جاتے رہے' بعض سبقوں میں ۵ منٹ بعض میں ۷ منٹ تک کھڑے رہتے۔ مدرس بیچارے کو کیا خبر کہ آج کوئی مہمان آوے گا اور حضرت اس کو ساتھ لے آئیں گے لیکن مدرسین کو اس کا فکر مستقل سوار رہتا۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا طرز تعلیم

معمول یہ تھا کہ جب طالب علم عبارت پڑھ چکتا تو لمبی سے لمبی عبارت کا نہایت مختصر اور جامع خلاصہ ایسا بیان فرما دیتے کہ پھر طالب علم کو اس کی تفصیل کو سمجھ لینا آسان سے زیادہ آسان ہو جاتا۔ گویا اس تفصیل کا اس اجمال پر منطبق کرنا ہی رہ جاتا اور مطلب سمجھنے میں ذرا برابر گنجلگ نہ رہتی تھی۔ اس کی یہ برکت تھی کہ کتابیں اس قدر جلد جلد ختم ہوتی تھیں جیسے کوئی مشین میں ڈھالتا ہو۔ حتیٰ کہ ہدایہ اخیرین کا ایک معتدبہ حصہ بلا ترجمہ ہی نہایت سہولت سے

پڑھنا یاد ہے۔ آگے نمبر ۹ میں لکھتے ہیں حدیث میں کبھی کبھی طلبہ کی درخواست پر خود بھی عبارت پڑھتے جس کی روانی اور مفہوم لہجہ کا لطف مشاہدہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے اور خوبی یہ کہ درمیان درمیان ایسے وقفات لطیفہ بھی ہوتے کہ جس کا دل چاہے اپنے شبہات وسوالات اطمینان سے حل کر سکے۔ اس حالت کے جوابات میں ایک خاص اختصار اور اسکات کی شان ہوتی تھی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات

طلب علمی کے زمانہ میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کسی سے ملتے جلتے نہ تھے یا تو پڑھنے میں لگے رہتے یا اگر کسی وقت فرصت ہوتی تو اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس اول کی خدمت میں جا بیٹھتے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کہیں تشریف لے گئے تو اپنے دوسرے استاذ حضرت مولانا سید احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا نے آمد کا سبب پوچھا تو حضرت حکیم الامت نے صاف کہہ دیا کہ آج حضرت مولانا تشریف لے گئے ہیں، خالی وقت ہے اس لیے آ گیا ہوں۔

میں جب پڑھاتا تھا تو اپنے اوپر بہت تعب برداشت کر کے پہلے سے سبق کی تقریر کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتا پھر پڑھاتا تھا۔ اس لیے میری ساری تقریر نہایت سلیس اور سہل اور باترتیب ہوتی تھی جس کی وجہ سے مشکل مضامین بھی طالب علم کے لیے پانی ہو جاتے تھے اور با آسانی ذہن نشین ہو جاتے تھے، گو مجھ کو تو سہل کر کے تقریر کرنے میں بہت تعب ہوتا تھا لیکن طلبہ کو کسی مقام کے سمجھنے میں ذرا اُلجھن نہ ہوتی تھی۔

میں نے پڑھاتے وقت ضرورت سے زائد تقریر نہیں کی صرف حل کتاب پر اکتفاء کیا۔ زوائد سے طالب علموں کا بھی وقت ضائع نہیں کیا اور میں اسی کی تاکید اپنے ماتحت مدرسین پر بھی رکھتا ہوں بلکہ کبھی کبھی جا کر ان کے پڑھانے کی جانچ بھی کیا کرتا تھا۔ اساتذہ زیادہ تر اپنی قابلیت کے اظہار کے لیے نکات و دقائق کی تقریریں کیا کرتے ہیں جن سے کتاب کے اصل مطلب میں بھی خلل ہو جایا کرتا ہے بعض یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ جب تک اس قسم کی تقریریں نہ کی جائیں استاد کی مہارت کے متعلق طلبہ کی تسلی نہیں ہوتی لیکن طلبہ کی یہ تسلی دیکھنی چاہیے یا ان کا نفع، ان کا نفع تو اسی میں ہے کہ اصل کتاب کو اچھی طرح

حل کر دیا جائے کیونکہ استعداد اسی سے پیدا ہوتی ہے اور جب استعداد پیدا ہو جائے گی تو پھر نکات و دقائق خود ہی سمجھ میں آنے لگیں گے۔ لہٰذا استاد کا اصل مطمح نظر یہی ہونا چاہیے۔

طلبہ کی رعایت

ہمارے بزرگوں کے پڑھانے کا طریقہ بھی یہی تھا کہ وہ حضرات محض کتابوں کو حل کرا دیتے تھے اور زیادہ کچھ نہ بتاتے تھے۔ البتہ کوئی خاص بات بتانا ضروری ہوئی تو اس کو بیان فرما دیتے تھے اور اگر پڑھانے میں کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تو صاف کہہ دیتے کہ یہ مقام ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ طریقہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے موروث چلا آتا ہے اس میں ایک نفع یہ ہے کہ طالب علم کو مدرس پر ہمیشہ بھروسہ رہتا ہے کہ مجھے جو کچھ بتایا جا رہا ہے صحیح ہے ورنہ طالب علم کو مدرس پر ہٹ دھرمی کا شبہ رہتا ہے اور جھک جھک میں وقت خراب ہوتا ہے۔ غرضیکہ درس اور تقریر کے وقت نفس مطلب بیان کریں اور زیادہ تحقیقات کو بالکل حذف کر دیں کیونکہ یہ تقریریں کتاب پڑھانے کا طریقہ بتانے کے لیے کی جاتی ہیں، طبیعت کی جولانیاں دکھانے کے لیے نہیں، پھر درس کے وقت جو فضولیات بیان کی جاتی ہیں وہ یاد بھی نہیں رہتیں اور وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔

شاگرد کی لیاقت

مامون الرشید جب تقریباً پانچ برس کا ہوا تو بڑے اہتمام سے اس کی تعلیم و تربیت شروع ہوئی، دربار میں جو علماء اور مجتہدین فن موجود تھے ان میں سے دو شخص یعنی کسائی نحوی اور یزیدی قرآن پڑھانے کے لیے مقرر ہوئے۔ مامون کا سن ہی کیا تھا مگر طباعی اور فطانت کے جواہر ابھی سے چمک رہے تھے کسائی کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ مامون کو پڑھنے کے لیے کہتا تھا اور آپ چپ سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا، مامون کہیں غلط پڑھ جاتا تو فوراً کسائی کی نگاہ اُٹھ جاتی، اتنے اشارے سے مامون متنبہ ہو جاتا اور عبارت کو صحیح کر لیتا۔

ایک دن سورہ صف کا سبق تھا، کسائی حسب عادت سر جھکائے سن رہا تھا۔ جب مامون اس آیت پر پہنچا "یاایھا الذین امنو الم تقولون مالا تفعلون" (اے ایمان والو! وہ بات

کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں) تو بے اختیار کسائی کی نظر اُٹھ گئی۔ مامون نے خیال کیا کہ شاید آیت کے پڑھنے میں کچھ غلطی کی مگر جب پھر مکرر پڑھا تو معلوم ہوا کہ صحیح پڑھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کسائی چلا گیا تو مامون ہارون کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر حضور نے کسائی کو کچھ دینے کے لیے کہا تو ایفاء فرمائیے۔ ہارون نے کہا کہ ہاں! اس نے قاریوں کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی تھی جس کو میں نے منظور بھی کیا تھا' اس نے تم سے کچھ تذکرہ کیا' مامون نے کہا نہیں' ہارون نے کہا پھر تم کو کیونکر معلوم ہوا' مامون نے اس کا ماجرا عرض کیا اور کہا کہ خاص اس آیت پر کسائی کا دفعتاً چونک پڑنا بے وجہ نہیں ہوسکتا۔ ہارون اپنے کمسن بیٹے کی اس ذہانت سے نہایت متعجب اور خوش ہوا۔ (آپ بیتی)

مدرسین مدارس جو تنخواہ پاتے ہیں تو ان کو دینی تعلیم پر اجر ملے گا یا نہیں

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ یہ جو مدرسین مدارس عربیہ میں معین کئے جاتے ہیں اور ان سے معاملہ ہوتا ہے تو یہ عقد اجارہ ہے اس صورت میں ثواب سے محروم ہوں گے کیونکہ انہوں نے اپنے کام کا عوض پالیا اس کے متعلق حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تحقیق فرمائی ہے۔

صورتاً تو ضرور عقد اجارہ ہے مگر اس میں ایک تفصیل ہے جس کا ایک معیار ہے وہ یہ کہ دیکھنا چاہئے کہ اگر اس شخص کا گزر ہوتا ہو واسطہ درجہ کا اور باوجود گزر اور راحت حاصل ہونے کے پھر کہیں سے پانچ دس روپیہ اضافہ کی نوکری آ جائے تو اس پر یہ جاتا ہے یا نہیں۔ اگر چلا جائے تو عقد اجارہ ہے۔

(بلکہ خادم دین ہے تنخواہ بضرورت اور تبعاً لیتا ہے) یہ رزق قاضی کے طور پر ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس میں تو تعین نہیں ہوتا اور یہاں تعین ہے تو اس کی بابت یہ ہے کہ یہاں تعین رفع نزاع کی غرض سے ہے عقد کا جزو نہیں ہے قطع نزاع کیلئے تعین کیا ہے ورنہ تعین نہ ہوتا۔ اب دیکھ لو اس معیار پر سو مدرسوں میں ایک ہوگا جو ثواب کا مستحق ہوگا۔

مجھ کو کانپور میں پچاس روپے ملتے تھے آگرہ سے خط آیا سو روپے کا میں نے لکھا ہے کہ مجھے

پاس ملتے ہیں میرا گزارہ ہو جاتا ہے مجھے بلانا مناسب نہیں اور یہ بھی لکھ دیا کہ اگر میں چلا آؤں تو تمہیں میرا اعتبار بھی نہ ہونا چاہئے کیونکہ جب میں سو پر آ گیا تو اگر کہیں ایک سو پچاس ملنے لگیں تو میں وہاں چلا جاؤں گا۔ میں نے لکھ دیا کہ کسی کو نوکری چھوڑا کر بلانا مناسب نہیں۔ (ملفوظات ج۱۹)

اسلامی تاریخ کا اجراء ضروری ہے

محترم اساتذہ کرام! اسلامی تاریخ ضرور لکھیں، تاکہ ہر مسلمان بچے کو اپنی اسلامی تاریخ ضرور یاد رہے، اس لئے کہ ہر نیا ہجری سال عالم انسانیت کے لئے ایک پیغام فکر و عمل لے کر آتا ہے، یہ اپنے ساتھ انسانی زندگی کے اہم انقلاب کی یاد لے کر آتا ہے، جس کا تعلق ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

سال ہجری کی ابتدا سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے 16 سال بعد ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت 13 تا 23 ہجری رہا، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اسلامی حکومت کی حدود وسیع ہو کر تقریباً 22 لاکھ مربع میل تک پھیل گئیں تو حکم ناموں اور دستاویزات پر تاریخ لکھنے کی حاجت ہوئی۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ تاریخ کی یادداشت کا طریقہ متعین کیا جائے۔ اس غرض سے سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جماعت بنادی، یہ نہایت اہم اور فیصلہ کن مرحلہ تھا، اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے تحریک آزادی ہند کے ایک راہنما مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک تحریر کا اقتباس پیش کرنا بہت موزوں ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

"قومی زندگی کے بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت ہی اہم شے زمانہ اور تاریخ ہے جو قوم اپنا قومی سن نہیں رکھتی، وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سن اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے یہ اس کی قومی زندگی کی روایات کو قائم رکھتا ہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں، لیکن یہ نہیں مٹ سکتی، کیوں کہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک اہم معاملہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے آتا اور ان کا دماغ غلط فیصلہ کر لیتا۔

ضروری نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے اس احساس کی کوئی وجہ وتعلیل بھی کی ہو۔نتائج تعبیر وتعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں۔وہ باوجود غیر قوموں کی بعض طرح کی علمی وتمدنی جائز چیزیں قبول کر لینے کے ساتھ ساتھ ان کا سن بھی قبول کر سکتے تھے خود بخود ان کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سن الگ اور ایسا ہونا چاہئے جس کی بنیاد اپنی ہی تاریخ کے کسی واقعے سے ہو انہوں نے اپنے دفتروں کے لئے ایرانیوں اور رومیوں کے حساب وکتاب کے قواعد تو قبول کر لئے' لیکن وہ سن اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہوئے۔اس لئے کہ سن' قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ ہوتی ہے' اس لئے ضروری تھا کہ یہ اپنی ہو اور اپنے ہی ہاتھوں سے رکھی جائے' انہوں نے ایسا ہی کیا۔ان کے سامنے جو تجاویز' غیر مسلم معاشرے کے حوالے سے آئیں' انہیں مسترد کر دیا گیا اور جو تجاویز اسلامی معاشرے سے متعلق تھیں' وہ غور کرنے کے لئے باقی رکھی گئیں۔

وہ یہ تھیں کہ مسلمانوں کے سن کا آغاز یا نسبت' ولادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا نزول وحی کی ابتداء یا ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی فتح' فتح مکہ' حجۃ الوداع کا اجتماع یا وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن سے کی جائے۔''

چنانچہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غور وفکر اور مشورے کے بعد فرمایا: ''ہجرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اسلامی سن کا آغاز قرار دیا جائے' کیوں کہ اسلامی تاریخ کے لئے یہ سب سے عظیم' اہم اور یادگار عمل واقعہ ہے۔'' حقیقتاً ہجرت کے بعد اسلام کا ایک مرکز قائم ہوا' اور دین اسلام دنیا میں پھیلنا شروع ہوا۔نور ہدایت کے حقائق ابھرے اور اسلامی معاشرہ عملی طور پر وجود میں آیا۔(مثالی استاد)

دوسرے ادارے کو اجاڑ کر اپنا ادارہ آباد نہ کریں

جو استاذ کسی ادارے میں پڑھا رہا ہو' اس کو وہاں سے لالچ دے کر ہٹایا نہ جائے اگر آج آپ نے لالچ دے کر ہٹا دیا تو کل آپ کے ادارے سے بھی زیادہ پیسہ دے کر ہٹایا جائے گا اور وہ استاذ ہی کیا ہوگا' جو چند ٹکوں کی خاطر علم جیسی مقدس امانت کو کاروبار بنالے

مارکیٹ اور گاہکوں کو دیکھتے اپنا بھاؤ کم زیادہ کرتا رہے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (مفتی اعظم پاکستان) فرماتے تھے: جو استاذ کسی مدرسے میں پڑھا رہا ہے' اسے وہاں پڑھانے کے دوران اپنے مدرسے میں آنے کی دعوت دینا اصول کے خلاف ہے' اول تو جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"لایسم المسلم علیٰ سوم المسلم"

ترجمہ:۔ "کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے۔"

(یعنی کسی سے خرید وفروخت کا معاملہ ہو رہا ہو تو اس میں مداخلت نہ کرے' اور چیز کے زیادہ دام نہ لگائے) دوسری خرابی یہ ہوگی کہ ایک مدرسے کو اجاڑ کر دوسرے مدرسے کو آباد کرنا دین کی کوئی خدمت نہیں' ہاں اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ کوئی صاحب اس مدرسے سے الگ ہو گئے ہیں یا الگ ہونے کا ارادہ ہے تو ان سے جو بات زیادہ سے زیادہ فرماتے وہ یہ تھی کہ "اگر آپ اس مدرسہ کو خود چھوڑنے کا فیصلہ کر چکے ہوں تو دارالعلوم حاضر ہے۔"

اگر اس زاویہ سے بھی ہم سوچیں کہ جس ادارہ میں فلاں استاذ کام کر رہا ہے' اس ادارہ کو فائدہ پہنچ رہا ہے' اس کی نیک نامی ہو رہی ہے تو وہ بھی ہمارا ہی تو ادارہ ہے' اس میں پڑھنے والے بچے بچیاں ہمارے ہی تو بھائی بہنوں کے بچے ہیں۔ ہمارے ہی ملک کے رہنے والے ہیں۔

اس ادارہ سے پڑھ کر نکلنے والوں اور والیوں سے ہمارے ملک ہماری قوم ہمارے مذہب ہی کو فائدہ ہوگا' پھر ہم اس ادارہ کو نقصان پہنچا کر اپنا کیا فائدہ حاصل کر سکیں گے؟ اور جو دوسروں کے ادارہ کو اجاڑتا ہے' غیبی اسباب کے ذریعہ خود اس کا ادارہ بھی خراب ہوتا ہے۔ (تربیتی واقعات)

منصب امامت اور صبر

مدرسین حضرات کو اکثر امامت سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اس لئے چند گزارشات حاضر خدمت کی جاتی ہیں۔

امام پیشوا اور قائد کو کہتے ہیں جو لوگوں کی قیادت کرے اور لوگ اس کی پیروی کریں۔
امامت کا منصب ایک اونچا بلکہ بہت اونچا منصب ہے۔ یہ ایک لحاظ سے منصب نبوت کی نیابت ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام المسلمین بھی تھے اور امام الانبیاء علیہم السلام بھی۔ اس عظیم منصب کے باوجود حق تعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن مجید میں خطاب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا۔

فاصبر کما صبرا ولوا العزم من الوسل ولا تستعجل لهم.

ترجمہ:۔ تو آپ ویسا ہی صبر کیجئے جیسا اور تہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے لئے انتقام الٰہی کی جلدی نہ کیجئے۔ (بیان القرآن)

اسی لئے حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی عیش وعشرت اور تنعم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شایان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اولوالعزم سے بجز صبر کے اور کسی چیز پر راضی نہیں اور مجھے یہی حکم دیا ہے کہ میں اس طرح صبر کروں جیسے اور اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔

لہٰذا امام کے لئے صبر کے سوا چارہ نہیں۔ اگر امام، امامت وقیادت کے منصب پر فائز رہنا چاہتا ہے اور دنیا وآخرت میں بلند مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رحمت عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے صبر سے کام لیں، خواہ مصائب اور تکالیف پر صبر کرنا پڑے یا مقتدیوں کی فضول لا یعنی اور دلخراش باتوں پر صبر سے کام لینا پڑے۔

قرآن مجید کی ایک اور آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پرانی امتوں میں انہی لوگوں کو امامت وقیادت کے منصب پر فائز کیا گیا جو صبر اور یقین کی دولت سے مالا مال تھے۔ سورۃ السجدہ میں ارشاد باری ہے۔

وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا باٰيتنا يوقنون.

ہم نے ان میں بہت سے ائمہ بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے جبکہ وہ صبر کرتے تھے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے۔ یعنی صبر اور یقین ہی کے ذریعہ دین میں کسی کو امامت کا درجہ مل سکتا ہے۔ (معارف القرآن)

امامت سیکھئے

امامت چونکہ ایک انتہائی نازک اور عالی منصب ہے لہٰذا اس کے آداب کی رعایت رکھنا بھی بہت ضروری ہے ذراسی غفلت اس منصب کو آلودہ کرنے کے لئے کافی ہے چنانچہ امام کو درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ امام نماز سنت کے عین مطابق پڑھائے تمام تر مستحبات وآداب کا لحاظ رکھے اور بہتر یہ ہے کہ بزرگوں کے سامنے اس کی عملی مشق سیکھے اور اس کو عار نہ سمجھے۔ اس بارے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی کتاب ''نماز سنت کے مطابق پڑھئے''۔ اور کتاب ''مسائل امامت'' مطالعہ میں ضرور رکھنی چاہئے۔

۲۔ مقتدیوں سے مطالبات وفرمائشیں کرنے سے احتراز کرے اور استغناء کی صفت سے خود کو آراستہ کرے۔ اور سنجیدہ طبیعت رکھے پروقار رہے۔

۳۔ بیانات میں سیاسی باتوں سے احتراز کرے اور اسی طرح وعظ اور تعلیم وتعلم میں بھی سیاسی جماعتوں پر تبصرے کرنے سے گریز کرے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت درس و تدریس اور خدمات دینیہ میں صرف کرے۔

۴۔ خاص جماعت سے تعلق نہ رکھے اگرچہ اہل حق کی جماعت ہو بلکہ اہل حق کی تمام جماعتوں سے یکساں وابستگی رکھے اور خاص ایک جماعت سے تعلق ظاہر نہ کرے کسی ایک جماعت کی طرف میلان رکھنے سے باقی جماعتوں سے وابستہ افراد سے دوری پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے۔

۵۔ دین کی بات سمجھانے میں حکمت اور نرمی سے کام لے اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ شرعاً واجب ہے۔ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو جب فرعون کی طرف تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا گیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تم دونوں اس (فرعون) سے نرمی سے بات کرنا۔ ایک اور جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت اور نصیحت سے بلاؤ۔ موجودہ دور میں جو حق بات لوگوں پر اثر نہیں کرتی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حق بات حق طریقے سے نہیں کی جاتی حق بات کیلئے موقع دیکھ کر کہے حق طریقے سے کہے۔

۶۔ کسی انتظامی معاملہ میں دخل نہ دے۔ اپنے کام سے مطلب رکھے اگر کوئی مشورہ طلب

کرے تو مضائقہ نہیں جائز امور میں اپنی مرضی ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے۔ البتہ اپنی طرف سے کوئی رائے دینا چاہے تو ایک دفعہ انتظامیہ تک اپنا مؤقف پہنچا دے اور پھر خاموش رہے۔

۷۔ کسی سے الجھنا نہ چاہئے اس سے وقار جاتا رہتا ہے۔ بس احسن طریقے سے اپنی بات پیش کرے۔

۸۔ امامت ایک نعمت ہے۔ بہت سے فروعی اختلاف سے اس کی نماز محفوظ رہتی ہے۔ باجماعت نماز کی پابندی رہتی ہے اس پر خوب شکر کرنا چاہئے اور نماز کے وقت سے پہلے مسجد میں آ جائے اور نماز کے بعد زیادہ دیر تک مسجد میں رہے۔

۹۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے دوسرا احساس دلائے تو اس پر معذرت کرے۔ اسی طرح سے نماز میں کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہو تو معلوم ہونے پر اس کا اعلان کرا دے اور اس کو معیوب نہ سمجھے۔

۱۰۔ اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھے انکساری و تواضع طبیعت میں رکھے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ایک امام صاحب نے دریافت کیا کہ میں خود کو امامت کا اہل نہیں سمجھتا حضرتؒ نے فرمایا کہ جب تک خود کو امامت کا اہل نہ سمجھو کراتے رہو اور جب اہل سمجھنے لگو تو چھوڑ دو۔

۱۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی مقام مقبولیت کی طرف نہیں اٹھائی جاتی۔

ان میں ایک وہ شخص ہے جو امام بنا اس حال میں کہ لوگ اس کے امام بننے کو برا سمجھتے ہیں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ منصب امامت میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔

تجویز

نسائی شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ حضرت معاذؓ نے نماز میں قراءت لمبی کی اس نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر فارغ ہو کر چلا گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ واقعہ معلوم

ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر بطور شکایت یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کو بلوا کر پوچھا تو اس نے کہا حضور! میں کیا کرتا میں اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے لمبی قرأت شروع کی تو میں نے گھوم کر مسجد کے کونے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے تو ان سورتوں سے کہاں ہے؟ یعنی امامت میں ایسی سورتوں کو پڑھا کرو۔

سبح اسم ربک الاعلیٰ الخ...... والشمس وضحھا الخ

والفجر الخ..... والیل اذا یغشٰی الخ.

کوئی ادارہ ایسا ہونا چاہئے جو کہ غیر عالم حضرات کو نماز پڑھانے سے متعلق کورس کرائے اور مسائل سکھائے جائیں کیونکہ یہ ایک انتہائی نازک منصب ہے۔ بہتر ہے کہ مدارس میں امامت کے بارے میں ضروری احکام وآداب کا اجراء کیا جائے تا کہ علماء اور حفاظ اچھے طریقے سے امامت کا منصب نبھا سکیں۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

دولت مند عالم دین کو بھی تنخواہ لے کر پڑھانا چاہیے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ میری تو رائے یہ ہے کہ اگر عالم امیر ہو اور تنخواہ ملنے لگے تب بھی اس کو چاہئے کہ تنخواہ لے کر پڑھائے' اگر ایسا ہی امارت کا جوش اٹھے وہ تنخواہ پھر مدرسہ میں دے دے مگر لے ضرور تا کہ پابندی سے کام ہوتا رہے ہمارے فقہاء جزاہم اللہ خیراً نے لکھا ہے کہ اگر قاضی امیر کبیر ہو تو اس کو بھی تنخواہ لینا چاہئے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی قاضی تنخواہ نہ لے اور دس برس تک وہ قاضی رہا اور اس کے بعد کوئی غریب قاضی ہو کر آیا تو اب تنخواہ کا اجرا مشکل ہوگا۔ فقہاء کا کیا فہم ہے یہ حضرات حقائق شناس تھے اور اس شان کا علم وفہم یہ اخلاص وتقویٰ کی برکت تھی مولانا فرماتے ہیں۔

بینی اندر خود علوم انبیاء — بے کتاب و بے معین و اوستاد

علم چوں بردل زنی یارے بود — علم چوں بوتن زنی بارے بود

(ملفوظات حکیم الامت)

معلم کو نری نرمی نہ چاہئے

حکیم الامت رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں: معلم میں نرے رسمی اخلاق ہی نہیں ہونے چاہئیں۔ تادیب بھی ہونا چاہئے۔ متعلمین سے ہروقت نرمی سے پیش آنا تعلیم کے لئے مضر ہے۔ ہاں اس احتیاط کی ضرورت ہے کہ نفسانیت کا شمول ذرا بھی نہ ہو اور حد شرعی سے متجاوز نہ ہو جائے۔ نری رحمدلی مستحسن نہیں غصہ بھی ہونا چاہئے۔ نفسانیت سے پاک ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر ذرا سی بھی زیادتی گو صورۃً ہی ثابت ہو جائے تو رجوع کرنے میں تامل نہ ہو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے واقعہ افک میں قسم کھالی کہ حضرت مسطح (ایک صحابی مہاجر بھولے بھالے تھے اوروں نے چرچا کیا تو انہوں نے بھی کچھ کہہ دیا تھا) کے ساتھ کبھی سلوک نہ کروں گا مگر ان کی سفارش میں آیت اتری ولیعفوا ولیصفحوا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موم ہو گئے گویا قسم یاد بھی نہ رہی اور پہلے سے بھی زیادہ سلوک کرنے لگے۔ ایسے ہی حضرت والا کو غصہ آیا اور طالب علم کو مارا اور یہ مارنا بالکل مستحسن بلکہ ضروری تھا مگر چونکہ صورت نہی عن الصلوٰۃ کی پیدا ہو گئی اس واسطے ملال ہوا اور اس تادیب کی غلو عن النفسانیت کی دلیل یہ ہے کہ ایک ادنیٰ طالب علم سے معافی چاہی جس شخص میں ذرا بھی نفسانیت ہو وہ اپنے سے چھوٹے کی اور وہ بھی علی الاعلان خوشامد نہیں کرسکتا۔ (ملفوظات ج ۲۹)

تنخواہ دار مدرس اور اہل حرفہ کو مسجد میں کام کرنا ناجائز ہے

فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے اپنا خواب بیان کیا کہ اپنے کو مسجد میں پاخانہ بھرتا ہوا دیکھتا ہوں حضرت نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم وظیفہ دنیاوی کام کے واسطے مسجد میں پڑھتے ہو گے اسی لئے حسب تصریح فقہاء تنخواہ دار مدرس یا کسی اہل حرفہ کو مسجد میں کام کرنا ناجائز ہے۔ (ملفوظات ج ۱۴)

دن بھر میں تیرہ چودہ اسباق

سوال: ہمارے مدرسہ میں تعلیم شروع ہوگئی بندہ سے متعلق امسال بیضاوی شریف جلالین شریف، ہدایہ آخرین ہدایہ ثانی اور مختصر المعانی ہیں۔

جواب: اتنی ساری کتابیں ایک دن میں پڑھا لیتے ہو؟ یوماً طویلا ہوگا' ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ رات کے گیارہ بجے سویا صبح ۴ بجے اٹھا اور پھر ۱۱ بجے رات تک لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ تیرہ چودہ چھوٹے بڑے اسباق پڑھاتا تھا۔ (ملفوظات محمود حسن ج ۳)

معلم کو متعلم کا متبع نہ ہونا چاہئے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیخ کو اپنی تحقیق پر عمل چاہئے اور طالب کو وہی بات بتانا چاہئے جو اس کے لئے بہتر اور واقعی ہو۔ طالب کی تجویز اور ارادہ کا متبع نہ ہونا چاہئے۔

خداوند فرمان دراوٗ شکوہ زغوغائے مردم نہ گردوستوہ

ایک صاحب نے بیعت سے اسلام کی بھی قید اڑادی مصنوعی شیوخ ایسے موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے وہ تو باوجود بے التفاتی کے طرح طرح کے حیلوں سے لوگوں کو گھیر گھیر کر مجمع بڑھاتے ہیں۔ ایک صاحب نے فیض حاصل ہونے کے لئے اسلام کو بھی شرط نہیں رکھا بلکہ بعض اشخاص کو باوجود اسلام کے لئے آمادہ ہونے کے روک دیا کہ میں منع کرتا ہوں فیض ویسے بھی ہو جائے گا۔ اور اس اپنے فعل کو فخریہ شائع کیا کہ لوگ کچھ کہیں مگر میں اس جرم پر نادم نہیں ہوں۔ اس حرکت کی تردید حدیث کرتی ہے۔ الا انما التوحید راس الطاعات (خوب سمجھ لو کہ تمام عبادات کا سر توحید ہے) حضرت والا کو باوجود اس کہنے کے بھی کہ میں کچھ مدت کے لئے قلب کو فکر معاش سے خالی کرلوں گا اطمینان نہ ہوا اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی مریض طبیب معالج سے کہے کہ آج بخار روکنے والی دوا کی ضرورت نہیں میری طبیعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بخار نہیں آئے گا قوت کی دوا دیجئے۔ اور طبیب کہتا ہو تم کچھ کہو ابھی علامات نکس موجود ہیں میں ابھی مرض کا علاج کروں گا۔ قوت کی دوا مرض سے اطمینان کے بعد دی جائے گی۔ جواب کو کل پر ملتوی رکھنا اسی واسطے تھا کہ ان کی قلبی حالت کی اچھی طرح تشخیص ہو جائے۔ (ملفوظات ج ۲۹)

مقصد دین الفاظ محض نہیں ذوق نبوت پیدا کرنا ہے

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دین اسے کہتے ہیں کہ رنگ پیدا کرے اور رنگ بلا صحبت کے پیدا نہیں ہوتا بغیر معیت کے پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نیک لوگوں میں رہیں گے کوئی علم نہ ہو۔ قدرۃً نیکی کے رستہ پر چل پڑیں گے نیک لوگوں کی صحبت کا یہی اثر ہے۔ بری سوسائٹی میں رہیں گے آپ کو ان کی معلومات حاصل ہوں یا نہ ہوں برے افعال خود بخود سرزد ہوں گے بری سوسائٹی اور صحبت بد کا اثر ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک صحبت کو عطار کی دکان سے تشبیہ دی ہے کہ عطر فروش کی دکان پر کوئی جائے اور عطر نہ بھی خریدے کم از کم دماغ میں خوشبو آ ہی جائے گی آدمی کچھ نہ کچھ معطر ہو کے ہی اٹھے گا۔ اور بری صحبت کی مثال لوہار کی بھٹی سے دی ہے کہ اگر آدمی اس کی دکان پر چلا جائے تو کپڑوں کو کچھ نہ کچھ سیاہی لگ ہی جائے گی۔ پتنگا ہی لگ جائے گا ناک کو کچھ بدبو ہی آ جائے گی۔ الغرض کوئی نہ کوئی مضرت ہی لے کر آئے گا۔ جیسے عطار کی دکان سے تھوڑی بہت قلبی راحت ہی لے کر آئے گا نیک کی صحبت میں بیٹھ کر اگرچہ علم بھی نہ ہو کم از کم دین کا نفع لے کر ہی اٹھتا ہے۔ اس صحبت کا قدرتی اثر ہے الغرض دین کا مقصد علم کے الفاظ یاد کرنا نہیں بلکہ وہ رنگ قبول کرنا ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کا رنگ ہے اور سلسلہ بسلسلہ چلا آ رہا ہے۔ اس لئے صحبت ضروری سمجھی گئی۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

علم وعمل کی مطابقت

اسی واسطے قرآن کریم میں جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن **تبیانا لکل شی** ہے ہر چیز کے لئے یہ تبیان ہے تبیان دعویٰ مع الدلیل کو کہتے ہیں یعنی اس میں احکام بھی ہیں اور احکام کے دلائل بھی ہیں یعنی مدلل دعوؤں اور مدلل مسائل کا مجموعہ ہے۔

اس طرح سے فرمایا کہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** تو قرآن نے جتنے علم کے نمونے پیش کئے۔ اللہ کے رسول نے اتنے ہی عمل کے نمونے پیش کئے۔ قرآن میں جو چیز قال کی صورت میں ہے اللہ کے رسول میں وہی چیز حال کی صورت میں ہے وہاں قول ہے یہاں عمل ہے تو قول اور عمل دونوں مطابق ہیں۔ آپ جو کچھ عمل کرتے ہیں' قرآن وہی کچھ کہتا ہے۔ جو کچھ قرآن کہتا ہے وہی آپ عمل کرتے ہیں تو علم وعمل کی مطابقت ہے (خطبات حکیم الاسلام ج ۵)

فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشادات

آج کل تو اساتذہ چھٹی کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ چھٹی کب ملے، بس اساتذہ دو گھنٹہ یا زیادہ سے زیادہ تین گھنٹہ پڑھاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہم اتنا دماغ کہاں سے لائیں اور جب تنخواہ کا مسئلہ آئے تو ہر شخص لڑنے کو تیار رہے۔

آخرت میں پتہ چلے گا بلکہ دنیا ہی میں پتہ چل جائے گا علم سے جو عزت نفس حاصل تھی اور علم کا جو وقار تھا وہ ختم ہو گیا لوگوں کے قلوب سے علم اور علماء کی وقعت ختم ہو گئی۔

کتاب کی تبدیلی ذلت نہیں

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں فلاں مدرسہ میں مدرس تھا، بخاری پڑھاتا تھا، وہاں دوسرے استاذ کو بلایا گیا، اور بخاری جلد اول ان کو دے دی گئی اور جلد ثانی میرے پاس رہی، پھر جو مدرسہ کے سرپرست تھے، ان سے شکایت کی اور کہا حضرت میری تو ذلت کی کوئی انتہا نہ رہی، کہ جلد ثانی مجھ کو دی اور جلد اول مجھ سے لے لی، میں نے ان سے کہا کہ حضرت امام بخاریؒ نے جب جلد ثانی تصنیف کی تو کیا ان کو احساس ہوا تھا کہ میں ذلت کا کام کر رہا ہوں؟ آپ کو کیوں یہ احساس ہوا کہ یہ ذلت کا کام ہے۔

طالب علم کو درسگاہ سے نکال دینا

سوال:۔ استاذ کا طالب علم کو درسگاہ سے نکال دینا کیسا ہے؟

جواب:۔ ارشاد فرمایا کہ استاذ طالب علم کے کسی قول و فعل سے خفا ہو کر اس کو درسگاہ سے نکال دیتا ہے، سبق نہیں پڑھاتا، یہ اثر ہیجان نفس کی وجہ سے ہوتا ہے، اخلاص اور طالب علم کی اصلاح کے لئے بہت کم ہوتا ہے۔ جیسے جذبات استاذ کے ہوں گے ویسے ہی طلبہ کے ہوں گے۔

استاذ کے جذبات کا اثر

ارشاد فرمایا کہ استاذ کی تقریر کے دوران طلبہ کی نگاہیں تو کتاب پر ہوتی ہیں کان اس کی تقریر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر قلب اس کے جذبات کی طرف متوجہ ہوتا ہے، جیسے جذبات استاذ کے ہوں گے طلبہ کے جذبات بھی ویسے ہی ہوں گے۔

حضرات مدرسین کے لئے جامع نصیحت

ایک صاحب نے تحریراً عرض کیا کہ میں فلاں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں' اور فلاں سے بیعت ہوں' آپ کچھ نصائح فرمادیں۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ (۱) طلباء اور کتابوں کا پورا پورا حق ادا کرنے کی کوشش کریں (۲) طلبہ کو اپنا محسن سمجھیں کہ انہوں نے آپ کے علوم کی تخم ریزی کے لئے اپنے قلوب کو پیش کیا اور اس طرح آپ کے علوم متعدی ہوئے' ورنہ تو محدود ہو کر رہ جاتے' اس لئے صلبی اولاد کی طرح طلبہ پر شفقت کریں' (۳) آپ کی خامیوں کو آپ کے اساتذہ کرام نے دور کیا ہے' اپنے طلبہ کی خامیوں کو آپ دور کریں' (۴) جو کتاب پڑھائیں' پورے مطالعہ کے بعد پڑھائی' اگرچہ متعدد بار پڑھا چکے ہیں' حق تعالیٰ شانہ ہر مطالعہ میں کچھ نہ کچھ نیا فیض عطا فرماتے ہیں' میں دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ علم و عمل میں برکت دے۔

اب پٹائی کا زمانہ نہیں رہا

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ) کے دادا شہزادوں کو پڑھایا کرتے تھے' غلطی پر ان کی پٹائی بھی کر دیتے' ایک روز کسی شہزادہ کو مارنے کے لئے تیچی اٹھائی' اس نے قینچی پکڑ لی پھر چھوڑ دی تو فرمایا بس بھئی اب پٹائی کا زمانہ نہیں رہا۔

تابع و متبوع میں نباہ کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ سے قبل جب جلال آباد جانا ہوا تو حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب دامت برکاتہم نے سنایا کہ حضرت والا (حضرت تھانویؒ) فرماتے تھے کہ اگر طالب علم استاذ کو مار پیٹ کر بھی پڑھ لے تو غنیمت ہے اس کے بعد خود مولانا نے فرمایا کہ اب تو ایسا وقت آ گیا کہ استاذ شاگرد بن کر رہے۔ باپ بیٹا بن کر رہے' شوہر بیوی بن کر رہے' محکوم بن کر رہے' تو نباہ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں مگر پیری مریدی کی لائن ابھی تک اس سے محفوظ ہے' میں نے کہا' پھر حضرت تھانویؒ نے موذی مرید'' کیوں لکھی۔

تبدیلی کتاب پر کتاب کا مطالعہ

سوال: ایک استاذ کو مشکوٰۃ شریف پڑھانے کے لئے ملی تھی' ناظم مدرسہ نے ان سے

مشکوٰۃ شریف لے لی، اس صورت میں طلبہ کا نقصان ہو رہا ہے کہ دوسرے استاذ کے پاس تعلیم اچھی نہیں ہو رہی ہے تو کیا پہلا استاذ مشکوٰۃ شریف کا مطالبہ کر سکتا ہے؟

جواب: ایک صاحب جلالین شریف پڑھا رہے تھے اس میں آیا و رضوان من اللہ اکبر ''انہوں نے ترجمہ کیا اس کا رضوان اللہ سے بڑا ہے' طالب علم نے کہا اللہ تو سب سے بڑا ہے' ''اللہ اکبر'' کہنے لگے فضیلت جزئی منافی نہیں' فضیلت کلی کے (یعنی رضوان کو فضیلت جزئی حاصل ہے اللہ پر انا للہ و انا الیہ راجعون اگر پڑھاتے پڑھاتے منتظم نے کتاب لے لی ہو اور دوسرے استاذ کے پاس ایسا نقصان ہوتا ہو تب تو مطالبہ ضروری ہے۔

وقت درس میں احتیاط

ارشاد فرمایا کہ مولانا موصوف کا تدریس کے زمانہ میں یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص وقت درس میں مسئلہ معلوم کرتا تو بتلا دیتے' اور اگر کوئی ویسے ہی بات چیت کرنے والا ہوتا تو فوراً گھڑی دیکھتے اور یہ کل وقت ایک کاغذ پر (حضرت کی کتاب میں رکھا رہتا تھا) لکھ لیتے مہینہ ختم ہونے پر روزانہ کا حساب جمع کرتے جتنے گھنٹے اور دن بنتے اس کی اطلاع دفتر میں بھیج دیتے کہ اتنے گھنٹے یا اتنے دن کی میری تنخواہ وضع کر لی جائے۔ (ملفوظات فقیہ الامت)

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کا تنخواہ کو طلبہ پر صرف کرنا

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ مدرس تھے دار العلوم (دیوبند) سے' جتنی تنخواہ ملتی تھی' ابتداء وہ تنخواہ طلبہ میں صرف کرتے تھے' خود استعمال نہیں کرتے تھے' والد صاحب بھیجا کرتے تھے فرماتے تھے میرے پاس وہاں (والد صاحب کے پاس) سے آئیں گے' اس طرح گھر کے بھیجے ہوئے پیسے استعمال میں لاتے تھے اور مدرسہ کی دی ہوئی تنخواہ غریب طلبہ میں تقسیم فرما دیتے۔ (ملفوظات محمود ج ۳)

مولانا ثابت علی صاحب رحمہ اللہ کا دوران سبق معمول

مولانا ثابت علی صاحبؒ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سبق کے دوران کسی طالب

علم کو سوتا ہوا دیکھتے تو پاس والے طالب علم سے فرماتے کہ اس کو جگا دو، وہ جگا دیتا پھر بھی سو جاتا تو پھر فرماتے کہ اس کو جگا دو، وہ جگا دیتا، پھر بھی سو جاتا تو اپنی جگہ سے اٹھتے اور اس کے زور سے تھپڑ لگاتے، اور پھر پھدک کر اپنی جگہ آ کر بیٹھ جاتے۔ (ملفوظات محمود ج ۳)

مولانا بدر عالم صاحبؒ دار العلوم میں

مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں فرماتے تھے کہ میں جس وقت دار العلوم دیوبند میں سلم العلوم پڑھاتا تھا، تو کانپتا تھا، چونکہ طلبہ میں بعض کو ملا مبین شرح سلم حفظ تھی، آہ علم کی پستی کہ آج کل شرح تو شرح متن بھی حفظ نہیں اور حفظ تو حفظ ناظرہ بھی صحیح نہیں کہ عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ (ملفوظات محمود ج ۳)

مثالی تربیت

"الاعتدال فی مراتب الرجال" میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"میری ابتدائی تربیت جن اصولوں کے تحت ہوئی ہے وہ یہ تھی کہ مجھے سترہ برس کی عمر تک نہ کسی سے بولنے کی اجازت تھی، نہ بلا معیت والد صاحب رحمہ اللہ علیہ یا چچا جان کے کہیں جانے کی اجازت تھی۔ حتیٰ کہ مدرسہ کی جماعت میں سبق بھی ان دو حضرات کے علاوہ کسی مدرس سے پڑھنے کی اجازت نہ تھی اور اسکی بھی اجازت نہ تھی کہ میں اپنے اکابر کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں بھی بلا والد صاحبؒ یا چچا جان صاحب کے ساتھ ہوئے بیٹھ سکوں کہ مبادا میں سبق کی جماعت میں، حضرت کی مجلس میں، کسی پاس بیٹھنے والے سے کوئی بات کرلوں، مجھے دو تین آدمیوں کے سوا کسی سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ تنہا مکان جانے کی اجازت نہ تھی۔ یہاں تک کہ جماعت کی نماز میں بھی مخصوص حضرات کی زیر نگرانی شرکت کرتا تھا۔ اس دور کی آپ بیتی اگر میں سناؤں تو الف لیلیٰ بن جائے کہ کس قدر تشدد مجھ پر رہا اور کس قدر سخت قیدیوں کی زندگی گزری مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل نے مجھے نباہنے کی توفیق عطا فرمائی، جس کی برکات میں اب دنیا میں ہی پا رہا ہوں۔"

آپ بیتی میں اس نوع کے متعدد واقعات لکھوانے کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''یہ سارے افسانے خواب ہی ہو گئے اور یہ سارے مراحل والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے ختم ہو گئے۔ اس کے بعد نگرانی گویا ختم ہو گئی۔ والد صاحبؒ کے انتقال سے تقریباً ایک سال پہلے یا اس سے بھی کچھ زائد حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ جن کا شدید اصرار والد صاحب کے بار بار بلانے پر رہتا تھا، ان کے خط کے جواب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ہی قلم سے تحریر فرمایا:

اب تک عزیز زکریا کی بیڑی میرے پاؤں میں ایسی زنجیر بنی ہوئی تھی کہ میں اس کی وجہ سے کہیں آ جا نہیں سکتا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ اب اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔''

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حق تعالیٰ شانہ کی کسی بندے پر سب سے بڑی عنایت یہ ہے کہ اسے اپنے کام کے لئے استعمال فرمائے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس عنایت الٰہیہ کے خاص مورد تھے۔ ان کے دم قدم سے دین کے تین شعبے جن پر دین کا بقا کا مدار ہے بڑی کامیابی وخوش اسلوبی سے چل رہے تھے۔ ایک دینی علوم کی نشر واشاعت اور درس وتدریس کا شعبہ دوسرا دعوت وتبلیغ اور تیسرا مجالس ذکر کو زندہ کرنا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ دوسرے دونوں شعبوں کی سرپرستی کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ دینی مدارس اور اہل مدارس کی ہر نوع کی سرپرستی فرماتے تھے۔

جن حضرات کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے ذرا بھی قریب ہونے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت دینی مدارس کے فروغ وترقی اور ان کے استحکام کے لئے کتنے فکر مند رہتے تھے۔ مدارس اور اہل مدارس کے لئے کتنی دعائیں فرماتے تھے، اور ہر مدرسہ کے احوال سے اس طرح باخبر رہتے تھے گویا مدرسہ کے نظم ونسق اور حل وعقد کی تمام تر ذمہ داری حضرت کے کاندھوں پر ہے۔ اہل مدارس کو مشورے دیتے تھے اور مدارس کی خیر وبرکت میں مزید اضافے کے لئے تدبیریں ارشاد فرماتے تھے۔ جن ملکوں اور خطوں میں دینی تعلیم کا رواج نہیں تھا وہاں دینی مدارس کے اجراء کی ترغیب دلاتے تھے۔

حضرت شیخ کی ایک اہم ترین خصوصیت حدیث نبویؐ سے ان کا عشق ومحبت اور غیر

معمولی شغف تھا۔ علم حدیث ان کے رگ وریشہ میں سرایت کرگیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں صرف علم حدیث کی خدمت اور اس کی تشریح وترجمانی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''۲ محرم ۳۲ھ کو ظہر کی نماز کے بعد میری مشکوٰۃ شریف شروع ہوئی۔ والد صاحبؒ نے خود ہی ظہر کی امامت بھی کی تھی، کہ اس زمانے میں نماز وہی پڑھایا کرتے تھے۔ اور نماز کے بعد غسل فرمایا اور اس کے بعد اوپر کے کمرے میں جو آج کل مہمان خانہ ہے اور اس زمانہ میں فارسی خانہ تھا اور مدرسہ کے اوقات کے علاوہ میرے والد صاحبؒ اور ہم سب کی گویا رہائش گاہ بھی تھا، اس میں اس در کی جانب جو مسجد کی طرف کھلتا ہے اور وہ مدرس اول فارسی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ان کا گدا وغیرہ وہاں بچھا رہتا تھا، اس پر کچھ بچھا کر دو رکعت نفل پڑھی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر مشکوٰۃ شریف کی بسم اللہ اور خطبہ مجھ سے پڑھوایا۔ پھر قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر پندرہ بیس منٹ تک بہت سی دعائیں مانگیں۔ لیکن میں اس وقت ان کی معیت میں صرف ایک ہی دعا کرتا رہا کہ یا اللہ! حدیث پاک کا سلسلہ بہت دیر میں شروع ہوا، اس کو اب مرنے تک میرے ساتھ وابستہ رکھیے۔ اللہ جل شانہ نے میری ناپاکیوں، گندگیوں، سیئات کے باوجود (یہ دعا) ایسی قبول فرمائی کہ محرم ۳۲ھ سے رجب ۹ تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ جس میں حدیث پاک کا مشغلہ نہ رہا ہو۔''

قبولیت کا ہی ثمرہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے مدت العمر آپ کو اس خدمت میں مشغول رکھا۔ تقریباً ساٹھ سال تدریس حدیث کے علاوہ بذل المجہود، اوجز المسالک، لامع الدراری، الکوکب الدری، جزء حجۃ الوداع، وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، خصائل نبویؐ اور فضائل ایسی وقیع کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں۔ ان کے علاوہ تقریباً اڑتیس کتابوں کی فہرست آپ بیتی میں درج ہے۔ جو علم حدیث سے متعلق ہیں اور جو ابھی تک غیر مطبوعہ مسودات کی شکل میں ہیں۔ آخری لمحات حیات میں حضرت مولانا محمد عاقل صاحب زید مجدہم (جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے عزیز و داماد اور مظاہر علوم سہارنپور کے صدر مدرس ہیں) حضرت نور اللہ مرقدہ کے حکم سے اور آپ کی نگرانی میں صحیح مسلم کی تقریر پر کام کررہے تھے اور روز کا کام

عشاء کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کو سناتے تھے۔ اسی "حدیث یار" کی تکرار میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا پیمانہ حیات لبریز ہوا۔ (شخصیات)

استاد القراء رحمہ اللہ کا طرز تدریس

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت قاری صاحب کے یہاں صرف مدرسہ ہی کے اوقات کی پابندی نہ تھی بلکہ انکی تعلیم کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا تھا۔ عموماً مدرسہ کے گھنٹہ سے آدھ گھنٹہ پہلے گویا فجر کی نماز کے متصل ہی حضرت قاری صاحب کی درس گاہ میں تعلیم شروع ہو جاتی تھی' ہمارے مدارس میں عصر سے مغرب تک کا وقت چھٹی کا ہے۔ لیکن حضرت قاری صاحب کے ہاں اس وقت بھی تعلیم جاری رہتی تھی۔ اور پھر تعلیم و تدریس کے ان طویل ترین اوقات میں حضرت قاری صاحبؒ ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی کہ یہ شخص اتنی طویل نشست پر کیسے قادر ہے؟

حضرت قاری صاحب طلباء کی چھٹی کے قائل نہیں تھے' مریض طلباء کو بھی حکم تھا کہ اگر وہ پڑھنے پر قادر نہیں تو درس گاہ میں آکر لیٹ رہیں' لیکن درس گاہ سے غیر حاضری انہیں گوارا نہ تھی۔ بعض اوقات کسی طالب علم کی بیماری نازک صورت اختیار کر لیتی لیکن حضرت قاری صاحب کو اس کی درس گاہ سے غیر حاضری تب بھی گوارا نہ ہوتی۔ ان کا ارشاد تھا کہ قرآن کریم شفائے مطلق' ہے اگر کسی کو قرآن سے شفا نہیں ہوتی تو اس کا مرنا ہی بہتر ہے۔

اس سلسلہ میں ایک لطیفہ حضرت قاری صاحب نے خود راقم الحروف کو سنایا کہ ایک طالب علم کی بیماری کچھ نازک صورت اختیار کر گئی' اس کے اعزہ کو تشویش ہوئی اور انہوں نے اسے ہسپتال لے جانے کا فیصلہ کیا' حضرت قاری صاحب نے فرمایا "اگر اسے بچانا ہے تو یہیں درس گاہ میں پڑا رہنے دو اور اگر مارنا ہے تو ہسپتال لے جاؤ" اس کے اعزہ اسے ہسپتال لے گئے' تین چار دن علاج ہوتا رہا' بالآخر ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا لڑکے کے والد اور چچا روتے ہوئے حضرت قاری صاحبؒ کے پاس آئے اور کہا لڑکے کی حالت مایوس کن ہے۔

آپ نے کہہ دیا تھا کہ اگر مارنا ہے تو ہسپتال لے جاؤ'' خدا کے لئے آپ یہ کہہ دیجئے کہ وہ بچ جائے گا۔ حضرت قاری صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا کہ بندہ خدا! میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ وہ تو میں نے یونہی جذبات میں کہہ دیا تھا۔ میرے کہنے سے سچ مچ مر تھوڑا جائے گا۔ مگر وہ بضد ہوئے کہ نہیں! آپ ضرور کہہ دیجئے کہ وہ مرے گا نہیں۔ میں نے کہا اچھا اسے درس گاہ میں لا کر لٹا دو' ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا اس نیم مردہ کو درس گاہ میں لا کر لٹا دیا گیا اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پاک کلام کی برکت سے اسے چند یوم میں صحت عطا فرما دی۔ قرآن کریم حضرت قاری صاحب کے رگ و ریشے میں رچ بس گیا تھا اور قرآن کریم کا نور ان کے چہرے میں جھلکتا تھا۔ (شخصیات وتاثرات)

علماء اور تنخواہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معاش کے انتظام کی دو صورتیں ہیں یا تو توکل کریں یا پابندی سے جو خدمت کریں تدریس یا تبلیغ اس پر کسی مدرسہ یا انجمن سے تنخواہ مقرر کرالیں پھر اس پر اگر کوئی سوال کرے کہ یہ تو پھر وہی دین فروشی ہوئی جس کی خدمت کی جارہی ہے سو میں اس کی تحقیق بتلاتا ہوں سنئے اصولی اور عقلی مسئلہ ہے کہ جو کوئی کسی کی خدمت میں محبوس ہو اس کا نفقہ اس کے ذمہ ہوتا ہے اور یہ قاعدہ تمام دنیا کے عقلاء کا معمول بہ ہے حتیٰ کہ سلاطین تک کے لئے بھی یہی قانون نافذ ہے بادشاہ کو جو خزانہ سے تنخواہ ملتی ہے وہ بھی محض اس لئے کہ وہ رعایا کے کام میں محبوس ہے کیونکہ بادشاہ وہ ہے جس کو ساری قوم حاکم بناتی ہے اور اس کو بیت المال کے خزانہ سے تنخواہ دیتی ہے۔

اب یہ دیکھو کہ وہ خزانہ کس چیز کا نام ہے اس کی حقیقت بتلاتا ہوں ساری قوم سے جو چندہ جمع کیا جاتا ہے کہ ایک پائی زید کی اور ایک پائی عمرو کی اور ایک پائی بکر کی جس کوٹھری میں اس کو جمع کیا جاتا ہے اس کا نام خزانہ ہے حقیقت اس کی وہی چندہ ہے وہ بھی قومی چندہ ہے اسی سے بادشاہ کو تنخواہ ملتی ہے صرف خزانہ کے لفظ سے اس کی عزت بڑھ گئی لوگ کہتے ہیں کہ یہ خزانہ شاہی ہے مگر حقیقت اس کی وہی چندہ قومی ہے پس یہی حقیقت اس چندہ کی ہے جس سے مولویوں کو تنخواہ یا نذر ملتی ہے مگر مولویوں کے حق میں چندہ سے تنخواہ ملنے کو لوگ ذلت سمجھتے ہیں

اور بادشاہ کے لئے ذلت نہیں سمجھی جاتی ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ بادشاہ کو ایک لاکھ ملتے ہیں اس لئے ذلت نہیں خیال کی جاتی اور مولوی بیچاروں کو تھوڑی مقدار ملتی ہے اس لئے اس کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور الزام رکھتے ہیں کہ مولوی خیرات کے ٹکڑے کھاتے ہیں مگر بغور دیکھئے حقیقت دونوں جگہ ایک ہی ہے اور جب حقیقت ایک ٹھہری تو جس نے چندہ میں سے ایک پیسہ لیا اس کی کم ذلت ہونا چاہئے اور جس نے زیادہ لیا اس کی زیادہ ذلت ہونی چاہئے۔

اب رہی یہ بات کہ بادشاہ کو خزانہ سے تنخواہ ملنے کے استحقاق کی علت کیا ہے سو وہ استحقاق کی علت یہ ہے کہ وہ ملک کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے کیونکہ وہ قوم کی خدمت کرتا ہے اس لئے اس کا نفقہ رعایا کے ذمہ ہے اور بادشاہ پر کیا موقوف ہے سب کو چندہ قومی ہی سے تنخواہ ملتی ہے کلکٹر کو بھی ڈپٹی کلکٹر کو بھی جج کو بھی منصف کو بھی۔ بس یہ مسئلہ عقلی ہوا اور اسی قاعدہ کو شریعت نے بھی تسلیم کرلیا جیسے زوجہ کا نفقہ اس کے شوہر پر اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اس کے پاس محبوس ہوتی ہے۔

اب بتلائیے یہ علت علماء کے استحقاق تنخواہ وغیرہ میں بھی مشترک ہے یا نہیں کیونکہ وہ بھی قوم کی دینی خدمت میں محبوس ہیں اس لئے ان کا نفقہ بھی قوم کے ذمہ ہے کیونکہ جب تک وہ معاش سے فارغ نہ ہوں دین کا کام کر نہیں سکتے اگر ان کی خدمت نہ کی جائے گی تو وہ کھائیں گے کہاں سے اور اس صورت میں ان پر کسی کا احسان بھی نہیں کبھی کوئی احسان کرنے لگے اس لئے کہ اگر وہ تنخواہ وغیرہ لیتے ہیں تو آپ کی دینی خدمت بھی تو کرتے ہیں پس آپ کے ذمہ تو ان کا قرض ہے اگر یہاں دنیا میں نہ دیا تو شاید آخرت میں اگلوائیں اور یہ دوسری بات ہے کہ وہ قیامت میں معاف کردیں اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ معاف ہی کردیں گے۔ غرض علماء چونکہ قوم کی دینی خدمت میں محبوس ہیں اس لئے ان کی تنخواہ یا نذرانہ قوم کے ذمہ ہے البتہ کسی خاص وعظ پر نذرانہ ٹھہرا کر لینا یہ ناجائز ہے باقی جو محبوس ہونے کے سبب تدریس یا تبلیغ پر تنخواہ لیں گے وہ جائز ہے ایسا نہ ہو تو پڑھنے پڑھانے کا اور تبلیغ کا سلسلہ ہی ختم ہوجائے گا اور سارا دین درہم برہم ہوجائے۔ اس تقریر سے دونوں باتوں کا جواب نکل آیا ایک تو یہ کہ مولوی تنخواہ وغیرہ کیوں لیتے ہیں دوسرے یہ کہ خیرات کے ٹکڑے کھاتے ہیں سو

خوب سمجھ لو کہ اگر یہ لوگ خیرات کے ٹکڑے کھاتے ہیں تو بادشاہ اور وائسرائے اور جج کلکٹر سب ہی خیرات کھاتے ہیں اگر یہی بات ہے تو کسی کو بھی تنخواہ نہ لینی چاہئے کیونکہ سب کو قوم ہی کے چندہ سے تنخواہ ملتی ہے۔ (خطبات حکیم الامت ۸۲)

تدریس میں نیت تبلیغ

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طلبا کا پڑھنا بھی تبلیغ ہے اگر نیت اچھی ہے۔

"انما الاعمال بالنیات" (الصحیح للبخاری:۱:۲،۸:۱۷۵)

(بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)

اگر آپ کی نیت میں یہ ہو کہ پڑھنے سے فارغ ہو کر امر بالمعروف کروں گا تو یہ پڑھنا بھی شعبہ تبلیغ ہی کا ہے۔ اگر یہ نیت نہ ہو تو پھر تبلیغ نہیں۔ دیکھو اگر کوئی شخص نماز کی نیت نہ کرے تو نماز نہیں ہوتی۔ ایسے ہی روزہ ہے۔ اگر نیت نہ کرے اور دن بھر فاقہ کرے۔ تو روزہ نہیں ہوتا۔ غضب کی بات ہے کہ ہم رات دن پڑھتے پڑھاتے ہیں مگر اعمال وطاعات کی نیت نہ کرنے کی وجہ سے ثواب سے محروم ہیں۔

غرض اچھی نیت سے اس وقت یہی کتابیں پڑھنا بے شک اصل تبلیغ ہے اور میں نے اس وقت کی قید اس لئے لگائی کہ پہلے زمانہ میں صحابہ وتابعین کو تدریس متعارف کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ ان کا تو بغیر اس کے کام چلتا تھا کیونکہ حافظ اور اذہان کافی تھے اور تدین بھی تھا اور اس وقت اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ اگر کتابیں مدون نہ ہوں اور آج کل لوگوں کا نہ حافظہ ویسا ہے نہ ویسا تدین ہے نہ ان کے قول پر ان جیسا وثوق ہے پھر زبانی کوئی مضمون حدیث وفقہ کا بیان کیا جاتا۔ تو سامعین کو ہرگز تسلی نہ ہوتی اور خیال ہوتا کہ نہیں معلوم یہ کچھ کہتے ہیں ٹھیک بھی ہے یا یوں ہی الٹ پلٹ ہانک رہے ہیں۔ اگر کتابیں مدون نہ ہوتیں تو بڑا غلط مبحث ہوتا۔ دین میں بڑا افساد پھیلتا۔ خدا کا بڑا احسان ہے کہ اپنی عنایت ورحمت سے اس نے کتابیں مدون کرا دیں مدرسے قائم کرا دیئے۔ اس کے سامان مہیا کر دیئے۔ منجملہ ان سامانوں کے ایک یہ ہے کہ مدرسہ کے لئے چندہ بھی کیا جائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ طیب خاطر سے ہو اور جب ان چیزوں کی ضرورت ثابت ہوگی کہ بغیر ان کے کام نہیں چلتا۔ چنانچہ اگر کتابیں نہ ہوں تو سلف کی

باتیں ہم تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں اور بغیر مدارس قائم کئے تعلیم کتب ممکن نہیں لہٰذا یہ بدعت ہی نہیں ہے بلکہ سنت ہے کیونکہ اس درس وتدریس سے بھی مقصود تبلیغ ہی ہے خواہ بلا واسطہ یا بالواسطہ چنانچہ تو تبلیغ مخاطب اول کو ہے یعنی طلبہ کو اور بالواسطہ مخاطب ثانی کو۔ یعنی عوام کو۔ سو یہ درس وتدریس تبلیغ کا اتنا بڑا فرد ہے مگر ہم نیت تبلیغ نہ کرنے سے اس کے ثواب سے محروم ہیں۔

انما الاعمال بالنیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نیت نہ کرنے سے اعمال کا ثواب نہیں ملتا۔ گو عمل متحقق ہوجائے اور بعض اعمال تو بلا نیت متحقق ہی نہیں ہوتے۔ کیونکہ اعمال دو قسم کے ہیں۔ بعض اعمال تو ایسے ہیں کہ ان کا تحقق بھی بلا نیت نہیں ہوتا اور بعض ایسے ہیں کہ ان کا تحقق تو ہوجاتا ہے مگر ثواب نہیں ملتا۔ جیسے پڑھنا اور پڑھانا کہ اس کا تحقق بلا نیت بھی ہوجاتا ہے۔ مگر ثواب نہیں ملتا۔ بخلاف نماز روزہ کے کہ ان کا تحقق ہی بلا نیت نہیں ہوتا۔ چاہے یوں جہل سے کہہ لے کہ ہمارے یہاں تحقق نماز بدوں نیت بھی ہوجاتی ہے۔

جیسے کسی نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے دو میاں بی بی کے نکاح کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ کہ ان کا یہ رشتہ ہے۔ ان میں نکاح ہوجائے گا۔ یا نہیں۔ مولانا نے فرمایا نہیں ہوسکتا تو وہ کیا کہتا ہے۔ کہ ہم نے تو کیا تھا ہوگیا تھا۔ اور جیسے ایک گنوار بے وضو نماز پڑھا کرتا تھا کسی واعظ سے سنا کہ بلا وضو نماز نہیں ہوتی۔ تو وہ کہتا ہے کہ بارہا کردیم وشد۔ اسی طرح اس گنوار نے سمجھا کہ بس ایجاب وقبول ہوگیا تو نکاح ہوگیا۔ حالانکہ رفع موانع شرائط تحقق سے ہے مگر بعض اعمال بغیر نیت کے بھی ہوجاتے ہیں مگر اجر نہیں ہوتا۔ جیسے تعلیم وتعلم، سو ہم لوگوں کا کتنا بڑا حرمان ہے کہ چوبیس گھنٹہ ہم اس میں مشغول مگر نیت نہ ہونے سے ثواب سے محروم۔

رہا یہ شبہ کہ اگر نیت بھی دین کی اور تبلیغ کی ہوتی۔ تب بھی ثواب نہ ملتا۔ کیونکہ اس کے ساتھ تنخواہ کی بھی تو نیت ہے اور یہ دنیا ہے۔ تو نیت تبلیغ کے بعد بھی ثواب کہاں ہوتا۔ کیونکہ خالص تبلیغ ہی کی تو نیت نہیں۔ بلکہ مدرسین کو تو تنخواہ بھی مطلوب ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے ایک تو وہ تنخواہ لینے والا ہے جس کو مقصود اصلی صرف نوکری اور تنخواہ سے ہے۔ ایک اور وہ جو تنخواہ نفقہ کے طور پر لیتا ہے۔ جیسے قاضی بیت المال سے تنخواہ لیتا ہے اور اصل مقصود اس کا خدمت دین ہے ان دونوں میں فرق ہے اور وہ

فرق یہ ہے کہ جس کو مقصود بالذات دنیا تھی۔ اس کو ثواب نہیں ملے گا۔ اور جس کو مقصود بالذات دین ہے مگر روپیہ گزر اوقات کے لئے لیتا ہے اس کو ثواب ملے گا۔ اگر یہ شبہ ہو کہ جب دین کے ساتھ دنیا کا بھی خیال ہے تو مجموعہ تو دنیا ہی ہوا۔ کیونکہ مرکب دین و دنیا سے دنیا ہے کیوں کہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ جس کو تنخواہ مدنظر نہیں' صرف گزر اوقات کے لئے لیتا ہے۔ اسکا مقصود تنخواہ کو کہا ہی نہ جائے گا۔ خواہ بلاشرط ہو یا بالشرط۔ ورنہ قاضی' مفتی' بلکہ خلفاء راشدین کسی کو بھی ثواب نہ ملتا۔

اب اس کی علامت کیا ہے کہ اس شخص کو مقصود صرف دین ہے اور تنخواہ صرف رفع حاجت کے لئے۔ سو اس کی علامت یہ ہے کہ جس کو تنخواہ ملتی ہے اس کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت تو یہ ہے کہ جتنی تنخواہ اس کو ملتی ہے وہ اس کے نان ونفقہ کو کافی نہیں۔ اس حالت میں تو دوسری کوئی بڑی نوکری تلاش کرنا اس کے لئے یہ علامت قصد دنیا کی نہیں۔ لیکن اگر وہ رفع حوائج کے لئے کافی ہے۔ معاش میں کوئی تنگی نہیں ہے اور پھر بھی اس کو بڑی ملازمت کی تلاش ہے کہ اگر دوسری جگہ زیادہ تنخواہ ملے تو فوراً چلا جائے اور اس وقت محض ترقی ہی کی وجہ سے جاتا ہے۔ یہ تو علامت اس کی ہے کہ اس کو دین مقصود نہیں۔ دنیا مقصود ہے اور دوسری حالت یہ ہے کفایت کی صورت میں دوسری جگہ کی تلاش نہ ہو اور ملے بھی تو نہ جائے۔ یہ علامت ہے کہ دین مقصود ہے۔

ہاں یہ بھی دیکھا جائے گا کہ اس شخص سے دونوں جگہ دین کا نفع برابر ہے یا دوسری جگہ زیادہ ہے۔ اگر اس سے دوسری جگہ کو ترجیح ہے تو اور بات ہے۔ بشرطیکہ قصد دین کا ہو۔ ورنہ اگر دوسری جگہ کو نفع دینی زیادہ ہو مگر مقصود اس کا یہ نہیں۔ بلکہ مقصود تو ہے ترقی دنیا اور نفع دینی کو آڑ بناتا ہے۔ تو اس شخص کی نسبت کہا جائے گا کہ یہ ملازمت محض دنیا کے لئے کرتا ہے دین کے لئے نہیں کرتا۔ دین کے لئے ملازمت وہ ہے جس میں عزم دین کا ہو۔ اس کو ہر شخص دل میں ٹٹول کر دیکھ لے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ محض لفظی نیت سے کام نہیں چلتا۔

جیسے ایک دفعہ کانپور میں میں مسافرانہ طور پر گیا ہوا تھا اور دوسری جگہ جانے کو تیار' ٹکٹ لینے کے لئے آگے آدمی کو بھیج دیا اور خود عشاء پڑھ کر جانے کو تھا۔ عشاء کی امامت کے لئے مجھے کہا گیا۔ میں نے کہا اگر کوئی مقیم پڑھا دے تو بہتر ہے شاید بعض مقتدی امامت مسافر

کے مسائل سے ناواقف ہوں۔ تو ایک صاحب فرماتے ہیں کہ تم اقامت کی نیت کر کے پوری نماز پڑھا دو۔ تو ظاہر ہے کہ وہ نیت لفظی یا خیالی نیت ہوتی۔ حقیقی نیت نہ ہوتی۔ غرض محض تصور سے کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ تصور نیت نیت نہیں۔ جیسا تصور کفر کفر نہیں۔ بلکہ عزم کفر کفر ہے۔ اسی طرح تصور ریاء ریاء نہیں۔ بلکہ عزم ریاء ہے۔

بہرحال مقصود کو دیکھنا چاہئے اور ہر شخص اپنے وجدان کو دیکھے کہ اس وقت جہاں تنخواہ پر کام کر رہا ہے اگر دوسری جگہ اس سے زیادہ ملے تو چلا جائے گا یا نہیں۔ اگر زیادہ ملنے پر بھی نہ جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص حسبۃ للہ کام کرتا ہے ورنہ اجیر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اجرت لینے میں گناہ ہو۔ کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ جواز کے قائل ہیں اور ہمارے علماء نے اس پر فتویٰ دے دیا ہے مگر گفتگو اجر و ثواب میں ہے۔ یہ میری رائے ہے اگر غلطی ہو تو مجھ کو اطلاع کر دی جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نفقہ قاضی کے طور پر تنخواہ لیتا ہے اس کو اجر ملے گا' ورنہ نہیں۔

اب صرف ایک شبہ اور رہ گیا۔ وہ یہ کہ جب یہ نفقہ قاضی کی مثل ہے تو پھر تنخواہ کا تعین کریں جواب یہ ہے کہ تعین تنخواہ محض رفع نزع کے لئے ہے کیونکہ اصل معیار تو رفع حاجت ہے اور حاجت کبھی کم ہوتی ہے کبھی زیادہ' اور در اصل اس میں معتبر قول صاحب حاجت کا ہے۔ شاید کسی کو اس پر شبہ ہوتا۔ کہ ممکن ہے کہ حاجت پانچ روپے کی ہو اور اس نے بتلائے دس روپیہ' پھر نزاع ہوتا ہے۔ اس لئے مصلحت یہ ہے کہ تعین ہو جائے۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے نفقہ زوجہ کو اس میں بھی اصل عدم تعین ہے کیونکہ وہ اجرت نہیں بلکہ حق واجب ہے اور اصل معیار اس کا حاجت ہے چنانچہ قبل فرض قاضی بھی اس کا ادا کرنا واجب ہے لیکن بعض دفعہ مصلحت عدم نزاع کے لئے قاضی نفقہ کی مقدار معین کر دیتا ہے اور ظاہر ہے فرض قاضی کے بعد بھی وہ نفقہ ہی ہوتا ہے اجرت نہیں ہو جاتی۔ پس اگر تعیین منافی ثابت ہوتی تو چاہئے کہ نفقہ زوجہ بعد فرض کے نفقہ نہ رہے۔ بلکہ اجرت ہو جائے اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ یہ اجمالی جواب ہے واللہ اعلم بتفاصیلہ۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو اصلاح کر دی جائے۔ غرض تنخواہ لینے کے بعد ہی بعض صورتوں میں اجر ملتا ہے۔ جب اجر ملتا ہے تو پھر نیت تبلیغ کی کیوں نہ کی جائے۔ پس مدرسین و طلبہ تبلیغ کا ثواب سن کر پڑھنا

پڑھانا نہ چھوڑیں۔ بلکہ وہ اس میں نیت تبلیغ کر لیں۔ (خطبات حکیم الامت ج ۱۳)

دینی تقاضہ کو ترجیح

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں حیدر آباد دکن میں ڈھائی سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر ملازم تھے۔ اسی دوران علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صدر مہتمم دار العلوم دیو بند اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ مہتمم دار العلوم دیو بند نے آپ کو دار العلوم دیو بند میں بحیثیت شیخ التفسیر کے سترہ روپیہ ماہانہ پر دعوت دی۔ آپ اس کے لئے تیار ہو گئے، جملہ احباب و متعلقین نے شدید مخالفت کی لیکن حضرت مولانا ادریس صاحب رحمہ اللہ کی ذات میں صبر و قناعت کا عنصر بدرجہ اتم موجود تھا آپ نے صاف طور پر فرمایا کہ:۔ ''خواہ تنگی ہو یا فراخی ہو میں دار العلوم دیو بند کی دعوت کو رد نہیں کر سکتا اور پھر وہ بھی تفسیر قرآن پڑھانے کے لئے''

جب متعلقین نے زیادہ ہنگامہ کیا تو حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ اپنے اطمینان قلب کی خاطر کاندھلہ تشریف لائے اور والد صاحبؒ سے مشورہ کیا اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کے خطوط دکھائے اور عرض کیا کہ ان حضرات نے دار العلوم میں شیخ التفسیر کی جگہ کیلئے دعوت دی ہے، لیکن تنخواہ وہاں (حیدر آباد دکن) کے ڈھائی سو کے مقابلے میں صرف سترہ روپے ماہانہ ہو گی۔ آپ کی کیا رائے ہے...... چلا جاؤں یا عذر کر دوں؟''

یہ بات سن کر حضرت کاندھلویؒ کے والد صاحب سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:۔

''درکار خیر ہیچ حاجت استخارہ نیست''

نیز فرمایا! تم پوچھنے بھی کیوں آئے، پہلے ہی خط میں ہاں، کہہ دینا تھا''

والد محترم کی یہ بات سن کر دل کا خلجان دور ہو گیا اور آپ نے شرح صدر کے ساتھ دار العلوم دیو بند کی درخواست قبول فرمائی۔ (تذکرہ مولانا ادریس کاندھلویؒ)

ایثار کی ایک زندہ مثال

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب غالب پوریؒ جب دار العلوم دیو بند تشریف لے گئے تو چونکہ شرح جامی کے معیار کی تعلیم نہیں ہوئی تھی اس لئے مدرسہ میں داخلہ نہ ہو سکا۔ اتفاقاً گھر

واپس ہونے کے لئے کرایہ بھی نہیں تھا۔ اس لئے بڑی الجھن میں پھنس گئے "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ اس وقت جب حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ کو دیگر طلبہ کی زبانی مولانا بشیر احمد صاحب کی پریشان حالی کی اطلاع ہوئی تو انہیں اپنے حجرہ میں بلایا اور تسکین اور حوصلہ افزائی کے بعد فرمایا کہ:۔

"کھانے کی طرف سے آپ بالکل بےفکر رہیں' میرا دوپہر کا پورا کھانا اور شام کا آدھا آپ کو مل جایا کرے گا' آپ ایک سال کے اندر اپنی علمی کمزوری کو دور کریں"

چنانچہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ نے حسب وعدہ مکمل ایک سال تک نصف کھانے پر اکتفا کر کے دوسرے کی مدد کی۔ مولانا فتح پوری اکثر روزے سے رہتے تھے' شام کے کھانے سے آدھا افطار وغیرہ کے لئے رکھ لیتے تھے اور بقیہ مولانا بشیر احمد صاحبؒ کے حوالے کر دیتے تھے۔

یہ قابل رشک اور بے نظیر مجاہدہ اور ایثار جو مولانا فتح پوری نے زمانہ طالب علمی میں پیش کیا۔ (تذکرہ علماء اعظم گڑھ ص ۳۲۵)

طالب علم کیلئے کمال ایثار

شہر فتح پور (یوپی) کے حضرت مولانا حاجی حکیم ظہور الاسلام صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے صاحب دل بھی تھے اور تقویٰ اور خوف خدا کے ایک پیکر مجسم' شہر میں ایک بار ہیضہ پھیلا اور لوگ چٹ پٹ ہونا شروع ہو گئے۔ مدرسہ (اسلامیہ فتح پور) کے متعلق ایک دارالاقامتہ بھی تھا اس کا غریب پردیسی لڑکا دور دراز بنگالہ دیس کا رہنے والا بھی مبتلا ہوا' اور مولانا کو اس کی خبر ہوئی' بے قرار ہو گئے اسپتال بھجوانے کے بجائے خود جا کر مریض کو جھٹ اپنے گھر اٹھا لائے۔ ہیضہ کا مریض اور وہ بھی کوئی اپنا عزیز نہیں اسے اپنے گھر اٹھا لانا کوئی معمولی بات تھی؟ موت و ہلاکت کو اپنے وہاں دعوت دینا تھا! اور اب خدمت و تیمارداری مولانا نے خود شروع کی' ہیضہ کے مریض کی جو گندی حالتیں ہو سکتی ہیں ان سب کو تصور میں لے آیئے اور پھر یہ سوچیئے کہ مولانا خود اپنے ہاتھ سے اسے دوا پلا رہے ہیں اور ایک ایک خدمت اس کی کرتے جاتے ہیں! گھر والے ایسے موقع پر ساتھ چھوڑ دیتے ہیں

اور اچھے اچھے دوست منہ چراجاتے ہیں مولانا کیا بشر نہ تھے کوئی فرشتہ تھے؟

مریض کی حالت گرتی گئی بگڑتی گئی' ادھر مولانا کی گریہ وزاری بھی بڑھتی گئی بار بار دعائیں اپنے رب اور زندگی وموت دونوں کے خالق سے تھیں کہ "اے اللہ اس پر رحم کر' غریب پردیسی ہے' اپنے باپ کا اکلوتا ہے"

ساری رات دوسرے تیماردار کہاں تک ساتھ دیتے ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے' اب تنہا دنیا کا مالک ومولا تھا اور اس کا یہ وفا شعار غلام اس سے راز ونیاز میں مصروف' راوی کا بیان ہے کہ پچھلے پہر میری آنکھ کھلی تو دیکھتا کیا ہوں کہ مولانا جانماز پر بیٹھے زار وقطار رو رہے ہیں اور اپنے ناز بردار خالق کے آگے مچل رہے ہیں سرگوشی کے لہجہ میں رات کے سناٹے میں دعا کے الفاظ کچھ اس طرح کے سنائی دیئے۔

"مالک ہو جو چاہو کرو' قادر مطلق ہو جو چاہو کر ڈالو' قانون قدرت تمھارا اپنا بنایا ہوا ہے جب چاہو' اسے توڑ سکتے ہو آخر مجھے تو سرخ رو کرنا ہے' یہ بچہ پردیسی ہے' میرے بھروسے پر آیا ہے۔ ماں باپ کا کیا حال ہوگا...... خیر اگر یوں مجھ گنہگار کی دعا قبول نہیں کرتے تو میری نذر ہی قبول فرمالو' جان کے بدلے جان حاضر ہے ایک ہمارا اپنا بچہ ہے اسے کے عوض میں قبول فرماؤ وہ بھی تمھارا میں بھی تمہارا"

اور یہ بھی سن لیجئے مولانا کے کئی بچے نہ تھے کئی بچوں کے گذر جانے کے بعد یہی ایک سات سال کی عمر کا زندہ تھا' ماں باپ ہی نہیں گھر بھر کے ارمانوں کا مرکز...... ایک محض اجنبی کی خاطر نذر اس جگر کے ٹکڑے کی پیش ہو رہی تھی!

امتحان ابراہیم علیہ السلام کا نہیں ایک ابراہیمی کے ظرف وتحمل کا در پیش تھا اللہ اللہ! سحر ہو رہی تھی کہ اچانک مکان کے اندر سے کنڈی کھٹکی' معلوم ہوا کہ بچے پر وبا (ہیضہ) کا حملہ ہو گیا۔ مولانا اطمینان سے اٹھ کر اندر گئے دوا پلائی نفع خاک نہ ہوا۔ مولیٰ نے بندہ کی نذر قبول کر لی تھی۔

عبدیت کی کمان سے چھٹا ہوا تیر نشانہ پر پہنچ چکا تھا ادھر وہ پردیسی اچھا ہوتا گیا ادھر یہ نازوں کا پالا ہوا اپنا بیٹا گرتا گیا' یہاں تک کہ مولانا اپنے ہاتھوں جا کر اکلوتے جگر گوشہ کو پیوند خاک کر آئے۔ (حکایت اسلاف)

صبر و عزیمت کا ایک واقعہ

حضرت الاستاذ شیخ الادب الفقہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ کی یاد میں اب تک علمی دنیا نالاں وگریاں ہے اپنے علمی شغف میں ضرب المثل اور نمونہ سلف تھے ان کے بارے میں اپنے رفقاء درس سے سنا کہ:۔

حضرت والا کی اہلیہ کی حالت نازک تھی لیکن پھر بھی درسگاہ تشریف لے ہی آئے فجر کی نماز پڑھی، ہدایہ اخیرین بغل میں لی اور اپنے مخصوص انداز میں درسگاہ پہنچے، درس ہدایہ اخیرین جاری ہے، انتہائی سکون اور تسلسل کے ساتھ حضرت مرحوم کی تقریر جاری ہے اچانک ایک طالب علم خلل انداز ہوتا ہے، پریشان حال طالب علم اطلاع دیتا ہے۔ حضرت والا ''حامد میاں کی والدہ'' (شیخ الادب کی اہلیہ) کا انتقال ہو گیا۔

یہ صبر و سکون کو ختم کرنے والی دل دوز خبر سنکر جو بے چینی پیدا ہو سکتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اس بڑھاپے میں اہلیہ کا انتقال ہو رہا ہے لیکن اس صبر و عزیمت کے پہاڑ نے کیا کیا اور سننے والوں نے کیا سنا ذرا اسے بھی سن لیجئے اس پریشان کن خبر کے بعد بھی آپ کی زبان سے صرف انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کی آواز سنی جاتی ہے اور پھر اپنی اسی شان سے تقریر جاری ہے صورت مسئلہ کی توضیح ہو رہی ہے دلائل کی تحلیل ہو رہی ہے نہ تقریر کا تسلسل ٹوٹتا ہے نہ آواز میں کوئی فرق پیدا ہوتا ہے بلکہ درس بدستور اپنی پوری عظمت کے ساتھ جاری ہے۔

صبر و عزیمت غیر معمولی علمی شغف کی اس سے بہتر مثال کیا مل سکتی ہے اس کو دیکھ کر کیا خواہ مخواہ اسلاف کی یاد نہیں آجاتی ہے۔ **فرحمه الله رحمة واسعة وجزاه الله جزاء موفورا۔**

''خدا کی رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را'' (حکایت اسلاف)

اہل مدارس کو خلوص تربیت اور عمل کی ضرورت

علم دین حاصل کرنے میں امام غزالیؒ جیسی نیت ہونا چاہیے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک روز بادشاہ اس مدرسہ نظامیہ کے دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور مخفی طور سے طلباء کے خیالات کی آزمائش کی۔ کہ دیکھیں علم دین پڑھنے سے ان کی کیا غرضیں ہیں۔ چنانچہ ایک طالب علم سے پوچھا کہ آپ کس لئے پڑھتے ہیں؟ اس نے کہا میں اس لئے پڑھتا ہوں کہ میرا باپ قاضی ہے میں اگر عالم بن جاؤنگا تو میں بھی قاضی ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد دوسرے سے پوچھا، اس نے کہا میرا باپ مفتی ہے۔ میں مفتی بننے کے لئے پڑھتا ہوں غرض جس سے پوچھا اس نے کوئی غرض دنیا ہی کی بتلائی، بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ افسوس ہے کہ علم دین دنیا کے لئے پڑھا جارہا ہے اور ہزاروں روپیہ مفت میں برباد ہو رہا ہے۔

ایک گوشہ میں امام غزالیؒ بھی خستگی کی حالت میں بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے۔ اس وقت تک یہ طالب علم تھے نہ کوئی جانتا تھا نہ شہرت تھی۔ ان سے دریافت کیا کہ تم کیوں پڑھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک مالک حقیقی ہے جو آسمان وزمین کا مالک ہے اور مالک کی اطاعت ضروری ہوتی ہے کہ اس کی مرضیات پر عمل کرے اور نامرضیات سے بچے، سو میں اس لئے پڑھتا ہوں کہ اس کی مرضیات ونامرضیات کی اطلاع حاصل ہو۔ بادشاہ سن کر خوش ہوئے اور ظاہر کیا کہ میں بادشاہ ہوں

اور کہا کہ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اس مدرسہ کو توڑ دوں گا مگر تمہاری وجہ سے یہ مدرسہ رہ گیا۔

پس تحصیل علم اس غرض سے ہونی چاہیئے جو امام غزالیؒ نے ظاہر کی اور جس کی غرض تحصیل دنیا اور باعث حب دنیا ہوگا اس کے علم سے کچھ نفع نہ ہوگا۔ (دعوات عبدیت، ذم ہوی)

علماء کی فضیلت عمل کی وجہ سے ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ حضرات علم کی دولت کی وجہ سے حضرات انبیاءؑ کے وارث ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے العلماء ورثة الانبیاء۔ اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس کو ہر ذی علم نے بڑی خوشی سے تسلیم کرلیا ہے۔ اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں کمال علمی کے ساتھ کوئی دوسرا کمال عملی بھی تھا یانہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب اثبات میں دیا جائے گا۔ کیونکہ اگر انبیاء علیہم السلام میں بھی کمال عملی نہ مانا جائے تو پھر کس کے اندر مانا جائے گا۔ کیونکہ وہ حضرات تو افضل المخلوقات ہیں۔ پس یہ کہنا ضروری ہوگا کہ انبیاء میں اس درجہ کمال عملی تھا کہ کسی دوسرے میں ہونا ممکن نہیں۔ جب یہ بات ثابت ہوچکی تو اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ وراثت کی وجہ صرف کمال علمی ہے یا کمال عملی بھی اس میں داخل ہے۔ ہم جو غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف کمال علمی وجہ وراثت نہیں ہوسکتا اس لئے کہ جو عالم بے عمل ہیں ہم ان میں کوئی شان مقبولیت نہیں پاتے حالانکہ وارث نبی ہونے کے لئے مقبول ہونا ضروری ہے۔ مثلاً ابلیس کہ وہ بہت بڑا عالم ہے۔ اور دلیل اس کے عالم ہونے کی یہ ہے کہ وہ علماء کے اغواء کی تدبیر کرتا ہے اور بسا اوقات اس میں کامیاب بھی ہوجاتا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کسی شخص کے خیالات کو وہی بدل سکتا ہے جو کہ خود بھی کم ازکم اس کے برابر ماہر تو ہو جس کے خیالات بدلنے کی کوشش ہے قانون داں کو وہی شخص دھوکہ دے سکتا ہے جو کہ خود بھی قانون جانتا ہو۔ تو شیطان کا علماء کے اغواء میں کامیاب ہونا صاف بتلا رہا ہے کہ وہ بھی بہت بڑا عالم ہے لیکن اس کا جو انجام ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

علماء بنی اسرائیل جن کی نسبت انتم تتلون الکتاب ارشاد ہے مگر ان کی بدانجامی

کا ذکر خود قرآن پاک میں مذکور ہے۔ اور جگہ جگہ ان لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے حتیٰ کہ کسی فرقے کی اتنی مذمت قرآن پاک میں نہیں جتنی بنی اسرائیل کی ہے پس معلوم ہوا کہ صرف کمال علمی وراثت کی وجہ نہیں بلکہ عمل کی بھی ضرورت ہے کیونکہ بدون عمل کے قبولیت نہیں ہوتی اور غیر مقبول وارث انبیاء نہیں ہوسکتا۔ اس کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں نہایت واضح فرمادیا ہے۔ فرماتے ہیں: **العلماء ورثة الانبياء وان الا نبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهما ولكن ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر.**

اس حدیث میں علم کو حظ وافر فرمایا ہے اور علم حظ وافر اس وقت ہوسکتا ہے کہ جب مقرون بالعمل ہو نری صفت علم کو حظ وافر نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کا وبال جان ہونا خود حدیث میں مذکور ہے۔ **ان من العلم لجهلا۔**

اسی طرح کلام مجید میں ارشاد ہے: **ولقد علموا لمن اشتراه ماله فى الآخرة من خلاق ولبئس ماشروابه انفسهم لو كانوا يعلمون۔** تو حدیث میں ایسے علم کو جہل فرمانا اور آیت میں **علموا** کے بعد، **لو كانوا يعلمون** فرمانا صاف بتلاتا ہے کہ یہ علم کسی درجہ میں بھی قابل اعتبار نہیں پس اچھی طرح واضح ہوگیا کہ علم بلا عمل حظ وافر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو علم عقاب سے نہ بچا سکے وہ حظ وافر کیا ہوگا حظ وافر وہی علم ہوگا جو کہ مقرون بالعمل ہو مطلق علم وراثت کی وجہ نہیں ہوگا۔ (دعوات عبدیت)

بے عمل عالم پوری جماعت کی بدنامی کا سبب بنتا ہے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کی جماعت میں اگر چہ سب ایسے نہیں ہیں لیکن ان کے لئے کسی ایک کا ایسا ہونا بھی موجب شکایت ہے کیونکہ تباہی ان ہی تک مقصود (منحصر) نہیں رہتی بلکہ اس ایک کو دیکھ کر دوسرے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ علماء کی جماعت میں اگر ایک شخص بھی لاابالی (بدعمل بے پرواہ) ہوتا ہے تو اس کا اثر سب پر پہنچتا ہے اور یہ اثر دو طرح ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اس کو دیکھ کر دوسرے عوام بدعملی پر جرات کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ سب علماء سے بدگمان ہوجاتے ہیں اور اس طرح سے علماء پر اعتراض کی نوبت آتی ہے۔ اور پھر اعتراض سے بدزبانی تک نوبت آجاتی ہے اس میں اگر چہ اکثر عوام

غلط ہیں۔ کیونکہ لاتزر وازرۃ وزر اخری۔ لیکن زیادہ تر اس کا سبب ہم ہیں اور وہ اعتراضات مخالفین کے نہیں ہوتے کہ ان کو حسد یا بغض پر محمول کرلیا جائے یا یہ کہا جائے کہ اعتراضات تو انبیاء پر بھی ہوئے ہیں پھر ہم کو اعتراضات کی پرواہ، کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر اعتراضات کفار کی طرف سے ہوئے تھے۔ اور علماء پر انکے موافقین جوان کا دم بھرتے ہیں اعتراض کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑا عیب ہے کہ اپنے لوگ اعتراض کرنے پر مجبور ہوں ہماری حالت بے حد محل تاسف ہے۔

اس سے عوام الناس پر بہت اثر پڑتا ہے یعنی ان کو یہ کہنے کی گنجائش ملتی ہے کہ علماء ایسے ہوتے ہیں اگر خلوص تقویٰ نہ اختیار کیا جائے تو اسی مصلحت سے اختیار کرلیا جائے کہ اس سے عوام بگڑیں گے ورنہ ایسے لوگ یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق کہے جاسکتے ہیں کیونکہ روکنا جس طرح مباشرۃً ہوتا ہے کہ ہاتھ سے روکے تو اس طرح تسبب بھی ایک قسم کا روکنا ہے اس کو بھی صد عن سبیل اللہ کہا جائے گا کیونکہ سبب معصیت بھی معصیت ہوتا ہے اور اسی معصیت کے ساتھ اس کا بھی شمار ہوتا ہے۔ (دعوات عبدیت)

اہل علم اور طلباء کو تقویٰ کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عربی پڑھنے والے بھی سب عالم نہیں ہوتے، کیونکہ زبان اور چیز ہے، اور علم اور چیز ہے۔ میں تو ترقی کر کے کہتا ہوں کہ اگر علم دین بھی ہو اور عمل نہ ہو تو وہ بھی محقق عالم نہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علماء یہود کے بارے میں فرماتے ہیں: لو کانوا یعلمون چونکہ وہ عمل نہ کرتے تھے اس لئے باوجود اس کے کہ اس کے قبل ان کی نسبت ولقد علموا (یعنی ضرور یہ جانتے ہیں) کا حکم ہے۔ پھر بھی لو کانوا یعلمون میں ان کے علم کی نفی کی اور ان کے علم کو کالعدم سمجھا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ علم مطلوب وہی ہے جس کے ساتھ عمل ہو پس اہل علم ناز نہ کریں کہ ہم نے کتابیں پڑھ لی ہیں ہم مولوی ہیں۔

یادرکھو علم کی حقیقت کہ احکام کو صحیح صحیح سمجھ جائیں میں بقسم کہتا ہوں کہ وہ بدون تقویٰ کے نصیب نہیں ہوتا۔ اگر دو آدمی ہم عمر ہوں اور ایک ہی استاد سے انہوں نے پڑھا ہو اور فہم وحافظے

میں بھی برابر ہوں۔ لیکن فرق یہ ہو کہ ایک متقی ہو اور ایک نہ ہو تو متقی کے علم جو برکت اور نور ہو گا اور جیسا فہم اس کا صحیح ہو گا اور جیسے حقائق حقہ اس کے ذہن میں آئیں گے۔ وہ بات غیر متقی میں ہرگز نہ ہوگی اگرچہ اصطلاحی عالم ہے اور کتابیں بھی پڑھا سکتا ہے مگر خالی اس سے کیا ہوتا ہے۔

اگر تقویٰ ہو گا تو علوم حقہ قلب پر وارد ہوں گے۔ اب بھی جس طالب علم کا جی چاہے تجربہ کر لے اور تقویٰ کو اختیار کر کے دیکھ لے کہ کیسے کیسے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اگر خلوص سے تقویٰ اختیار کیا جائے تو اس کی برکت کی تو حد نہیں۔ اگر خلوص نہ ہو تو امتحان کیلئے کر کے دیکھ لو اس کی برکت بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لو گے۔ طلبہ کو خصوصیت کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔ (دعوات عبدیت)

زمانہ طالب علمی ہی سے عمل کا اہتمام کرنا چاہئے

طلبہ کو چاہئے کہ پڑھنے ہی کے زمانہ میں عمل کا اہتمام کریں تا کہ استعداد علمی کے ساتھ قوت عملی میں بھی ترقی ہوتی رہے عمل کرنے میں ٹال مٹول نہ کریں اس لئے کہ آج کل کرتے کرتے عمر ختم ہو جاتی ہے اور عمل کی فرصت میسر نہیں ہوتی۔

چنانچہ فاتحۃ العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان بسا اوقات تم لوگوں سے علم میں سبقت لے جاتا ہے تو عرض کیا گیا کہ یہ کیسے تو فرمایا اس طرح کہتا ہے علم طلب کرو، ابھی عمل مت کرو، حتیٰ کہ جملہ علوم حاصل کر لو پس ہمیشہ آدمی تحصیل علم میں لگا رہتا ہے اور عمل میں کوتاہی اور ٹال مٹول کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ مر جاتا ہے اور عمل سے محروم رہ جاتا ہے۔

بغیر عمل کے پڑھنا بیکار ہے

علم تو دراصل عمل کیلئے ہے پس اگر کوئی طالب علم علم پر عمل نہیں کرتا تو اس کا پڑھنا بیکار ہے اس لئے کہ وہ اللہ کی مخلوق کیلئے رہبر نہیں بلکہ رہزن ثابت ہو گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا طلب کرنا فرض ہے اور علم کا غیر اہل کو سپرد کرنے والا ایسا ہے جیسے خنزیروں کو

جواہرات اور موتیوں اور سونے کا ہار پہنانے والا۔

یعنی جس طرح خنزیر کی گردن میں موتیوں کا ہار پہنانا انتہائی ناقدری کی علامت ہے۔اسی طرح دین علم جیسی عظیم نعمت کو نااہل کو سپرد کرنا نہایت قبیح فعل ہے چنانچہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الدر المنضود میں یوں تحریر فرمارہے ہیں کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جس طالب علم میں کوتاہی عمل کی بو بھی ہم کو معلوم ہو تو اس کو پڑھانے سے رک جائیں اس لئے کہ بے عمل کو علم پڑھانے سے بجز اس کے کہ حجت الٰہی اس پر قائم ہو جائے اور کوئی ثمرہ نہیں ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو شور (کھاری) زمین میں بیج بوتا ہے۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے بدعمل کو علم سکھلانا ایسا ہے جیسے کہ درخت حنظل (کڑوا درخت) کو پانی دینا کہ جس قدر سبزہ ہوگا اسی قدر کڑوا ہوگا اسی طرح جس شخص نے علم کو عمل کیلئے نہ حاصل کیا تو جس قدر اس کا علم بڑھے گا اسی قدر اس میں برائیاں بھی بڑھیں گی اس کے بعد علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ طلباء کی بہت سی بے عملیوں کو شمار کرکے فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! علم کیلئے کوئی ایسی حد مقرر نہیں کہ وہاں پہنچ کر انسان عمل کی طرف رجوع کرے یعنی علم کے ساتھ ساتھ عمل کرنا چاہئے علم سے فراغت کا انتظار نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ علم کی کوئی حد نہیں۔(مثالی شاگرد)

ارشادات

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

اکابر کا عملی مقام

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ مکتب میں قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے مگر عملی مقام یہ تھا کہ چالیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی اور حضرت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے شیخ ہوئے۔

اسلاف کا اہتمام عمل

ارشاد فرمایا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دورہ حدیث میں صرف اس طالب علم کو داخلہ ملتا تھا جو تہجد گزار ہوتا تھا حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلوی کے یہاں مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی پڑھنے آئے کھانا آیا تو صرف روٹی کھالی اور سالن واپس کر دیا۔ شاہ صاحب کو تشویش ہوئی دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے عرض کیا حضرت عام طور پر دلی کے سالن میں کھٹائی پڑتی ہے اور یہاں آموں کی خرید و فروخت پھلوں کے آنے سے پہلے ہی ہو جاتی ہے جو بیع فاسد ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے خوشی میں فرمایا کہ الحمدللہ ہمارے یہاں فرشتہ پڑھنے آیا ہے۔ ایسے طالب علم ہوا کرتے تھے۔

نواب قطب الدین صاحب جو مظاہر حق کے مصنف ہیں انہوں نے اپنے استاد شاہ مولانا اسحاق صاحب رحمہ اللہ اور اپنے ساتھی مولانا مظفر حسین صاحب کی دعوت کی شاہ صاحب نے قبول فرمالی اور مولانا مظفر حسین نے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب سے اس کی

شکایت کی گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ حضرت بات یہ ہے کہ نواب صاحب آج کل مقروض ہیں اور دعوت میں تکلف کرتے لہٰذا اتنی رقم انہیں ادائیگی قرض میں صرف کرنی چاہئے۔ شاہ صاحب نے بھی دعوت منسوخ کر دی۔

معلم کا دیندار ہونا ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ استاد اگر دیندار ہو تو اس سے انگریزی پڑھنے والے بھی منور اور دیندار ہوں گے اور اگر معلم بددین ہو تو اس سے قرآن اور حدیث پڑھنے والے بھی بددین ہی پیدا ہوں گے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمہ اللہ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے لیکن مولانا کی برکت سے شاگرد تہجد گزار ہونے لگے۔

اہتمام سنن

ارشاد فرمایا کہ ایک ادارہ میں حاضری ہوئی شرح تہذیب اور مقامات یاد ہے مگر کھانے پینے اور نماز کی سنتیں یاد نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ جہاں سنتوں کو خوب پھیلایا گیا وہاں کے عوام سے وہ بدگمانی جو ہمارے اکابر کے ساتھ تھی جاتی رہی اور ان کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ تو بڑے ہی اصلی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہر سنت کا طریقہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے۔

سنتوں کی اشاعت

ارشاد فرمایا کہ سنتوں کو خوب پھیلانا چاہئے ایک دو سنت ہر روز ہر مدرسہ اور ہر مسجد میں سکھائیں سنتوں کے پھیلنے سے بدعت خود بخود دفنا ہونے لگے گی۔ ایک انگریزی سکول کے لڑکے کو ایک سنت ہر روز سکھائی گئیں جب سنتیں یاد ہو گئیں تو ان پر عمل کی برکت سے انگریزی بالوں کے متعلق خود ان کو توفیق ہوئی پوچھا کہ بالوں کی سنت کیا ہے۔ بس یہی بال خود بخود ختم کرنے کی توفیق ہو گئی۔ اتباع سنت کی برکت عجیب ہے گلزار سنت اور تعلیم الدین سے ایک ایک سنت روز یاد کرائی جائے اور طلباء اپنی نوٹ بک میں نوٹ کر لیں۔

وقت کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ گھڑی کا مقصد تھا کہ صف اول میں نماز ادا کریں تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو مگر آج کل گھڑی کا مقصد برعکس ہو گیا ہے۔ یعنی کاہلی اور تاخیر کا سبب بن گئی ہے گھڑی اس نیت سے دیکھتے ہیں کہ ابھی جماعت میں کتنے منٹ باقی ہیں اور حجرے میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔

صلحاء کی مشابہت

ارشاد فرمایا کہ صالحین کی وضع قطع کی نقل میں بھی بہت برکت ہے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وضع قطع بنائی یہ مشابہت ان کی ہدایت کا سبب بن گئی۔ حق تعالیٰ کا فضل ہو گیا سب کو ایمان عطا ہو گیا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ متشبہ بالصوفی کی بھی قدر کرو کیونکہ صوفیوں کے لباس کی نقل دلیل ہے کہ اس کے دل میں صوفیوں کی یا محبت یا عظمت ہے ہمیشہ نقل کا سبب دو ہوتے ہیں یا تو جس کی نقل کرتا ہے اس کی محبت ہوگی یا اس کی عظمت ہوگی۔ پس جو لوگ صالحین کی وضع قطع ترک کر کے اہل مغرب کی وضع قطع کی نقل کرتے ہیں یا تو ان کے دلوں میں ان کی محبت ہے یا عظمت ہے اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں ظالموں کی طرف میلان نہ ہونا چاہئے۔

لباس صلحاء کا اختیار کرنے والا ان شاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہے گا ایک شخص آزاد طبع تھا جب مرنے لگا تو اپنے گھر والوں سے کہا میری داڑھی پر آٹا چھڑک دو جب قبر میں سوال ہوا کہ یہ آٹا کیوں چھڑک رکھا ہے جواب دیا کہ سنا ہے آپ بوڑھوں پر رحم فرما دیتے ہیں تو بوڑھا نہیں مرا ہوں مگر بوڑھوں کی شکل آٹا چھڑک کر بنا لایا ہوں۔ اسی پر رحم فرما دیا۔

رحمت حق بہانہ می جوید　　رحمت حق بہانمی جوید

اہل علم کیلئے ضرورت عمل

حدیث شریف میں اسئلک حبک کے بعد و حب من یحبک بھی تو ہے اے خدا آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور آپ کے عاشقوں کی محبت مانگتا ہوں اس جز سے کاملین کی صحبت اور محبت کا مطلوب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ معطوب علیہ اور معطوف دونوں

مقصود بالذات ہوتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے اللہ والوں کی محبت بھی مطلوب ہے آگے اعمال کی مطلوبیت بھی بیان فرما دی اور حب عمل یقرب الی حبک نوافل وسنن اور مستحبات کا ذکر فقہ میں کیوں ہے طلبائے کرام اور اہل علم حضرات عمل نہ کریں گے تو کیا یہ سب تاجروں اور عوام کیلئے احکام بیان ہوئے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا ہے تو عمل کی توفیق بھی مانگئے جس طرح علم کے تکرار سے علم محفوظ رہتا ہے اسی طرح سے عمل کا تکرار بھی بار بار ایک دوسرے سے کہنا سننا جاری ہے اہل عمل کی صحبت رہے تو پھر عمل کی قوت بھی پیدا ہو جاتی ہے جب آپ عوام میں جائیں گے تو عوام آپ کے سند کو نہ دیکھیں گے آپ کے عمل کو دیکھیں گے تاجر اور سرکاری ملازم کی سنت تو دیر میں ختم ہو اور طالب علم کی سنت جلد ختم ہو جائے اور تاجر و ملازم سرکاری اور عوام صف اول میں ہوں اور طلبائے کرام اور اہل علم مسبوق ہوں ایک عربی ادارے میں حاضر ہوئی وہاں کے مہتمم ہمارے دوست تھے نماز کے بعد دیکھا تو ڈیڑھ صف طلباء کی مسبوق تھی۔ بڑا صدمہ ہوا۔ بعض دینی ادارہ میں جمعہ کے دن دیکھا کہ صف اول میں عوام کو جگہ نہیں ملتی تمام طلبائے کرام صف اول میں ہوتے ہیں۔

صفائی کا اہتمام بھی ضروری ہے اور اساتذہ کرام کا ادب بھی ضروری ہے اس سے علم میں بڑی برکت بھی ہوتی ہے۔ آپ لوگ جب گھروں میں چھٹیوں پر جائیں تو اپنے وطن کی مسجد میں اور گھروں میں ہر روز ایک سنت سکھائیں علم کا طلب کرنا فرض ہے مگر دین آسان بھی ہے ایک سنت عصر بعد ایک سنت فجر بعد اگر سنا دیں تو ایک ماہ میں ۶۰ سنتیں یاد ہوں گی اور وقت صرف ایک منٹ صرف ہوگا۔ یہ ایک منٹ کا مدرسہ زبردست کام کرتا ہے اس کے بڑے اچھے نتائج ظاہر ہو رہے ہیں اور لوگوں کو یاد بھی نہیں ہوتا اگر ہمارے اندر سنتوں پر عمل کرنا جاری ہو جائے تو ہماری طبعی حاجتیں سونا جاگنا کھانا پینا' استنجا کرنا' سب عبادت بن جائے کیونکہ سنت کے موافق عمل کرنے سے یہ سب چیزیں دین بن جاتی ہیں جیسے سرکاری ملازم اپنی ڈیوٹی کے اندر اگر کھاتا پیتا ہے تو یا استنجا کرتا ہے تو اس وقت کی بھی تنخواہ پاتا ہے اسی طرح مسلمان سنت کے مطابق ہر کام کرے تو زندگی کا ہر عمل دین بن جائے اور ثواب کا مستحق بن جائے۔ (مجالس ابرار)

تربیت واصلاح کا اہتمام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کی ہستی ایک ممتاز ہستی تھی۔ مولانا جیسا باکمال شخص اب نظر سے نہیں گزرتا یہ مولانا ہی کی تربیت اور اصلاح کا اثر ہے کہ ہر چیز میرے یہاں حد پر ہے اور خود درس کے وقت ایسی اصلاح فرماتے تھے کہ جیسے بہت بڑا شیخ وقت استقلالاً اصلاح کیا کرتا ہے اور ماشاء اللہ تعالیٰ تھے ہی شیخ وقت اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے اساتذہ اور پیر سب کامل تھے۔ یہی اتنی بڑی دولت حق تعالیٰ نے نصیب فرمائی کہ شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ (اشرفی بکھرے موتی)

تعلیم وتربیت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بچوں کی تعلیم کے باب میں بڑی گڑبڑ ہورہی ہے۔ نااہل استاد تعلیم دینے کیلئے مقرر ہوتے ہیں۔ نہ تو تعلیم ہی بچوں کی ہوتی ہے نہ تربیت۔ ایک بڑی کوتاہی یہ ہورہی ہے کہ بچہ کو مانوس بنا کر تعلیم نہیں دیتے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ گستاخی کے درجہ تک مانوس بنوانا مقصود ہے۔ مگر یہ بھی نہیں کہ متوحش بنایا جائے۔ توحش کی حالت میں بچہ پڑھ نہیں سکتا اس ہی لئے ضرورت ہے کہ بچہ کو مانوس بنایا جائے مانوس ہونے کی حالت میں نہایت سہولت سے پڑھ سکتا ہے مگر یہ معلم لوگ اکثر سنگدل اور کم عقل ہوجاتے ہیں تعلیم کیلئے ترحم اور عقل کی ضرورت ہے اور مزاحاً فرمایا کہ کبھی کبھی اکل کی بھی ضرورت ہے۔ یعنی بچوں کو کچھ کھانے کو بھی دے دیا کریں مگر آج کل بچوں کو گلگلہ تو دیتے نہیں محض غلغلہ سے کام لیتے ہیں۔ سو اس سے کیا کام چلتا ہے۔ نیز معلم کیلئے تقوے کی بھی ضرورت ہے۔ اس میں تقویٰ کا بھی بڑا دخل ہے اس سے برکت ہوتی ہے تعلیم میں۔ (ملفوظات حضرت تھانویؒ ج ۴)

علمائے کرام کی تربیت کا مختصر خاکہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور فرماتے ہیں کہ ہر سال علمائے کرام کی جماعت چند ماہ آپ کی خدمت

میں تربیت حاصل کرنے کیلئے حاضری ہوتی درس کے دوران میں شریعت اور طریقت کے وہ حقائق بیان ہوتے کہ ایمان تازہ ہو جاتا تین ماہ کے اس درس میں حضرت ان علماء کو اپنے رنگ میں رنگ دیتے اور روحانیت کی کئی منزل طے کرا دیتے آج بھی پاکستان بھر میں آپ کے ہزاروں شاگرد علماء اور خلفاء اپنی اپنی جگہ اشاعت دین سے لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں آپ ان علماء کو اکثر فرماتے ہیں کہ عالم بھی اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دل کی بیماریاں حرص، ریا عجب کبر غصہ کینہ بغض اور نخوت دور نہ ہوں۔ آپ فرمایا کرتے کہ جس طرح کپڑا رنگنے کیلئے رنگ ساز کی ضرورت ہے اسی طرح اللہ کا رنگ چڑھانے کیلئے کسی ولی کی ضرورت ہے۔ علمائے کرام رنگ فروش ہیں قرآن رنگ ہے اور صوفیائے عظام رنگ ساز ہیں جب تک علماء کسی اللہ والے کے پاس نہ بیٹھیں گے اس وقت تک اللہ کا رنگ نہیں چڑھے گا اور دل کی بیماریاں دور نہیں ہوں گی۔ (خدام الدین)

حضرت مدنی قدس سرہ طلباء کو دورہ حدیث کے اختتام پر نصیحت فرماتے: علم کی تحصیل آپ نے آٹھ سال دیوبند میں رہ کر کی لیکن آپ کی تکمیل حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے دورہ تفسیر سے ہوگی۔ اللہ کا ایک شیر لاہور کے دروازہ شیرانوالہ میں بیٹھا ہوا اللہ اللہ کی ضربوں سے کائنات کا دل مسخر کرنے میں مصروف ہے وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ ہے کہ اس کے درس قرآن میں شمولیت جنت کی ضمانت ہے۔

قاضی عبدالرحمٰن صاحب اوکاڑوی نے حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا لاہور میں قطب زمانہ موجود ہیں ان سے بیعت کر لیجئے۔

یہی وجہ تھی کہ علامہ ابوالحسن علی ندوی مفکر اسلام جیسے صاحب فکر و نظر آپ کے دورہ تفسیر کی شمولیت سے مستفیض ہوئے اور آسمان فقاہت و روحانیت پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔

تربیت کا ایک پہلو

ایک سلسلہ گفتگو میں حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کل عدل اور حفظ حدود کی بے حد کمی ہے مجھ کو بحمد اللہ اس کا بڑا خیال رہتا ہے مثال کے طریق پر ایک بات عرض کرتا ہوں گو

بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی طالب علم داخل ہونے آتا ہے تو میں خود اس کو ساتھ لے کر استاد کے سپرد کر کے آتا ہوں استاد کو یہاں پر بلا کر نہیں سپرد کرتا اس میں ان کے احترام اور اعزاز کو ملحوظ رکھتا ہوں اور کبھی کبھی جو بلا لیتا ہوں وہ اس لئے کہ کہیں ان میں عجب نہ پیدا ہو جائے اور یہ نہ سمجھنے لگیں کہ ہم میں بھی مخدومیت کی شان ہے یہ باب تربیت بھی نہایت دقیق ہے ہر بات کی دقیق دقیق رعایت کرنی پڑتی ہے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے حالات

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: دورہ کے ختم پر اس سیہ کار نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے ہدایہ ثالث شروع کی۔ اس زمانے میں مطالعہ کا چسکا پڑ گیا تھا۔ حدیث کی کتابیں ہو چکی تھیں، دن بھر خوب مطالعہ دیکھتا تھا اور مغرب کے بعد موچیوں کی مسجد میں جہاں میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام اکثر رہتا تھا ہدایہ کا سبق ہوتا تھا، میں تنہا ہی تھا، ہدایہ پر نقلی اور عقلی، احادیث کے اور کفایہ اور عنایہ کے، فتح القدیر کے خوب اعتراضات کیا کرتا تھا۔ والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے دو دن کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ "طالب علموں کی طرح پڑھنا ہو تو پڑھ مدرسوں کی طرح پڑھنا ہو تو اپنے آپ جا کر اشکال جواب دیکھتے رہو۔"

مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے کسی استاذ پر کبھی دل میں اعتراض پیدا نہ ہو نہ یہ گھمنڈ پیدا ہوا کہ میرے اشکال کا جواب استاذ سے نہیں آیا، یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔

۱۰ ذیقعدہ کو میرے والد صاحب قدس سرہ کا انتقال ہو گیا یا تو ایک سال پہلے یہ جذبہ تھا کہ ترمذی شریف، بخاری شریف حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی سے پڑھنی ہے اور ابا جان سے شروع نہ کی لیکن ان کے انتقال کے بعد دستور یہی ہے کہ قدر اور محبت زندگی میں کم ہوتی، انتقال کے بعد بڑھ جاتی ہے، اب یہ جذبہ پیدا ہوا کہ ترمذی شریف، بخاری شریف پڑھ لی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ورنہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں یہ جذبہ تھا کہ حضرت کی واپسی پر دوبارہ پڑھوں گا۔ مگر والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کے بعد یہ خیال دل سے نہ یہ کہ نکل گیا بلکہ اس کا عکس دل میں جم گیا۔

۳۲ھ میں مشکوٰۃ پڑھی۔ ۳۳ و ۳۴ھ میں دورہ۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ۳۵ھ

سے بذل شروع ہوئی جو ۴۵ھ میں ختم ہوئی اور اس کے بعد اوجز کی تالیف شروع ہوئی جو ۷۵ھ میں ختم ہوئی اور اس کے ساتھ ہی دوسرے علم حدیث کے تالیفی سلسلے بھی شروع ہوتے رہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک ساتھ دے رہے ہیں اور شوال ۴۱ھ سے علم حدیث کی تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہوا جو ۸۸ھ تک رہا اور اس کے بعد نزول آب کی وجہ سے تدریس کا مبارک سلسلہ چھوٹ گیا۔ اللہ ہی کا شکر واحسان ہے کہ اب ۹۰ھ تک تو حدیث کی تالیف کا سلسلہ باقی ہے۔ دیکھئے میری بداعمالیاں اس کو آگے باقی رہنے دیں گی یا نہیں۔

حدیث کے سبق میں وضو کا اہتمام

ایک یہ کہ کوئی حدیث ایسی نہ ہو کہ استاد کے سامنے پڑھنے سے رہ جائے۔ دوسرے یہ کہ بے وضو کوئی حدیث نہ پڑھی جائے۔ میرا اور مرحوم کا دستور یہ تھا کہ ہم میں سے جس کو وضو کی ضرورت پیش آجاتی اس لیے کہ ۵،۶ گھنٹے مسلسل سبق ہوتا، وہ دوسرے کو کہنی مار کر ایک دم اُٹھ جاتا اور دوسرا ساتھی فوراً ابا جان پر کوئی اشکال کر دیتا۔ اگرچہ اس کی نوبت تو بہت کم آتی تھی مہینے دو مہینے میں اس کی نوبت آتی تھی۔ اس لیے کہ صحت اچھی تھی اس سیہ کار کا تو اس زمانے میں ظہر کے وضو سے عشاء پڑھنے کا معمول سالہا سال رہا پھر بھی کبھی نہ کبھی ضرورت پیش آجاتی۔ والد صاحب پہلی مرتبہ میں سمجھ گئے تھے کہ ایک دم ایک ساتھی اُٹھا اور ایک منٹ میں آستینیں اتارتا ہوا بھاگا ہوا آرہا ہے اس سے ان کو بھی اندازہ ہو گیا تھا اور اس چیز سے ان کو مسرت بھی تھی۔ ایک دفعہ حسن احمد مرحوم اللہ تعالیٰ اس کو بہت ہی درجے عطاء فرماوے میرے کہنی مار کر ایک دم اُٹھا اور اس کے اُٹھتے ہی میں نے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا کہ حضرت! فتح القدیر میں یوں لکھا ہے اور بالکل بے سوچ کہا، میرے بھی ذہن میں بالکل نہیں تھا کہ فتح القدیر میں کیا لکھا ہے لیکن میرے اس فقرہ پر کہ ''حضرت فتح القدیر میں یوں لکھا ہے'' میرے والد صاحب بے ساختہ ہنس پڑے اور کتاب میں نشان رکھ کر اور اس کو بند کر کے مجھ سے فرمایا کہ ''جب تک حسن احمد آئے میں تمہیں ایک قصہ سنا دوں، میں تمہاری فتح القدیر سے کہاں لڑتا پھروں گا۔'' میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دستور اسباق میں قصے سنانے کا بہت کثرت سے تھا اور میرے حضرت قدس سرہ کا بالکل نہ تھا اور میں نے حدیث

پاک دونوں سے پڑھی۔ اس لیے سال کے شروع کے تین چار ماہ تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع رہا اور اخیر سال میں حضرت قدس سرہ کا۔ بہرحال والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر کی بحث کی جگہ ایک قصہ سنا دیا۔ ہم دونوں نے وضو میں آدھے منٹ سے زائد بھی نہ لگتا تھا' اس لیے کہ اوپر ہی لوٹوں میں پانی بھرا رہا کرتا تھا' آداب کی رعایت تو اب تک بھی نصیب نہیں ہوئی اور وضو کے چار فرائض پر ہاتھ پھیرنے میں کیا دیر لگتی ہے۔ اس کے بعد والد صاحب قدس سرہ کا معمول یہ ہوگیا کہ ہم دونوں میں سے جو بھی اُٹھتا' والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک قصہ سنا دیتے تھے لیکن حضرت قدس سرہ کے دورہ میں اس کی پابندی تو رہی کہ کوئی حدیث ایسی نہیں ہوئی کہ جو استاذ کے سامنے نہ ہوئی ہو لیکن وضو کا یہ اہتمام نہ ہوسکا۔ اگرچہ حضرت قدس سرہ کے یہاں صرف دو ہی گھنٹے سبق ہوتا تھا اس لیے وضو کا ٹوٹنا بھی یاد نہیں اور والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہاں ۶'۵ گھنٹے ہوتا تھا۔ میری مسلم شریف اور ابن ماجہ والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں نہ ہوسکی۔ اس لیے کہ مسلم شریف اس سال ناظم صاحب کے یہاں پہلی دفعہ گئی ہوئی تھی اور ابن ماجہ کئی سال سے مولانا ثابت علی صاحب کے یہاں ہوتی تھی اور یہ میں لکھوا چکا ہوں کہ والد صاحب نے طے کر رکھا تھا کہ حدیث کی کتاب میرے اور حضرت کے علاوہ کسی سے نہ ہوگی۔

والد صاحب کا طرزِ تعلیم

میرے والد صاحب کے یہاں پہلے قواعد زبانی یاد کرائے جاتے تھے اور اس کے بعد ان قواعد کا اجراء تختی یا ردی کاغذوں پر کرایا جاتا تھا' اس کے بعد پھر مجھے یاد ہے کہ صرف میر اور پنج گنج تین تین چار چار دن میں سنا دی تھیں ان میں وقت نہیں خرچ ہوا۔ اس واقعہ کی کچھ تفصیل اکمال الشیم کے مقدمہ میں بھی گزر چکی ہے۔ البتہ فصول اکبری میں بہت وقت خرچ ہوا۔ رمضان میں تعطیل نہیں ہوتی تھی البتہ رمضان کی کتابیں علیحدہ ہوجایا کرتی تھیں۔ میری صرف صغیر کی کاپی پر جو ابتدائی زمانہ کی مشق کی ہوئی ہے میری طالب علمی کی کتابوں کا بھی ایک نقشہ جو مقدر سے مل گیا وہ اس جگہ درج کراتا ہوں' اتفاق سے بہت پرانی کاپی غالباً ۲۸ھ کی ہے جس پر نقشہ ملا' شروع کے تین سال کا ہے۔ اتنا یاد ہے کہ اس زمانے میں

رمضان کی کتابیں بالکل الگ ہوتی تھیں پہلے رمضان میں نحو میر ہوئی تھی اسی کے ساتھ جملوں کی ترکیب نحو میر کے قواعد کے مطابق بنوائی گئی۔ نحو کے چند سبق میں نے مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی شیخ الاسلام حال پاکستان سے بھی پڑھے ہیں۔ مولانا سے میں نے صرف نحو میر ہی کے چند سبق پڑھے اور کچھ پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ اس لیے کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ تر خود ہی پڑھایا کرتے تھے۔ مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال اکمال الشیم کے مقدمہ میں خود ان کے گرامی نامے سے لکھا جا چکا ہے۔ ان کی پیدائش ان کی تحریر کے موافق ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ ہے۔ مدرسہ مظاہر العلوم میں ۵ جمادی الثانی ۲۹ھ کو مدرس مقرر ہوئے۔ ۳۵ھ میں طویل رخصت لے کر اور تقسیم ہند کے بعد پاکستان منتقل ہو گئے۔ اَطَالَ اللّٰہُ بقائَہٗ

ابتداء مشکوٰۃ

۷ محرم الحرام ۳۲ھ کو ظہر کی نماز کے بعد میری مشکوٰۃ شریف شروع ہوئی۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی ظہر کی امامت بھی کی تھی کہ اس زمانے میں نماز وہی پڑھایا کرتے تھے اور نماز کے بعد غسل فرمایا اور اس کے بعد اوپر کے کمرے میں جو آج کل مہمان خانہ ہے اس زمانے میں فارسی خانہ تھا اور مدرسہ کے اوقات کے علاوہ میرے والد صاحب اور ہم سب کی گویا رہائش گاہ بھی تھا اس میں اس در کی طرف جو مسجد کی طرف کھلتا ہے اور وہ مدرس اول فارسی کے بیٹھنے کی جگہ تھی ان کا گدہ وغیرہ وہاں بچھا رہتا تھا۔ اس پر کچھ بچھا کر دو رکعت نفل پڑھی، پھر میری طرف متوجہ ہو کر مشکوٰۃ شریف کی بسم اللہ اور خطبہ مجھ سے پڑھوایا۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر پندرہ بیس منٹ تک بہت ہی دعائیں مانگیں۔ مجھے معلوم نہیں کیا کیا دعائیں مانگیں لیکن میں اس وقت ان کی معیت میں صرف ایک ہی دعا کرتا رہا کہ "یا اللہ! حدیث پاک کا سلسلہ بہت دیر میں شروع ہوا اس کو مرنے تک اب میرے ساتھ وابستہ رکھیے۔" اللہ جل شانہ نے میری ناپاکیوں، گندگیوں، سیئات کے باوجود ایسی قبول فرمائی کہ محرم ۳۲ھ سے رجب ۹۰ھ تک تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ جس میں حدیث پاک کا مشغلہ نہ رہا ہو۔ اگرچہ دعا کے وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اگر میں نے پڑھ بھی لیا پھر مدرس بھی ہو گیا تو حدیث پاک پڑھانے تک دس بارہ برس تو لگ ہی جاویں گے کہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جو یکم ۱۳۳۱ھ سے مدرس تھے اس وقت تک مشکوٰۃ تک نہیں پہنچے تھے مگر اللہ جل شانہ مسبب الاسباب ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ فرماوے تو اسباب تو خود اس کی مخلوق ہے۔

اچھے کپڑوں سے نفرت

اللہ کے فضل وانعام واحسان سے اچھے کپڑے سے جو نفرت اس وقت دل میں بیٹھی تھی اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور اب واقعی اس کے اندر تصنع نہیں کہ اب اچھے کپڑے سے کچھ اس قدر نفرت سی ہو گئی ہے کہ اپنے ہی نہیں دوسرے کے بدن پر بھی اچھا نہیں لگتا اور اب دماغ میں یہ چیز جم گئی کہ اچھے کپڑے کے اندر کیا فائدہ اگر اچھی غذا کھائی جائے تو خیر دماغ وجسم کو طاقت دیتی ہے مگر اچھے کپڑے سے نہ رنگ وروپ میں فرق پڑے اور نہ بدن میں طاقت آئے۔ پندرہ بیس دن میں وہ اس سے زیادہ میلا ہو جاتا ہے جتنا کہ کھدر بھی نہیں ہوتا۔ میرے حضرت اقدس رائے پوری شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ نے بارہا اچھے اچھے کپڑے عنایت فرمائے اور بارہا فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ تجھے اچھے کپڑوں میں دیکھوں مگر اپنی نالائقی وحماقت سے وہ اچھے اچھے کپڑے جو حضرت کے پاس ہدایہ میں آئے تھے اپنی بچیوں کی شادیوں میں دے دیئے۔

اخبار بینی سے نفرت

اس ناکارہ کی ابتدائی مدرسی کے زمانے میں مظاہر علوم کا کوئی طالب علم اخبار دیکھنا جانتا ہی نہیں تھا۔ دارالعلوم کے بھی دو چار طالب علموں کے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا کہ اخبار کیا چیز ہے۔ اس زمانے میں ہم لوگوں کے تفریحی معمولات اکابر سلسلہ کی کتب بینی تھی۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ‘ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ‘ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ‘ حضرت سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ‘ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف گویا ہم لوگوں کے لیے اخبار تھے۔ عام طور سے مدرسین اور اوپر کے طلبہ کے شوق وذوق ان اکابر کی کتابوں کا مطالعہ تھا۔

اب اس مبارک مشغلہ کے بجائے اخبارات‘ لغویات‘ دوستوں کا مشغلہ رہ گیا ہے۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا (آپ بیتی)

تہذیب کی اہمیت

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھ کو علم کے پڑھانے لکھانے کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت پر زیادہ نظر ہے کیونکہ پڑھنے لکھنے کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کو خیال بھی نہیں مثلاً میں اس پر زیادہ نظر نہیں کرتا کہ کسی نے جماعت سے نماز پڑھی کسی نے نہیں پڑھی کیونکہ اول تو عذر کا احتمال ہے دوسرے صرف فاعل کا حرج ہے کسی دوسرے کو اذیت نہیں بخلاف اس کے کسی سے کوئی حرکت خلاف تہذیب سرزد ہو اس کا اس لئے اچھی طرح تدارک کیا جاتا ہے کہ اس میں اوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

تعلیم اور تربیت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس لئے تشریف لائے کہ علم سے دنیا کو آراستہ کریں اور اس علم سے راہ حق نظر آئے اور تزکیہ سے آراستہ کرے جس سے لوگوں میں اس راستے میں چلنے کی قوت پیدا ہو اور عمل کا نمونہ سکھلائیں تا کہ عمل من گھڑت نہ ہو اس میں بھی لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متبع ہوں یہ چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض و غایت ہیں۔ اسی کے مجموعے کا نام "تعلیم و تربیت" ہے۔ (جواہر حکمت)

بچپن کی تربیت

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ لکھتے ہیں: میری عمر آٹھ سال کی تھی۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وصال کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ حضرت کے وصال کے بعد والد صاحب نے خانقاہ شریف ہی میں بچوں کو تعلیم دینا شروع کر دیا تھا اور جس وقت یہ واقعہ لکھ رہا ہوں خوب یاد ہے کہ اسی (۸۰) لڑکے تھے۔ ان میں قاعدہ بغدادی پڑھنے والے بھی تھے اور حماسہ اور ہدایہ اولین پڑھنے والے بھی۔ اوپر کے اسباق تو والد صاحب اور چچا جان پڑھایا کرتے تھے اور ہر اونچی جماعت والے کے ذمہ اس سے نیچے والی جماعت کے اسباق ہوتے تھے کہ اپنے

پڑھے اور ان کو پڑھائے اور والد صاحب کے سامنے یہ اسباق پڑھائے جاتے تھے۔ خانقاہ کی مسجد میں اس وقت تک والد صاحب ہی نماز پڑھاتے تھے۔ نماز شروع ہوگئی اور میں خانقاہ کی مسجد میں ایک طاق تھا۔ اس پر ہاتھ رکھ کر لٹکنے کی کوشش میں تھا مگر اس پر میرا ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔ ان شاگردوں میں ایک شخص مولوی صغیر احمد تھے جو معلوم نہیں اب حیات ہیں یا نہیں مگر گنگوہ کے رہنے والے اور بعد میں ممبئی کے بڑے واعظوں میں ہو گئے تھے۔ وہ وضو کر کے جلدی سے آئے اور اُدھر رکوع شروع ہو گیا۔ انہوں نے تیزی سے آ کر محبت کی بناء پر مجھے طاق پر لٹکا دیا' مجھے غصہ آ گیا کہ میری مساعی جمیلہ میں اس نے ٹانگ کیوں اڑائی۔ جب سب سجدہ میں گئے تو میں نے مولوی صغیر کی کمر میں زور سے ڈُک مارا' چوٹ تو ان کو کیا لگتی مگر آواز بہت ہوئی۔ نماز پڑھتے ہی مقدمہ قائم ہو گیا' خانقاہ میں گولر کے نیچے سارا مجمع اور حضرت گنگوہی قدس سرہ کی سہ دری کے آخری در کے سامنے ابا جان اور مطالبہ یہ "یہ کس نے مارا تھا اور کس کے مارا تھا؟" مگر ڈر کی وجہ سے کوئی بولا نہیں۔ دس بارہ منٹ کے بعد فرمایا کہ اچھا اب تو سبق کا حرج ہو رہا ہے سبق کے بعد سب کی چھٹی بند' جب تک کہ تحقیق نہ ہو جائے۔ عصر کے بعد دوبارہ میدان حشر قائم ہوا' ان کا مطالبہ اور جواب میں سکوت۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی ایک کو بھی جانے کی اجازت نہیں' چاہے صبح ہو جائے اور میں اپنے دل میں یہ دعائیں کر رہا تھا کہ جو ہونا ہوگا ہو جائے گا مولوی صغیر جلدی سے بتا دیں خواہ مخواہ سب پھنس رہے ہیں۔ بالکل میدان حشر کا منظر تھا جس کی بناء پر سب پریشان پھر رہے تھے۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد مولوی صغیر نے دبی ہوئی اور مری ہوئی آواز زبان سے کہا کہ "میرے مارا تھا"۔ اب تو مقدمہ کا بہت سا حصہ گویا طے ہو چکا۔ اس پر سختی سے مطالبہ ہوا کہ "کس نے؟" مگر وہ چپ۔ جب اس نے دیکھا کہ "ضَرَبَ یَضْرِبُ" ہونے کو ہے تو اس نے میری طرف اشارہ کیا کہ "اس نے"۔ اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ "اس نے؟" انہوں نے کہا جی پھر فرمایا کہ "اس نے؟" اس وقت والد صاحب کا دستور عصر کے بعد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضری کا تھا' یہ نابکار بھی ساتھ ہوتا اور میری ایک چھوٹی سی چھتری تھی جو ٹوٹ گئی اور اس کی ڈنڈی کو لکڑی بنا لیا تھا جو مزار پر جانے کے وقت میں میرے ہاتھ میں ہوا کرتی تھی' میرے ہی

ہاتھ سے چھین کر اتنا مارا کہ وہ چھوٹی سی لکڑی بھی دو جگہ سے ٹوٹ گئی اور صرف ایک لفظ ان کی زبان پر ہر مار پر ہوتا تھا "ابھی سے صاحبزادگی کا یہ سُور"۔ انہیں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ بدصاحبزادگی باپ کے شاگرد کو مار دیا۔ سردی کا زمانہ تھا اور میں روئی کا انگرکھا پہنا کرتا تھا مگر اس وقت نہیں تھا اس لیے کہ صبح اور عشاء کے وقت پہنا کرتا تھا اور عصر کے وقت چونکہ سردی نہیں ہوتی تھی اس وقت صرف ایک ہی کرتہ بدن پر تھا۔ میرے بازو اتنے سوج گئے تھے کہ پندرہ دن تک انگرکھا بالکل نہیں پہن سکا۔ اس وقت تو نہیں مگر ان کا ایک خاص مقولہ جو کئی دفعہ مجھ سے فرمایا یہ تھا کہ "اگر تو پٹتے پٹتے مرگیا تو تو شہید ہوگا' مجھے ثواب ہوگا۔" آپ خود سوچیں کہ جس کا یہ نظریہ ہو وہ کیا کسر چھوڑے گا۔ (آپ بیتی)

مدرسہ ہردوئی کی مثالی تربیت

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مدرسہ میں طلبا اگرچہ کم ہوں مگر تعلیم نہایت معیاری ہو اور تربیت و اصلاح معیاری ہو پھر خود لوگوں کو کشش ہوگی ہمارے یہاں کا ایک بچہ جب وطن واپس آگیا تو اس کی ۴ رکعات سنتوں کو ۷ منٹ میں پڑھتے دیکھا گیا اور اذان ہوتے ہی مسجد جانا اور خاموشی سے باادب بیٹھنا اور عمر صرف ۷ سال اس کا اثر لوگوں پر یہ ہوا کہ تین آدمیوں نے اپنے بچوں کے داخلے کیلئے تار سے منظوری حاصل کی کیونکہ ہمارے یہاں ۲۵ رمضان کو داخلہ بند ہوجاتا ہے نئے آنے والے اور پرانے آنے اولے دونوں قسم کے بچوں کو ۲۵ رمضان تک یہاں عمل کی داخلہ کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہوتی ہے۔ بمبئی' حیدرآباد دکن' مدراس اواڑیسہ مختلف صوبوں کے چھ سات سال کے بچے اپنے مصارف سے دارالاقامہ میں رہتے ہیں اور اب تجوید کی معیاری تعلیم کو سن کر افریقہ سے بھی طلبا آنے لگے ہیں۔ (مجالس ابرار)

کمال اخلاص

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مرض الموت میں کچھ دنوں مدرسہ تشریف نہ لے جاسکے اور جب تنخواہ آئی تو واپس فرمادی اللہ اکبر یہ ہے وہ مقام جہاں کم

سے کم آج کے دور زر پرست میں جبرائیل کے پر جلنے کا محاورہ بولا جا سکتا ہے کیا اسے انتہائی تقویٰ اور دیانت کے سوا بھی کچھ کہا جائے گا تنخواہ تو در کنار اگر مدرسہ سے وہ اپنی بیماری کے دنوں میں علاج ومعالجے کیلئے بھی کچھ زائد رقم لے لیتے تو انصاف ودیانت کے منافی نہ ہوتا۔ آخر جس درسگاہ کی خدمت میں انہوں نے اپنی بہترین عمر صرف کردی اور جس درسگاہ کو ان کے توسل نے شہرت وعظمت اور مال ومنال سب ہی چیزوں سے بہرہ ور کیا انصافاً ان کا حق نہ ہوتا کہ عمر ضعیفی میں اپنی جائز ضروریات اس سے حاصل کریں لیکن یہی وہ مقام ہے جہاں سے تقویٰ اور اباحت کے دو جداگانہ راستے پھٹتے ہیں اور شیخ مدنی نے تقویٰ کا راستہ اختیار کیا اس تفصیل کو بھی نظر میں رکھیئے کہ یہ اس تنخواہ کو نہ لینے کا ذکر ہے جو عام قانون مدرسہ کی رو سے ان کا جائز قانونی حق تھا' یہ ایسی چیز نہیں تھی کہ حضرت کے بلند مقام ومنصب کی رعایت سے انہیں دی جا رہی ہو بلکہ وہ چیز تھی جسے مدرسہ کا ہر ملازم آئینی طور پر وصول کرتا ہے اور جس کے وصول کرنے میں دینی ودنیا کسی بھی لحاظ سے انگلی اٹھانے کی گنجائش نہیں لیکن شیخ نے صاف کہہ دیا:۔

''جب میں پڑھا نہیں رہا ہوں تو تنخواہ کیسی''

مجلس شوریٰ نے طے کیا کہ کسی نہ کسی طرح ان کا یہ جائز حق انہیں پہنچا دینا چاہئے لیکن ایک مرد عزیمت کوش کو اس کے فیصلے سے ہٹانا اتنا آسان نہ تھا کہ جس کا جی چاہے جا کر معاملہ نمٹا دے حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند کو یہ کام سونپا گیا کہ کسی مناسب وقت میں وہی حضرت کو سمجھائیں اور ایک ہزار سے کچھ زائد کی یہ رقم اُن کے حوالے کردی حضرت مہتمم صاحب اس فکر میں رہے کہ شیخ کی طبیعت کچھ سہولت پر ہو تو اظہار مدعا کریں لیکن اللہ کو یہ منظور نہیں تھا اور گفتگو کا مناسب موقع میسر آنے سے پہلے ہی انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے یہاں بلا لیا۔ بعد میں حضرت مہتمم صاحب شیخ کی زوجہ مکرمہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور فرض تعزیت ادا کرنے کے بعد کہا کہ:۔

''وہ رقم آپ لے لیں کیونکہ وہ شیخ کا قطعاً قانونی اور جائز حق ہے''

اس پر جو جواب زوجہ مکرمہ نے دیا وہ بھی واقعی ان کی عظمت وخصوصیت کے عین مطابق ہے' ایک وسیع القلب' فراخ حوصلہ' سیر چشم اور زاہد ومتقی شیخ کی حرم محترم کو بے شک

اتنا ہی اونچا ہونا چاہئے انہوں نے فرمایا:۔

"آپ سب کچھ ٹھیک کہتے ہیں مگر جب انہوں نے ہی زندگی میں یہ رقم نہیں لی تو ہم ان کے بعد اسے کیسے لے سکتے ہیں"

حضرت مہتمم صاحب نے بہت کچھ سمجھایا اور ظاہر ہے کہ اُن کے حسن کلام، رعنائی گفتار اور قوت استدلال کا کہنا ہی کیا ہے مگر رقم نہیں لی گئی اور خاتون ذی جاہ نے ثابت کردیا کہ ایک مخلص دریادل اور خدا پرست مرد مومن کے اہل وعیال اس کی خصوصیات کا گہرا اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ (حکایات اسلاف)

یہ ہے اخلاص

جس زمانہ میں مصر میں بذل المجہود کی طباعت ہورہی تھی اور اس کی تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ہزاروں روپے خرچ کرکے انتظامات کئے جارہے تھے تو حضرت مولانا شیخ سلیم صاحبؒ سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ سے عرض کیا کہ:۔

"آپ اتنا روپیہ خرچ کرکے اتنے اہتمام سے کتاب طبع کرارہے ہیں اور اس کی رجسٹری کروائی نہیں اگر کوئی اس کا فوٹو لیکر چھاپ لے گا تو وہ کتاب کو چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا اور آپ کی کتاب رہ جائے گی" حضرت شیخ نے فرمایا کہ:۔

"اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت تو میں خود پیش کردوں گا اور بعد میں یہ کتاب میری بھی بک جائے گی۔ (اکابر کا تقویٰ)

اخلاص وتقویٰ

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ثم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے علامہ حضرت محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس (دارالعلوم دیوبند) کو میں نے تنخواہ لیتے وقت روتے دیکھا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور علامہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم میں اخلاص ہوتا تو (دارالعلوم دیوبند میں) بلاتنخواہ پڑھاتے"

مدرسہ (دارالعلوم) دیوبند (کی طرف سے) حضرت شاہ صاحبؒ کو دوسو روپے

ماہوار تنخواہ دینے پر اصرار تھا اور ادھر شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:۔ ''میں ڈیڑھ سو ہی لوں گا (زیادہ تنخواہ نہیں لیتا) بالآخر فیصلہ پونے دوسو پر ہوا۔ (نصائح عزیزیہ)

زیور علم

فرمایا: ''علم کی غایت عمل ہے علم کا جوہر تقویٰ ہے اور علم کا زیور ادب ہے''۔ (جواہر حکمت)

مدارس میں تعلیم کے ساتھ تربیت کی ضرورت

فرمایا: ''مدارس میں دو چیزوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے ایک تعلیم کی کہ جس سے علم پہنچے اور دوسری تربیت کی کہ جس سے اخلاق درست ہوں۔ اگر تعلیم محض رہ گئی تو علم آ جائے گا اور اخلاق نہیں آئیں گے تو وہ علم وبال جان بن جائے گا اور اگر اخلاق تو درست ہو گئے لیکن علم نہ آیا تو جاہلانہ افعال سرزد ہوں گے۔ اس سے منکرات و بدعات سرزد ہوں گے اور یہ دونوں صورتیں تباہی کی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ علم و اخلاق دونوں جب تک جمع نہ ہوں تو کام چلنے والا نہیں ہے''۔ (جواہر حکمت)

چندہ اور مدارس

امور خیر کیلئے چندہ کی ضرورت واہمیت

دارالعلوم دیوبند کیلئے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے اصول ہشت گانہ

چندہ کے بارہ میں شرعی احکام وآداب

حدود شرعیہ کی تعین اور آسان دستور العمل

چندہ کے بارہ اکابر کے استغناء اور توکل کے نصیحت آموز واقعات

علماء کرام کے چندہ کرنے کا طریقہ اور اکابر کی تعلیمات

چندہ کو غیر ضروری مصارف میں لگانے، فضول خرچی

اور خیانت وغیرہ سے بچانے کی ضرورت

امراء سے تعلق کے بارہ میں اکابر کا پروقار انداز اور ان جیسے عنوانات پر مشتمل ایک مکمل باب جس کا مطالعہ ارباب مدارس اور دینی خدمات میں مشغول حضرات کیلئے نہایت نافع ہے۔

چندہ اور مدارس

حقوق العباد اور معاملات بالخصوص مالی حقوق سے متعلق چند احادیث مبارکہ جو اہل مدارس کے لئے انمول ہدایات ہیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت بھر زمین ظلماً دبائے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنا دیں گے۔ (مشکوٰۃ)

ابوحرہ رقاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سنو ظلم مت کرو اور آگاہ رہو کسی شخص کا مال بغیر اس کی خوشدلی کے حلال نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کی زمین ناحق لے لے وہ قیامت کے روز ساتوں زمینوں میں دھنسایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی زمین ناحق لے لے اس کو محشر میں اس کی مٹی اٹھانے کی تکلیف دی جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

اور یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً دبا لے اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف دیں گے کہ اس زمین کو ساتوں زمینوں تک کھودے پھر اس کو روز قیامت کے ختم تک جب تک لوگوں میں فیصلہ ہے ان ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ظلم قیامت کے دن (ظالم کیلئے) تاریکیوں کا سبب ہو جائیگا۔ (مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے ذمے اپنے بھائی مسلمان کا کوئی حق ہو خواہ آبرو کے متعلق ہو یا اور کچھ ہو تو اس کو چاہئے کہ اس وقت سے پہلے پہلے معاف کرا لے کہ جب نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا' اگر کوئی عمل نیک ہوگا بقدر حق کے وہ عمل لے لیا جائے گا اور اگر نیک عمل نہ ہوگا صاحب حق کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ (مشکوۃ)

اور نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف خطاب کر کے ارشاد فرمایا

کہ جانتے ہو مفلس کس کو کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مفلس ہمارے اندر وہ ہے کہ جس کے پاس نہ درہم ہو نہ کوئی سامان ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے روز نماز روزہ زکوٰۃ کی دولت لے کر آئے گا ایک شخص آئے گا کہ اس کو اس نے سب وشتم کیا ہوگا ایک آئے گا کہ اس کو تہمت لگائی ہوگی' ایک آئے گا کہ اس کو اس نے ناحق مار ڈالا ہوگا' کسی کا مال کھا لیا ہوگا' کسی کو مارا پیٹا ہوگا' پھر ہر ایک کو اس کی نیکیوں (کی دولت) سے حق دیا جائے گا پھر اگر نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور حقوق باقی رہیں گے تو اہل حقوق کی خطائیں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی پھر اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تم کو حقوق ادا کرنا پڑیں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کے واسطے سینگ والی بکری سے بدلا لیا جائے گا۔ (یعنی اگر سینگ والی نے اس کو مارا ہوگا۔ (مشکوۃ)

حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ظالم کے ساتھ اس کی تقویت کے واسطے چلے اور وہ جانتا بھی ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔ (مشکوۃ)

دور نبوی میں چندہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چندہ آتا تھا آپ بعض مواقع پر واپس کر دیتے تھے ہر ایک کا چندہ آپ نہ لیتے تھے کسی چندہ جمع کرنے والے کو ایسا دیکھا ہے؟ حضرت آج کل تو مال حرام تک واپس نہیں کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس کرنے کی یہ وجہ ہوتی تھی کہ اس شخص کو دینے کی گنجائش نہ ہوتی تھی اس لئے وہاں اس بات کا اندیشہ ہوتا تھا کہ شاید اس شخص کو فی الحال گرانی ہو یا بعد میں دینے سے پچھتائے یا تکلیف اٹھائے' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سارا گھر لے لیا کیونکہ وہ صدیق اکبر بھی تھے وہاں نہ طبع پر ناگواری کا شائبہ تھا نہ تکلیف سے متاثر ہونے کا' اس لئے لے لیا کیونکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر فنا ہو گئے تھے' غیریت بالکل اٹھ گئی تھی پھر ان میں یہ احتمالات کس طرح ہو سکتے تھے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے مدارس دینیہ کیلئے آٹھ زریں اصول

۱۔ اصول اول یہ ہے کہ کارکنانِ مدرسہ کی حتی الامکان عطیات کی کثرت پر نظر رہے۔ خود کوشش کریں۔ دیگر حضرات سے بھی کہیں سنیں۔ یہ بات وقتی نہیں' ادارہ کی بھلائی سوچنے والے ہمہ وقت اس کو ملحوظ رکھیں۔

۲۔ طلبہ کے بقائے طعام بلکہ افزائش طعام میں مدرسہ کے خیر اندیش ہمیشہ بطور اصول کوشاں رہیں۔

۳۔ مشیرانِ مدرسہ ملحوظ خاطر رکھیں کہ مدرسہ کی خوش اسلوبی اصل سمجھیں۔ اپنی رائے پر اصرار ہرگز نہ کیا جائے۔ خدا نہ کرے یہ نوبت بایں جارسید کہ اہل مشورہ اپنی رائے کے خلاف سن نہ سکیں اور اہل مشورہ کو اپنے خلاف اور دوسروں کی رائے کے موافق ہونا ناگوار گزرے تو پھر اس مدرسہ کی بنیاد میں تزلزل واقع ہوگا۔ القصہ تہہ دل سے ہر وقت مشورہ اور اس کے پس و پیش میں مدرسہ کی بھلائی ملحوظ رہے۔ زبانی جمع خرچ نہ ہو۔ اس لئے ضروری ہے ہر مشورہ دہندہ اپنی رائے کے اظہار میں ہرگز متامل نہ ہو اور سامعین نیک نیتی سے اس کو سنیں۔ یعنی یہ

خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ میں آ جائے گی اگر چہ ہمارے مخالف ہی کیوں نہ ہو، بدل و جان قبول کریں گے۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ذمہ دار ادارہ مشورہ طلب امور میں اہل رائے سے ضرور مشورہ کیا کریں۔ خواہ وہ لوگ ہوں جو ہمیشہ ہی مدرسہ کے مشورہ میں شریک ہوتے ہیں۔ یا کوئی آنے والے مہمان جو صاحب علم و بصیرت ہوں اور مدارس کے لئے جذبۂ خیر سے سرشار ہوں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اتفاق سے ایسی نوبت آ گئی کہ کسی اہل مشورہ سے مشورہ کی نوبت نہ آئی لیکن بقدر ضرورت اہل مشورہ کی ایک اچھی خاصی تعداد سے مشورہ کر لیا گیا تو پھر وہ شخص کسی وجہ سے ناخوش نہ ہو کہ آخر مجھ سے ہی کیوں نہ پوچھا۔ ہاں اگر ذمہ دار ادارہ نے کسی سے پوچھا ہی نہیں پھر ہر اہل مشورہ کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

۴۔ انتہائی ضروری امر ہے کہ مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اور علم کے لبادہ اوڑھنے والے ابن الوقت علماء کی طرح خود بینی کا شکار نہ ہوں۔ جو ہر کسی کے لئے موجب ایذارسانی ہوتے ہیں۔ خدانہ کرے اگر اس کی نوبت آئی تو پھر اس مدرسہ کی بھلائی کہاں ڈھونڈو گے؟

۵۔ مقدارِ خواندگی کا طے شدہ وقت پر پورا ہونا ضروری ہے جو مشورہ سے طے کر لی گئی ہو۔ خدانہ کرے اگر اس امر کو معمولی سمجھا گیا تو اول تو طلباء علم آئیں گے نہیں اور اگر آ بھی جائیں تو حقیقی فائدہ نہ ہوگا۔

۶۔ اس مدرسہ میں جب تک ذرائع آمدن یقینی نہ ہوں گے اس وقت تک یہ مدرسہ بشرط توجہ الی اللہ خوب سے خوب چلے گا۔ اور اگر آمدن کا کوئی یقینی راستہ متعین ہو گیا جیسے کوئی جاگیر یا فیکٹری یا کسی سرمایہ دار کی یقین دہانی پر اعتماد تو کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ خوف ورجا کا یہ سرمایہ جو رجوع الی اللہ کا سبب ہے بنیاد سے جاتا رہے گا۔ اور اللہ کا غیبی نظام جو امداد کے لئے شامل حال ہوتا ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور دولت کی یقینی صورت میں کارکن بھی آپس میں دست و گریبان ہو جائیں گے۔ الغرض آمدن اور تعمیرات میں ایک قسم کی بے سروسامانی ملحوظ رہے۔

۷۔ گورنمنٹ اور امراء کی شرکت بہت مضر معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ تا مقدور ایسے افراد کے عطیات زیادہ خیر و برکت کے باعث معلوم ہوتے ہیں جنہیں اپنے عطیہ سے شہرت و ناموری کی امید ہی نہ ہو۔ قصہ مختصر عطیات دینے والوں کی نیت کا حسن پائیداری کا زیادہ سامان معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (علمائے دیوبند کی یادگار تحریریں جلد اول)

عکس تحریر
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ متعلق اصول چندہ

وہ اصول جن پر یہ مدرسہ اور نیز اور مدارس
چندہ مبنی معلوم ہوتے ہیں

(۱) اصل اول یہ ہے کہ تا مقدار کارکنان مدرسہ کو ہمیشہ تکثیر چندہ پر نظر رہے آپ کوشش کریں
اوروں سے کرائیں خیر اندیشان مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے
(۲) ابقاء طعام طلبہ بلکہ افزائش طعام طلبہ میں جس طرح ہو سکے خیر اندیشان مدرسہ ہمیشہ ساعی رہیں
(۳) مشیران مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مدرسہ کی خوبی اور اسلوبی ہو۔ اپنی بات
کی پچ نہ کی جاوے خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئیگی کہ اہل مشورہ کو اپنی مخالفت رائے اور اوروں کی رائے
کی موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر اس مدرسہ کی بنیاد میں تزلزل آ جائیگا القصہ تہ دل سے بروقت مشورہ
اور نیز اس کے پس و پیش میں اسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے سخن پروری نہ ہو اور اس لئے ضروری ہے کہ اہل مشورہ
اظہار رائے میں کسی وجہ سے متأمل نہ ہوں اور سامعین بہ نیت نیک اس کو سنیں یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی
بات سمجھ میں آ جائیگی تو اگرچہ ہمارے مخالف ہی کیوں نہ ہو بدل و جان قبول کرینگے اور نیز اسی وجہ سے یہ
ضرور ہے کہ مہتمم امور مشورہ طلب میں اہل مشورہ سے ضرور مشورہ کیا کرے خواہ وہ لوگ ہوں جو ہمیشہ
مشیر مدرسہ رہتے ہیں یا کوئی وارد و صادر جو علم و عقل رکھتا ہو اور مدرسوں کا خیر اندیش ہو اور نیز
اسی وجہ سے ضروری ہے کہ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے کسی اہل مشورہ سے مشورہ کی نوبت نہ آئی اور بقدر ضرورت

اہل مشورہ کی مقدار معتد بہ سے مشورہ کر لیا ہو خواہ ہر وہ شخص کہ جس سے نہ پوچھا ہو کہ مجھ سے کیوں نہ پوچھا ہاں اگر مہتمم نے کسی سے نہ پوچھا تو پھر اہل مشورہ معترض ہو سکتا ہے

یہ بات بہت ضروری ہے کہ مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اور مثل علماء روزگار خود بین اور دوسروں کے درپے توہین نہ ہوں خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئیگی تو پھر اس مدرسہ کی خیر نہیں

خواندگی مقررہ اس انداز سے جو پہلے تجویز ہو چکی ہے یا بعد میں کوئی اور انداز مشورہ سے تجویز ہو پوری ہو جایا کرے ورنہ یہ مدرسہ اول تو خوب آباد نہ ہوگا اور اگر ہوگا تو بے فائدہ ہوگا

اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ انشاء اللہ بشرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہو گئی جیسے جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف و رجا جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہیگا اور امداد غیبی موقوف ہو جائیگی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہو جائیگا القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے

سرکار کی شرکت اور امراء کی شرکت بھی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہے

تا مقدور ایسے لوگوں کا چندہ زیادہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے جنکو اپنے چندہ سے امید ناموری نہ ہو بالجملہ حسن نیت اہل چندہ زیادہ پائداری کا سامان معلوم ہوتا ہے

چندہ کے متعلق حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی رائے

فرمایا: چندہ کرنا علماء کا کام نہیں ہے یہ کام دنیا والوں کا ہے علماء اس طرح نہیں کر سکتے اور جو ایسا کرتے ہیں اچھا نہیں کرتے اس کا انتظام سب مسلمانوں کے ذمہ ہے ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ کام بھی کریں اور بھیک بھی مانگیں۔ فرمایا: میں تو چندوں کی بابت علماء کا زبان سے کہنا بالکل پسند نہیں کرتا۔ لوگ بڑی تہمتیں لگاتے ہیں بالکل یہ سمجھتے ہیں کہ کھانے کمانے کے لئے مولویوں نے مدرسے کھول رکھے ہیں ان کے دروازہ پر چندہ کے لئے نہ جائے۔

واللہ اگر علماء آج دستکش ہو جائیں جیسا کہ اہل حق بحمد اللہ ہیں تو یہ بڑے بڑے متکبرین ان کے سامنے سر تسلیم خم کریں بلکہ علماء کے لئے تو یہ مناسب ہے کہ اگر کوئی دنیادار ان کے سامنے کوئی چیز پیش بھی کرے تو لینے سے انکار کر دیں۔ علماء کا وجود فی نفسہ ایسا محبوب تھا کہ اگر یہ کسی کے گھر چلے جاتے تو اس دن عید ہونی چاہئے تھی حالانکہ آج وہ دن یوم الوعید ہو جاتا ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ ان طماعوں کی بدولت ہر عالم کی صورت دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کچھ مانگنے آئے ہوں گے۔ علماء کی تو وہ حالت ہونا چاہئے کہ مال اور جاہ دونوں کو آگ لگا دو۔ اگر تم ان امراء کے دروازے پر جانا چھوڑ دو تو یہ خود تمہارے دروازے پر آئیں گے۔ (دعوات عبدیت' طریق النجات)

چندہ کی ناپسندیدہ تدبیر

فرمایا: آج کل لوگ چندہ جمع کرنے کی یہ تدبیر کرتے ہیں کہ اہل ثروت کو دعوت دیتے ہیں' پھر ان سے مجلس میں سب کے سامنے چندہ طلب کرتے ہیں' یہ طریقہ ناجائز ہے اور اس ذریعہ سے ملنے والی رقم حرام ہے' کیونکہ مجلس میں شریک ہونے والا نہ دینے میں اپنی سبکی محسوس کرتا ہے۔ عزت بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ دینے پر مجبور ہے' طیب خاطر سے نہیں دیتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "کسی مسلمان کا مال اس کی طیب خاطر کے بغیر حلال نہیں"

چندہ کے مفاسد معلوم کرنے کے لئے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا وعظ "تأسیس البنیان علیٰ تقویٰ من اللہ ورضوان" اور رسالہ "التوریع عن فساد التوزیع" اور میرا رسالہ

''صیانۃ العلماء عن الزل عند الاغنیاء'' دیکھنا بہت ضروری ہے۔ میرا یہ رسالہ ''احسن الفتاویٰ'' جلد اول میں ہے۔ (جواہر رشید)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے جب جامعہ بنوریہ کا آغاز کیا تو شروع میں نہایت تنگ دستی کا دور تھا لیکن آپ نے صبر وقناعت کا دامن تھامے رکھا۔ ان حالات میں جبکہ مدرسین حضرات کی تنخواہیں بھی مدرسہ کے ذمہ تھیں۔ ایک مدرس جو حضرت سے بے تکلف تھے انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں گندم کی کٹائی میں حصہ لے کر اپنے نان ونفقہ کا نظم کرلوں۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صبر کرو اللہ تعالیٰ نصرت فرمائیں گے اور کوئی بندوبست ہوجائے گا اس پر مولانا نے کہا بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔ چند دن بعد کہیں سے کوئی رقم آئی تو علامہ بنوری رحمہ اللہ نے انہیں کہلوا بھیجا کہ حضرت چھیچھڑے آگئے ہیں آکر اپنی رقم لے جایئے۔

علماء کرام چندہ ہرگز نہ کریں

حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں مولویوں کے چندہ سے تو دین کی بڑی بے وقعتی ہورہی ہے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارا دھندا اپنے پیٹ کے واسطے کیا جارہا ہے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ علماء کو چندہ کا کام ہرگز نہ کرنا چاہئے بلکہ جو کام دین کا کرنا ہو اس کے لئے قوم کے معزز آدمیوں کو جمع کرکے یہ کہہ دیا جائے کہ صاحبو! دین کی حفاظت کے لئے اس کام کی ضرورت ہے آپ بھی غور کرلیں کہ اس کی ضرورت ہے یا نہیں اگر وہ ضرورت کو تسلیم کرلیں تو ان سے کہا جائے کہ سب مل کر اس کا انتظام کریں۔ علماء اصل کام کریں اور معززین روپیہ کا انتظام کریں اور روپیہ بھی جمع کریں اور اگر وہ یہ کہیں کہ یہ کام ضروری نہیں فضول ہے تو علماء کو چندہ کی ضرورت نہیں بس وہ کام بند کرکے اپنے گھر پر رہیں اور تجارت وزراعت یا کسی اور شغل میں لگیں اور فرصت کے وقت میں جتنا ہوسکے دین کا کام کریں اس صورت میں قیامت کے دن ان پر مواخذہ نہ ہوگا یہ صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے مسلمانوں کے سامنے دینی خدمت کی ضرورت ظاہر کردی تھی انہوں نے اس کو فضول بتلایا اور روپیہ کا انتظام نہ کیا اور خود ہمارے چندہ کرنے سے دین کی بے وقعتی ہوتی تھی اس لئے ہم نے چندہ نہ کیا۔ معاش کے ساتھ جتنا ہم

سے ہو سکا اس قدر دین کی خدمت کرتے رہے اس کے بعد ان لوگوں کی گردنیں پکڑی جائیں گی جو دین کی خدمت کو فضول بتاتے تھے۔ ذرا علماء اس طرح کر کے تو دیکھیں ان شاء اللہ عوام سب سیدھے ہو جائیں گے اور خود چندہ کر کے روپیہ لالا کر دیا کریں گے۔

میری رائے یہ ہے کہ علماء سے چندہ کی تحریک بھی مت کراؤ انہیں چندہ وصول کرنے کے لئے مت مقرر کرو اس میں بھی ان کا اعتبار جاتا رہتا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ چندہ کی تحریک رؤسا کریں ان کی تحریک کا اثر زیادہ ہوگا کیونکہ وہ خود بھی دیں گے علماء کی طرف سے تو یہ خیال ہوگا کہ وہ دوسروں ہی سے کہتے ہیں خود کچھ نہیں دیتے رؤسا پر یہ بدگمانی نہیں ہو سکتی کیونکہ ظاہر ہے کہ جو شخص پچاس روپیہ اپنی جیب سے دے گا تو وہ اوروں سے پچیس لے سکتا ہے اور یہ رؤسا کر سکتے ہیں اس لئے علماء کو چاہئے کہ وہ اس کام کو نہ کریں پھر یہ تحریک علماء کے فرض منصبی میں بھی مخل ہوتی ہے۔

علماء سے وہی کام لو جس کام کے لئے وہ ہیں: یعنی ان سے دین سیکھو۔ مگر آج کل علماء سے وہ کام لیا جاتا ہے جو ان کا نہیں ہے۔ کانفرنسوں میں لوگ علماء کو صرف اس لئے بلاتے ہیں کہ ان کے "قال اللہ وقال الرسول" کے ذریعہ خوب چندہ ہوگا۔

سبحان اللہ! مولوی کیا ہوئے بھاڑہ کے ٹٹو ہوئے علماء کو بھی چاہئے کہ وہ ان امور سے احتراز کریں۔ (تحفۃ العلماء جلد اول)

چندہ میں بے احتیاطی

حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سارا مال لے لیا کیونکہ وہ فانی ہو چکے تھے اور ایک غریب شخص مال لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا اور فرما دیا کہ جاؤ اپنا مال اٹھالو آج ایسے شخص کا چندہ فخر کے ساتھ لیا جاتا ہے جو یوں کہے کہ میں نے اپنے پاس کچھ نہیں چھوڑا اور اس پر کہتے ہیں کہ ان میں ایسی حمیت قوی ہے کہ سارا گھر لا کے رکھ دیا ایسے اور ایسے ہیں۔

میں تو ایسے چندہ دینے والوں کو کہا کرتا ہوں کہ کام ہوش سے کرو جوش سے مت کرو (جوش میں سارا گھر لایا اور بعد میں جب ضرورت واقع ہوئی تو پریشان ہوئے) (احکام المال)

مدرسہ کے چندہ سے مہمان کو کھانا کھلانا جائز نہیں

فرمایا مدرسہ میں جو چندہ آتا ہے اس سے مہمان کو کھانا کھلانا جائز نہیں' دینے والوں کی غرض طلباء کو دینے کی ہوتی ہے اور مہتمم صرف امین اور وکیل ہوتا ہے مالک نہیں ہوتا' عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ چندہ سے ثلث یا ربع لے کر چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں' فرمایا نہیں؟ مولانا نے کہا کہ حدیث سرایا سے بعض لوگوں نے تمسک کیا ہے فرمایا لاحول ولاقوۃ' اجرت کو غیر اجرت پر قیاس کیا وہاں تو امیر عامہ کو لشکر کی طرف سے حق تقسیم ہے اور مال مباح ہے اور یہاں قفیز طحان کے علاوہ یہ فساد موجود ہے' دوسرے یہ کہ اس کو چندہ دہندگان جائز بھی نہیں کہتے۔ تیسرے یہ کہ اہل علم سے بھی دریافت کرلو۔ (الکلام الحسن)

مدرسہ اسلامیہ کے چندہ کے متعلق اہم مشورہ

ارشاد فرمایا کہ ان مدارس دینیہ کا وجود بھی ضروری ہے اور انکی بقاء بھی چندہ پر موقوف ہے (مگر چندہ جمع کرنے میں آج کل بے شمار خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں جن میں سب سے بڑی خرابی چندہ جمع کرنے والے علماء کا وقار مجروح ہوتا ہے جو عوام کے لئے زہر ہے پھر چندہ جمع کرنے والے حضرات بھی اکثر محتاط نہیں ہوتے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ دینے والا شرما شرمی کچھ دے نکلے' اس کا اخلاص ختم ہوا ان کے لئے ایسا چندہ لینا جائز نہیں) اس لئے مناسب صورت یہ ہے کہ چندہ کی تحریک عام کی جائے خطاب خاص سے پرہیز کیا جائے اور خطاب خاص صرف اس صورت میں جائز ہے۔ کہ خطاب کرنے والا کوئی باا ثر شخصیت کا مالک نہ ہو جس کے اثر سے مغلوب ہو کر لوگ چندہ دینے لگیں (مجالس حکیم الامت)

چندہ غرباء ہی سے مانگنا مناسب ہے

فرمایا چندہ مانگو تو غریبوں سے مانگو' اس میں کچھ ذلت نہیں' وہ جو کچھ بھی دیں گے نہایت خلوص اور تواضع سے دیں گے اور اس میں برکت بھی ہوگی اور امراء تو محصل کو ذلیل اور خود کو بڑا سمجھ کر دیتے ہیں اس لئے اس میں ذلت بھی ہے' دوسرے یہ کہ وہ تو بیچارے رحم کے قابل ہیں کہ ان کا خرچ آمدنی سے بڑھا ہوا ہے اس لئے پریشان رہتے ہیں۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ)

تصرف وغیرہ سے چندہ لینے کا حکم

فرمایا اگر کوئی شخص (تصرف سے) قصداً ہلاک کرے جیسے کہ ہاتھ سے قتل کیا لوگ اس کو بھی داخل کرامت سمجھتے ہیں حالانکہ جب کوئی شخص مباح الدم نہ ہوتو معصیت کبیرہ ہے یہ کرامت نہیں ہے اسی طرح اگر کسی امیر کے دل میں تصرف سے مدرسہ میں کچھ چندہ دینے کا خیال پیدا کر دیا یہ بھی جائز نہیں اور اکثر ارادوں کو بقاء نہیں ہوتا فوری جوش ہوتا ہے مجھے تو اس قسم کی باتیں بری معلوم ہوتی ہیں (انفاس عیسی)

نابالغ بچوں سے چندہ نہ لینے کا حکم

فرمایا کہ اس وقت چندہ جمع کرنے والے نابالغ بچوں سے بھی چندہ لے لیتے ہیں یہ بالکل جائز نہیں جو مال بچہ کی ملک ہے وہ اگر کسی کو بھی خوشی سے دینا چاہے تو نہیں دے سکتا اور نہ اس کا ولی دے سکتا ہے البتہ اگر ماں باپ اپنی طرف سے روپے دیں اور بچہ کی ملک نہ کریں مگر اس کے ہاتھ سے دلوائیں اس میں مضائقہ نہیں لیکن اس کی ملک ہو جانے کے بعد کسی کو نہ دینا جائز نہ لینا' آج کل لوگ جوش میں آ کر بچوں کے دیئے ہوئے پیسوں کو بڑے فخر سے لے لیتے ہیں اور مجمع عام میں اس کو بتلاتے ہیں کہ یہ معصوم بچہ کا متبرک روپیہ ہے اب یہ روپیہ سو دو سو میں نیلام ہوتا ہے' اس میں کئی گناہ ہوئے ایک ربوا اور سود کا۔ دوسرے ریا ونمود کا۔ تیسرے بچے کا مال لینے کا۔

آج کل تو بس یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح کام چلے' کارروائی ہو جائے چاہے گناہ ہو یا ثواب۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۰۱)

بچہ سے مدرسہ وغیرہ میں چندہ دینے کا طریقہ

فرمایا باپ کو مناسب ہے کہ بچہ کے ہاتھ سے کبھی کبھی خرچ کرایا کرے کبھی اس کے ہاتھ سے فقیر کو دلوا دیا کرے کبھی مدرسہ میں دلوا دیا تا کہ اس کا حوصلہ بڑھے اور مال کی حرص نہ پیدا ہو' دوسرے یہ کہ جب بچوں کے ہاتھ سے کسی دوسرے کو رقم دلواؤ' خواہ فقیر کو یا مدرسہ کو تو اس وقت یہ رقم بچہ کو ہبہ نہ کرو بلکہ اباحت کے طور پر دو ورنہ وہ اس کی ملک ہو جائے گی پھر

ہبہ بصبی حرام ہوگا اور اگر غلطی سے ایسا ہو جائے تو فقیر سے یا مدرسہ والوں سے رقم واپس نہ لو بلکہ خود بچہ کو اس کے عوض اور رقم دے دو جس میں نیت عوض کی قید ضروری ہے ورنہ وہ مستقل ہبہ ہوگا پہلے کا عوض نہ ہوگا اور مدرسہ کے چندہ کرنے والوں کو بھی چندہ لیتے ہوئے ان مسائل کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ (التحصیل والتسہیل مع التکمیل والتعدیل)

چندہ میں احتیاط کی ضرورت

فرمایا ایک طوائف نے جو بڑی مالدار تھی اپنی جائیداد جو بڑی قیمتی تھی مولانا نعیم صاحبؒ کو دینا چاہی اور مولانا کی یہ حالت تھی کہ بہت تنگ دستی سے بسر ہوتا تھا مگر متقی بزرگ تھے' انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا پھر اس نے ایک قومی مدرسہ والوں کو وہ زمین دینا چاہی' اہل مدرسہ نے نہ معلوم کیا تاویل کی ہوگی' انہوں نے وہ جائیداد لے لی' اس کا عوام پر یہ اثر تھا کہ لکھنؤ کے شہدے بھی علماء پر ہنستے تھے اور باہم دل لگی کے طور پر کہتے تھے کہ بھائی مولوی محمد نعیم صاحب تو اکیلے تھے وہ ڈر گئے کہ میں اکیلا اس بوجھ کو کیوں کر اٹھاؤں گا اس لئے انکار کر دیا اور مدرسہ والے بہت سے ہیں انہوں نے سوچا کہ تھوڑا تھوڑا بوجھ بانٹے آئے گا' سب مل کر اٹھالیں گے اس واسطے انہوں نے منظور کر لیا' میں کہتا ہوں اگر بالفرض علماء مدرسہ نے کسی صحیح تاویل سے اس کو جائز بھی سمجھا ہو تب بھی ان کو اس کا لینا جائز نہ تھا کیونکہ جس مباح سے فساد عوام کا اندیشہ ہو اس مباح کا ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ خصوصاً ایسا مباح جس کے کرنے سے دین پر حرف آتا ہو۔

مجھے اس پر اپنے ہم وطن ایک عالم کی حکایت یاد آئی کہ انہوں نے کسی ہندو پر عدالت میں دعویٰ کیا اور جس سب جج کے یہاں دعویٰ تھا وہ بھی مولوی تھے کیونکہ پہلے یہ عہدے علماء ہی کو ملتے تھے تو سب جج نے مولوی صاحب کے موافق ڈگری کی اور مع سود کے جس کی مقدار آٹھ سو روپے تھی ڈگری دی' مولوی صاحب نے باوجود سخت حاجت کے سود لینے سے انکار کر دیا تو سب جج نے کہا مولوی صاحب آپ کیوں نہیں لیتے درمختار میں تو دیکھا ہے "لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب" یعنی دار الحرب میں مسلم و حربی کے درمیان سود نہیں ہوتا' مولوی صاحب نے کہا میں عوام کو سمجھانے کے لئے درمختار کہاں بغل میں لئے لئے پھروں گا' مشہور تو

یہی ہوگا کہ مولوی صاحب نے سود لیا' صاحبو! یہ ہے علم اور اس کا نام ہے تفقہ۔ (ارضاء الحق)

فرمایا کہ آج کل چندہ کے بارے میں بہت کم احتیاط ہے حتیٰ کہ قریباً تمام مدارس میں اس باب میں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا میں اس معاملہ میں سخت ہوں' اور زیادہ بے احتیاطی یہ ہے کہ جو فرداً فرداً چندہ کی تحریک کی جاتی ہے اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے گرانی ہوتی ہے نیز نہ دینے پر بخل بھی ثابت ہوتا ہے جس کا حاصل ایک مسلمان کو متہم کرنا ہے اور یہ کسی طرح جائز نہیں میں جو تحریک عام اور تحریک خاص میں امتیاز کرتا ہوں اسکی وجہ یہی ہے کہ ایک مسلمان پر بار نہ ہو گرانی نہ ہو اور وہ بدنام نہ ہو دعوت عام اور چیز ہے اور انفرادی صورت میں کسی سے سوال کرنا اور چیز ہے۔ مجھے کو تجربہ ہے لوگوں کی حالت معلوم ہے اس تحریک خاص کا اثر ظہور بخل قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ ﴿ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا﴾ الآیہ۔ کیونکہ احفاء والحاف خطاب خاص ہی میں ہوسکتا ہے اور اس کے بعد خطاب عام کا اس عنوان سے ذکر ہے' حکیم الامتؒ نے تحریر فرمایا کہ ہم نے تم سے اس کا کب مطالبہ کیا تھا لہٰذا اسی سال سے واپس ہے۔ (الکلام الحسن ص ۱۶۱ ج ۱)

واضح رہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کا معمول چندہ کی رسید دینے کا نہ تھا۔

چندہ کے سلسلہ میں مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ کا تقویٰ

حضرت مولانا محمد منیر صاحب نانوتہ میں ایک بزرگ تھے ایک دفعہ ان کے ہاتھ سے مدرسہ دیوبند کی ایک امانت ضائع ہوگئی تھی سفر میں کسی نے چرالی اور رقم ذرا زیادہ تھی انہوں نے فوراً مدرسہ میں اطلاع کردی کہ وہ امانت میرے پاس سے چوری ہوگئی لیکن میں ضمان ادا کروں گا' مدرسہ والوں نے چاہا کہ مولوی صاحب سے ضمان نہ لیں کیونکہ ان کی دیانت پر پورا اعتماد تھا کہ انہوں نے قصداً حفاظت میں کوتاہی نہیں کی اور ایسی حالت میں شرعاً امین پر ضمان نہیں' چنانچہ ان سے کہا گیا تو انہوں نے اس کو منظور نہ کیا اور کہا مجھے بدون ضمان دیئے چین نہ آئے گا مدرسہ والوں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ حضرت مولوی منیر صاحب نہیں مانتے' مدرسہ کا ضمان ادا کرنا چاہتے ہیں اگر آپ فتویٰ لکھ دیں تو شاید مان جائیں کیونکہ مولانا گنگوہیؒ کو ساری جماعت بڑا مانتی تھی اور مولانا کے فتویٰ پر ہر شخص کو پورا اعتماد تھا حضرت نے فتویٰ لکھ دیا

کہ جب امین نے حفاظت میں کوتاہی نہ کی ہو تو اس پر شرعاً ضمان نہیں، مدرسہ والوں نے یہ فتویٰ مولوی منیر صاحب کو لا کر دکھلایا سو حالانکہ مولوی محمد منیر صاحب مولانا گنگوہی کا بڑا ادب کرتے تھے مگر اس وقت یہ فتویٰ دیکھ کر ان کو جوش آیا اور ہم عمری کے سبب ناز کے لہجہ میں کہا بس میاں رشید احمد نے سارا فقہ میرے ہی واسطے پڑھا تھا ذرا وہ اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھیں اگر ان کے ہاتھ سے مدرسہ کی امانت ضائع ہو جاتی تو کیا وہ خود بھی اس فتویٰ پر عمل کرتے یا بدون ادا کئے چین نہ آتا، لے جاؤ میں کسی کا فتویٰ نہیں دیکھنا چاہتا، حضرت انہوں نے نہیں مانا اور زمین بیچ کر یا نا معلوم کس طرح مدرسہ کی رقم لوٹا دی۔ (اصلاح انقلاب ص۱۹۲ ج ۲)

چندہ وصول کرنے کی شرائط

۱۔ اسی موقع پر ایک اور امر جو کہ ہدیہ صدقہ وغیرہ میں مشترک ہے سمجھ لینا چاہئے کہ ہدیہ صدقہ، چندہ قرض وغیرہ حرام مال سے نہ ہونا چاہئے اگر کوئی حرام مال سے دینا چاہے تو صاف انکار کر دے۔

۲۔ دوسرا امر یہ ضروری ہے کہ وسعت سے زیادہ نہ لے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے وسعت سے زیادہ نہیں لیا سوائے ان لوگوں کے جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا اطمینان تھا کہ ان کی قوت توکل کامل ہے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کل سرمایہ قبول فرمالیا۔

۳۔ ایک شرط یہ کہ چندہ دینے والے کی طبیعت پر گرانی نہ ہو یعنی ان طریقے سے بچے جن میں دینے والے کی طبیعت پر بار پڑنے کا احتمال ہو کیونکہ حدیث میں ہے "**لا یحل مال امری الا بطیب نفسه**" (دلی رضامندی کے بغیر کسی کا مال حلال نہیں۔)

۴۔ ایک شرط یہ کہ (چندہ لینے میں) اپنی ذلت نہ ہو کیونکہ بعض طریقہ ایسے بھی چندہ لینے کے ہیں کہ ان میں دینے والے پر تو بار نہیں ہوتا مگر لینے والا نظروں سے گر جاتا ہے، حدیث شریف میں جو سوال کی ممانعت آئی ہے وہ اسی بناء پر ہے، اور اسی وجہ سے جہاں نہ گرانی ہو اور نہ ذلت ہو وہاں حاجت کے وقت طلب کرنا درست ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ اگر مانگو تو صلحاء سے مانگو یا بادشاہ سے مانگو۔ خلاصہ یہ ہے کہ یا تو اہل اللہ سے مانگو یا بہت بڑے امیر سے مانگو (تجارت آخرت)

حرمت کی دو وجہ

اس کا راز یہ ہے کہ سوال کی حرمت کی دو وجہ ہیں، ایک ذلت دوسرے مخاطب کی طبعی گرانی کا احتمال اور جب علت مرتفع ہوگی معلول بھی مرتفع ہوگا، تو جب بادشاہ سے مانگا نہ تو ذلت ہوئی نہ گرانی، گرانی تو اس لئے نہ ہوگی کہ جس کے پاس کروڑوں موجود ہیں وہ اگر پانچ دس دے دے تو اس خزانہ میں کیا کمی آتی ہے، اور ذلت اس لئے نہیں کہ یہ اس کی نظر میں چڑھا ہی کب تھا کہ آج نظروں سے گر گیا۔

اور بزرگوں سے مانگنے کی اجازت بھی اس لئے ہے کہ ان سے مانگنے میں ذلت تو اس لئے نہیں ہوسکتی کہ وہ سب سے کم اپنے کو سمجھتے ہیں، ہر ایک پر ان کو ترحم ہوتا ہے وہ کسی کو کیوں ذلیل سمجھنے لگے اور گرانی اس لئے نہیں ہوگی کہ وہ ہر چیز سے بالکل آزاد ہے اگر ان کو نہ کرنا ہوگی وہ آزادی سے جواب دے دیں گے کسی سے وہ کیوں دبیں گے اس لئے گرانی ان کے پاس بھی نہیں آتی۔ (تجارت آخرت)

چندہ کی جائز اور ناجائز صورتیں

(چندہ کی ترغیب کرنا جائز اور زور و دباؤ اور اصرار کے ساتھ مانگنا ناجائز ہے) حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا مدارس کے چندوں کے متعلق ہمیشہ سے میری رائے یہ ہے کہ زور دے کر اور دباؤ ڈال کر وصول نہ کئے جائیں اور اس طرز کو ابتداء سے ناجائز کہتا تھا لیکن اب اس کے متعلق ایک عجیب تائید تفصیل کے ساتھ قرآن شریف کی آیت سے مل گئی جس پر اس کے قبل کبھی نظر نہ ہوئی تھی وہ یہ ہے کہ چندہ لینے میں ایک (اصرار کے ساتھ) سوال کا مرتبہ ہے اور وہ ناجائز ہے اور ایک ترغیب کا مرتبہ ہے وہ جائز ہے اور اس کی دلیل کلام مجید کی اس آیت سے ملتی ہے، خدا تعالیٰ سوال سے عفت کی بابت فرماتے ہیں "لایسئلون الناس الحافا" (لوگوں سے چمٹ کر اصرار کے ساتھ سوال نہیں کرتے) اس سے معلوم ہوا کہ سوال (بالاصرار والجبر) نہ کرنا چاہئے اور دوسری جگہ فرماتے ہیں "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف" چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی دعوت دے اور بھلی باتوں کا حکم کرے اس سے چندے میں ترغیب کا مضائقہ نہیں کیونکہ دین کی حفاظت ضروری امر ہے اور وہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ قائم کئے بغیر

ممکن نہیں اور یہ سلسلہ اس وقت عادۃ بدون اعانت کے چل نہیں سکتا پس اعانت کرنا ایک امر خیر کا مقدمہ اور موقوف علیہ ہے لہٰذا وہ بھی خیر ہے بلکہ امر ضروری کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے ضروری ہے۔

پھر فرمایا جس طرح علماء کو دباؤ ڈال کر سوال نہ کرنا چاہئے اسی طرح اہل دنیا کو ترغیب پر انکار بھی نہ کرنا چاہئے' کیونکہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "**ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا الآیۃ**. اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر اڑ کر سوال کرنے پر انکار کیا جائے تو سخت وبال کا اندیشہ ہے اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سوال والحاف (یعنی اصرار کے ساتھ اڑ کر چندہ کرنا) برا ہے (اور محض) دعوت اور چندہ کی ترغیب حسن ہے۔ (دعوات عبدیت)

چندہ کی ناجائز صورت

محصلین کی حالت تو یہ ہے کہ محصل چندہ ایک رئیس کے یہاں آئے جہاں میں مقیم تھا تو انہوں نے دس روپے دے دیئے تو محصل صاحب کہتے ہیں کہ جناب آپ تو ہر سال بیس روپیہ دیا کرتے تھے اب کی دس کیوں دیئے؟ یہ طریقہ تھا کہ ان کے چندہ کرنے کا جس میں سب کے سامنے وہ دینے والے کو ذلیل کرتے تھے' چندہ کا یہ طریقہ بالکل خلاف شریعت اور حرام ہے اور آج کل زیادہ تر چندہ کے طریقے حرام ہی ہیں' مگر محصلین چندہ اس کو دین سمجھتے ہیں کچھ نہیں اس کا نام تو بے حسی ہے کہ مال کے واسطے نہ آبرو کی پروا ہے نہ دین کی۔ (التبلیغ)

زبردستی کا چندہ

فرمایا بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ مساجد اور مدارس کے لئے زبردستی چندہ وصول کرتے ہیں یہ اس سے بھی بدتر ہے اس واسطے کہ اگر اپنے نفس کے لئے کرتا تو اپنے کو دنیوی نفع پہنچتا اور جب حق تعالیٰ کے لئے ایسے کیا تو خدا تعالیٰ بھی راضی نہ ہوئے اور اپنے پاس بھی نہ رہا' پس خسر الدنیا والاخرہ ہو گیا کہ نہ خود منتفع ہوا اور نہ خدا راضی ہوا' اور یہ حرام اس لئے ہے کہ حدیث میں ہے کہ **الا لا یحل مال امری الا بطیب نفسہ** بعض لوگ کہتے ہیں کہ لا یحل اس جگہ مرتبہ حرمت میں مستعمل نہیں لیکن اس دعویٰ کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں۔ (دعوات عبدیت ص ۳۳ ج ۱۴)

شرما حضوری اور رواجی چندہ

جو شخص چندہ طلب کرنے میں شرمانے سے دباؤ ڈالنے سے ہی کام لیتا ہو اس وقت مضاعف (دوگنا) گناہ ہوگا' بدلیل حدیث ''**الا لا تظلموا الا لا یحل مال امری الا بطیب نفس منه**'' بعض کو اس میں یہ غلطی ہوتی ہے کہ کہتے ہیں کہ ہماری کیا وجاہت اور دباؤ ہے جو شخص دے گا خوشی ہی سے دے گا حالانکہ مشاہدہ اس کی تکذیب کرتا ہے اس کا حال دینے والے سے معلوم ہوسکتا ہے' کوئی تیسرا آدمی جو اس سے بے تکلف ہو اس سے قسم دے کر پوچھے کہ تو نے خوشی سے دیا ہے یا ناخوشی سے؟ بہت آسانی سے اس کا فیصلہ ہو جائے گا اسی سے حکم معلوم ہو جائے گا کہ ان رقوم (چندوں) کا جو لڑکی والے یا مساجد و مدارس والے شادی کے موقع پر لڑکے والے سے فرمائش کر کے لیتے ہیں وہ لوگ خود خواہ رسم کی پابندی سے یا مجمع کے شرم یا محرک کے لحاظ سے دیتے ہیں بعض تحریک (از خود) دیتے لیکن دینے کی بناء وہی رسم ہے کہ جانتے ہیں کہ نہ دینے سے یا مانگا جائے گا یا بدنام کیا جائے گا سو اس قسم کی رقمیں شرعاً حلال نہیں ہوئیں اور اس طرح سے مانگنا اور لینا درست نہیں ہوتا اور یہ رقوم سب واجب الرد ہیں (ان کا واپس کرنا ضروری ہے)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنے لئے تو نہیں مانگتے اللہ کے واسطے مانگتے ہیں لیکن یہ عذر باطل ہے اس لئے کہ معصیت ہر حال میں معصیت ہے دین کے واسطے بھی معصیت حلال نہیں ہو جاتی ہے بلکہ اس کی برائی زیادہ سخت ہے عقلاً بھی نقلاً بھی نقلاً تو اس لئے کہ یہ شخص معصیت کو ذریعہ ثواب بنا رہا ہے تو حرام کو دین کا آلہ بنانا اور ثواب کا اعتقاد رکھنا اشد معصیت ہے' فقہاء نے حرام میں ثواب کی توقع کو کفر تک کہہ دیا ہے فرمائش ہی نہیں کرنا چاہئے ہاں لینے والے کا کام ہے کہ وہ خود ہی دعا کرے گا تمہاری طرف سے خواہش کیوں ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''**انما نطعمکم لوجه الله لانرید منکم جزآء ولاشکورا**'' حق تعالیٰ نے جزاء اور شکور کی نفی فرمائی ہے اور دعاء بھی اس قسم کی جزاء یا شکور ہے کیونکہ دعاء سے مکافات کرنا یہ عوض ہے پس یہ حکماً جزاء ہے اور لاشکورا سے معلوم ہوا کہ شکریہ بھی نہیں چاہئے ہاں لینے والے کو دعاء کرنے کا حکم ہے وہ خود دعاء کرے چنانچہ قرآن کریم میں ہے ﴿**خذمن اموالهم وصل علیهم**﴾ الآیہ پ ۱۰ (حسن العزیز)

علماء کرام کے چندہ کرنے کی تحقیق و تنقیح

ا۔ جو لوگ مقتدا کہلائیں (علماء) ان کے لئے بڑی ضرورت اس کی ہے کہ وہ نظروں سے نہ گریں اور یہ امر حاصل ہوتا ہے استغناء سے' البتہ جب کبھی چندہ کی ضرورت ہو تو تحریک عام کا مضائقہ نہیں کیونکہ اس میں کوئی ذلت نہیں ہے رہی تحریک خاص اس میں اگر یہ یقین ہو کہ نہ میں ذلیل ہوں گا اور نہ مخاطب پر گرانی ہوگی تب تو جائز ہے اور اگر ان میں سے ایک کا بھی احتمال ہو تو ناجائز۔

اور میں جو ہمیشہ ممانعت کیا کرتا ہوں وہ اسی تحریک خاص کی بعض صورتوں میں یہ تو تحقیق ہے اس کی جو میں سمجھتا ہوں' رہا عمل تو عمل کرنے میں اپنی اپنی رائے ہے میں نے اپنے لئے تجویز کر لیا ہے کہ تحریک عام میں تو کبھی رکا نہ جائے اور تحریک کو مع دونوں قسموں کے ترک کر دیا جائے' اس وقت میں تحریک عام کر رہا ہوں اس میں بحمد اللہ کوئی مضائقہ نہیں اور نہ یہ سوال ہے بلکہ دعوت الی الدین ہے (تجارت آخرت)

علماء کے چندہ کرنے کا طریقہ

حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اول تو یہ چاہئے کہ علماء چندہ کا کام ہی نہ کریں اگر ایسا نہ کر سکیں تو کم از کم چندہ میں استغناء ہی کا طریقہ اختیار کریں کسی کو خوشامد اور للو پتو نہ کیا کریں۔ (انفاس عیسیٰ)

خدام دین اور چندہ سے متعلق چند فوائد

﴿للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ﴾ الخ اس آیت سے اور بھی چند فوائد معلوم ہوئے ایک یہ کہ ایسے لوگوں کو (یعنی جو جماعت خدمت دین کے لئے محبوس ہے) جو مدلول ہے **احصروا فی سبیل اللہ** کا ایسے لوگوں کو کسی دنیا دار کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرنا چاہئے بلکہ اغنیاء کی طرح مستغنی رہیں ﴿یحسبهم الجاهل اغنیاء من التعفف﴾ اس پر دال ہے۔

ایک یہ کہ اموال کا سوال (چندہ) کسی سے نہ کرے **یدل علیه لایسئلون الناس الحافا** چندہ کی ترغیب کرنا اس میں داخل نہیں کیونکہ وہ دعوت الی الخیر ہے اس میں اور سوال میں یہ آیت فرق بتلا رہی ہے **لایسئلکم اموالکم الی قوله هانتم هولاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ**۔

ایک سوال یہ کہ گو وہ سوال نہ کریں مگر دوسروں کو چاہئے کہ اس کا تجسس رکھیں اور فراست وقرائن سے پہچان کر ان کی خدمت کریں یدل علیہ قولہ تعالیٰ ﴿تعرفھم بسیمھم﴾

ایک یہ کہ اہل چندہ ان کی خدمت کر کے احسان نہ رکھیں کیونکہ وہ اپنے نفع کے لئے ہے یدل علیہ قولہ تعالیٰ ﴿وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم﴾ (حقوق العلم ص ۱۶)

مقتداء دین اور علماء چندہ نہ کریں

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ اب تو غضب یہ ہے کہ مسلمان یوں چاہتے ہیں کہ علماء خود ہی روپیہ جمع کریں، آپ کو شرم نہیں آتی کہ جن علماء کو مقتداء سمجھتے ہو ان ہی سے بھیک منگوانا چاہتے ہو، آپ کو لازم ہے کہ رقم کا انتظام خود کرو اور کام کے لئے علماء سے عرض کرو (التبلیغ ص ۹۷)

آج کل اہل علم کو چندہ سے روکنا تو مشکل ہے اور یہ سوال کی رسم دنیا سے اٹھنا دشوار ہے، مگر قوم سے کہتا ہوں کہ تم اپنے دین کی بے عزتی کیوں کرتے ہو، علماء کے سپرد تم نے یہ خدمت کیوں کی جس سے وہ ذلیل ہوئے اور ان کے ساتھ علم اور دین بھی ذلیل ہوا غیرت قومی کیسے گوارہ کرتی ہے کہ اپنے علماء کو لوگوں کی نظروں میں بے وقعت دیکھا جائے۔ (التبلیغ ص ۱۵۴)

اہل مدارس چندہ لے لیتے ہیں یہ ان کا احسان ہے

فرمایا مدارس کے لئے عادۃً چندہ ضروری ہے مگر ہم آپ سے مانگتے نہیں اور بے مانگے اگر ہم لے لیں تو اس میں عامل لغیرہ ہیں عامل لنفسہ نہیں (اپنی ذات کے واسطے نہیں لیتے) ہمیں کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ جھگڑے میں پڑیں، آپ سے مانگیں، وصول کریں، پھر اس کی حفاظت کریں، حساب و کتاب لکھیں، پھر سب سے زیادہ مشکل ہے کہ اس کے مصرف میں اس کو صرف کریں اور غیر مصرف میں اس کو صرف نہ ہونے دیں، یہ سب کام تمہارے ہیں ہمارا احسان ہے کہ تمہاری طرف سے ہم کر دیتے ہیں اگر ہم پر بدگمانی ہے تو ہم کو ایک پیسہ مت دو ہمیں اور سینکڑوں کام ہیں اس کو اگر ثواب کی بات سمجھتے ہو خود کرو، ہم ہی کیوں کریں۔ (القول الجلیل ص ۴۴)

مال حرام کی نحوست

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مال حرام کی بڑی ہی نحوست ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں یہ بھی

آیا ہے کہ عمارت میں حرام مال مت لگاؤ یہی وجہ ہے کہ آج کل کی عمارتیں جلدی منہدم ہو جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کے مال حلال تھے ان کی عمارتیں اب تک بجنسہ موجود ہیں۔ (ملفوظات ج۶)

مدرسہ کی رقم میں بے احتیاطی

بعض لوگ چندہ کی رقوم میں اس طرح بیجا اخراجات اور خلاف اذن تصرفات کرتے ہیں جیسے گویا ان کی ملک ہیں اس میں بہت احتیاط کرنا چاہئے اس کی تفصیل خود واقعات میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ (حقوق العلم ص ۸۷)

مہتمم و اہل مدرسہ کیلئے چندہ صرف کرنے کا ضابطہ

اصل یہ ہے کہ ایسے اموال میں کسی تصرف کا جواز و عدم جواز معطین اموال (چندہ دینے والوں) کی اذن و رضا پر موقوف ہے' اور مہتمم مدرسہ ان معطین کا وکیل ہوتا ہے پس وکیل کو جس تصرف کا اذن دیا گیا ہے وہ تصرف اس وکیل کو جائز ہے' اگر بتصریح یا بقرائن اس قانون پر اہل چندہ کو اطلاع اور ان کی رضا ثابت ہو' تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ (امداد الفتاویٰ)

اور زکوٰۃ (وغیرہ) کا روپیہ جو دیا جاتا ہے اس کو فوراً تملیک کر کے مدرسہ میں داخل کرنا چاہئے۔ (الافاضات الیومیہ)

ایک مسئلہ کی وضاحت

اگر اہل چندہ صراحۃً یا دلالۃً انعام دینے پر رضامند ہوں تو درست ہے ورنہ نہیں (کیونکہ) چندہ وقف نہیں معطین کا مملوک ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۹۳ ج ۲)

چندہ کی رقم سے مدرسہ کا سائن بورڈ بنوانا درست ہے یا نہیں

اگر اس تختہ کی تعلیق (سائن بورڈ لگانے) سے مدرسہ کا کوئی بین (ظاہری) نفع ہو تو مال مدرسہ کا اس میں لگانا جائز ہے' اور اگر کوئی معتد بہ مصلحت نہیں ہے محض احتمال ہی کا درجہ ہے تو اپنے پاس سے اس کے دام دینا چاہئے' فقہاء نے ایک قاعدہ لکھا ہے کہ مسجد کا نقش و نگار وقف کے مال سے جائز نہیں لیکن استحکام جائز ہے اسی نظیر پر صورت مسئولہ کا یہ حکم ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

چندہ کی رقم بطور قرض کے اپنے کام میں لانا

سوال۔فلاں شخص خزانچی ہے اگر چندہ کا روپیہ وہ اپنے کام میں صرف کر دے اور اس کے بجائے دوسرے وقت میں اپنے پاس سے اس کو پورا کر دے تو وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب۔اپنے کام میں اس کا صرف جائز نہیں کیونکہ یہ اپنے صرف میں لانا بلا اذن معطین ہے۔(امداد الفتاویٰ)

اہل مدارس کو مدرسہ سے قرض لینے کی جائز آسان صورت

عام طور سے مدارس اسلامیہ کے منتظمین ان کی مشکلات کی وجہ سے مجبور ہوتے ہیں اور خزانہ وقف سے قرض دینا درست نہیں حضرتؒ نے دارالعلوم دیوبند کے ارباب انتظام کو یہ مشورہ دیا کہ اس کام کے لئے الگ چندہ کر کے ایک قرضہ فنڈ قائم کیا جائے اور اسی میں سے قرض دیا جائے اور پیش قدمی کر کے اپنی طرف سے پانچ سو روپیہ اس مد کے لئے دیئے۔(مجالس حکیم الامت)

امدادی رقم سے مدرسہ کے لئے تجارت

باذن معطین درست است (چندہ دینے والوں کی صراحتہً یا دلالۃً اجازت سے جائز ہے)۔(امداد الفتاویٰ)

مدرسہ و مسجد کا حساب علیحدہ علیحدہ ہونا چاہئے

فرمایا میں مدرسہ اور مسجد کی املاک تو الگ الگ رکھنے کی فکر کرتا ہوں جو بہت ضروری ہے اسی لئے مسجد کے پنکھوں پر نشان ڈال دیئے ہیں تاکہ ان کو کوئی اٹھا کر میرے بیٹھنے کی سہ دری میں یا اپنی جائے قیام میں لے جا کر استعمال نہ کرے۔(مجالس حکیم الامت)

حرام مال کا نیک کام میں صرف کرنا زیادہ برا ہے

بعض اوقات یہ نہیں دیکھا جاتا کہ چندہ دینے والا حلال سے دیتا ہے یا حرام سے حالانکہ اول تو حرام مال کا صرف کرنا ہر جگہ برا ہے پس نیک کام میں اور بھی زیادہ برا ہے چنانچہ ہر قسم کے اہلکاروں سے رشوت خوروں سے ہر قسم کے وکلاء مختاروں سے ہر قسم کے زمینداروں

سے غاصبوں (۴) اور ستم گاروں (۵) سے سود خوروں سے ہر قسم کے دکانداروں سے دغابازوں دروغ شعاروں سے بلکہ بعضے بعضے ڈوم بھانڈ و کسبی سے بھی۔ غرض جہاں سے ہاتھ لگے بے تکلف لے لیتے ہیں حالانکہ ان میں بعضے تو پیشے ہی برے ہیں اور بعضے پیشے گو جائز ہیں لیکن بے احتیاطی سے اپنی آمدنی کو حرام کر لیتے ہیں پس جس شخص کا حال یقیناً یا غالب قرائن (۶) سے معلوم ہو وہاں بلا تفتیش لینا جائز نہیں اور تفتیش کے بعد بھی اگر وہ دعویٰ کرے کہ میں نے یہ رقم احتیاط شرعی کے ساتھ دی ہے تو یہ شرط ہے کہ اس کے صدق کی دل گواہی بھی دیتا ہو تب البتہ جائز ہے اور اگر شبہ ہی نہ ہو تو معذور ہے۔ (چندہ کے احکام وفضائل)

چندہ کی باقی رقم کو خرچ کرنے کیلئے چندہ دہندگان کی اجازت شرط ہے

بعض اوقات کچھ رقم چندہ کی بچ جاتی ہے اس کو بھی یہ منتظم یا تو خود خورد برد کرتا ہے یا اپنی رائے سے کسی دوسرے کام میں لگا لیتا ہے یاد رکھو! کہ جو بچا ہے اگر یہ رقم دوسرے اشخاص کے رقم کے ساتھ مخلوط نہیں تھی تب تو خاص اسی کی ملک ہے اس سے اطلاع کر کے اجازت لینا چاہئے اور اگر بعض کا پتہ نہ ہو اس کے حصے کی رقم کا حکم مثل لقطہ کے ہے اور جو حصہ دار معلوم ہیں ان سے اجازت اور ان کی رضا حاصل کرنا ضروری ہے۔

مال مدرسہ میں احتیاط

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت کا ارشاد تھا کہ ہم مدرسہ کے مال کے مالک تو نہیں، امین اور محافظ ہیں۔ اس لیے کسی کوتاہی پر ہمارے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ البتہ اگر ہم بمصالح مدرسہ کسی کو معاف کریں یا چشم پوشی کریں تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ ہم سے درگزر فرما دے گا لیکن ہمارے معاف کرنے سے اس کا معاف نہیں ہوگا اور اگر اپنے تعلقات کی وجہ سے کسی سے درگزر کریں تو اس کے ساتھ ساتھ ہم بھی مبتلاء معصیت ہوں گے۔

یہ ناکارہ رجب ۲۸ھ میں مدرسہ میں طالب علم کی حیثیت سے آیا تھا اور اب محرم

۹۳ھ تک طالب علمی مدرسی سرپرستی' سارے ہی مراحل طے کرچکا مگر مجھے یاد نہیں کہ ان سارے ادوار میں کسی طالب علم کی اپنے تعلق کی وجہ سے مدرسہ میں کھانا جاری کرنے کی سفارش کی ہو۔ بارہا بلکہ بیسیوں مرتبہ اس کی نوبت آئی کہ کسی طالب علم کا کسی جرم یا امتحان کی ناکامی پر کھانا بند ہوا اور اس نے حضرت مولانا الحاج عبداللطیف صاحب نوراللہ مرقدہ سے خود یا اپنے اولیاء کے ذریعے سفارش کرائی اور حضرت ناظم صاحب نے تحریر فرمادیا کہ اگر زکریا سے سفارش لکھوادو تو میں جاری کردوں گا۔ (اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ حضرت ناظم صاحب قدس سرہ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ یہی گستاخ جرح کرے گا) اور جب وہ کاغذ یا پیام میرے پاس آتا تھا تو میرا ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ مدرسہ سے تو سفارش نہیں کروں گا جب تک اس کا کھانا بند ہے میرے ساتھ کھالیا کرے۔ (آپ بیتی)

چندہ بھی دباؤ ڈال کر لینا جائز نہیں

گڑھی والے صاحب نے دریافت کیا کہ فلاں مدرسہ کے لئے چندہ غلہ وغیرہ ہم لوگ نمبردار وغیرہ جمع کرلیتے ہیں لوگوں سے کہہ کر اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے فرمایا کہ اس میں کچھ نہ کچھ دباؤ بڑے لوگوں یعنی نمبرداروں وغیرہ کا ضرور پڑتا ہے۔

مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون کا قصہ بیان فرمایا کہ عرصہ ہوا میں نے مدرسہ کے لئے چندہ اس طرح سے مقرر کرایا تھا کہ ایک کاغذ پر یہ لکھ دیا کہ مدرسہ کے اخراجات کے لئے چندہ کی ضرورت ہے جو صاحب اس میں شریک ہونا چاہیں وہ اپنا نام اور رقم خود اپنے قلم سے لکھ دیں۔ اس کاغذ پر کسی معین و چندہ دہندہ کا نام نہیں لکھا گیا اور ایک لڑکے عبدالکریم کو ﴿جو کہ بھنگی کا لڑکا تھا مگر پھر مسلمان ہوگیا تھا﴾ جس کو کہ لوگ بڑی حقارت سے دیکھتے تھے وہ کاغذ دے دیا اور کہہ دیا کہ اس کاغذ کو فلاں فلاں جگہ لے جاؤ کسی سے کچھ کہنا مت صرف دے دینا اگر وہ کچھ لکھیں تب اور نہ لکھیں تب واپس لے کر چلے آنا چنانچہ ایسا ہی ہوا اس صورت میں جو صاحب پانچ روپیہ ماہوار دے سکتے تھے انہوں نے پانچ روپیہ سال کے بھی تو نہ لکھے مگر یہ چندہ بالکل حلال تھا اگر آپ بھی ایسا ہی کریں تو جائز ہوگا۔

پھر فرمایا مجھے تو چندہ کی رقم ہاتھ میں لیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے نواب صاحب

ڈھاکہ نے کچھ رقم دیوبند اور سہارن پور کے مدرسوں کے لئے میرے سپرد کرنا چاہی میں نے وہاں تقویٰ تو نہیں بگھارا مگر یہ عذر کر دیا کہ چونکہ میرالمبا سفر ہے اور راہ میں احتمال چوری وغیرہ کا ہے لہٰذا آپ نوٹ رجسٹری کرا کر روانہ کر دیجئے۔

پھر فرمایا کہ مولویوں کو تو اموال سے بچنا بہت حد تک چاہئے اس لئے کہ جو مولوی وعظ کہہ کر نذرانہ قبول کرتے ہیں یا چندہ وصول کرتے ہیں ان کے وعظ و نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب تو راضی ہو ہی گئے کیونکہ ان کا مقصود حاصل ہو گیا اور عمل و اصلاح سے بے فکر ہو جاتے ہیں کہ بس مولوی صاحب کو دے کر نبٹ گئے اب کچھ غم نہیں سب گناہ دور ہو گئے۔

بخلاف ان علماء کے جو چندہ وصول کرنے سے پرہیز کرتے ہیں ان سے لوگ ڈرتے ہیں کہ بھائیو مولوی صاحب آ گئے ہیں اپنی اپنی حالتیں درست کر لو داڑھیاں نیچی کر لو ٹخنے کھول لو ایسا نہ ہو کہ مولوی صاحب خفا ہو جائیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ خلوص بڑی چیز ہے اور یہ اکثر غرباء میں ہوتا ہے اور امراء میں فلوس تو ہوتا ہے مگر خلوص نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ ایک غریب شخص نے مجھ کو (حضرت حکیم الامت) ایک اکنی دے کر کہا کہ ایک پیسہ دینا چاہتا ہوں، تین پیسے واپس کر دو، میں نے ایسا ہی کیا، بھلا اس میں کیا ریاء ہو سکتی ہے، سو غرباء سے ہمیشہ میرا یہ معاملہ رہا ہے۔ محض ان کے خلوص کی وجہ سے اور امراء کے ساتھ دوسرا معاملہ ہوتا ہے۔

چنانچہ نواب ڈھاکہ سلیم خان صاحب نے مجھ کو مدعو کیا، میں نے چند شرائط پیش کیں۔ من جملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مجھ کو کچھ دیا نہ جائے، سب شرائط طے ہو گئیں، میں ڈھاکہ پہنچا، نواب صاحب نے ایک روز درخواست کی کہ میری دو لڑکیاں ہے ان کو بسم اللہ کرا دیجئے اور یہ بھی کہا کہ ہمارا خاندانی دستور یہ ہے کہ بسم اللہ شروع کرانے کے وقت کچھ دیا جاتا ہے، اگر نہ دیا جائے یا قبول نہ کیا جائے تو ہماری سبکی ہوگی۔ یہ ترکیب تھی کہ اس بہانے سے مجھ کو نقد دیں، میں نے کہا کہ میں آپ کی سبکی گوارا نہیں کر سکتا لیکن اپنی وضع کو بھی

چھوڑنا نہیں چاہتا تو اس کی صورت یہ ہے کہ میں جلوت میں تو آپ کا عطیہ لے لوں گا اور خلوت میں واپس کردوں گا اور عمر بھر واپسی کا کسی سے ذکر نہ کروں گا مگر اپنے دل میں تو خوش ہوں گا کہ میں نے اپنے مسلک اور مشرب کے خلاف نہیں کیا۔ پس چپ رہ گئے اور رقعہ لکھا کہ میری غلطی تھی، اب میں آپ کی وضع پر اپنی تجویز کو نثار کرتا ہوں اور اس سے یہاں تک ان کا اعتقاد بڑھا کہ لوگوں سے یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے صحابہ کو نہیں دیکھا وہ تھانہ بھون جا کر دیکھ لے اور یہ سب ذرا سے نسخہ کی بدولت ہے۔ (آپ بیتی)

مدارس کو زکوٰۃ کی رقم فوراً تملیک کرنا چاہیے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اہل علم کو بھی چاہیے کہ زکوٰۃ کا روپیہ جو مدرسہ میں دیا جاتا ہے اس کو فوراً تملیک کر کے مدرسہ میں داخل کرنا چاہیے ورنہ بصورت عدم تملیک اگر مزکی و زکوٰۃ دینے والا مر گیا تو اس مال زکوٰۃ میں میت کے ورثہ کا حق متعلق ہو جائے گا نیز حولان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی اگر وہ بقدر نصاب ہوا۔ (افاضات الیومیہ ج ۱ ص ۲۱۷)

مال وقف میں احتیاط

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کا بہت مشہور مقولہ ہے کہ مجھے مدرسہ کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا کسی سے نہیں لگتا۔ اگر کوئی شخص کسی کے یہاں ملازم ہو وہ مالک سے کام میں کچھ کوتاہی کرے، خیانت کرے، کسی قسم کا نقصان پہنچائے، ملازمت سے علیحدہ ہوتے ہوئے یا مرتے وقت مالک سے معاف کرالے تو معاف ہو سکتا ہے لیکن مدرسوں کا روپیہ جو عام غرباء اور مزدوروں کے دو دو پیسے، ایک ایک آنے کا چندہ ہوتا ہے ہم سرپرستان مدرسہ اس کے مالک تو ہیں نہیں امین ہیں۔ اگر اس مال کے اندر افراط و تفریط ہو تو ہم لوگوں کے معاف کرنے سے معاف ہو تو نہیں سکتا۔ اس لیے کہ دوسرے کے مال میں ہم کو معافی کا کیا حق ہے؟ اتنا ضرور ہے کہ ہم اگر بمصالح مدرسہ چشم پوشی کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ ہم سے درگزر فرمالے لیکن اگر اپنے ذاتی تعلقات سے ہم لوگ تسامح کریں تو ہم بھی جرم کے اندر

شریک ہیں لیکن جرم کرنے والے سے کسی حال میں بھی معاف نہیں ہوسکتا کہ حقوق العباد ہے اور جن کا مال ہے وہ اتنے کثیر کہ ان سے معاف نہیں کرایا جاسکتا۔ (آپ بیتی)

امراء کے ساتھ تعلق

امراء کے ساتھ تعلق بھی میرے اکابر کا بہت ہی عجیب اور قابل اقتداء رہا۔ تملق اور تعلق میں ایسا بین فرق محسوس ہوتا تھا جس کو ہر شخص ذرا سے تامل سے سمجھ لیتا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں امراء سے تعلق کو منع نہیں کرتا تملق کو منع کرتا ہوں علماء کو خصوصیت کے ساتھ اسی سے اجتناب کی ضرورت ہے اور یہ اس وجہ سے کہ دین اور اہل دین کی تحقیر نہ ہو۔ (افاضات: ۶/۲، ص ۲۱۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے جو بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا گیا ہے: "جو شخص کسی غنی کے سامنے جھکے یا اس کے سامنے اپنے نفس کو ذلیل کرے، اس کی بڑائی کی وجہ سے یا اس کے مال میں طمع کی وجہ سے تو دو ثلث مروت (دینی وقار) جاتی رہتی ہے اور نصف دین بھی جاتا رہتا ہے۔" ایک دوسری روایت میں آیا ہے: "جو کسی غنی کے پاس جائے اور اس کے سامنے ذلت کا اظہار کرے تو اس کے دین کا دو حصہ جاتا رہتا ہے۔" ایک اور حدیث میں آیا ہے: "جو کسی غنی کے سامنے اس لیے جھکے کہ اسکے مال سے کچھ نفع پہنچے تو اس نے اللہ کو ناراض کیا۔"

امراء سے تعلق کی حدود

حضرت حکیم الامت نے جو اپنی ضرورت پیش کرنے کے متعلق لکھا ہے وہ اہم ہے، اپنی ذاتی اغراض مراد ہیں دینی ضروریات یا دینی مصلحت سے ملاقات تو اس میں وہ داخل نہیں، خود حکیم الامت اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ امراء سے ملنا قبیح لغیرہ ہے یعنی خوشامد اور سکوت عن الحق اور مداہنت فی الدین اور اشتغال لایعنی اور حب مال و جاہ اور احتیاج الی غیر اللہ وغیرہ کو مستلزم ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور اگر یہ مفاسد نہ ہوں خواہ امیر کی طرف سے کہ وہ دیندار اور ان مفاسد سے پرہیزگار ہو یا جانے والے کی طرف سے کہ وہ اس قدر قوی النفس ہو کہ ان مفاسد سے بچ سکے یا اور کسی وجہ سے ان بلیات سے حفاظت ہوسکے تو کچھ حرج نہیں

اور اگر کوئی ضرورت دینی ہو کہ خود امیر کی اصلاح کی امید ہو یا اور کوئی ایسی ہی ضرورت دینی داعی ہو تو امیر کے پاس جانا مستحسن ہے یہاں سے بہت سے اہل اللہ کے متعلق شبہات رفع ہو جاتے ہیں جن سے امراء سے ملنا ثابت ہے۔ (مجالس الحکمۃ: بحوالہ آپ بیتی)

چندہ وصول کرنے کی شرائط

(۱) اسی موقع پر ایک اور امر کو جو کہ ہدیہ صدقہ وغیرہ میں مشترک ہے سمجھ لینا چاہیے کہ ہدیہ صدقہ چندہ قرض وغیرہ حرام مال میں سے نہ ہونا چاہیے اگر کوئی حرام مال سے دینا چاہے تو صاف انکار کر دے۔

(۲) دوسرا امر یہ ضروری ہے کہ وسعت سے زیادہ نہ لے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے وسعت سے زیادہ نہیں لیا سوائے ان لوگوں کے جن پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورا اطمینان تھا کہ ان کی قوت توکل کامل ہے جیسے حضرت صدیق اکبرؓ کو کہ حضور نے ان کا کل سرمایہ قبول فرما لیا۔

(۳) ایک شرط یہ کہ چندہ دینے والے کی طبیعت پر گرانی نہ ہو یعنی ایسے طریقے سے بچے جن میں دینے والے کی طبیعت پر بار پڑنے کا احتمال ہو کیونکہ حدیث میں ہے **لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسه** (دلی رضامندی کے بغیر کسی کا مال حلال نہیں)

(۴) ایک شرط یہ کہ (چندہ لینے میں) اپنی ذلت نہ ہو کیونکہ بعض طریقے ایسے بھی چندہ لینے کے ہیں کہ ان میں دینے والے پر تو بار نہیں ہوتا مگر لینے والا نظروں سے گر جاتا ہے حدیث شریف میں جو سوال کی ممانعت آئی ہے وہ اسی بناء پر ہے اور اسی وجہ سے جہاں نہ گرانی ہو اور نہ ذلت ہو وہاں حاجت کے وقت طلب کرنا درست ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اگر مانگو تو صلحاء سے مانگو یا بادشاہ سے مانگو۔

خلاصہ یہ کہ یا تو اہل اللہ سے مانگو یا بہت بڑے امیر سے مانگو۔ (تجارت آخرت ص ۵۹)

حرمت کی دو وجہ

اس کا راز یہ ہے کہ سوال کی حرمت کی دو وجہ ہیں ایک ذلت دوسرے مخاطب کی طبعی

گرانی کا احتمال اور جب علت مرتفع ہوگی معلول بھی مرتفع ہوگا تو جب بادشاہ سے مانگا نہ تو ذلت ہوئی نہ گرانی۔ گرانی تو اس لئے نہ ہوگی کہ جس کے پاس کروڑوں موجود ہیں وہ اگر پانچ دس دیدے تو اس کے خزانہ میں کیا کمی آتی ہے اور ذلت اس لئے نہیں کہ یہ اس کی نظر میں چڑھا ہی کب تھا کہ آج نظروں سے گر گیا۔

اور بزرگوں سے مانگنے کی اجازت بھی اس لئے ہے کہ ان سے مانگنے میں ذلت تو اس لئے نہیں ہوسکتی کہ وہ سب سے کم اپنے کو سمجھتے ہیں ہر ایک پر ان کو ترحم ہوتا ہے وہ کسی کو کیوں ذلیل سمجھنے لگے اور گرانی اس لئے نہیں ہوگی کہ وہ ہر چیز سے بالکل آزاد ہیں اگر ان کو نہ کرنا ہوگی وہ آزادی سے جواب دیدیں گے کسی سے وہ کیوں دبیں گے اسلئے گرانی انکے پاس بھی نہیں آتی۔

چندہ کے حلال ہونے کی اصل شرط

فرمایا اگر کسی قسم کا بھی دباؤ ہو تو میں اس چندہ کو حلال نہیں سمجھتا کیونکہ حدیث شریف میں یہ حکم صاف موجود ہے کہ **لایحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسه** (مسند) (یعنی کسی انسان کا مال بغیر اس کی دلی رضامندی کے حلال نہیں)

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **لایحل** فرمارہے ہیں پھر ایسا چندہ کیسے حلال ہوسکتا ہے پھر فرمایا کہ حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ چندہ دینا ناگوار نہ ہونا چاہیئے گو ریاء کے طور سے ہی دینا ہو کیونکہ ریاء کی صورت میں طیب خاطر (دلی رضامندی) تو ہوتی ہے جس سے وہ رقم حلال ہوجاتی ہے لیکن ریاء کی وجہ سے عمل مقبول نہیں ہوتا۔ (الافاضات الیومیہ)

زبردستی چندہ

فرمایا بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ مساجد اور مدارس کے لئے زبردستی چندہ وصول کرتے ہیں یہ اس سے بھی بدتر ہے اس واسطے کہ اگر اپنے نفس کے لئے کرتا تو اپنے کو دنیوی نفع پہنچتا اور جب حق تعالیٰ کے لئے ایسے کیا تو خدا تعالیٰ بھی راضی نہ ہوئے اور اپنے پاس بھی نہ رہا پس خسر الدنیا والآخرۃ ہوگیا کہ نہ خود منتفع ہوا اور نہ خدا راضی ہوا اور یہ حرام اس لئے ہے کہ حدیث میں ہے کہ **الا لا یحل مال امری الا بطیب نفسه** بعض لوگ کہتے ہیں کہ **لایحل** اس جگہ مرتبہ حرمت میں مستعمل نہیں لیکن اس دعوی کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں۔ (دعوات عبدیت ص ۳۹ ج ۱۴)

پالیسی اور سازش کے تحت چندہ

چندہ میں بعض ناجائز صورتیں تجارت کی اختیار کر رکھی ہیں جو شریعت میں حرام ہیں مثلاً کسی غریب سے ایک روپیہ چندہ میں لے لیا جب اس نے ایک روپیہ دے دیا اب اس روپیہ کی بولی بولی گئی کہ اس متبرک روپیہ کو کہ نہایت جوش وخلوص سے اپنی حیثیت سے زیادہ دیا گیا ہے اس لئے متبرک ہے کون باہمت خریدتا ہے اب کسی نے اس کے دس لگائے اور کسی نے سو اور کسی نے ہزار لوگ جوش میں آ کر بڑی بڑی رقمیں بولتے ہیں تو یہ ربوا ہونے کی وجہ سے بالکل حرام ہے نیز اس لئے بھی کہ یہ پالیسی ہے۔ چندہ وصول کرنے والے کسی غریب کو خود کھڑا کر دیتے ہیں اور اس پالیسی سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتے ہیں۔ شریعت پالیسی کو جائز نہیں کہتی شریعت گندہ سمجھتی ہے ان حرکتوں کو وہاں تو دارومدار صدق و خلوص اور سادگی پر ہے کہ بات سچی ہو اور یہ چندہ خلوص سے نہیں دیا جاتا ہے بلکہ محض نمائش و سازش سے دیا جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ ایسے جوش کی حالت میں جس میں آدمی مغلوب العقل ہو جائے اور بعد میں پچھتائے خود چندہ لینا ہی ناجائز ہے۔ جوش سے جب کوئی دے تو مت لو، ہاں جب ہوش درست ہو جائے اس وقت لو۔ (تجارت آخرت)

چندہ کے بعض منکرات

بعض جگہ دوامی چندہ کا وعدہ کرنے والے کی موت کے بعد وارث اس چندہ کو جاری رکھتے ہیں اور اہل مدارس اس کی تحقیق نہیں کرتے کہ ان لوگوں نے اپنی ملک خاص سے جاری رکھا ہے یا ترکہ مشترکہ سے اور اس ترکہ مشترکہ میں کوئی یتیم یا غائب یا غیر راضی کی ملک تو نہیں شریک ہے اسی طرح میت کے کپڑوں کو مدرسہ میں لیتے وقت میت کے ورثاء اور ان کے بلوغ و رضا کی تحقیق نہیں کی جاتی''۔

دوامی چندہ میں جو آخر سال بقایا واجب رہ جاتا ہے اس کا بقایا کا طبع کرنا امر منکر معلوم ہوتا ہے اس سے صاحب چندہ کی نادہندی اور خلاف وعدگی کا اظہار (اور غیبت) ہے۔ مدرسہ کانپور میں اس کی اصلاح اس طرح کی گئی تھی کہ روئداد میں صرف وصول شدہ چندہ

لکھا جاتا تھا اور بقایا کو مدرسہ کے خاص رجسٹر میں رکھ کر بذریعہ خط یاددہانی کردی جاتی تھی اور یاددہانی میں میرے نزدیک ضروری ہے کہ لزوم و تاکید کے الفاظ نہ ہوں بلکہ تصریح کردی جائے کہ اطلاع دی جاتی ہے اگر رغبت ہو تو بھیج دیجئے ورنہ آپ آزاد ہیں۔ (التبلیغ احکام ایمان)

آج کل اکثر چندہ میں بھی فہرست پیش کر کے لکھ دیتے ہیں کہ اگر گراں نہ ہو تو دے دیجئے کون سا ایسا شریف ہے جو کہہ دے گا کہ صاحب مجھے گراں ہے کوئی شاذونادر ہو گا جو ایسا کہہ دے۔ (حقوق العلم تجدید تعلیم تبلیغ)

چندہ کی جائز صورتیں

(۱)۔ہاں چندہ کا ایک طریقہ جائز بھی ہے کہ مسلمانوں کو اطلاع کردو کہ فلاں جگہ مدرسہ ہے اور فلاں شخص کے پاس اس کے لئے چندہ جمع ہو رہا ہے جس کا جی چاہے وہاں اپنی رقم جمع کردے۔

(۲)۔جس کام کے لئے چندہ کی ضرورت ہو صرف اس کام کی عام اطلاع کردینا کافی ہے اس پر اگر کوئی اعانت کرے قبول کرے ورنہ علماء کو امراء کے دروازوں پر جاکر ان سے سوال کرنا نہایت ناپسندیدہ بات ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت)

اور یہ کبھی نہ خیال کیا جائے کہ اس طرح کون دیتا ہے یہ خیال غلط ہے جتنا آنا ہوتا ہے آتا ہے اس کا کامل تجربہ ہو چکا ہے ہرگز وسوسہ نہ کیا جائے۔ (تجدید تعلیم تبلیغ)

اہل علم کے چندہ کرنے کی بابت بعض اکابر کا ارشاد

فرمایا مولانا مملوک علی صاحب (سابق نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند) سے مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت شیخ العرب والعجم شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے سامنے کسی نے یہ اشکال پیش کیا کہ مدارس اسلامیہ کے لئے چندہ جمع کرنے میں بہت سے منکرات پیش آتے ہیں لوگوں میں علم و علماء کی تحقیر پیدا ہوتی ہے اور چندہ نہ کریں تو ان مدارس کا کام کیسے چلے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ چندہ کرو مگر غریبوں سے۔

حضرت نے یہ روایت نقل کر کے فرمایا کہ یہ بالکل صحیح علاج ہے وجہ یہ ہے کہ غریب لوگ

چندہ جمع کرنے والے علماء کو حقیر نہیں سمجھتے تعظیم کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور جو کچھ دیتے ہیں خوش دلی کے ساتھ دیتے ہیں جس میں برکت ہی برکت ہوتی ہے مگر اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غریبوں سے چندہ ملے ہی گا کتنا مگر یہ خیال اولاً تو یوں غلط ہے کہ دنیا میں ہمیشہ غریبوں کی تعداد مالداروں سے زیادہ رہی ہے اگر سب غریب آدمی ایک ایک آنہ دینے لگیں تو لاکھوں کی رقم جمع ہو جائے گی دوسری بات یہ کہ اگر فی الواقع چندہ کم وصول ہو تو کام کو اسی پیمانہ پر کرو زیادہ نہ بڑھاؤ کیا ضروری ہے کہ قدرت سے زیادہ بار اٹھایا جائے۔ (تجارت آخرت)

چندہ صرف غرباء سے کیا جائے

ایک شخص کہنے لگے کہ امراء سے تعلق رکھے بغیر مدارس وغیرہ کا کام نہیں چلتا میں نے کہا انا عندظن عبدی بی۔ (میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں) چونکہ تمہارا یہی خیال ہے تو تمہارا کام نہ چلتا ہوگا۔

اگر اہل علم استغناء اختیار کرلیں تو تمام امراء انکے دروازوں پر آنا شروع ہو جائیں میں اہل مدارس کو چندہ کرنے سے منع نہیں کرتا لیکن میں دو چیزیں ضروری قابل التزام سمجھتا ہوں ایک تو یہ کہ چندہ کا خطاب عام ہو کسی خاص تحریک سے نہ کیا جائے دوسرے یہ کہ (چندہ کی تحریک) صرف غرباء سے کی جائے اور غرباء سے مراد مفلس (غریب) نہیں بلکہ مخلص امراء بھی ان میں داخل ہیں امراء (مالداروں) میں بھی ہر قسم کے لوگ موجود ہیں اہل دنیا بھی اور اہل دین بھی سو یہ مسکنت مال کی نہیں بلکہ وہ مسکنت تواضع اور خلوص کی ہے اور ایک مسکنت ضربت علیهم الذلة والمسكنة کا مصداق ہے تو یہ مسکنت عتاب ہے۔

اسی طرح فقر دو طرح کا ہے ایک فقر اختیاری جس کی حقیقت زہد ہے اور ایک فقر اضطراری یہ عذاب ہے۔ (افاضات الیومیہ)

علماء کرام کے کیلئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی ذاتی رائے

مولویوں کے چندہ سے تو دین کی بڑی بے وقعتی ہو رہی ہے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارا دھندا اپنے پیٹ کے واسطے کیا جا رہا ہے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ علماء کو چندہ کا

کام ہرگز نہ کرنا چاہئے بلکہ جو کام دین کا کرنا ہو اس کے لئے قوم کے معزز آدمیوں کو جمع کر کے یہ کہہ دیا جائے کہ صاحبو! دین کی حفاظت کے لئے اس کام کی ضرورت ہے آپ بھی غور کرلیں کہ اس کی ضرورت ہے یا نہیں اگر وہ ضرورت کو تسلیم کرلیں تو ان سے کہا جائے کہ سب مل کر اس کا انتظام کریں۔ علماء اصل کام کریں اور معززین روپیہ کا انتظام کریں اور روپیہ بھی جمع کریں اور اگر وہ یہ کہیں کہ یہ کام ضروری نہیں فضول ہے تو علماء کو چندہ کی ضرورت نہیں بس وہ کام بند کر کے اپنے گھر پر رہیں اور تجارت وزراعت یا کسی اور شغل میں لگیں اور فرصت کے وقت میں جتنا ہو سکے دین کا کام کریں اس صورت میں قیامت کے دن ان پر مواخذہ نہ ہوگا یہ صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے مسلمانوں کے سامنے دینی خدمت کی ضرورت ظاہر کردی تھی انہوں نے اس کو فضول بتلایا اور روپیہ کا انتظام نہ کیا اور ہمارے چندہ کرنے سے دین کی بے وقعتی ہوتی تھی اس لئے ہم نے چندہ نہ کیا معاش کے ساتھ جتنا ہم سے ہو سکا اس قدر دین کی خدمت کرتے رہے اس کے بعد ان لوگوں کی گردنیں نپیں گی جو دین کی خدمت کو فضول بتلاتے تھے۔ ذرا علماء اس طرح کر کے تو دیکھیں انشاء اللہ عوام سب سیدھے ہو جائیں گے اور خود چندہ کر کے روپے لا لا کر دیا کریں گے۔

میری رائے یہ ہے کہ علماء سے چندہ کی تحریک بھی مت کراؤ انہیں چندہ وصول کرنے کے لئے مت مقرر کرو اس میں بھی ان کا اعتبار جاتا رہتا ہے میری رائے یہ ہے کہ چندہ کی تحریک رؤسا کریں ان کی تحریک کا اثر زیادہ ہوگا کیونکہ وہ خود بھی دیں گے علماء کی طرف تو یہ خیال ہوگا کہ وہ دوسروں ہی سے کہتے ہیں خود کچھ بھی نہیں دیتے رؤسا پر یہ بدگمانی نہیں ہوسکتی کیونکہ ظاہر ہے کہ جو شخص پچاس روپیہ اپنی جیب سے دے گا تو وہ اوروں سے پچیس لے سکتا ہے اور یہ روساء کر سکتے ہیں اس لئے علماء کو چاہئے کہ وہ اس کام کو نہ کریں پھر یہ تحریک علماء کے فرض منصبی میں بھی مخل ہوتی ہے۔

علماء سے وہی کام لو جس کام کے لئے وہ ہیں یعنی ان سے دین سیکھو مگر آج کل علماء سے وہ کام لیا جاتا ہے جو ان کا نہیں ہے۔ کانفرنسوں میں لوگ علماء کو صرف اس لئے بلاتے ہیں کہ ان کے "قال اللہ و قال الرسول" کے ذریعہ خوب چندہ ہوگا سبحان اللہ مولوی کیا ہوئے

بھاڑہ کے ٹٹو ہوئے علماء کو بھی چاہئیے کہ وہ ان امور سے احتراز کریں۔ (التبلیغ، وعظ خیر المال)

علماء کرام کے چندہ کرنے میں خرابیاں

اگر سوال کسی کار خیر کے لئے ہو تب بھی کچھ نہ کچھ ذلت ضرور ہوتی ہے۔ لوگ اس کو کار خیر سمجھتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو یہ کار شر ہے اس سوال میں طرح طرح کی خرابیاں ہیں مشترک خرابی تو یہ کہ دین کی ذلت ہے۔ اور ان علماء کے لئے جو سوال کرتے ہیں یہ خرابی ہے کہ ذلیل ہوتے ہیں اور چند روز میں حیا جاتی رہتی ہے مشاہدہ ہے کہ اکثر سائلوں کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں اور علم کے آثار مٹ جاتے ہیں ہاتھ پھیلانے کی بدولت علماء نظروں میں ذلیل ہو گئے اسی وجہ سے ان کی بات میں اثر نہیں رہا۔ اور اسی وجہ سے امراء اپنے بچوں کو عربی نہیں پڑھاتے بعض تو صاف کہتے ہیں کہ ہم کو اپنی اولاد کو گدا بنانا منظور نہیں یہ عذر گو ان کا کافی نہ ہو مگر کچھ اصلیت تو رکھتا ہے اس واسطے علماء اس اعتراض سے بالکل نہیں بچ سکتے اور یہ طریقہ فی نفسہ برا ہونے کے علاوہ اس مفسدہ کو بھی مستلزم ہے کہ لوگوں کو مانع عن تعلیم الدین ہے غرض دونوں طرف خرابی ہے مگر زیادہ الزام قوم پر ہے۔ (تحفۃ العلماء)

امراء کو سفارش نہ کرنے کا سبب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

اگر میں امراء کو اس طرح لکھنے لگوں تو پھر کوئی معتقد نہ رہے۔ یہ سب اسی وقت تک ہے جب تک معلوم ہے کہ اس قسم کی سفارش نہیں کرتا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور کے معتقدین اس قسم کے نہیں۔ قربان ہونے والے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے لوگ بہت معتقد تھے کہ شاید اتنے کسی کے معتقد نہ ہوں ایک عرب ان سے کانپور کے ایک وکیل کے نام خط لکھا کر لائے۔ مولانا نے لکھ دیا تھا کہ اس کو دس روپیہ سے کم نہ دینا" وکیل صاحب بڑے معتقد تھے اور بہت مالدار تھے۔ پہلے تو یہ عذر کیا کہ یہ خط مولانا کا نہیں۔ حالانکہ میں بھی جانتا تھا کہ خط مولانا کا ہے وہ تو بہت معتقد تھا اور خوب جانتا تھا کہ خط انہی کا ہے۔ پھر نوکر کو کہہ دیا کہ جب عرب آئے تو اندر نہ آنے دینا۔ یہ قدر کی۔ (ملفوظات ج ۲۶)

رفاہ مسلمین کے عنوان سے جمع کردہ چندہ کے مصارف

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:
ایک صاحب نے عرض کیا کہ رفاہ مسلمین کے عنوان سے کوئی صاحب کوئی رقم دیں تو اس سے کسی حاجت مند شخص کو کھانا کھلا دینا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ رفاہ مسلمین کے لفظ سے عام محاورہ میں مدارس کنویں سبیل شفاخانہ سمجھے جاتے ہیں اور یہ اس میں نہیں باقی اہل محاورہ سے تحقیق کرلیا جائے اگر یہ بھی داخل ہے تو ایسا کر سکتے ہیں اور اگر نہیں تو کسی خاص شخص کو کھانا کھلانا یا کپڑا دینا جائز نہ ہوگا۔ (ملفوظات ج ٦)

اگر چندہ نہ کیا جائے تو مدرسے کیسے چلیں؟

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل مدارس کہہ دیتے ہیں کہ اگر اس طرح سے نہ کیا جائے تو کام کیسے چلے میں کہتا ہوں تحریک عام کا مضائقہ نہیں اگر خلوص سے کام لیا گیا ہے تو اس تحریک کا بھی اثر ضرور ہوگا اور اگر اثر نہ ہو تو نہ سہی ہر شخص اتنے کام کا مکلف ہے جو اس کے بس کا ہو آپ اپنا کام کر چکے کوئی نہیں دیتا، مت دینے دو رہا یہ کہ کام تو بند ہو گیا میں کہتا ہوں کہ جتنا تھوڑا بہت ہو سکے کرو اور جو بدوں بڑی رقموں کے نہ ہو سکے اس کو چھوڑ دو اگر مدرسے مٹ بھی جائیں تو مٹ جانے دو میں علماء سے کہتا ہوں کہ اس حالت میں اپنے گھر بیٹھو مزدوری کر کے کھاؤ کوئی آئے تو پڑھا دو کھانے کو نہ ملے تو اسی کونے میں مر جاؤ مگر ہاتھ مت پھیلاؤ اور خدا تعالیٰ کے سامنے کہہ دینا کہ جتنا ہم سے ہو سکا اتنا ہم نے کیا اس سے زیادہ کے لئے سرمایہ کی ضرورت تھی جو ہمارے پاس نہیں تھا جن کے پاس تھا انہوں نے دیا نہیں اس وقت ساری قوم کی گردنیں نپ جائیں گی۔ (التبلیغ)

چندہ کی تحریک رؤسا کو کرنا چاہئے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں: چندہ کی تحریک کا مخالف نہیں۔ مگر اس کے طریقے کا مخالف ہوں۔ یہ تحریک رؤسا کو کرنی چاہئے علماء نہ کریں۔ کیونکہ رؤسا خود بھی دیتے ہیں اور علماء چونکہ عموماً خود نہیں دیتے اس واسطے شبہ ہوتا ہے کہ شخص

اپنے کھانے کے لئے کررہے ہیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ چندہ کیلئے مجمع میں چادر لے کر پھرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس میں لوگوں کو سہولت پہنچانے کی نیت ہے۔ (ملفوظات ج ۲۶)

علماء کو امور خیر میں خود بھی مالی اعانت کرنی چاہیے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

جس کو خدا نے مال دیا ہو وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کر کے خدا تعالیٰ کو راضی کرے۔ اس میں واعظین اور علماء بھی داخل ہیں' ان کو بھی خرچ کرنا چاہئے اگر زیادہ نہیں کرسکتے تو کچھ تو کریں علماء کا اکثر طبقہ اس میں بہت کوتاہی کرتا ہے۔ سارا امر بالمعروف ان کو اپنی بچت کے واسطے ہی سوجھتا ہے۔ خود خرچ کرنا کم جانتے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ اپنے بھائی کی روٹی بچوائیں اور اپنے پاس سے خرچ کریں۔ اور جب کسی کام کے لئے چندہ کی تحریک کریں تو سب سے پہلے خود بھی چندہ دیا کریں۔ یہ صورت اچھی نہیں کہ دوسروں کو ترغیب دی جائے اور اپنے گھر سے کچھ نہ نکالا جائے۔ اس صورت میں اثر بھی نہیں ہوتا اور لوگ متوحش ہوتے ہیں۔ اگر تم بھی خرچ کیا کرو تو لوگوں کو وحشت نہ ہوگی۔ اب تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چندہ کے سارے وعظ کا حاصل یہ ہے کہ مولوی اپنی بچت کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں سے وصول کرنا چاہتے ہیں۔ اگر علماء یہ کہیں کہ ہمارے پاس کہاں ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ آپ کے مدرسہ میں جو مزدور دو آنہ مہینہ دیتا ہے تم اس سے کم نہیں ہو پھر کیا وجہ ہے کہ تم دو آنہ بھی نہ دو۔ (مطاہر الاموال)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مولانا گنگوہیؒ کے یہاں حدیث کے دورہ میں ستر ستر طالب علم ہوتے تھے ان کا کھانا بھی کپڑا بھی ہوتا تھا مگر کچھ فکر ہی نہیں نہ (چندہ کی) تحریک کی نہ کبھی کسی سے فرمایا ایک کمرہ بھی نہیں بنوایا نہ وہاں چندہ تھا نہ کچھ تھا پھر بھی ہر وقت خندہ ہی خندہ تھا مولانا کے یہاں لوگوں نے مسجد بنوانا چاہی صاف فرمادیا کہ میرے بھروسے نہ بنوانا میں کسی سے نہ کہونگا جب وہاں کی جامع مسجد تیار ہوئی ہے مولانا کو اس کا بڑا اہتمام تھا مگر اس کے باوجود کسی کو بھی نہیں کہا نواب محمود علی خان نے عریضہ بھیجا کہ

تخمینہ کر کے بھجوا دیجئے مولانا نے صاف جواب دیدیا کہ مجھے تخمینہ کرانے کی فرصت نہیں نہ میرے پاس آدمی ہیں اگر آپ کا دل چاہے خود اپنے آدمی سے تخمینہ کرا لیجئے۔ لوگ ایسے موقعوں کو غنیمت سمجھتے ہیں لیکن وہ کیوں غنیمت سمجھتے جس کے پاس اس سے زیادہ غنیمت یعنی حق تعالیٰ موجود ہوں مولانا نے صاف جواب دیدیا علماء کی یہ شان ہونا چاہیے۔ اگر قلب میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو بادشاہ کی بھی حقیقت نہیں۔ (دعوات عبدیت)

چندہ کے بغیر مسجد کی تعمیر کا واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تھانہ بھون کے اسٹیشن پر ایک مسجد بنی ہے جب اس کا کام شروع ہوا تو ہمارے پاس کل آٹھ روپے تھے وہاں ایک مولوی صاحب پرانی روش کے تھے انہوں نے پوچھا کہ مسجد کے لئے کتنے روپے جمع ہوئے لوگوں نے کہا کہ آٹھ روپے کہنے لگے آٹھ روپے؟ اور مسجد کا کام شروع کرا دیا؟ انہوں نے بڑا تعجب کیا اور یہ کہا کہ جب تک دو ہزار جمع نہ ہوں تعمیر کو ہاتھ نہ لگانا۔ آٹھ روپے سے بھی بھلا کہیں مسجد تیار ہوا کرتی ہے۔ مجھے یہ قصہ معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ آپ نے اللہ میاں کو اپنے اوپر قیاس کیا ہے خدا کے پاس تو سارے خزانے ہیں اس کے یہاں روپے کی کیا کمی ہے۔ وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ۔ میں نے ناظم تعمیر سے کہا کہ تم بنیاد کھدواؤ اور کسی کا کہنا مت مانو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھدواؤ اللہ میاں ہی اس کو غیبی سامان سے بھر دیں گے ان مولوی صاحب نے کہا کہ میاں لڑکے ہو کچھ سمجھتے نہیں میں نے کہا کہ جب لڑکوں سے کام چل جائے تو بڈھوں کو بولنے کی ضرورت نہیں اور واقعی ان کے اعتبار سے تو ہم لڑکے ہی تھے جب یہ آٹھ روپے خرچ ہو گئے اور روپیہ نہ رہا تو میں نے ناظم تعمیرات سے کہہ دیا تھا کہ کسی سے چندہ مت مانگنا وہ کہتے تھے کہ یہ حال ہو گیا کہ میں بازار کسی کام کے لئے جا رہا ہوں اور لوگ پکار رہے ہیں کہ میاں فلاں صاحب ذرا ادھر آیئے میں کہتا ہوں کہ بھائی مجھے کام کو جانا ہے وہ کہتے ہیں کہ اجی ذرا ٹھہر و تو پھر وہ خود آتے اور کوئی دو روپیہ اور کوئی چار روپیہ دے جاتا غرض لوگ بلا بلا کر روپیہ دیتے تھے۔

اس زمانہ میں بیگم بھوپال کے صاحبزادہ بیمار تھے اور اس قدر پریشان تھیں کہ ڈاک

تک نہ دیکھتی تھیں اس حالت میں میں نے ناظم تعمیرات سے کہہ دیا کہ تم ان کے پاس لکھ دو کہ یہاں ایک مسجد بن رہی ہے ایک کار خیر ہے اگر اس میں آپ حصہ لینا چاہیں تو حصہ لے سکتی ہیں میں آپ سے چندہ نہیں مانگتا صرف اس لئے اطلاع کر دی کہ شاید علم ہونے پر پھر آپ کو خیال ہو کہ مجھے کیوں نہ اطلاع کی گئی اس کار خیر میں مجھے کیوں نہ شریک کیا گیا۔

انہوں نے فوراً جواب دیا کہ تعمیر مسجد میں کتنے روپے خرچ ہونگے تخمینہ کر کے اطلاع کیجئے ہمارے دوستوں نے کہا کہ کچھ زیادہ لکھ دیجئے کیونکہ خرچ اگر کہیں زیادہ ہوگیا تو زیادہ روپے کی ضرورت ہوگی اور تعمیر کا کام ایسا ہی ہے کہ کبھی بڑھ جاتا ہے میں نے کہا نہیں جی اللہ میاں کے یہاں کچھ کمی نہیں ہے۔ اگر بعد میں ضرورت ہوگی وہ تو پھر دوسرا انتظام کر دیں گے غرض ان کو صحیح تخمینہ کی بلا کم وبیش اطلاع کی گئی روپیہ آ گیا اتفاق سے کام بڑھ گیا اور روپے کی اور ضرورت پڑی میں نے ناظم سے کہا کہ ایک خط اور لکھ دو بیگم صاحبہ کو اور اس کا مضمون ہو کہ جو روپیہ آپ نے بھیجا تھا وہ تو سب لگ گیا اور اتفاق سے کام بڑھ گیا ہے آپ کو یہ اطلاع اس لئے نہیں کی جاتی ہے کہ آپ خواہ مخواہ اس کی تکمیل ہی کریں بلکہ اس لیے کی جاتی ہے کہ بعد میں آپ کو ناگواری نہ ہو کہ مجھے کیوں نہیں اطلاع کی آپ سے چندہ کی درخواست نہیں کی جاتی۔ آپ اگر آزادی سے دینا چاہیں تو دے دیں چنانچہ خط پہنچتے ہی فوراً روپیہ آ گیا اس واقعہ سے لوگ حیرت میں پڑ گئے کہ ایسے استغناء کے لئے ساتھ لکھا گیا تھا اور پھر بھی جلد کامیابی ہوگئی میں نے کہا کہ میاں یہ سنت انبیاء کی برکت ہے وہ بھی کسی سے چندہ نہیں مانگتے ہم نے اس پر ہی عمل کیا ہے اس کی برکت سے خدا نے کام پورا کر دیا۔ (الاتمام لنعمۃ الاسلام ملحقہ محاسن الاسلام)

مہتمم طلبہ کا وکیل نہیں ہوسکتا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

چندہ کا روپیہ جو مہتمم کے پاس جمع ہوتا ہے وہ چونکہ اس کا وکیل ہے اس واسطے جب تک وہ روپیہ صرف نہ ہو جائے تب تک اس کا مالک وہ اصل مالک ہے اگر وہ اصلی مالک مر جائے تو پھر وہ روپیہ وارثوں کا ہے اور کسی نے دریافت کیا کہ مہتمم طلبہ کا وکیل نہیں ہوسکتا؟ فرمایا نہیں۔ کیونکہ طلبہ مجہول ہیں۔ دوسرے اگر وہ مال خود بخود لے لیں تو مہتمم کو ملال نہ ہونا چاہئے۔ اس

واسطے میں ہر مد کا روپیہ علیحدہ علیحدہ رکھتا ہوں۔ جب کسی کی موت کا پتہ چلتا ہے اس کے وارثوں کو لکھ دیتا ہوں کہ تمہارا اتنا روپیہ میرے پاس جمع ہے اس کو لے لو۔ (ملفوظات ج ۲۶)

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ کا کمال احتیاط

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ بخاری و ترمذی کے محشیٰ جب مظاہر العلوم کی قدیم تعمیر کے چندے کے سلسلے میں کلکتہ تشریف لے گئے کہ وہاں کے قیام کی وجہ سے لوگوں سے حضرت مولانا رحمہ اللہ کے خصوصی تعلقات تھے تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کی آمد و خرچ کا مفصل حساب مدرسے میں داخل کیا تو وہ رجسٹر میں مولانا زکریا رحمہ اللہ نے خود پڑھا۔ اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا اگرچہ وہاں چندہ خوب ہوا لیکن میری نیت دوست سے ملنے کی تھی، چندہ کی نہیں تھی، اس لئے وہاں کی آمد و رفت کا اتنا کرایہ حساب سے وضع کر لیا جائے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کا تنخواہ سے معذرت

حضرت اقدس سیدی مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ جب یک سالہ قیام حجاز کے بعد ۱۳۲۴ھ کے آخر میں مظاہر العلوم میں واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا، حضرت مولانا خلیل رحمہ اللہ نے مدرسے سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار کر دیا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسے کا کام پورا نہیں کر سکا لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے وہ یہ کام میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں وہ دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے اس لئے میں تنخواہ لیا کرتا تھا اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسے کی تعلیم کا پورا کام نہیں کر سکتا، اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں۔ (آپ بیتی)

اساتذہ مظاہر العلوم کا کمال احتیاط

مظاہر العلوم کا جب سالانہ جلسہ ہوتا تھا تو میں نے اکابر مدرسین و ملازمین میں سے کسی

کو جلسے کے کھانے یا چائے یا پان کو کھاتے نہیں دیکھا' جملہ مدرسین اپنا اپنا کھانا کھاتے تھے البتہ حضرت قدس سرہ مدرسے کے خصوصی مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے جبکہ حضرت کے مکان سے دس بارہ آدمیوں کا کھانا آتا تھا جو متفرق مہمانوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا' اسی میں سے حضرت نوش فرماتے تھے۔ مدرسے کی کوئی چیز کھاتے نہیں دیکھا۔ مولانا عنایت علی رحمہ اللہ دو شب و روز مدرسہ میں رہتے اور دن کو ظہر کے وقت اور رات کو ۱۲ بجے اپنے دفتر کے کونے میں بیٹھ کر اپنا ٹھنڈا اور معمولی کھانا تنہا کھالیتے تھے۔ (آپ بیتی)

مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ کا کمال ضبط

میرے والد صاحب حضرت مولانا محمد یحییٰ قدس سرہ کے زمانے میں مدرسے کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا' نہ مدرسہ کے قریب کسی طباخ کی دکان تھی جامع مسجد کے قریب ایک طباخ کی دکان سے کھانا آیا کرتا تھا۔ سردی کے زمانے میں وہاں سے آتے آتے' خصوصاً شام کو کھانا ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ تو سالن کے برتن کو مدرسے کے حکام کے سامنے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوا دیتے تھے۔ اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تھا۔ تو ہر ماہ دو تین روپے یہ فرما کر چندے میں داخل کرتے تھے کہ مدرسے کی آگ سے انتفاع ہوا ہے۔ (آپ بیتی)

صفائی معاملات کی ایک جھلک

پروفیسر مولانا عبدالباری صاحب ندوی مرحوم (سابق صدر عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن) مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی ہی کے ساتھ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے۔ آپ کے نام ایک خط ہماری خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ خط کا پس منظر خود خط سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالباری صاحب سے کچھ قرض اپنا مکان بنوانے کے سلسلے میں لیا تھا اس قرض کی واپسی میں دیر ہوئی اور قسط وار ادائیگی ہو سکی۔ کسی درمیانی خط کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً کچھ زیادہ معذرت فرمائی کہ ادائیگی میں بہت تاخیر ہو رہی ہے۔ مولانا عبدالباری صاحب نے اس ادائیگی (ڈرافٹ) وصول کر کے جو خط لکھا اس میں رقم کی اس بیمے کو اپنی "نالائقی کا بیمہ" قرار دیا۔ یعنی حضرت کی معذرت سے شرمندگی محسوس کی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"میرے محترم! آپ ان نقود کے ارسال پر خفگی کا اظہار فرماتے ہیں۔ اور اس بیمے کو اپنی نالائقی کا بیمہ قرار دیتے ہیں کیا تعجب کی بات نہیں ہے کیا آپ نے یہ دستگیری اس وقت نہیں فرمائی تھی جبکہ مجھ کو شدید حاجت تھی۔ دیواریں مکان کی چھت تک بلند ہو گئی تھیں اور برسات کا زمانہ آ گیا تھا۔ روپیہ ختم ہو چکا تھا' خوف تھا کہ اگر چھت نہ ڈالی گئی تو دیواریں گر جائیں گی۔ آپ نے ایسی ضرورت کے وقت میں دست اعانت دراز فرمایا۔ فجز اکم اللہ خیر الجزاء۔ پھر جبکہ میں نے کچھ عرصے کے بعد قرضہ کی ادائیگی کے ارادہ کو ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تو مردانہ مکان سے فارغ نہ ہو جائے تب تک اس کی فکر نہ کرنا چنانچہ سال گزشتہ میں مردانہ حصہ سے بھی فارغ ہو گیا۔ اس مدت کو کئی سال گزر گئے۔ آپ نے اس تمام مدت میں کبھی اشارۃً یا کنایۃً بھی تقاضا نہیں فرمایا۔ کیا یہ دوسرا احسان عظیم الشان احسان نہیں ہے آپ کے معاملات میں کسی قسم کا ادنیٰ درجے کا تغیر نہیں پایا گیا۔ حالانکہ القرض مقراض المحبۃ (قرض محبت کے لئے قینچی ہے) مشہور مقولہ ہے' کیا مجھ کو کسی طرح درست تھا یا ہے کہ ایسے عظیم الشان انعامات کو فراموش کر سکوں۔ کیا میرے لئے نہایت، شرمندگی کی بات نہیں ہے کہ میں نے اس قرض کے ادا کرنے میں سالہا سال کی مدت لگا دی' بیشک میں اپنی ناداری اور مصاریف تعمیر کی بناء پر عاجز تھا۔ مگر مجھ کو فی النفس مجوبیت (تنگدلی) ضرور تھی اور ہے مہینہ دو مہینہ نہیں سال نہیں۔ سالہا سال یعنی تقریباً دس سال یا زیادہ گزر چکے ہیں پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ اس وقت جبکہ میں حجاز جا رہا تھا اور جبکہ بتقاضائے وقت و حال لازم تھا کہ میں پوری رقم ادا کرتا کیونکہ موت وحیات کا معاملہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ چاہیئے یہ تھا کہ میں بالکل بری الذمہ ہو کر جاتا اور پوری رقم آپ کی خدمت میں بھیجتا۔ مگر میں نے وہ بمجبوری یا بغیر مجبوری تین سو کی رقم بھیجی اور باقی کے متعلق توکل الی اللہ کیا۔ کہ وہ کریم کارساز اس کی کوئی صورت کر دے گا مگر تعجب ہے کہ آپ اس پر بھی ایسے الفاظ تحریر فرماتے ہیں آپ کو چاہیئے تھا کہ سرزنش فرماتے کہ ایک تو اتنی مدت کے بعد قرضہ ادا کرتا ہے اور پھر وہ بھی پورا نہیں۔ تجھ کو شرم آنی چاہیئے۔ مگر بجائے میری سرزنش کے آپ خود اپنے کو ملامت فرماتے ہیں۔ بہر حال میں آپ کے ان عظیم الشان احسانات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا

ہوں۔ اور مجوب (نادم) ہوں کہ اس قدر دیر کیوں ہوئی۔ اور ان شاء اللہ باقی ماندہ رقم بھی جلد ادا کرنے کی کوشش کروں گا اور امیدوار ہوں کہ گزشتہ تاخیرات کو بنظر عفو دیکھیں گے اور اگر آئندہ بھی تاخیر ہو تو اس پر بھی وسعت قلب اور عفو کو کام میں لائیں گے۔" (ماہنامہ الفرقان)

رسالہ خدام الدین نقد قیمت دے کر خریدتے

مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے:

انجمن خدام الدین کی ساری مطبوعات حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ مگر آپ نے ان کی فروخت سے کبھی ایک پائی تک نہ لی۔ کس قدر بلند مقام کے مالک تھے۔ اپ اپنے اور اپنے اعزہ کے لئے ہفتہ وار خدام الدین کا پرچہ بھی مفت نہیں قیمت ادا کر کے لیا کرتے تھے۔ (ماخذ صفحہ ۱۸۵ مرد مومن)

علماء کا نان نفقہ قوم کے ذمے ہے

حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا اصولی مسئلہ ہے کہ جو کوئی کسی کی خدمت میں محبوس ہو اس کا نفقہ اس کے ذمہ ہوتا ہے اور یہ قاعدہ تمام دنیا کے عقلاء کا معمول بہ ہے حتیٰ کہ سلاطین تک کے لئے بھی یہی قانون نافذ ہے بادشاہ کو جو خزانہ سے تنخواہ ملتی ہے وہ بھی محض اس لئے کہ وہ رعایا کے کام میں محبوس ہے کیونکہ بادشاہ وہ ہے جس کو ساری قوم حاکم بناتی ہے اور اس کو بیت المال کے خزانہ سے تنخواہ دیتی ہے' اور بادشاہ پر کیا موقوف ہے سب کو چندہ قومی ہی سے تنخواہ ملتی ہے' کلکٹر (کمشنر) کو بھی' ڈپٹی کلکٹر کو بھی' جج کو بھی' منصف کو بھی' بس یہ عقلی مسئلہ ہوا اور اسی قاعدہ کو شریعت نے بھی تسلیم کر لیا ہے جیسے زوجہ کا نفقہ اس کے شوہر پر اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اس کے پاس محبوس ہوتی ہے' اب بتلائے یہ علت علماء کے استحقاق تنخواہ وغیرہ میں بھی مشترک ہے یا نہیں کیونکہ وہ بھی قوم کی دینی خدمت میں محبوس ہیں اس لئے ان کا نفقہ بھی قوم کے ذمہ ہے۔ کیونکہ جب تک وہ معاش سے فارغ نہ ہوں دین کا کام کر نہیں سکتے' اگر ان کی خدمت نہ کی جائے گی تو وہ کھائیں گے کہاں سے؟؟ غرض علماء چونکہ قوم کی دینی خدمت میں محبوس ہیں اس لئے ان کی تنخواہ یا نذرانہ قوم کے ذمہ ہے۔ ایسا نہ ہو تو پڑھنے پڑھانے کا اور تبلیغ

کا سلسلہ ہی ختم ہو جائے گا اور سارا دین درہم برہم ہو جاوے۔

اس تقریر سے دونوں باتوں کا جواب نکل آیا' ایک تو یہ کہ مولوی تنخواہ وغیرہ کیوں لیتے ہیں؟ دوسری یہ کہ خیرات کے ٹکڑے کھاتے ہیں سو خوب سمجھ لو کہ اگر یہ لوگ خیرات کے ٹکڑے کھاتے ہیں تو بادشاہ اور جج' کلکٹر سب ہی خیرات کھاتے ہیں اگر یہی بات ہے تو کسی کو بھی تنخواہ نہ لینی چاہئے کیونکہ سب کو قوم ہی کے چندہ سے تنخواہ ملتی ہے۔ سرکاری قانون ہے کہ جو شخص سرکاری ملازم ہو اس کو دوسرا کوئی کام تجارت وغیرہ کرنا ممنوع ہے۔ مثلاً کوئی شخص سرکاری ملازم ہے اور وہ ٹھیکہ لینے گئے تو سرکاری طور سے اس پر گرفت ہوگی۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ ایک شخص دو طرف پورا متوجہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ملازم سرکاری دوسرا کام کرے گا تو ضرور سرکاری کام میں خلل واقع ہوگا اس لئے اس کو اجازت نہیں کہ بحالت ملازمت دوسرا کام کرے۔ اسی طرح جو لوگ مولویوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا کی ترقی کیوں نہیں کرتے' مشین اور کارخانے کیوں نہیں چلاتے؟ تو وہ مثال مذکور کو پیش نظر رکھ کر خوب سمجھ لیں کہ جب یہ لوگ دنیا میں مشغول ہوں گے تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ یہی ہوگا کہ دین کا کام نہ کر سکیں گے۔ (خیر المال للرجال)

علماء کی بدنامی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آج کل جو علماء کا گروہ بدنام ہے یہ انہی طماعوں کی بدولت' واللہ اگر علماء آج دست کش ہو جائیں جیسا کہ اہل حق بحمد اللہ ہیں تو یہ بڑے بڑے متکبرین ان کے سامنے سر تسلیم خم کریں بلکہ علماء کے لئے تو یہ مناسب ہے کہ اگر کوئی دنیا دار ان کے سامنے کوئی چیز پیش بھی کرے تو لینے سے انکار کر دیں۔ اگر تم ان امراء کے دروازے پر جانا چھوڑ دو تو یہ خود تمہارے دروازہ پر آئیں گے۔ (موتی)

مدرسہ کے لئے بھی شبہ والی رقم نہ لینا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پانی پت کے قریب ایک جگہ ہے" محمد پور" وہاں کے ایک رہنے والے نے جو مجھ سے بیعت بھی ہیں، پندرہ روپیہ ہمارے مدرسہ کے لئے پیش کئے، مجھے کچھ وہم ہوا (اور مجھے اکثر وہم بلا وجہ نہیں ہوتا یا قرائن سے ہوتا

ہے یا بعض دفعہ دل میں کھٹک پیدا ہو جاتی ہے) میں نے ان سے کہا کہ پانی پت تم سے قریب ہے اور وہاں بھی مدرسہ ہے اور قریب کا حق زیادہ ہوتا ہے۔ تم نے یہ روپیہ وہاں کیوں نہ دیا۔ کہا یہ خیال ہوا کہ وہاں دینا ریاء ہے۔ میں نے کہا مجھ کو تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہاں دینے میں یہ مصلحت ہے کہ پیر بھی راضی ہوں گے کہ ہمارے مدرسہ میں دیا اور اللہ میاں بھی۔ سو ہم ایسی شرک کی رقم مدرسہ میں نہیں لینا چاہتے۔ اور رقم واپس کر دی۔ صبح کو انہوں نے آ کر اقرار کیا کہ واقعی میری نیت خراب تھی۔ اب میں اس نیت سے توبہ کر چکا ہوں اور توبہ کر کے پھر پیش کرتا ہوں۔ میں نے کہا اب لاؤ۔ (حیرت انگیز واقعات)

غیر ضروری ذمہ داری سے پرہیز

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کو اموال کے باب میں بہت احتیاط چاہئے لینے میں بھی اور دینے میں بھی ایک صاحب نے جو موافقین میں سے ہیں خط شکایتی لکھا ہے کہ ہدیہ میں سختی نہ کرنا چاہئے۔ لینا چاہئے، اور مہمانوں میں خرچ کرنا چاہئے فلاں مولوی صاحب نے خوب کہا کہ احمق ہیں جو یہ مشورہ دیتے ہیں یعنی خواہ مخواہ دو کام اپنے سر لیں ایک تو لینے کا اور ایک اس کے خرچ کرنے کا، ان صاحب نے یہ بات بطور طعن کے لکھی تھی اس لئے کہ ان کی مہمانی نہیں کی گئی تھی۔

پھر فرمایا کہ میرے یہاں لینے کے بھی شرائط ہیں کہ ایک معتد بہ مدت تک ملتے جلتے رہنے سے دل خوب مل گئے ہوں اور بے تکلفی ہو گئی ہو ایک دفعہ میں ایک دن کی آمدنی سے زیادہ ہدیہ نہ ہو مثلاً اگر پندرہ روپیہ ماہوار کا ملازم ہو تو ایک بار میں ۸ آٹھ آنہ سے زیادہ نہ دے اور دو ہدیوں کے درمیان کم از کم ایک ماہ کا فصل ہو اور پابندی کے ساتھ نہ دے اسی طرح میں خرچ بھی خواہ مخواہ نہیں کرتا بلکہ قریب قریب سال بھر کا خرچ اپنے پاس جمع رکھتا ہوں مہمانوں میں بھی عرف کا پابند نہیں جس کے ساتھ جیسی خصوصیت ہوئی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا کسی کو گھر پر بلا کر کھلایا کسی کو پیسے بھیج دیئے کہ بازار سے لے کر کھالیں۔ کسی کو کچھ بھی نہیں ظاہر ہے کہ شرائط کی شدت سے آمدنی کم ہو گی پھر اگر خرچ میں وسعت کی جاوے تو میری

نیت خراب ہونے لگے اور شرائط کی پابندی نہ ہو سکے ایک پیر صاحب میرے پاس آئے بس لنگر خانہ کی بدولت چھ ہزار کے مقروض ہو گئے تھے چاہتے تھے کہ کسی رئیس کو سفارش قرض دینے کی کر دی جاوے میں نے پوچھا کہ یہ قرض خواہ مخواہ کیوں کر لیا کہا کہ یہی خیال تھا کہ جو لوگ کھا جاتے ہیں وہی دیں گے، لیکن کسی نے کچھ نہیں دیا میں نے کہا کہ اب جو قرض لو گے، اس کو کہاں سے ادا کرو گے کہا کہ مرید ہی دیں گے میں نے کہا انا اللہ اب بھی مریدوں ہی پر نظر ہے تو جناب یہ حالت ہو جاتی ہے خرچ بڑھانے میں دین کی یہ خرابیاں ہیں اب الحمد للہ سال بھر کا خرچ ہمیشہ میرے پاس جمع رہتا ہے اس سے اطمینان رہتا ہے حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ دیدیا کرتے تھے امام غزالیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ سال بھر کا خرچ ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں اب مجھے کسی بڑے سے بڑے ہدیہ کے واپس کر دینے میں وسوسہ بھی نہیں ہوتا۔ جبکہ میرے شرائط کے موافق نہ ہو۔ بس بے دھڑک خلاف شرائط ہدیہ کو واپس کر دیتا ہوں وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ کیا سال بھر تک کچھ نہ آوے گا اس سے بہت اطمینان رہتا ہے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

وقف وغیرہ کے مال میں احتیاط

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے ایک دوست کا قصہ ہے کہ وہ ایک اسلامی مدرسہ میں مہمان ہوئے۔ مغرب کے بعد مہتمم صاحب نے کسی خادم کو حکم دیا کہ ان کے کمرے میں لالٹین روشن کر دے انہوں نے فوراً ہی کہا کہ اگر مہتمم صاحب کا تیل ہو تو لانا اور اگر مدرسہ کا تیل ہو مت لانا وہاں ایک بزرگ خان صاحب تشریف فرما تھے جو ہمارے حضرات کے صحبت یافتہ ہیں وہ کہنے لگے کہ یہ شخص اشرف علی کا تعلیم یافتہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایسی احتیاط اسی کے یہاں ہے ان باتوں پر لوگ مجھے وہمی کہتے ہیں مگر ایسا وہم بھی مبارک ہے جو حضرات سلف کے مذاق کے مطابق ہو (حرمات الحدود ص۴۴)

مدرسہ کے فنڈ سے میزبانی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک خصوصیت اس مدرسہ کی اسی

جلسہ میں یہ معلوم ہوئی کہ اس مرتبہ جو جلسہ کی وجہ سے مہمانوں کا مجمع ہوا ہے تو ان کی دعوت وغیرہ کے لئے اور اسی طرح جلسہ کے جملہ اخراجات کے لئے خاص احباب سے چندہ کیا گیا ہے عام چندوں کی رقم میں سے جلسہ کے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا گیا یہ بات بڑی خوشی کی ہے میری ہمیشہ سے یہی رائے ہے کہ اول تو مہمانوں کو مدرسہ کی طرف سے کھانا کھلانے کی ضرورت نہیں یہ کسی کے بیٹے کی تقریب تھوڑا ہی ہے جو آنے والوں کو کھانا دیا جائے یہ ایک قومی اور دینی کام ہے جو آئے اس کو اپنے پاس سے خرچ کر کے بازار میں کھانا چاہئے جیسے عام قومی جلسوں میں کھانے پینے کا خرچ ہر شخص خود برداشت کرتا ہے اور اگر یہ نہ ہو اور مہمانوں کو کھانا کھلایا ہی جائے تو اسکے لئے خاص چندہ کرنا چاہئے جس میں سب شریک ہونے والوں کو اس بات کی صریحاً اطلاع ہو کہ یہ رقم مہمانوں کے کھانے وغیرہ میں صرف ہوگی عام چندہ سے یہ اخراجات نہ کرنے چاہئیں کیونکہ عام چندہ دینے والے زیادہ تر یہ سمجھ کر مدارس میں چندہ دیتے ہیں کہ ہماری رقم تعلیمی کام میں صرف ہوگی اس سے طلبہ کو کھانا کپڑا دیا جائے گا وغیرہ وغیرہ اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھتے ہیں اور اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسے جلسہ کے مہمانوں کو کھلایا جائے گا جن میں بہت سے امراء و خوشحال بھی ہوتے ہیں تو شاید بعض لوگ اس اطلاع کے بعد چندہ نہ دیتے اس لئے میرے نزدیک عام رقوم چندہ سے جلسہ کے اخراجات میں صرف کرنا شبہ سے خالی نہیں اور شبہ بھی قوی۔ (ایضاً ص ۳۹)

مدرسہ کی آمدنی کا حساب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مدرسے میں متفرق مدوں میں چندہ آتا ہے میں نے سب کے لئے متفرق تھیلیاں تیار کر رکھی ہیں اور سب کا حساب جداگانہ ہر وقت صاف اور پاکیزہ رکھتا ہوں اور آمدنی اور یافتنی کو لکھتا ہوں اگر چہ چند پیسے ہی ہوں۔

امراء کی صحبت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امراء کی صحبت سے میری طبیعت نہایت ہی منقبض ہوتی ہے اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب فرمایا کرتے تھے کہ امراء کی صحبت میں بیٹھ کر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ پنجرے میں بند کر دیا گیا۔

علماء کو مالیات میں پڑنا مناسب نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:
نہ میں کسی کی امانت رکھتا ہوں اور نہ کسی کے فیصلے میں پڑتا ہوں۔ دونوں سے مجتنب (دور) رہتا ہوں۔ اپنا معمول قولاً وعملاً ظاہر کر دینے کے لئے ایسی ہی صفائی کی ضرورت ہے۔ اور یہی اکثر لوگوں میں نہیں ہے۔ اسی کو میں روتا ہوں۔ (الافاضات ج ۵)

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ مشتبہ مال بھول سے بھی کھا لیتے تو فوراً قے ہو جاتی

ہمارے اکابرین میں سے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ میں احتیاط آپ کی طبیعت میں اس قدر رچ بس گئی تھی کہ حرام کے شبہ والے لقمہ کو بھی آپ کا معدہ قبول نہ کرتا تھا بھول سے یا غلطی سے مشتبہ مال کھا بھی لیتے تو فوراً قے ہو جاتی تھی' زمانہ طالب علمی میں آپ نے کئی سال سالن سے روٹی نہ کھائی' دریافت کرنے پر فرمایا کہ دہلی کے اکثر سالنوں میں کھٹائی پڑتی ہے اور آموں کی بیع ناجائز طریقہ پر ہوتی ہے اس لئے میں سالن نہیں کھاتا۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۲۱۸' بحوالہ اللہ والوں کی مقبولیت کا راز)

(ف) یہ اللہ کے مقبول بندوں کے ورع وتقویٰ کی جھلکیاں ہیں جن سے آسانی سے اس نتیجہ تک پہنچا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کو اپنے بلند مقصد ومنصب کا کس قدر خیال تھا اور انہوں نے اپنی دینی عزت بچانے کے لئے کس قدر خواہشات اور لذتوں اور راحتوں کو ترک کرنے کی عادت ڈالی تھی' جس کا اثر یہ ہوا کہ ان کی خدمات میں ایسی برکتیں ظاہر ہوئیں کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی میرے عزیز طلبہ تم تقویٰ اختیار کرو گے تو مدرسہ کے مال میں احتیاط رہے گی' یہ نہ سمجھو کہ کوئی ٹوکنے والا نہیں اس سے خلاصی نہیں ہوگی' حقوق العباد کی معافی اللہ کے یہاں نہیں ہوتی یہ بڑی سخت چیز ہے' اور اہل مدرسہ کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے' جیسا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اور کسی کام سے نہیں لگتا' اس وجہ سے کہ ہم مدرسہ کے

مال کے مالک نہیں ہیں امین ہیں، ہمارے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا اپنے تعلق کی وجہ سے اگر کسی کی خیانت کو معاف کرو گے تو تم بھی پکڑے جاؤ گے۔ (انتہیٰ)

مدارس میں عوام کا مال ہوتا ہے نہ معلوم کتنے لوگوں کا مال ہوگا ان سے معافی مانگنا دشوار ہے، اگر معافی دنیا میں نہ ہوئی تو دو پیسے کے مقابلے میں سات سو مقبول نمازیں لے لی جائیں گی، اور اگر اتنی نمازیں مقبول نہیں ہیں تو اس کے بقدر گناہ سر پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (تربیتی واقعات)

علماء کا مال اور جاہ کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا اہل علم کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنی فاقہ مستی پر نازاں ہوں اور خوش رہیں اور کسی اہل دنیا کی طرف ہاتھ نہ پھیلائیں بلکہ منہ بھی نہ لگائیں۔ علماء کو تو اس کا مصداق ہونا چاہئے۔

اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

یہ تو مال کے ساتھ ان کا معاملہ ہو اور جاہ کے ساتھ یہ ہو کہ۔

دررہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

غرض ان اہل علم کو دنیا اور دنیا والوں پر نظر بھی نہ کرنا چاہئے بلکہ یہ کہہ دینا چاہئے۔

ما اگر قلاش گر دیوانہ ایم!! مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم!!

یہ شان اہل علم کی ہونی چاہئے اس پر خواہ کوئی اعتراض کرے۔ کوئی دیوانہ سمجھے پرواہ نہ کرنا چاہئے، یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آج کل ترقی کا زمانہ ہے ایسے لوگوں کو جو دنیا کو ترک کرتے ہیں اور توکل یا زہد اختیار کرتے ہیں بے وقوف اور دیوانہ سمجھتے ہیں۔

(افاضات الیومیہ ج ۲ ص ۴۷)

محصول کی ادائیگی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ بلا ادائے محصول کوئی چیز نہ لے جاتے اگر ذرا بھی کسی چیز میں شبہ ہوتا ہے کہ یہ مقررہ وزن سے زائد ہوگی تو آپ اسے فوراً وزن کراتے اور اس کا محصول ادا کرتے، اس کا اتنا اہتمام تھا کہ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جاتے

ہوئے کچھ گنے ساتھ تھے جب ادائیگی محصول کے لئے تلوانے لگے تو کوئی تولے نہیں، یہاں تک کہ غیر مسلم ملازمین ریلوے بھی کہنے لگے کہ حضرت آپ یونہی لے جائیے تلوانے کی ضرورت نہیں، ہم گارڈ کو کہہ دیں گے فرمایا یہ گارڈ کہاں تک جائے گا کہا غازی آباد تک، فرمایا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا؟ کہا گیا یہ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا اور وہ کانپور تک پہنچا دے گا، جہاں آپ کا سفر ختم ہو جائے گا، فرمانے لگے نہیں وہاں ختم نہ ہوگا بلکہ ایک اور سفر آخرت بھی ہے وہاں کا انتظام کیا ہوگا؟ یہ سن کر سب انگشت بدنداں رہ گئے، جن میں تعلیم یافتہ ہندو بابو بھی تھے کہنے لگے کہ اس زمانہ میں بھی خدا کے ایسے ایماندار بندے موجود ہیں جو خدا سے ڈر کر احتیاط کرتے ہیں۔ (بیس بڑے مسلمان)

علماء کو ضرورت انفاق

حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہر اہل علم جو اہل مدارس کہلاتے ہیں ان کو بھی حسب حیثیت کچھ چندہ دینا چاہئے۔ جب علمائے کرام انفاق کے فضائل بیان فرماتے ہیں اگر کسی وقت کوئی عامی کھڑا ہو کر دریافت کر لے کہ مولانا آپ اپنی آمدنی سے کتنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو کیا جواب ہوگا۔ شرم سے گردن جھک جائے گی۔ کچھ نہ کچھ ہر اہل علم کو خواہ قلیل رقم ہی ہو انفاق مالیہ کی سعادت حاصل کرنی چاہئے۔ اس عمل سے عوام کا حوصلہ بھی بلند ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک قصبہ کے لوگ دعوۃ الحق کے لئے غلہ دیا کرتے تھے ایک آسمانی آفت کھیتی پر قرب و جوار کی بستیوں پر آئی مگر یہ بستی محفوظ رہی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں یہی خیال آیا کہ ہم لوگ اپنی کھیتی سے چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہماری بستی کو اس بلائے آسمانی سے محفوظ فرمایا پھر فرمایا کہ جس نے سرکار کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا (چندہ دیکر) پھر اس کو خسارہ اور نقصان کیسے ہوگا۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ فی سبیل اللہ خرچ کرتے تھے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر علمائے کرام اپنا مال دیں تو اس میں زیادہ برکت بھی ہوگی۔ فرمایا اسباب پر نظر نہ رکھئے ایک صاحب ہر دوئی میں ہمارے مدرسہ کو بالکل چندہ نہ دیتے تھے اور کہتے تھے یہ لوگ چندہ کے لئے کچھ کہتے ہی نہیں بہت امیر معلوم ہوتے ہیں۔ اب ان کے بھائی کا زمانہ آیا اور وہ خوب ہمارے مدرسے کو دیتے ہیں حق تعالیٰ پر نگاہ رکھے غیب سے مدد ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ایک آدمی سے ایک اہل خیر نے کہا آپ کے یہاں تو تحویل کافی بچ رہتی ہے اس لئے ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہمارے آدمی نے نہایت عمدہ جواب دیا کہ ادارے کو تو ضرورت نہیں ہے مگر آپ کو بھی ضرورت ہے یا نہیں۔ (مجالس ابرار)

دارالعلوم دیو بند کیلئے چندہ کی پہلی تحریک

چندے کی فراہمی کے سلسلے میں جس نے سب سے پہلے عملی اقدام کیا وہ حضرت حاجی محمد عابدؒ تھے' حاجی فضل حق صاحب نے حضرت نانوتویؒ کی سوانح مخطوطہ میں دارالعلوم کے لئے چندے کا طریقہ اختیار کرنے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''ایک دن بوقت اشراق حضرت حاجی سید محمد عابدؒ سفید رومال کی جھولی بنا اور اس میں تین روپے اپنے پاس سے ڈال چھتے کی مسجد سے تن تنہا مولوی مہتاب علی مرحوم کے پاس تشریف لائے' مولوی صاحب نے کمال کشادہ پیشانی سے چھ روپے عنایت کئے اور دعا کی' اور بارہ روپے مولوی فضل الرحمٰن صاحب نے اور چھ روپے اس مسکین (سوانح مخطوطہ کے مصنف حاجی فضل حق صاحب) نے دیئے' وہاں سے اٹھ کر مولوی ذوالفقار علی سلمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے' مولوی صاحب ماشاء اللہ علم دوست ہیں فوراً بارہ روپے دیئے' اور حسن اتفاق سے اس وقت سید ذوالفقار علی ثانی دیوبندی وہاں موجود تھے' ان کی طرف سے بھی بارہ روپے عنایت کئے' وہاں سے اٹھ کر یہ درویش بادشاہ صفت محلہ ابوالبرکات پہنچے' دوسو روپے جمع ہوگئے اور شام تک تین سو روپے' پھر تو رفتہ رفتہ خوب چرچا ہوا' اور جو پھل پھول اس کو لگے وہ ظاہر ہیں' یہ قصہ بروز جمعہ دوم ماہ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ میں ہوا۔''

آج سے سؤ سوا سو سال پہلے بلاشبہ یہ ایک عجیب وغریب اور نئی بات تھی کہ عوامی چندے کی بنیاد پر ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے جو حکومت کے اثرات سے آزاد ہو'

آنے والے عوامی دور کے پیش نظر یہ ایک زبردست پیش بینی تھی۔ تحریک خلافت کے موقع پر جب مولانا محمد علی جوہر مرحوم دارالعلوم میں آئے اور انہوں نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے اصول ہشتگانہ دیکھے (جو شروع باب میں دیئے جا چکے ہیں) تو مولانا مرحوم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ "......ان اصول کا عقل سے کیا تعلق! یہ تو خالص الہام و معرفت کے سرچشمے سے نکلی ہوئی باتیں ہیں، سو برس کے بعد دھکے کھا کر ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں، حیرت ہے کہ یہ بزرگ پہلے ہی اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے۔"

اب جب کہ بڑی بڑی ریاستیں خواب و خیال بن چکی ہیں اور زمینداریاں ختم ہو گئی ہیں مگر کشمیر سے آسام تک ہزاروں دینی مدرسے چل رہے ہیں اور ان پر حکومت کی تبدیلیوں کا کوئی اثر نہیں ہے، اس سے عوامی چندے کی افادیت اور مدارس کی بنیادوں کے استحکام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے!

اوقاف کے سابقہ طریقے کے بجائے عوامی چندے کا یہ طریقہ بہت کامیاب اور بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوا، دینی مدارس کے قیام اور دینی تعلیم کی نشر و اشاعت کے لئے یہ ایک ایسا مفید اور مستحکم طریقہ تھا جس نے دینی تعلیم کے فروغ کو عوامی چندے کی تحریک میں تبدیل کر دیا، چندے کی نسبت دارالعلوم کا شروع سے طے شدہ اصول یہ رہا ہے کہ اس میں نہ تو چندے کے لئے کوئی لازمی مقدار مقرر کی گئی ہے نہ مذہب و ملت کی تخصیص روا رکھی گئی ہے، چندے کی اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں: "چندے کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے اور نہ خصوصیت مذہب و ملت ہے" (تاریخ دارالعلوم دیوبند)

دینی امور میں غرباء کیلئے دینے سے برکت ہوتی ہے

واقعہ:۔ جو غرباء مدارس دینیہ کی خدمت کرتے ہیں اس میں برکت ہوتی ہے۔ اور ریاست وغیرہ کے وقف ہونے سے مدرسہ میں برکت نہیں ہوتی۔

ارشاد:۔ غرباء کے دینے میں برکت ہے جاگیر وغیرہ جو مدارس میں وقف ہوتی ہے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ چنانچہ فلاں جگہ مدرسے کی حالت اچھی نہیں حالانکہ اس کے متعلق بڑی ریاست وقف ہے۔ مگر آج تک کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ بہت بڑی جائیداد وقف ہے اس مدرسہ میں مگر آج تک کوئی طالب علم فارغ ہو کر نہیں نکلا مجھے بھی ایک جائیداد کا متولی کرتے تھے جو مدرسہ تھانہ بھون کے لئے وقف تھی میرا نام متولی لکھوا دیا تھا۔ میں نے اپنا نام عدالت میں

درخواست دے کر کٹوا دیا، میں اسی برکت اور بے برکتی کے سبب یہ رائے دیا کرتا ہوں کہ چندہ میں دو چار غریبوں کے پیسے بھی شامل کر لئے جائیں برکت ہوتی ہے۔ (ملفوظات ج ۱۹)

ایک واعظ کی زبردست غلطی

حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا میں تو اکثر وعظ میں یہی کہہ دیتا ہوں کہ آپ مانگنا چھوڑ کر دیکھئے کہ اہل دنیا خود ماتھا رگڑیں گے اور آپ کو دیں گے مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں کی خود یہ حالت ہوگئی ہے کہ ایک جگہ مدرسہ تھا اس کے ایک جلسہ میں ایک واعظ صاحب فرما رہے تھے کہ افسوس کی بات ہے کہ اتنی دیر اگر ایک کسبی ناچتی تو اس کو لوگ کس قدر دیتے، ہمیں ایک کسبی کے برابر بھی نہیں سمجھتے کہ گھنٹہ بھر سے ہم مانگ رہے ہیں اور کوئی کچھ نہیں دیتا۔ افسوس اس واعظ کو بیان کرتے ہوئے غیرت بھی نہ آئی مجھے تو کوئی اگر ایک لاکھ روپے بھی دے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ایسی بات زبان سے کبھی نہ نکلے۔ (تاسیس البنیان ص ۲۱)

ارباب مدارس کو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی نصیحت ووصیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مجھے اپنے اکابر کے طرز عمل اور ان سے ورثہ میں جو چیز ملی ہے وہ مدارس کا اہتمام، اوقاف کے مال کی اہمیت اور اس تحریر میں بھی اپنے حضرت قدس سرہ کا یہ مقولہ لکھوا چکا ہوں کہ مجھ سے تعلق کا مدار تو میرے مدرسہ سے تعلق پر ہے جس کو میرے مدرسے کے ساتھ جتنا تعلق ہے اتنا ہی مجھ سے ہے اور اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کا مقولہ بھی پہلے آ چکا ہے کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا کسی چیز سے نہیں لگتا نیز اپنے والد صاحب قدس سرہ کا معمول بھی مدرسہ کے متعلق یہ تھا کہ وہ اپنا سالن سردی میں مدرسے کے حمام کے سامنے رکھا کرتے تھے، نہ حمام کے اندر ہوتا نہ اس کی آگ نکال کر اس پر ہوتا اور اس انتفاع پر چندہ کے نام سے سردی کے مہینے میں دو تین روپے جمع کراتے تھے اور بھی اکابر کے احتیاط کے سلسلہ میں قصے وہاں گزر چکے ہیں اس لیے سب سے اول اپنے عزیزوں کو اپنے دوستوں کو اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو اس کی نصیحت اور اس کی وصیت کرتا ہوں کہ مدرسہ کے مال میں بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے

مدرسہ کے اوقات کا بہت ہی اہتمام کریں یہ نہ سمجھیں کہ مجھے کون ٹوک سکتا ہے۔ یہ اللہ کا مال ہے اور اس کا مطالبہ کرنے والا اور اس پر ٹوکنے والا سخت ہے جس کے یہاں نہ کوئی سفارش چلے گی نہ کوئی وکالت۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس سیہ کار نے محض مالک کے فضل سے اوقات اسباق کی وہ پابندی کی جس پر سرپرستان نے بھی تحریراً استعجاب لکھا ہے۔ (آپ بیتی)

مدرسہ کی حق تلفی کا خمیازہ

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جن لوگوں نے مدرسہ کے مال میں کوئی خیانت کی یا کوئی مدرسہ کے حقوق میں زیادہ کوتاہی کی وہ یا تو بیماری میں مبتلا ہوا یا کسی مقدمہ میں پھنسا یا پھر اس کے یہاں چوری ہوئی۔ میرے ایک بہت ہی مخلص اور بزرگ ایک جگہ ملازم تھے اور ڈیڑھ سو روپے تنخواہ تھی وہ پانچ سو یا سات سو تنخواہ پر بہت دور دراز تشریف لے گئے۔ ان کی تشریف بری کے تقریباً سال بھر بعد ان کے مکان پر چوری ہوئی اور زبردست نقصان ہوا' اللہ مجھے معاف فرمائے میں تو گستاخ ہوں ہی۔ میں نے ان کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ حادثہ سے رنج ایک فطری چیز ہے مگر اس حادثہ پر بجائے تعزیت کے مبارکباد دوں گا کہ یہ ضرورت سے زیادہ تحصیل مال کے لیے اتنی دور کا سفر کرنا آپ کی شان کے مناسب نہ تھا۔ آپ دینی حیثیت سے بہت اونچی جگہ تھے جس کی موجودہ جگہ ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان کا میرے پاس بڑے عتاب کا خط آیا کہ اس حادثہ فاجعہ پر ہر ایک نے رنج و غم تعزیت اظہار ہمدردی اور غم میں شرکت لکھی مگر آپ نے مبارک باد لکھی میں نے پھر لکھا کہ میں نے تو خط کے شروع میں ہی لکھ دیا تھا کہ رنج فطری چیز ہے ہونا ہی چاہیے مگر آپ کی شان کے مناسب نہ تھا کہ اہم دینی خدمت کو آپ نے چھوڑا اور بڑی تنخواہ پر دوسری جگہ تشریف لے گئے۔ اس قصہ کو اگرچہ نمبر کے شروع حصے سے زیادہ تناسب نہیں مگر قریب ہی قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات تو "**لاتعد و لا تحصیٰ**" ہیں ان کا احصاء و شمار تو کسی طاقت بشری سے بھی ممکن نہیں۔ ایک واقعہ اور یاد آ گیا جو تحدیث بالنعمۃ کے ذیل میں ہونا چاہیے تھا مگر وہاں ذہن میں نہیں رہا۔ سہارن پور کے قیام میں مالک نے ہمیشہ ہی دوستوں کو مجھ پر ایسا مسلط کر رکھا ہے کہ اس ناکارہ کے نہلانے کے وقت بھی ابتدائے مدرسی سے ہی یا ایک دو

سال بعد اتنے احباب جمع ہو جاتے ہیں، میں ان کو منع کرتا ہوں، روکتا ہوں اور خفا بھی ہوتا ہوں مگر غسل جمعہ میرا غسل میت ہی ہوتا ہے۔ بدن کو ملنے والے ہاتھ، کمر، پاؤں کو رگڑنے والے ہر ایک الگ الگ بہت سے ہو جاتے ہیں۔ ۴۴ھ میں جب یہ ناکارہ حضرت قدس سرہ کے ساتھ ایک سالہ قیام کے لیے گیا تو مدینہ منورہ حاضری پر ابتداء کچھ اجنبیت سی تھی۔ مقامی احباب سے تعلقات زیادہ وسیع نہیں تھے۔ (آپ بیتی)

علماء کی شان

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے بزرگ عالم کو ایسے بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا جو لوگوں کو خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کیا کرتا تھا، جب وہ عالم بزرگ بادشاہ کے قریب پہنچے تو وہاں پولیس کے ایک افسر نے چپکے سے ان عالم صاحب سے کہا کہ آپ ایسا کریں کہ اپنے ہاتھ سے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے مجھے دے دیں جب بادشاہ آپ سے خنزیر کھانے کو کہے گا تو میں خنزیر کے گوشت کے بجائے یہی بکری کا حلال گوشت آپ کے سامنے رکھوا دوں گا آپ تو حلال ہی گوشت کھائیں گے، جبکہ بادشاہ اور دیکھنے والے لوگ اس مغالطہ میں رہیں گے کہ آپ خنزیر کا گوشت کھا رہے ہیں۔ اس طرح آپ حرام سے بچ جائیں گے اور آپ کی جان بخشی بھی ہو جائے گی۔ چنانچہ ان عالم صاحب نے بکری کا بچہ ذبح کروا کر پولیس افسر کو دے دیا پولیس افسر نے حسب وعدہ وہ بچہ شاہی خانساموں کے حوالہ کر دیا اور انہیں تاکید کر دی کہ جب بادشاہ ان عالم صاحب کو خنزیر کا گوشت پیش کرنے کا حکم دے تو ان کے سامنے اس بکری کے بچہ کے گوشت کو رکھ دینا۔ اس کے بعد لوگ بہت بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ اگر ان عالم صاحب نے خنزیر کا گوشت کھا لیا تو ہم بھی کھا لیں گے اور اگر وہ رک گئے تو ہم بھی رک جائیں گے۔ بادشاہ آیا اس نے اپنے کارندوں کو خنزیر کا گوشت لوگوں کے سامنے رکھنے کا حکم دیا چنانچہ گوشت لایا گیا لیکن انہوں نے بادشاہ سے وہ گوشت کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ اس درمیان وہ پولیس افسر سامنے سے بار بار اشارہ کرتا رہا کہ یہ تو بکری کا گوشت ہے اسے آپ کھا لیجئے۔ لیکن آپ برابر انکار ہی کرتے رہے بالآخر بادشاہ نے اسی پولیس افسر کو حکم دیا کہ انہیں لے جا کر قتل کر دیا جائے۔

جب وہ پولیس افسر آپ کو لے جانے لگا تو اس نے پوچھا کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ نے وہ گوشت بھی نہیں کھایا جو خود ذبح کر کے مجھے دیا تھا کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟ اس پر ان عالم صاحب نے جواب دیا کہ مجھے کامل یقین تھا کہ یہ گوشت میرے لئے حلال ہے لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ لوگ ناواقفیت میں میری اقتدا کریں گے۔ اور وہ صرف یہی سمجھیں گے کہ میں نے خنزیر کا گوشت کھایا ہے۔ اور بعد میں بھی یہی کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے یہ گوشت کھایا تھا' اور انہیں حقیقت معلوم نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان عالم صاحب نے قتل ہونا گوارا کیا لیکن دوسروں کا وبال اپنے سر لینا برداشت نہیں کیا۔ عالم کی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ تہمت کی چیزوں سے بچتا رہے اس لئے کہ اس کی غلطی کو بھی لوگ باعث تقلید سمجھ کر اس کی پیروی شروع کر دیتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

علماء کا کام صرف یہی نہیں کہ خود برائی اور گناہ سے بچیں بلکہ ان کی یہ منصبی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی برائیوں سے بچائیں اور کوئی ایسا حقیقی مباح عمل بھی نہ کریں جس سے غلط فہمی کی بناء پر عوام میں برائی پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ افسوس ہے کہ آج عام طور پر محض عمل کا مباح ہونا کافی سمجھا جاتا ہے اور یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ اس کے اثرات دوسروں پر کیا پڑیں گے۔ جس کی بناء پر علماء کی وقعت میں کمی آ رہی ہے۔ علماء اور متقدایان ملت کو بالخصوص اس جانب توجہ رکھنی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "آدمی کا اس وقت تک صحیح معنی میں اہل تقویٰ میں شمار نہیں ہو سکتا جب تک کہ مباح باتوں کو بھی ناجائز عمل کے خطرہ۔ سے ترک نہ کر دے۔" (الترغیب) اللہ پاک حمیت دین عطا فرمائے۔ آمین۔

مدارس کے چندوں نے علماء کو بہت بے وقعت کر دیا ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں: ان مدارس کے چندوں نے علماء کو بہت بے وقعت کر دیا ہے۔ اگر علماء اپنی حالت درست کر لیں اور ان مالداروں کو منہ نہ لگائیں اور قناعت اختیار کر لیں تو پھر عوام پر بھی بہت اچھا اثر ہو اور جب علماء ہی کو اموال کے ساتھ اس قدر دلچسپی ہو کہ دولت مندوں کی خوشامدیں کریں تو عوام بے چاروں کی کیا شکایت ہے واللہ اگر یہ لوگ خوشامد اور حرص چھوڑ کر استغناء کا معاملہ کریں تو امراء ان کے

دروازوں پر خود آئیں البتہ آنے والوں کے ساتھ بداخلاقی نہ کریں۔ (رفع المواقع ص ۵۶۵۵)

چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

حلوان بن سمرہ بخارا کے قریب ایک بستی کے رہنے والے تھے، بڑے عابد و زاہد تھے، ایک دن اذان دے رہے تھے، بارش ہو رہی تھی، کسی نے ان کے نام اس وقت کے امیر و حکمران کا بند خط لا کر دیا، آپ نے لفافے پر امیر کا نام دیکھا تو اسے پڑھے بغیر کیچڑ میں یہ کہتے ہوئے پھینک دیا کہ "میں کب سے حاکم کے کارندوں میں شامل ہوا ہوں"؟...... اس کی اطلاع جب امیر کے پاس پہنچی تو اس نے کہا **الحمدللہ الذی جعل فی رعیتی من لا یقرأ کتابی** یعنی "خدا کا شکر ہے کہ میری رعایا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو میرا خط نہیں پڑھتے۔"

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

(الأنساب للسمعانی، ج:۱، ص:۲۷۲)

چندہ کے سلسلہ میں ایک انوکھی مثال

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ نے مالیات کے سلسلے میں فرمایا کہ ہم نے دعوۃ الحق کا جب سلسلہ شروع کیا تو چٹکی کا فنڈ قائم کیا اور "چٹکی کا قاعدہ اور چٹکی کا فائدہ" کے عنوان سے پرچہ بھی شائع کیا ہے پہلے اس کو ایک گاؤں میں شروع کیا چند گھروں میں ڈبے رکھنے کے بعد ایک غریب بڑھیا کا گھر چھوڑ دیا گیا کیونکہ یہ بہت مفلس اور نادار تھی لیکن جب اسے پتہ چلا کہ اور گھروں میں آٹا وصول کرنے کے لئے ایک خاص نظام کے تحت ڈبے رکھائے گئے ہیں یا ہانڈیاں مٹی کی رکھائی گئی ہیں اور گھر والی عورتیں کھانا پکاتے وقت ایک مٹھی آٹا اس میں ڈال دیں گی اور ہفتہ بھر جو آٹا اس طرح جمع ہوگا وہ قرآن پاک کا مدرسہ چلانے کے لئے استاد کی تنخواہ اس کی قیمت سے دی جائے گی تو وہ بڑھیا شام کو حاضر ہوئی اور مدرسہ کے ناظم سے درخواست کی کہ ہمارے یہاں بھی ہانڈی یا ڈبہ رکھ دیجئے مجھے اس ثواب سے محروم نہ کیجئے جس وقت ہمارے یہاں کھانا پکے گا ہم بھی ایک مٹھی آٹا ڈال دیں گے۔ اور جس وقت فاقہ ہوگا نہ ڈالیں۔

اس بڑھیا کے خلوص سے اہل مدرسہ اور پورا گاؤں بہت متاثر ہوا اور ان بڑی بی کے یہاں بھی چٹکی فنڈ کا نظام قائم کر دیا گیا۔

ارشاد فرمایا کہ اس چٹکی فنڈ کی برکت سے ہر گاؤں کے مدرسے مقامی امداد سے چل رہے ہیں باہر سے امداد کو خلاف غیرت سمجھتے ہیں اور ایسے گاؤں جہاں کہ جمعہ جائز نہیں وہاں سات سو آٹھ سو روپے کا آٹا فروخت ہوتا ہے اور تین چار اساتذہ کرام کر رہے ہیں ابتدائی دور میں چٹکی فنڈ سے سات سو روپے کی وصولی تھی لیکن اب یہ کام جب نظم سے چلایا گیا تو دعوۃ الحق کے تمام مدارس جن کی تعداد ستر سے زائد ہے سب جگہ کی چٹکی فنڈ کی آمدنی تقریباً پچپن ہزار روپے تک ہو جاتی ہے ہر گھر سے آٹا وصول کرنے کے لئے محصل بھی مقرر ہیں اور ان کو معقول تنخواہ دی جاتی ہے۔

چٹکی فنڈ سے کسی گھر کو بار بھی نہیں محسوس ہوتا اور اچھا خاصہ کام چلتا ہے اور غریب گھرانوں کو بھی دین کی خدمت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ ہر ماہ نقد دینا تو دو روپیہ بھی کھلتا ہے مگر انہیں گھر سے ماہانہ 5 روپے کا ماہانہ آٹا وصول ہو جاتا ہے۔ (مجالس ابرار)

مدرسہ کی تملیک شدہ رقم سے قرض دینا جائز نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں یہ روپیہ مدرسہ میں بطور تملیک دیتا ہوں تو یہ رقم مدرسہ کے ملک ہو جائے گی اور اس میں سے قرض دینا جائز نہ ہوگا اور اگر مدرسہ میں بطور اباحت دے دیا ہے اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس میں سے قرض بھی دیا جا سکتا ہے تو یہ رقم مدرسہ کی ملک نہ ہوگی جس کو روپیہ سپرد کیا گیا ہے اور مالک وہی دینے والا رہے گا۔ اگر وہ مر گیا تو باقی رقم ورثاء کو واپس دی جائے گی اس کو مدرسہ میں یا کہیں اور صرف نہیں کر سکتے اور حولان حول پر زکوۃ بھی واجب ہوگی ان باتوں کا اہل مدارس کو قطعاً خیال نہیں حالانکہ سخت ضرورت خیال کرنے کی ہے۔

چندہ متعارفہ موجب فساد ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ایک مولوی صاحب نے ایک مدرسہ دینی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت والا سے عرض کیا کہ آج کل یہ حالت ہے کہ نہ تو لوگ خود کوئی دینی خدمت کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں بے اصل اور بے سر اپا اعتراضات کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر مدرسہ

کے حالات و واقعات اور امانت و دیانت کے ساتھ اس کی خدمات کو اپنا انجام دینا اور اس پر لوگوں کے اعتراضات کرنا خلاصہ کے طور پر بیان کئے۔ حضرت والا نے تمام واقعات بغور سن کر فرمایا کہ جو کچھ آپ نے واقعات بیان کئے ٹھیک ہیں۔ یہی حالت ہے آج کل مسلمانوں کی اس ہی لئے کسی کام میں کھڑے ہونے کو جی نہیں چاہتا۔ اور مدرسہ کی کیا تخصیص ہے ہر اس کام کی جس کا تعلق عام مسلمانوں سے ہے یہی گت بن رہی ہے۔ اور مدارس پر جو خصوصیت سے اعتراضات ہوتے ہیں اس کا بڑا سبب چندہ متعارفہ ہے یہی موجب فساد ہے۔ چنانچہ یہاں پر جو مدرسہ ہے بلکہ مدرسی کہنا چاہئے جب تک اس میں تحریک چندہ ترغیب چندہ کا معمول رہا یہی بلا نازل رہی۔ میں نے اس کو بالکل ہی حذف کر دیا۔ اب نہ تحریک ہے نہ ترغیب ہے جب سے بحمد اللہ امن ہے۔ اب رہا یہ خیال کہ پھر چلے گا کیسے اس کے متعلق سنئے۔ اپنا مذہب اور مشرب تو یہ ہے کہ جب تک چل رہا ہے چل رہا ہے جس روز نہ چلے گا بند کر دیں گے مگر مانگیں گے نہیں کیونکہ کوئی ہمارا ذاتی کام نہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی ہے کہ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم اس کے بعد ان مولوی صاحب نے اپنے متعلق حضرت والا سے مشورہ چاہا کہ مجھ کو کیا کرنا چاہئے فرمایا کہ مجھ کو مقامی حالات معلوم نہیں اس لئے کوئی مشورہ تو دے نہیں سکتا اس کو تو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں مگر ہاں ایک تجربہ کی بات عرض کئے دیتا ہوں وہ یہ ہے اور نہایت ہی نافع اور موثر ہے کہ کسی چیز کے درپے نہ ہونا چاہئے اس میں دو خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ لوگوں کو غرض کا شبہ ہو جاتا ہے کہ اس قدر جو کاوش ہے اس میں اس کی کوئی ذاتی غرض ہے۔ دوسرے یہ کہ اس صورت میں فریق بندی ہو جاتی ہے پھر کوئی کام نہیں ہوتا۔ ان ہی قصے جھگڑوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور توسع کر کے کہتا ہوں کہ یہ دو خرابیاں تو مسلمات سے ہیں۔ تیسری ایک اور بھی خرابی ہے وہ یہ کہ شروع میں تو نیت کے اندر خلوص ہوتا ہے۔ پھر جب بات کی پچ ہو جاتی ہے تو نفسانیت بھی آ جاتی ہے پھر اس جدوجہد اور دوڑ دھوپ پر ثواب بھی نہیں ہوتا۔ اس پر لوگوں کی نظر ذرا کم جاتی ہے اور یہ ہے بھی باریک بات اس ہی لئے بحمد اللہ میں کسی کام کے درپے

نہیں ہوتا اور حکم بھی ہے۔حق تعالیٰ فرماتے ہیں اما من استغنی فانت له تصدی وما علیک الا یزکی۔ یہ نہایت ہی بہترین طریق ہے کہ جس کام اور بات میں الجھن ہو ایک دم اس کو چھوڑ کر الگ ہو جائے اسی کے پیچھے نہ پڑ جائے دین کے کسی اور کام میں مشغول ہو جائے۔ مسلمانوں کو کوئی خاص کام مقصود نہیں محض رضا مقصود ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ فرض وواجب نہ ہو اس لئے کہ فرض وواجب تو ہر حال میں ضروری ہیں۔ میں صرف ان کے متعلق عرض کر رہا ہوں کہ جو فرض وواجب نہیں ان میں کیوں اس قدر اپنے قلب کو مشغول کیا جائے۔ ایک ہی کی مشغولی قلب کے لئے کافی ہے۔ اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور ہر کام سے مسلمان کا مقصود رضا حق ہی ہے جو اس کی ہر وقت حاصل ہے۔ یہ سب کچھ میں نے تجربات کی بناء پر ظاہر کر دیا۔ عمل کر کے دیکھئے ان شاء اللہ تعالیٰ راحت اور سکون نصیب ہوگا اور خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ کام بھی ہوگا۔ (ملفوظات ج ۸)

مدارس اسلامیہ کے چندہ کے متعلق اہم مشورہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ان مدارس دینیہ کا وجود بھی ضروری ہے اور ان کی بقاء بھی چندہ پر موقوف ہے۔ (مگر چندہ جمع کرنے میں آج کل بیشمار خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں جن میں سب سے بڑی خرابی چندہ جمع کرنے والے علماء کا وقار مجروح ہوتا ہے جو عوام کے لئے زہر ہے اور پھر چندہ کرنے والے حضرات کبھی اکثر محتاط نہیں ہوتے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ دینے والا شرما شرمی کچھ دے نکلے اس کا اخلاص ختم ہوا۔ ان کے لئے ایسا چندہ لینا جائز نہیں) اس لئے مناسب صورت یہ ہے کہ چندہ کی تحریک عام کی جائے۔ خطاب خاص سے پرہیز کیا جائے اور خطاب خاص صرف اس صورت سے جائز ہے کہ خطاب کرنے والا کوئی با اثر شخصیت کا مالک نہ ہو جس کے اثر سے مغلوب ہو کر لوگ چندہ دینے پر مجبور ہو جائیں۔ (ملفوظات ج ۲۴)

مولویوں کیلئے چندہ

ایک مقام پر ایک شخص ایک رومال میں باندھ کر دو سو روپے لائے اور میرے سامنے

رکھ دیئے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے کہا آپ کا نذرانہ اور سفر خرچ۔ میں نے کہا آپ اپنے پاس سے دیتے ہیں یا چندہ سے۔ کہا تمام بستی کے چندہ سے اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر عالم کا ہم اپنے اوپر حق سمجھتے ہیں ہر شخص سے بقدر استطاعت وصول کرتے ہیں اور پیش کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا یہ ہدیہ نہیں ہے غضب ہے جو مال بلا رضامندی وصول کیا جائے وہ مال سخت ہے۔ سب نے مل کر اصرار کیا کہ قبول کر لیجئے مگر میں نے کہا ہرگز نہ لوں گا اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔ ایک موٹی سی بات یہ ہے کہ ہدیہ سے اصل غرض محبت کا بڑھنا ہے بدلیل **تھادوا تحابوا** (ترجمہ۔ آپس میں ہدیہ دیا کرو کہ ایک دوسرے کے دوست بن جاؤ گے۔ اور اس ہدیہ میں ایسے لوگوں کی بھی شرکت ہے کہ انہوں نے مجھے دیکھا تک بھی نہیں نہ کبھی میرا نام سنا تو کیا چیز بڑھے گی جس کی اصل ہی نہیں۔ کہا یہ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ کسی نے ناخوشی سے نہیں دیا۔ یہاں سب کو علماء سے محبت ہے میں نے کہا اچھا اس کا امتحان یہ ہے کہ اس کو جس جس سے لیا ہے اس کو واپس کیجئے اور کہہ دیجئے کہ سب نے جتنا جتنا دیا ہے وہ کم زیادہ کا کچھ خیال نہ کریں اپنا اپنا ہدیہ خود لے کر چلے آئیں میں سب سے لے لوں گا۔ اس طرح ان سے ملاقات بھی ہو جائے گی پھر ہدیہ موجب محبت ہو جائے گا۔ اس کا ان کے پاس کچھ جواب نہ تھا وہ رقم لے گئے اور سب کو واپس کی۔ پھر قسم کھانے کو ایک پیسہ بھی تو کوئی لے کر نہیں آیا۔ میں نے کہا دیکھ لیجئے۔ یہ چندہ جبر کے ساتھ تھا ورنہ اتنے دینے والوں میں سے کوئی تو اپنا ہدیہ لاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے بھی ہدیہ سمجھ کر نہیں دیا۔ صرف محصل کے دباؤ اور شرما حضوری سے اور اداء رسم کے لئے دیا تھا۔ (ملفوظات ج ۲۹)

فضائل چندہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

غرض ضرورت ہے دین کی اور مدرسوں کی اسی ہیئات پر باقی رکھنے کی۔ آپ جو کچھ دین اپنی ضرورت اور منفعت کی تحصیل کے واسطے دیں گے ہم پر کچھ احسان نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **فیاخذہ یمینہ فیربیہ کما یربی احدکم فلوہ حتی یکون اعظم من الجبو**۔ باری تعالیٰ اپنے یمین میں لیتے ہیں جو کچھ دیا جاتا ہے یمین کا

لفظ متشابہات میں سے ہے اس کے معنی اور تاویل سے تو اس وقت بحث نہیں مراد قبول ہے اور باری تعالیٰ کے ہاتھ میں کیسے نمونہ ہوگا جب زمین میں ڈالنے سے دانہ پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے اگر ایک کھجور کو بویا جائے اور پھر اس سے جتنے پھل پیدا ہوں ان کو بویا جائے اور ایسے ہی حساب لگایا جائے تو یہ بات معلوم ہو سکتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ احد اعظم الجبال تھا مدینہ میں اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال دی ورنہ پہاڑ سے اور اس سے کیا نسبت۔ یہی معنی ہیں اس کے جو شب قدر میں ہے کہ **خیر من الف شهر** کلام عرب میں مفرد لفظ اعداد کے اندر الف سے زیادہ کے واسطے موضوع نہ تھا اس واسطے لایا گیا۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ دینے والا اگر ثواب کو دیکھ لے تو یہی کہے:

جماوے چند دادم جاں خریدم بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

میں نے چند سکوں کے عوض جان خریدی، بفضل اللہ میں نے کسی قدر ارزاں خریدی۔

(خطبات حکیم الامت ج ۲۴)

غرباء کے چندہ کی قدر کرنی چاہئے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

غرباء کے چندہ کی قدر کرنی چاہئے اور ان پر ہنسنا نہیں چاہئے کیونکہ یہ بڑا جرم ہے۔ تعزیرات الٰہیہ کا۔ لقولہ تعالیٰ **والذين يلمزون المطوعين من المومنين في الصدقات والذين لايجدون الا جهدهم فيسخرون منهم سخر الله منهم ولهم عذاب اليم**۔ شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی ترغیب دی تھی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اتنا لائے کہ اٹھ بھی نہ سکا اور ایک صحابی جو کے دانے لائے۔ منافقین دونوں پر ہنسے ایک کو ریا کار بنایا ایک کو بے شرم۔ (م۔ج ۲۳)

رفاہ عام کیلئے چندہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

میں اپنی طالب علمی کے وقت یہ خیال کرتا تھا کہ اگر دس روپیہ کی نوکری مل جائے اور

اناج گھر کا ہوگا بس کافی ہے اپنی لیاقت پر اس قدر زعم نہ تھا جیسا اب لوگوں کو ہے اب تو لوگ چالیس پچاس سے کم بات ہی نہیں کرتے۔ کانپور میں ابتداءً میرے پچیس روپیہ ہوئے تھے تو میں دل میں کہتا تھا اتنے روپے کیا کروں گا پھر والد صاحب نے یہ فرمایا کہ یہ تمہارا جیب خرچ ہے اور کھانے کپڑے کا میں ذمہ دار ہوں تم تکلیف نہ اٹھانا۔ اسی سلسلہ میں والد صاحب نے میری کھانا پکانے والی ملازمہ سے فرمادیا کہ دیکھو اس کے کھانے کے لئے اتنا گھی اتنا گوشت پکایا کرنا۔ اس باب میں ان کا کہنا نہ کرنا۔ تو اس صورت میں وہ پچیس روپیہ سارے ہی بچتے۔ مگر پھر بھی میں نے کبھی والد صاحب پر بار نہیں ڈالا۔ اس کے بعد میرے تیس ہوگئے پھر چالیس ہوگئے پھر پچاس ہوگئے پھر چھوڑ کر چلا آیا۔ اب تو خدا بغیر حساب دیتا ہے اس حالت میں بعضے لوگ تجویز کرنے لگے کہ ان پر چوکیدار لگایا جائے۔ ایک تحصیلدار نے مجھ سے مسئلہ پوچھا کہ قصبہ میں لالٹین اور سڑک وغیرہ سے سب ہی منتفع ہوتے ہیں۔ لہٰذا خرچ بھی سب ہی کے ذمہ ہونا چاہئے۔ آپ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں لہٰذا آپ کے ذمہ بھی ہونا چاہئے یا نہیں؟ میں نے کہا میرے ذمہ شرعاً واجب تو ہے نہیں البتہ جائز ہے اور وہ بھی اس وقت جب میری مستقل آمدنی ہو ورنہ جبر ہوگا۔ اور اب چونکہ میری مستقل آمدنی نہیں ہے اس لئے جائز بھی نہیں۔ البتہ یہ جائز ہے کہ جب رفاہ عام کے لئے جس سے میں یہ سب ابواب بھی داخل ہیں ضرورت ہو تو چندہ کرلیا جائے اس وقت مجھ سے کہا جائے اگر میرے پاس ہوگا تو دے دوں گا مگر معین طور پر لینا دینا یہ مجھے گوارا نہیں۔ (ملفوظات ج ۱۴)

مدرسہ قدوسیہ اور حکومت کی امداد

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ گنگوہ میں مدرسہ قدوسیہ تھا اس کے مہتمم حکیم محمد یوسف صاحبؒ تھے مولانا زکریا صاحب قدوسی وہیں کے پڑھے ہوئے تھے، گنگوہ کا نوجوان طبقہ اٹھا، اور کہا کہ مدرسہ ہم چلائیں گے، چنانچہ حکیم محمد یوسف صاحب نے مدرسہ کے تمام حسابات وغیرہ صاف کرکے ان کے حوالہ کردیئے۔

نوجوانوں نے اپنے ہاتھوں میں لیتے ہی کہا کہ فلاں چیز برابر نہیں فلاں چیز برابر نہیں، اس کو ٹھیک کرنا چاہئے، پیسہ پاس نہیں تھا، اس لئے طے کیا کہ حکومت سے مدد لینی چاہئے،

چنانچہ مدد لی گئی، حکومت کی طرف سے آدمی آتا تھا اور حسابات چیک کرتا تعلیم کا معائنہ کرتا تھا حکومت کی طرف سے ممتحن آیا اور سب طلبا کو فیل کر کے اساتذہ کو نا اہل قرار دے دیا حکومت کے مدرسین آئے، نتیجہ یہ ہوا کہ کل ڈیڑھ سال ہی میں وہ مدرسہ بند ہو گیا، اب اس کی دیواریں منہدم پڑی ہوئی ہیں۔

اسی وجہ سے میں کہا کرتا ہوں، کہ کوئی فریق چلائے مگر مدرسہ چلنا چاہئے، بند نہ ہونا چاہئے، اختلاف سے تناؤ اور بعد پیدا ہوتا ہے۔ (ملفوظات مفتی محمود حسن رحمہ اللہ ج ۲)

تملیک کے صحیح طریقے

عرض:۔ تملیک کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

ارشاد:۔ تملیک کے دو طریقے ہیں (۱) مہتمم مدرسہ کسی (مستحق مصرف زکوٰۃ) سے مدرسہ کے لئے قرض طلب کرے، وہ قرض دے دے خواہ اپنے پاس سے خواہ کسی اور سے لے کر اس کے بعد مہتمم مدرسہ زکوٰۃ کی رقم اس کو دے دے تاکہ وہ اپنا قرض ادا کر لے۔

(۲) مستحق طلبہ کو مدرسہ کی طرف سے کھانا کمرہ وغیرہ نہ دے بلکہ کہہ دے کہ اتنا وظیفہ تم کو دیا جائے گا، اور کھانے کا اتنا کرایہ وصول کیا جائے گا، مہینہ پورا ہونے پر وظیفہ ان کو دے دے پھر کھانے کی قیمت اور کمرہ کا کرایہ وصول کر لے وظیفہ اتنا مقرر کرے کہ معاوضہ طعام اور سیٹ کی اجرت وصول کرنے کے بعد طلبہ کے پاس صابن وغیرہ ضرورت کے لئے بھی کچھ بچ جائے۔ (ملفوظات مفتی محمود حسن رحمہ اللہ ج ۲)

مدارس میں سود کا چندہ

سوال:۔ استفسار کیا گیا کہ حضرت! سودی رقم مدارس میں دینی کیسی ہے؟

جواب:۔ ارشاد فرمایا کہ ایک بازاری عورت پیشہ کرتی تھی ایک مدرسہ کے سفیر صاحب نے اس سے چندہ کے لئے کہا اس نے کہا حضرت! آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہماری کمائی کیسی ہے؟ وہ کہنے لگا ہاں ہاں معلوم ہے طلباء کے لئے بیت الخلاء بنائیں گے۔ استغفر اللہ نہ جانے یہ لوگ کہاں سے مسائل تلاش کر کے لاتے ہیں، کہ یہ بھی جائز وہ بھی جائز۔ (خطبات محمود ج ۱)

چندوں کا غبن

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

سب سے بڑھ کر افسوس یہ ہے کہ لوگ مسجدوں کا چندہ کھا جاتے ہیں۔ ایک شخص مسجد کے لئے چندہ کیا کرتا تھا جہاں تھوڑا بہت جمع ہو گیا اسے بیٹھ کر کھا پی لیا، پھر چندہ مانگنے لگا۔ جب کوئی اس سے پوچھتا کہ پہلا روپیہ کہاں گیا تو قسم کھا کر کہہ دیتا کہ مسجد میں لگا دیا۔ اس کے ایک پڑوسی نے کہا کہ ظالم تو جھوٹی قسم تو نہ کھایا کر، مسجد میں تو کہاں لگاتا ہے تو آپ نے اس سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ چلو دکھلاؤں۔ پھر مسجد میں جا کر روپیہ کو دیوار سے لگا دیا اور کہا کہ اس پر قسم کھایا کرتا ہوں کہ مسجد میں لگا دیا بس دیوار سے روپیہ کو لگا دیتا ہوں۔

یہ حالت ہے آج کل چندہ کرنے والوں کی۔ اسلامی چندوں کا نہ کوئی حساب ہے نہ کتاب۔ ہر شخص جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ یاد رکھو بعض کتب فقیہہ میں ہے کہ ایک دانگ کے بدلے میں جو غالباً تین پیسہ کا ہوتا ہے سات سو مقبول نمازیں لی جائیں گی، دنیا میں کلچھرے اڑالو آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

واقعی ہندوستان کے چندہ دینے والے بڑی ہمت کے لوگ ہیں کہ ہمیشہ آئے دن چندہ دے دیتے ہیں اور یہ لوگ سب کو دیتے ہیں۔ خیر ان لوگوں کو تو ثواب مل ہی جاتا ہے کیونکہ اس کی نیت تو اچھی ہی ہوتی ہے مگر چندہ لینے والے آخرت میں خوب سزا بھگتیں گے جو اس طرح بے دریغ مسلمانوں کا پیسہ برباد کرتے ہیں۔

ہاں ایک صورت میں چندہ دینے والوں کو بھی ثواب نہیں ہوتا جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شخص جس کام کے لئے چندہ کر رہا ہے اس میں نہ لگائے گا۔ اس وقت دینے والوں کو بھی گناہ ہوگا کیونکہ اس شخص کو چندہ مانگنا حرام ہے، اور لوگوں کے دینے سے اس کی جرأت بڑھتی ہے اور حرام کی اعانت بھی حرام۔ افسوس لوگ کس کس طرح مخلوق کو دھوکہ دیتے ہیں مگر یاد رکھو! خدا کے یہاں دھوکہ نہ چل سکے گا۔

مجھے خود ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مقام پر ایک مدرسہ کا جلسہ تھا۔ اس میں میرا بیان تھا وہ زمانہ چندہ بلقان تھا۔ بعد جلسہ کے کسی نے مختصراً اس کی بھی تحریک کر دی اس پر ایک تحصیلدار نے اس چندہ

میں سو روپے دیئے۔ میں باہر جا رہا تھا' چند آدمی ایک جگہ باتیں کرتے نظر آئے دریافت پر یہ قصہ معلوم ہوا میں نے جزاک اللہ کہہ دیا' بس یہ میرا جرم تھا جس پر انہوں نے مجھ کو بعد میں پریشان کیا۔

قصہ یہ ہوا کہ ان تحصیلدار صاحب نے جن لوگوں کو چندہ دیا تھا ان کو مجبور کیا کہ میرے سو روپیہ کی رسید علیحدہ منگا کر دو' انہوں نے اس درخواست کو لغو سمجھ کر کچھ توجہ نہ کی۔ جب وہ مایوس ہو گئے چونکہ میں نے جزاک اللہ کہا تھا اس جرم میں وہ میرے سر ہوئے اور میرے پاس خط آیا کہ مجھے سو روپیہ کی رسید منگا دو' میں نے بواسطہ ایک دوست کو لکھا کہ جن کو تم نے چندہ دیا ہے ان سے رسید مانگو' مجھ سے کیا واسطہ انہوں نے پھر مجھے لکھا کہ یا تو رسید منگا دو ورنہ روپیہ واپس دو' نہیں تو عدالت میں دعویٰ کروں گا۔ میں نے چندہ کرنے والوں کو لکھا کہ اس شخص کا روپیہ واپس کر دو۔ معلوم ہوا کہ وہاں تو خرچ روانہ ہو گیا۔ میں نے دفع فتنہ کے لئے سو روپے اپنے پاس سے ایک دوست کے پاس واپس بھیج دیئے کہ ان کو دیدیں مگر وہاں کے میرے دوستوں نے ان کو اپنے پاس سے رقم ادا کر دی اور میری رقم واپس کرنا چاہی' میں نے انکار کیا' جب جانبین سے اصرار و انکار بڑھا آخر سب کے اتفاق سے وہ رقم ایک نیک کام میں لگا دی گئی۔

تو اس وقت ایک عالم صاحب نے مجھے رائے دی تھی کہ تم نے اپنے پاس سے کیوں دیا اس مد میں اور چندہ بھی تو آ رہا تھا اس میں سے بھیج دیتے۔ میں نے کہا مجھے آپ کے اس فتویٰ پر حیرت ہے یہ مجھے کہاں جائز ہے کہ میں دوسروں کا روپیہ اس شخص کو دوں' کیا لوگوں نے اس واسطے چندہ دیا ہے۔ بھلا آپ ہی سوچیں کہ اگر آپ چندہ میں روپیہ دیں اور میں اس کو اس طرح خرچ کر دوں کہ آپ کو یہ گوارا ہو گا ہرگز نہیں۔ پھر دوسروں کی رقم میں آپ مجھے یہ رائے کس طرح دیتے ہیں اور تعجب یہ کہ وہ عالم مدرس بھی تھے اور صاحب فتویٰ بھی تھے۔ (خطبات حکیم الامت ج ۱۷)

علماء اور امراء

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

حدیث میں بڑی مذمت آئی ہے اس عالم کی جو امراء میں گھسا رہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تساہل ہو جاتا ہے مسائل کے اظہار سے جہاں پلاؤ قورمہ اور عمدہ مال کھانے کو ملے تو وہاں کیا پرواہ رہ سکتی ہے دین کی وہاں تو یہ ڈر ہو گا کہ اگر حق بات کہیں گے تو پلاؤ قورمے

جاتے رہیں گے۔ ایسی جگہ امید ہی نہیں کہ صاف بات کہیں بلکہ یہ کیفیت ہوگی کہ اگر امراء ناجائز فعل کو پوچھیں گے تو تاویل کر کے جائز بتادیں گے۔

چنانچہ امراء کے یہاں شطرنج کا مشغلہ عموماً ہوتا ہے اب جو ان کے ہاں حاضر باش علماء ہیں وہ تاویل کر کے جائز بتلا دیتے ہیں۔ مثلاً یہی کہہ دیتے ہیں کہ شافعی کے نزدیک جائز ہے اور ان کے نزدیک بھی جو شرطیں ہیں ان کا نام تک نہیں لیتے سو امراء کی مخالفت سے یہ حالت ہوجاتی ہے علماء کی اس واسطے حدیث میں ہے۔

العلماء امناء الدین مالم یخالطوا الامراء فاذا خالطوا الامراء فهم لصوص الدین فاحذروهم. (اتحاف السادة المتقین ۱ :۳۸۸)

یعنی علماء امین ہیں دین کے جب تک کہ وہ امراء سے مخالطت نہ کریں اور جب امراء میں گھسنے لگیں تو وہ دین کے ڈاکو ہیں ان سے لوگوں کو بچنا چاہئے۔

چنانچہ دیکھ لیجئے کہ جو علماء امیروں سے مخالطت رکھتے ہیں ان کی کیسی خراب حالت ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ طبائع میں عموماً طمع غالب ہے اس لئے امراء سے جب مخالطت ہوتی ہے تو طمع مانع ہوجاتی ہے اظہار حق سے سو یہ ساری خرابی طمع کی ہے۔

اور علماء کو اس سے دنیوی ضرر بھی پہنچتا ہے کہ ان کی عظمت امراء کے قلب میں بالکل نہیں رہتی۔ دل میں وہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہماری خاطر سے ایسا فتویٰ دے رہے ہیں بس وہ ایک آڑ بنا لیتے ہیں ان کو ورنہ حقیقت وہ بھی جانتے ہیں سو جب حالت یہ ہے تو پھر کیا امید ہے ان علماء سے اصلاح کی۔

بہرحال لوگ مال کے بارے میں زیادہ گنجائش نکالتے ہیں عوام اپنے لئے اور علماء ان کے لئے اسمیں بالکل احتیاط نہیں کرتے اور امور میں تو خیر کچھ احتیاط کرتے بھی ہیں جس میں احتیاط کرنے سے بظاہر کوئی ضرر نہیں ہوتا اور خالی مفت کرام داشتن ہے وہاں احتیاط سے کچھ کام لے لیتے ہیں بخلاف مال کے کہ اس میں احتیاط کرنے سے دس کے پانچ ہی رہ جاتے ہیں۔ یہاں احتیاط کرنا ذرا مشکل ہے اور نفس پر شاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے کم ہیں جو اس میں احتیاط کرتے ہوں ورنہ نفس تو گنجائش ہی کی طرف بلاتا ہے اور عام طور پر ایسے ہی

لوگ ہیں جو ان معاملات میں ذرا احتیاط نہیں کرتے اس واسطے میں مطلع کرتا ہوں کہ مال کے بھی حقوق ہیں جن کی رعایت نہیں کی جاتی چونکہ حقوق مالیہ میں بے احتیاطی زیادہ کی جاتی ہے اس لئے میں اس وقت اس کا بیان کرتا ہوں۔ (خطبات حکیم الامت ج ۸)

علماء کو معاملات چندہ میں پڑنے سے گریز کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

۱۔ میں مولویوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ روپیہ کا نام زبان پر نہ لائیں اور روپیہ مانگنے سے قطعی احتراز رکھیں امراء روپیہ خود دیں گے اور علماء اس سے دین کی خدمت کریں گے۔ جس قدر روپیہ سے بے زاری کی جائے گی اسی قدر روپیہ ہمارے لئے موجود ہوگا۔

۲۔ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں یہ دعا بھی فرمائیے کہ جن لوگوں نے اعانت کی ہے یا اس جلسہ میں آئے ہیں۔ خداوند تعالیٰ انہیں اپنی امان میں رکھے اور رحمت کی نظروں سے انہیں کامیاب بنائے۔ مسلمانوں کے باہمی اختلافات دور ہوجائیں۔ اور تمام مسلمان اتحاد و یکجہتی سے دین کی خدمت کریں۔ خداوند تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو سلف صالحین کے اتباع کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور دین مستقیم پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ (خطبات حکیم الامت ج ۳۰)

علماء و امراء کے اختلاط کا اثر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

پھر یہ تحریک علماء کے فرض منصبی میں بھی مخل ہوتی ہے چنانچہ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ چندہ کے واسطے امراء کے دروازوں پر جانے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اگر ہم کسی امیر کے پاس جائیں اور وہ شطرنج کھیل رہے ہوں تو ہم ان کو منع نہیں کر سکتے کیونکہ ہم اپنی غرض کو ان کے پاس جاتے ہیں اس لئے دینا پڑتا ہے۔ غرض ان مقاصد کے سبب علماء کا اختلاف امراء سے اچھا نہیں اکثر ان کے اختلاط سے خود مولوی بگڑ جاتے ہیں۔

ایک کابلی مولوی صاحب مجھ سے ایک حکایت بیان کرتے تھے کہ میں ایک وزیر ریاست کے پاس بیٹھا تھا وزیر صاحب داڑھی صاف کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

کیسا حسین چہرہ دیا ہے مگر جو چیز چہرہ کی زینت ہے اس کو آپ مٹا دیتے ہیں۔اس کہنے سے وہ کچھ شرما گئے ایک دوسرے مولوی صاحب ان کے ہاں اور بیٹھے تھے وہ خوشامد میں کیا کہتے ہیں کہ داڑھی کبھی نہ رکھنی چاہئے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس میں جوئیں پڑ جاتی ہیں اور باہم زنا کرتی ہیں۔میں نے کہا کہ پھر یہ چکلہ آپ نے کیوں رکھ چھوڑا ہے اور باہر آ کر میں نے ان مولوی صاحب کو بہت لتاڑا اور کہا کہ تم کو خوف نہ ہوا کہ ایسی باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم جب مکان سے چلتے ہیں ایمان تو فلاں نالہ پر چھوڑ آتے ہیں۔

سو علماء کے لئے امراء کا اختلاط ایسا سم قاتل ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو چیز علماء کے پاس ہے (یعنی علم) امراء کو بزعم خود اس کی ضرورت نہیں اور جو چیز امراء کے پاس ہے یعنی مال علماء کو اس کی ضرورت ہے اس واسطے ان کو امراء کے پاس جا کر جھکنا پڑتا ہے اس لئے حق بات نہیں کہہ سکتے۔بس علماء کو تو آزاد رہنا چاہئے اور ان کی آزادی کی یہ حالت ہونی چاہئے۔

زیر بار اند درختاں کہ ثمرہا دارند اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

پھل دار درخت زیر بار ہیں سرو بہت اچھا ہے کہ غم کی قید سے آزاد ہے۔اور اس آزادی کے ساتھ دین کی خدمت کرتے رہیں۔(خطبات حکیم الامت ج ۸)

حصول چندہ میں غلو

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

آج کل کے چندہ کی حالت یہ ہے کہ لوگ ایسے اس کے پیچھے پڑے ہیں کہ فنافی الچندہ ہو گئے۔نہ جائز کو دیکھتے ہیں نہ ناجائز کو بس چندہ ہونا چاہئے اور جب کوئی ان سے کہے کہ چندہ میں یہ خرابیاں ہیں تو وہی جواب یہاں بھی ملتا ہے جو اس کھانے والے نے دیا تھا کہ سارے کام تو آج کل مالی قوت پر موقوف ہیں اور مالی قوت کا مدار چندہ پر ہے تو سارے کام موقوف ہوئے چندہ پر اور تم اس سے منع کرتے ہو۔(خطبات حکیم الامت ج ۲۴)

چندہ کی تحریک

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

آج کل مسلمان مولویوں کی صورت سے گھبرانے لگے ہیں کہ بس اب چندہ کا سوال ہوگا۔ حالانکہ علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔ وارثان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلمانوں کو وحشت ہونا سخت مضر ہے اس کی اصلاح ضروری ہے جس کا طریقہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ علماء چندہ کی تحریک نہ کیا کریں اور بحمد اللہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہیں وہ اس سے خود ہی بچتے ہیں۔ بس صحیح طریقہ یہ ہے کہ استغناء کے ساتھ لوگوں کو ترغیب عام دی جائے چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے پھر ان شاء اللہ وحشت نہ ہوگی۔

علماء کا چندہ لے لینا ان کا احسان ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ لعنت ہے ایسے چندہ پر جس کی وجہ سے لوگ علماء سے یہ توقع رکھیں کہ وہ ان کی آواز پر حاضر ہو جایا کریں جو لوگ اس غرض سے چندہ دیتے ہیں مہربانی کر کے وہ اپنے چندہ کو اپنے گھر رکھیں علماء اپنے واسطے چندہ نہیں کرتے بلکہ دینی کاموں کے واسطے کرتے ہیں اور دین سب مسلمانوں کا ہے تنہا مولویوں کا نہیں ہے پس علماء کا تم پر یہ احسان ہے کہ وہ تمہارا مال دین کے کام میں لگا دیتے ہیں تمہارا ان پر کیا احسان ہے تمہارا احسان جب ہوتا جب تم ان کے ذات خاص کے واسطے چندہ دیتے۔ مگر جب تم خدا کے واسطے اور دین کے کاموں کے واسطے دیتے ہو تو یہ اپنے کام کے واسطے دینا ہوا تو اس دینے کا مولویوں پر کیا احسان ہے۔ اور اس کی وجہ سے تم کو کیا حق ہے کہ مولویوں سے اپنی تعظیم و تکریم کی امید رکھو اور یہ کہ وہ تمہاری خاطر سے اپنا قیمتی وقت ضائع کیا کریں۔ اور یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ علماء آج کل چندہ دینے والوں کا لمبے چوڑے القاب سے شکریہ ادا کرتے ہیں مجھے تو یہ طرز بہت ناگوار ہے۔ آخر علماء پر انہوں نے کیا احسان کیا ہے جس کا وہ شکریہ ادا کرتے ہیں ہاں دعا دینے کا مضائقہ نہیں یہ تو نص سے ثابت ہے **خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم** (آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے آپ (ان کو گناہ کے آثار سے) پاک وصاف کر دیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے)

وفی الحدیث :. انه صلی الله علیه وسلم قال اللهم صل علی آل ابی اوفی ۱ ه (الصحیح للبخاری

پس جب کوئی چندہ دیا کرے اس کے حق میں اس طرح دعا کرنے کا مضائقہ نہیں کہ حق تعالیٰ آپ کے چندہ کو قبول فرمائے اس کا اجر دے آپ کے دین و دنیا میں ترقی دے۔ اعمال صالحہ کی توفیق بڑھائے وغیرہ ذلک لیکن شکریہ ادا کرنے کے کیا معنی۔ اس کا تو مطلب یہ ہے کہ چندہ دینے والوں نے مولویوں پر کچھ احسان کیا ہے تو کیا یہ چندہ تمہارے گھر کے خرچ کے لئے دیا ہے یا تمہارا ارادہ اس کو اپنے خرچ میں لانے کا ہے۔ جب یہ نہیں تو آپ پر کیا احسان۔ اگر احسان کیا ہے تو دینے والے نے اپنی ذات پر احسان کیا ہے کہ ثواب کے لئے خدا کے کام میں اپنا مال خرچ کرتا ہے اس صورت میں تو چندہ دینے والوں کو علماء کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ وہ ان کا روپیہ اچھے میں لگا رہے ہیں۔ الٹا تم کیوں شکریہ ادا کرتے ہو ۱۲ جامع) اس سے لوگوں کے دماغ خراب ہو گئے ہیں اور وہ علماء کے اس شکریہ سے (جس کا منشاء ان کی تواضع ہے) یہ سمجھ گئے کہ سچ مچ ہم نے کچھ ان پر احسان کیا ہے۔ بس اب وہ اس کے منتظر رہنے لگے کہ علماء ہماری تعظیم و تکریم بھی کریں۔ ہمارے لئے اپنے گھنٹے بھی ضائع کیا کریں۔ حالانکہ حقیقت میں ان کو اس کا کچھ حق نہیں کیونکہ میں بتلا چکا ہوں کہ اس چندہ سے وہ علماء پر کچھ بھی احسان نہیں کرتے۔ انصاف سے بتلاؤ اگر کسی وقت گورنمنٹ اپنی کسی ضرورت کے لئے رعایا سے چندہ طلب کرے اور تحصیلدار وغیرہ کو وصول کرنے کے لئے مامور کرے تو کیا اس وقت بھی آپ یہ سمجھیں گے کہ تحصیلدار پر ہم نے احسان کیا ہے اس سے ان کو ہماری خاطر مدارات اور تعظیم و تکریم کرنی چاہئے ہرگز نہیں بلکہ وہاں تو آپ چندہ بھی دیں گے اور تحصیل دار کو نذرانہ بھی دیں گے۔ اور اگر وہ نذرانہ قبول کرلیں تو ان کا احسان سمجھیں گے اس کا کبھی وسوسہ بھی نہ آئے گا کہ تحصیلدار پر ہم نے کچھ احسان کیا ہے پھر علماء کو چندہ دے کر آپ یہ یوں سمجھتے ہیں کہ ان پر احسان ہوا۔ بس یہی تو فرق ہے کہ حکام دنیا کی قلوب میں وقعت ہے اور دین کی وقعت نہیں۔ اگر کسی درجہ میں آپ کی یہ بات معقول بھی ہو تب بھی آپ کو سب علماء سے یہ امید رکھنے کا حق نہیں کہ وہ آپ کی تعظیم و تکریم

کریں۔ اور تمہارے لئے اپنا وقت ضائع کریں اگر کچھ حق ہے تو ان علماء پر ہے جو تم سے چندہ مانگتے ہیں اور جو چندہ نہیں مانگتے ان سے یہ امید رکھنے کا آپ کو کیا حق ہے اور اگر وہ انضباط اوقات کریں تو ان کی شکایت کیوں کی جاتی ہے۔ یہاں سے ان لوگوں کی حماقت ظاہر ہوگئی جو مولانا گنگوہیؒ کی کم گوئی پر اعتراض کرتے تھے۔ آخر مولانا ان کی وجہ سے اپنا وقت ضائع کیوں کرتے وہ کب اور کس دن ان سے چندہ مانگنے آئے تھے۔

ایک تحصیلدار صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گیا تھا اس وقت چارپائی پر لیٹے ہوئے جاگ رہے تھے مگر مجھے دیکھ کر آنکھیں بند کرلیں منہ پھیرلیا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئے۔ بہت ہی روکھے تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ وہ تمہارے باپ کے نوکر تھے کہ جس وقت تم جاؤ اسی وقت اٹھ کر بیٹھ جائیں اور تم سے باتیں بنانے لگیں یہ تمہاری حماقت تھی کہ سونے کے وقت ملنے گئے بھلا یہ وقت ملنے کا تھا۔ تم کو چاہئے تھا کہ حجرہ سے باہر بیٹھتے۔ جب مولانا نماز کے لئے باہر آتے اور نماز سے فارغ ہو کر جلسہ عام میں بیٹھتے اس وقت ملتے پھر دیکھتے کہ مولانا روکھے ہیں یا تم سوکھے ہو۔ ایک صاحب نے مجھ سے ایک حاکم انگریز کی شکایت بیان کی کہ اس نے کسی دوسرے حاکم سے چارج لینے کے لئے دس بجے کا وقت مقرر کیا تھا چنانچہ دس بجے کے قریب یہ انگریز کچہری میں پہنچا۔ مگر قریب پہنچ کر اس انگریز نے گھڑی دیکھی تو دس بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ تو وہ کچہری کے اندر نہیں گیا۔ بلکہ پانچ منٹ تک کچہری کے باہر ٹہلتا رہا جب گھڑی میں پورے دس بج گئے اس وقت اس نے اندر قدم رکھا اور دوسرے حاکم سے چارج لیا۔ یہ حکایت بیان کرکے وہ بہت مدح کررہے تھے کہ یہ لوگ اوقات کے بہت ہی پابند ہیں وہ مدح کررہے تھے اور میں حیرت کرتا تھا کہ اگر کوئی مولوی ایسا کرے تو اس کی شکایت بیان کی جاتی ہے کہ ہم وقت سے پانچ منٹ پہلے پہنچے تھے تو ہم سے بات نہ کی۔ (خطبات حکیم الامت ج ۱۶)

چندہ کیلئے جبر کرنے کے نتائج

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

میں جب تھانہ بھون آکر بطریق استقلال رہا تو میری فرمائش تو تھی نہیں میرا تو صرف یہ

قصد تھا کہ مجھ سے خود جس قدر علم دین کی خدمت ہو سکے گی کروں گا مگر لوگوں نے چندہ سے مدرسہ کی شکل بنائی چندہ ہوتے ہی تراجم اور حکومت شروع ہوئی، کوئی مدرس پر اعتراض کرتا ہے کوئی طلبہ پر حکومت کرتا ہے میں نے جو اس کے اسباب پر غور کیا تو ان تمام امور کی جڑ چندہ سمجھ میں آئی، میں نے چندہ حذف کر دیا جیسے کہ ایک مجذوب برہنہ پھرتے تھے مریدوں نے کپڑے بنا دیئے، کپڑوں کو چوہوں نے کتر لیا اس کلفت کے ازالہ کے لئے بلی پالی، بلی کھانے خراب کرنے لگی تو کتا پالا وہ کھانوں کو ناپاک کرنے لگا تو آدمی مقرر کیا وہ آدمی مرغن کھانے کھا کر مستانے لگا، ادھر پھرنے لگا اس لئے اس کی شادی کر دی، بیوی آئی بال بچے ہوئے، شاہ صاحب آزاد منش تھے ان سب جھگڑوں کو دیکھ کر گھبرائے اور فرمانے لگے کہ ان سب کی جڑ لنگوٹا ہے اس کو اتار کر پھینک دیا غرض میں نے چندہ موقوف کرا دیا لیکن یہ نہیں کیا کہ کوئی مدرسہ کی اعانت خلوص سے کرے اس کو بھی اعانت کی اجازت نہ ہو بلکہ یہ اطلاع کرا دی کہ اب یہ توکل کا مدرسہ ہے نہ روئداد ہوگی نہ حساب کتاب ہوگا نہ رسید ہوگی نہ باضابطہ قواعد مقرر ہوں گے جس کا جی چاہے اس میں اعانت کرے اور جس کا جی چاہے نہ کرے اور جو کرے وہ اس شرط سے کہ اس کو اس قدر تحمل ہو کہ اگر میں ساری رقم اس کی خود بھی کھا جاؤں تو گوارا کر لے۔ سو الحمد للہ کہ پہلے سے زیادہ آمدنی اور اطمینان ہے بعضے لوگوں نے کہا کہ اس طرح تم نے تو چلا لیا مگر اور کسی سے نہ چل سکے گا میں کہتا ہوں کہ ہر وہ شخص چلا لے گا جو خلوص سے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کام کرے گا اور اگر نہ بھی چلے تو چھوڑ دے میں نے بھی یہی قصد کر لیا تھا کہ جتنا کام اپنی ذات سے ہو سکے گا وہ کر لوں گا اور اس سے زیادہ اگر حق تعالیٰ چاہیں گے تو کسی ذریعہ سے کرا دیں گے ورنہ اس کے عدم ہی میں مصلحت سمجھوں گا۔ حدیث قدسی میں ہے: "انا عند ظن عبدی بی (اخرجہ الشیخان والحاکم بسند صحیح)

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں میں بندہ کے گمان کے پاس ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مجھ سے اچھا گمان رکھے گا تو میں بھی اچھا برتاؤ کروں گا اور جو بدگمانی کرے گا تو اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جائے گا۔ سو جن لوگوں کا گمان یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کام چلائیں گے ان کے ساتھ ان کے گمان کے موافق برتاؤ کیا جاتا ہے اور جن کا یہ گمان ہوتا ہے کہ بغیر ظاہری سبب کے کام نہیں چل سکتا تو حق تعالیٰ ان کو اس گمان کا ثمرہ مرحمت فرماتے ہیں یعنی وہ کام بغیر ظاہری سبب کے نہیں چل سکتا

چور کا گمان ہے کہ بغیر چوری کے رزق نہیں ملتا تو اس کو بغیر اس فعل شنیع کے روزی نہیں ملتی اس کی پھٹی ہوئی جھولی ہے اس میں برکت نہیں ہوتی آتا تو ہے مگر نکل جاتا ہے۔ دیکھئے اسٹیشن کی مسجد کی تعمیر میں کون سی لوٹ کھسوٹ ہوئی تھی کام دیکھ کر خود لوگوں کو رغبت ہوئی۔ بھوپال معمولی طور پر ایک غریب آدمی کی طرف سے اطلاع دی گئی کہ نہ خط کی رجسٹری کرائی نہ کوئی خاص اہتمام سفارش کا ہوا خصوصاً ایسے وقت میں کہ ولی عہد بیمار تھے اور اس وجہ سے بیگم صاحبہ کا کاروبار کی طرف پورے طور پر متوجہ بھی نہ ہوتی تھیں مگر پھر خدا تعالیٰ نے ان کو متوجہ کر دیا اور خط کے جواب میں انہوں نے تخمینہ دریافت کیا تخمینہ بھی پورا پورا لکھ دیا گیا' بڑھا کر نہیں لکھا' اسی وجہ سے اخیر میں کمی پڑی' لوگوں نے کہا کہ تعمیر کے کام میں اندازہ سے زیادہ صرف ہوتا ہے اس لئے تخمینہ زیادہ لکھنا چاہئے' میں نے کہا کہ کیا واہیات بات ہے ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے۔ غرض وہاں سے اعانت ہوئی پھر کمی پڑی پھر اطلاع دی گئی اس طریق سے کہ آپ سے یہ درخواست نہیں ہے کہ آپ اس کام کی تکمیل کرائیں بلکہ اس غرض سے اطلاع دی جاتی ہے کہ کام ناتمام ہے شاید آپ مطلع ہو کر شکایت فرمائیں کہ ہم کو کیوں نہیں خبر دی ہم اس کو پورا کرا دیتے انہوں نے اس درخواست پر بھی بقدر تکمیل مدد فرمائی اور کچھ متفرق لوگوں نے اعانت کی۔ غرض سب کام اسی طرح ہو گیا غرض چندہ پر زور دینا سبب ہوتا ہے تحاسد و تنافس مدارس کا اور مدارس میں اکثر ایسا ہوتا ہے اس لئے میں ایک بستی میں تعدد کی رائے نہیں دیتا۔ (خطبات حکیم الامت جلد ۲۷)

چندہ کے بغیر دین کا کام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ چندہ کے بغیر دین کا کام کیونکر چلے گا میں کہتا ہوں کہ دین کا کام سب مسلمانوں کا کام ہے۔ سب لوگ مل کر کام کریں۔ مولویوں کا کام وعظ کہنا تبلیغ کرنا' درس دینا وغیرہ ہے۔ یہ کام تو وہ کریں چندہ کرنا ان امراء ورؤسا کا کام ہے جن پر کسی کو یہ شبہ نہ ہو سکے کہ یہ اپنے واسطے مانگ رہا ہے کیونکہ جانتے ہیں کہ اسی کی اتنی بڑی حیثیت ہے کہ ہم دس دیں گے تو یہ اپنے پاس سے پچاس دے سکتا ہے۔ ایسے شخص کا چندہ کرنا ذلت کا سبب نہیں ہو سکتا تو یہ کام امراء ورؤسا کریں۔ یہ لوگ چندہ جمع کر کے پھر علماء سے پوچھ کر

کام میں لگادیں۔اس طرح کر کے دیکھیں معلوم ہو جائے گا کہ دین کا کام چلتا ہے یا نہیں۔

وعظ برائے چندہ

مولویوں کو تو چندہ کے لئے وعظ بھی ہرگز نہ کہنا چاہئے ہاں اس کا مضائقہ نہیں کہ دینی ضرورتوں سے مسلمانوں کو مطلع کردیا جائے کہ فلاں جگہ یہ کام دین کا ہو رہا ہے اس میں مسمانوں کی امداد کی ضرورت ہے اس کے بعد اگر کوئی چندہ دے تو تم اپنے ہاتھ میں بھی ہرگز نہ لو۔ بلکہ اس سے کہہ دو کہ منی آرڈر وغیرہ کے ذریعہ سے خازن کے پاس خود بھیجو۔اگر قسمت میں ہے تو واللہ وہ روپیہ مدرسہ میں ضرور آئے گا ایک صاحب نے تھانہ بھون کے مدرسہ میں دو سو روپیہ بھیجے اور خط میں اتنا اور لکھ دیا کہ زیارت کا بہت اشتیاق ہے کوئی تاریخ مقرر فرمائی جائے تو بہت عنایت ہو۔ میں نے روپیہ واپس کر دیا اور لکھ دیا کہ خط میں اگر میرے آنے کی تحریک نہ ہوتی تو میں روپیہ وصول کر لیتا۔مگر اب نہیں لے سکتا۔ کیونکہ مجھے شبہ ہو گیا کہ شاید آپ مدرسہ میں یہ رقم دے کر مجھ پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں کہ اب ضرور آئے گا۔ کیونکہ ہم مدرسہ کے اتنے بڑے معاون ہیں۔تھوڑے دنوں کے بعد روپیہ پھر واپس آیا جس کے ساتھ ایک خط بھی آیا اس میں لکھا تھا کہ واقعی مجھ سے بڑی بدتہذیبی ہوئی مجھے رقم بھیجنے کے ساتھ شوق زیارت کا ذکر نہ کرنا چاہئے تھا۔اب میں اپنی اس تحریک کو واپس لیتا ہوں للہ آپ یہ رقم وصول کر کے مدرسہ میں داخل کر دیجئے میں تو مدرسہ میں یہ رقم دے رہا ہوں آپ کو تھوڑا ہی دے رہا ہوں اس لئے آپ پر اس کا کچھ بھی احسان نہیں نہ کسی قسم کا دباؤ ہے اس شائستہ جواب کے بعد میں نے رقم لے کر مدرسہ میں داخل کر دی۔اور ان کو جواب میں لکھا کہ پہلے آپ کو اشتیاق ملاقات تھا۔اب مجھ کو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہو گیا۔آپ کی سلامتی طبیعت سے بہت دل خوش ہوا۔ پھر انہوں نے کئی ماہ بعد مجھے بلایا میں نے لکھا کہ اس شرط کے ساتھ آ سکتا ہوں کہ مجھے نذرانہ کچھ نہ دیا جائے اور اگر کچھ دیا گیا تو میں واپس کر دوں گا۔انہوں نے شرط منظور کر لی میں چلا گیا۔ واپسی کے وقت انہوں نے اپنی والدہ کی طرف سے کچھ دینا چاہا اور کہا کہ میں نے تو آپ کی شرط پر عمل کیا مگر والدہ سے کوئی شرط نہ ہوئی تھی یہ رقم انہوں نے پیش کی ہے اس کو قبول کر لیا جائے۔ میں نے کہا والدہ اور ولد سب ایک ہیں اس لئے میں

قبول نہیں کر سکتا یہ بھی میری شرط کے خلاف ہے۔ وہ کہنے لگے کہ پھر کسی کا دل ہدیہ کو چاہے تو وہ کیونکر پیش کرے۔ میں نے کہا کیا ہدیہ دینے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ گھر پر بلا کر دیا جائے یہ بھی تو طریقہ ہے کہ میرے گھر پر آ کر دو۔ آپ تھانہ بھون تشریف لائیں وہیں ہدیہ دیں گے تو میں لے لوں گا۔ چنانچہ وہ تھانہ بھون آئے اور مجھے تین گنی دیں میں نے لے لیں گھر پر تو غالباً ایک یا دو ہی گنی والدہ کی طرف سے دے رہے تھے شاید اس پر انکار کی وجہ سے ایک یا دو اور بڑھ گئیں کیونکہ نخروں سے قیمت بڑھ جاتی ہے۔ (خطبات حکیم الامت ج ۱۶)

چندے میں احتیاط

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

ایک صاحب نے طلبہ کے لئے پانچ روپیہ بھیجے اور ساتھ میں دعا کی استدعا بھی لکھی۔ میں نے روپیہ واپس کر دیئے کہ یہاں دعا کی دکان نہیں ہم بدون ہدیہ کے بھی سب مسلمانوں کی بھلائی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ روپیہ پھر واپس آیا اور ساتھ میں خط بھی آیا کہ مجھ سے حماقت ہوئی۔ واقعی مجھے ہدیہ کے ساتھ دعا کی درخواست نہ کرنی چاہئے تھی۔ اب میں دعا نہیں کرانا چاہتا آپ للہ طلبہ کے لئے یہ ہدیہ قبول فرمائیں اب میں نے لے لیا اور ان کو لکھ دیا کہ آپ کے مقصد کے لئے دعا بھی کر دی گئی۔ تو جہاں روپیہ لینے سے دین کی وقعت کم ہوتی ہو وہاں ہرگز روپیہ بھی نہ لیا جائے واپس کر دینا چاہئے۔ واللہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ بھی ملتے ہوں مگر دین کی عزت کم ہوتی ہو تو ایسے روپیہ پر لعنت بھیجنی چاہئے۔ (خطبات حکیم الامت ج ۱۶)

چندہ کرنا رؤسا کا کام ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

ان سب کوتاہیوں سے احتیاط کر کے سرمایہ ضرور جمع کرو۔ سرمایہ ہی اصلی چیز ہے بدون اس کے نری تجویزیں ایسی بے کار ہیں۔ جیسے ایک دفعہ بہت سے چوہے جمع ہوئے انہوں نے سوچنا شروع کیا۔ کہ کوئی ایسی تجویز ہو سکتی ہے کہ بلی کو پکڑ لیں کیوں کہ یہ ہم کو بہت جانی نقصان پہنچاتی ہے۔ چنانچہ مشورہ ہونے لگا انہوں نے کہا کہ سب مل کر ایک ایک عضو کو پکڑ لینا۔ ایک

نے کہا میں ہاتھ پکڑلوں گا۔ایک بولا میں ٹانگ پکڑلوں گا کسی نے گردن پکڑنے کو کہا۔وعلی ہذا وہاں ایک بڈھا چوہا بھی تھا۔وہ کچھ نہیں بولا۔جب اس سے پوچھا گیا کہ تم کیوں نہیں بولتے اس نے کہا کہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ سب کچھ تم پکڑو گے۔مگر اس کی میاؤں کو کون پکڑے گا۔ جس وقت وہ میاؤں کرے گی سب بھاگ جاؤ گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک اور قصہ ہے کہ ایک قصائی مرگیا تھا اس کی بیوی برادری کے سامنے اپنے خاوند کو یاد کرکے رونے لگی۔کہ ہائے اب اس کی دکان کو کون چلائے گا۔تو ایک صاحب بولے میں چلاؤں گا۔ ہائے اس کے کپڑے کون پہنے گا۔وہی بولا میں پہنوں گا۔کہا ہائے اس کی چھریاں کون لے گا۔وہ بولا میں لوں گا۔اس نے کہا ہائے اس کا قرضہ کون ادا کرے گا تو کہنے لگا بولو بھئی۔اب کس کی باری ہے۔کیا سب کام میں اکیلا ہی کروں۔

اور نیز مثال ہے کہ دو رفیق کسی سفر میں ہمراہ ہوئے کسی منزل پر ٹھہرے۔تو ایک رفیق نے کہا بھئی! کنویں سے پانی میں بھروں۔لکڑی تم جنگل سے لے آؤ۔اس نے کہا بھئی مجھ سے کچھ نہ ہوگا۔خیر اس نے خود ہی دونوں کام کرلئے۔اب کہا۔مسالہ تم پیس لو۔کھانا میں پکاؤں گا۔کہنے لگا یہ بھی مجھ سے نہ ہوگا۔اس نے یہ بھی کرلیا۔اب جب کھانا پک گیا تو اس نے کہا۔ اچھا آؤ کھاؤ اور کہنے لگے اب ہر بات میں تمہاری کہاں تک مخالفت کروں۔لاؤ کھا تو لوں تو ایسے ہی جنٹلمین بھی چاہتے ہیں۔کہ سب کام تو مولوی کرلائیں اور یہ خالی حکومت کرنے کو بیٹھے رہے۔دیکھو سارا کام سرمایہ کا ہے۔اور سرمایہ جمع کرنا مولویوں کا کام نہیں۔بلکہ اس شخص کا کام ہے جو پچاس روپے اپنے پاس سے دے۔تب پانچ روپے چندہ کی تحریک دوسروں سے کریں۔غرض مولویوں کا کام سرمایہ جمع کرنا نہیں۔مولویوں کا کام وعظ کرنا ہے اور روسا کا کام ہے چندہ جمع کرنا۔پھر دونوں مل کر کام میں لگیں۔کام تو اسی طرح ہوتا ہے۔باقی باتیں بنانا سب کو آتی ہیں۔سب سے پہلے بڑے لوگوں کو سرمایہ جمع کرنے کے لئے اٹھنا چاہئے۔

چندہ کے مال میں فضول خرچی کیوں؟

لیکن ان کے چندہ جمع کرنے میں ایک اور مصیبت ہے وہ یہ کہ چندہ جمع کرنے کون کرے

منصف صاحب، جج صاحب، ڈپٹی کلکٹر صاحب، تحصیلدار صاحب، تھانہ دار صاحب، تو لوگ انہیں تو مارے ڈر کے چندہ دیں گے۔ کہ کہیں یہ عدالت میں کسر نہ نکالیں۔ مقدمہ نہ خراب کر دیں۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ جتنا آزادی میں خوشی سے دیتے۔ اب ان کے دباؤ سے اس سے بہت زیادہ دیں گے۔ یاد رکھو۔ اس طرح سے چندہ لینا بالکل حرام ہے۔ مناسب یہ ہے کہ رؤسا میں جو اہل حکومت ہیں وہ چندہ نہ کریں۔ بلکہ ذی وجاہت لوگ جن کا حکومت میں بالکل دخل نہیں ہے چندہ کریں۔ ہاں اگر ایسا ہو کہ کوئی شخص ان اہل حکومت سے اتنا بے تکلف ہو کہ صاف انکار بھی کر سکے۔ تو ایسے لوگوں کا چندہ اہل حکومت بھی لے لیں۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور ایک کوتاہی بعض مبلغین کی یہ ہے کہ وہ چندہ میں اسراف بہت کرتے ہیں۔ سیکنڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں اور جو کام خط سے نکل سکتا ہے اس کے لئے تار پر تار جا رہے ہیں۔ اسٹیشن پر برف لیمنڈ بھی پی رہے ہیں۔ چائے بسکٹ بھی اڑ رہا ہے چاہے اپنے پاس سے ایک دفعہ بھی ایسے کاموں میں پیسہ خرچ نہ کرتے۔ مگر چندہ کا پیسہ ایسی بے دردی سے تباہ کرتے ہیں۔ واللہ مولویوں کی نسبت ایسے واقعات سن کر بہت رنج ہوتا ہے۔ کہ یا اللہ ان پر علم کا کیسا الٹا اثر ہوا۔ علماء کو اس سے بہت ہی احتراز کرنا چاہئے۔ یہ طریقے تو لیڈروں ہی کے واسطے چھوڑ دینے چاہئیں۔

چندہ کے سلسلہ میں دو کام

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو چندہ کے روپے کا درد نہیں رکھتے۔ تو اب مسلمانوں کو دو کام اور بھی کرنا چاہئیں۔ ایک تو یہ کہ یہ چندہ ایسے شخص کے پاس جمع کرنا چاہئے جس پر خیانت کا احتمال نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ چندہ کا صرف ایسے شخص کے مشورہ سے ہونا چاہئے۔ جو متقی اور عالم ہو۔ مسائل فقیہ شرعیہ کا ماہر ہو۔ اور وہ ایسا ہو کہ سب اسی کے تابع ہوں۔ یہ بات اصول شرع واسلام سے ہے۔ کہ کام دراصل ایک ہی شخص کی رائے سے ہوتا ہے اور اپنی اعانت کے لئے وہ دوسروں کی بھی رائے لے لیتا ہے۔ اس مشورہ سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ معاملہ کے سب پہلو اسے متحضر ہو جاتے ہیں۔ جب سب پہلو نظر میں آ جائیں تو اس کا کام یہ ہے کہ ان میں سے جو پہلو خود انتخاب کرے اسی کا حکم دے دے۔

یہ ہی طریق مشروع و معقول ہے مگر اب یہ حالت ہو رہی ہے کہ اگر کسی کام کے لئے

انتخاب کریں گے تو اسے جو خود مالدار ہو اور اس کے ذریعہ سے چندہ خوب آ سکتا ہو۔ ایسے شخص کو چندہ جمع کرنے کے کام پر مقرر کرنا تو مضائقہ نہیں مگر سارے کام اسی کے سپرد کر دینا خواہ وہ نرا جاہل ہی ہو حماقت اور بے وقوفی ہے۔ انتخاب اس شخص کا کرنا چاہئے جو طامع نہ ہو کسی سے ڈرتا نہ ہو۔ عالم ہو۔ متقی ہو۔ (خطبات حکیم الامت ج ۱۳)

چندہ دہندگان کے لئے دعائے خیر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

کلام اس میں تھا کہ شکریہ ادا کیا جائے چندہ دینے والے کہتے ہوں گے کہ ہم نے چندہ دیا ہے ہمارا شکر ادا کیا جائے ہم ان کا شکریہ کیوں ادا کریں ان کا ہم پر اس چندہ دینے سے کیا۔ احسان ہوا خداوند تعالیٰ کا حق اور دین کی خدمت سب کے ذمہ تھی ہم نے انکی طرف سے ادا کر دی خواہ مخواہ کی حفاظت کا بار اپنے سر لیا اور کمی بیٹی میں باز پرس کا وبال مول لیا مناسب ہے کہ چندہ دینے والے ہمارا شکر ادا کریں مناسب یہ ہے کہ شکریہ کی جگہ دعا ہونی چاہئے اور شکریہ کی تفسیر بھی دعا ہی کی جائے کیونکہ ناظم صاحب مولف نظام الاوقات بھی یہ تفسیر نہ سمجھے ہوں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ متنبّی کی ایک غزل کے مشہور مشکل شعر ؎

ولا فصل فينا للسماحة والندى وفضل الفنى لو لا لقاء الشعوب

کے معنی بیان فرمائے اور عجیب وغریب معنی بیان فرمائے فرمانے لگے کہ متنبّی کا مطلب یہ ہے کہ اگر موت نہ ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اب موجود ہوتے اور اسی طرح حضرت امام اعظم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما ہوتے پس آپ کی موجودگی میں ہمارا علم وفضل کیا چیز ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہمارے انصاف اور حضرت امامنا امام اعظم کی موجودگی میں ہمارا فقہ کون پوچھتا' موت نے ہمارے علم وفضل اور انصاف کو رونق دی ورنہ کچھ بھی نہ ہوتا' اور یہ بھی فرمایا کہ مطلب تو متنبّی کے شعر کا یہی ہے اگرچہ متنبّی بھی نہ سمجھا ہو اسی طرح اگر میں شکریہ کے معنی دعا کرتا ہوں تو ایک لطیف معنی پیدا کرتا ہوں۔ اگرچہ مولوی عبید اللہ صاحب کی طبیعت میں بھی یہ معنی پیدا نہ ہوئے ہوں گے۔ (حکیم الامت ج ۲۹)

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ

کا ایک خط معاونین و مخلصین دار العلوم دیوبند کے نام

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تقریباً ساٹھ برس دار العلوم دیوبند کے مہتمم رہے آپ کے دور اہتمام میں جو ظاہری و باطنی ترقی ہوئی وہ محتاج بیان نہیں۔ مالی تعاون کے سلسلہ میں تحریر کردہ یہ خط اسلام کی تعلیمات اور ہمارے اکابر کے ذوق کا آئینہ دار ہے۔ جس میں قدرے دار العلوم دیوبند کا تعارف بھی ہے اور پروقار انداز سے امور خیر میں تعاون کی اپیل ہے۔ حضرت کے اس خط سے ارباب مدارس بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

پس منظر

شعبان ۱۳۷۳ھ کے اخیر میں اچانک ایسی صورتحال پیش آ گئی کہ دار العلوم دیوبند کے مالی حالات غیر متوازن ہو گئے۔ رجب اور شعبان کی تنخواہیں بھی بروقت تقسیم نہ ہو سکیں۔ شروع رمضان ۱۳۷۳ھ میں حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ نے ذیل کا خط معاونین دار العلوم کے نام جاری فرمایا تھا۔ جو ان حالات میں کافی حد تک موثر اور کار آمد ثابت ہوا۔ مگر اس وقت بھی دار العلوم کی مالی ضرورتوں کی طرف سے پورا اطمینان نہیں۔ ہمیں امید ہے کہ معاونین دار العلوم کا دست تعاون پوری سرگرمی کے ساتھ دار العلوم کی طرف بڑھے گا۔

حضرت محترم المقام زید مجدکم السامی

سلام مسنون نیاز مقرون ...... دار العلوم دیوبند آپ کی مرکزی اور قدیم الایام درسگاہ ہے، جسے ۵۷ء کے ہنگامہ انقلاب کے بعد وقت کے اکابر اولیاء اللہ نے علم اور دین کی بقاء کے

لئے قائم کیا تھا۔ اس درسگاہ نے اس مقصد کو بحمد اللہ اپنے بانیوں کے حسن نیت اور اخلاص وللّٰہیت کے زیر اثر بکمال حسن وخوبی انجام دیا اور اس نوے سالہ مدت عمر میں اس نے ہزارہا علماء فضلاء مفتی، مناظر، مدرس، واعظ، خطیب اور مصنف تیار کر کے ملک کو دیئے اور جو کچھ ملک کی جیب سے لیا اس سے بدرجہا زائد ہی نہیں بلکہ بالا نرخ ہو کر بلا قیمت وعوض لاکھوں گنا حصہ علم اور دین کا ان کے جیب وگریبان کو عطا کیا۔ مسلمان ہند وبیرون ہند کا دین سنبھالا، عقائد و ایمان کی حفاظت کی، خیالات کا راستہ سیدھا کیا عملی زندگی کو دینی رنگ پر ڈھالا۔ معاندین اولین اور مبطلین کی تلبیس اور ابلہ فریبیوں کے پردے چاک کئے، خدا کی زمین پر لاکھوں نفر قال اللہ وقال الرسول کا ورد رکھنے والے پیدا کر کے زمین کو منور کر دیا اور اشرقت الارض بنور ربھا کا منظر ملک کو دکھایا۔ ملک سے وقتی دولت کے چند پیسے لئے اور کروڑوں کی بے بہا دولت ایمان انہیں بخشی۔ یہ فخر نہیں ہے تحدیث نعمت اور شکر الٰہی کا اظہار ہے ہمہ وقت اس درسگاہ میں ہزار ڈیڑھ ہزار طلبہ کا ہجوم چالیس پچاس مدرسین کا اجتماع اور دو ڈھائی سو عملۂ دفاتر کا جم غفیر قلیل قلیل تنخواہوں پر محض اس امانت الٰہی کی حفاظت کے لئے کام کرتا ہے اور ہر قسم کی مالی مشکلات جھیل کر اس ترکہ انبیاء کی خدمت کے لئے کمربستہ ہے، ۲۰ شعبوں پر کام تقسیم ہے۔ ہر سال ہزارہا فتاویٰ اس کے شعبہ افتا سے، سینکڑوں تقریریں اور مواعظ اس کے شعبہ تبلیغ سے، سینکڑوں علمی مضامین اس کے شعبہ نشر واشاعت سے۔ سینکڑوں مدرس اس کے شعبہ تعلیم سے تیار ہو کر ملک میں منتشر ہوتے ہیں اور علم واخلاق اور عمل صالح کی دولت تقسیم کرتے ہیں اور قوم جو کچھ اسے دیتی ہے وہ اسے ایک کے سات سو کر کے قوم ہی کو پھر واپس کر دیتا ہے۔ آج ملک کی اقتصادی بدحالی کی وجہ سے یہ عظیم مرکزی ادارہ بھی متاثر ہے۔ مالیہ کی کمی کی وجہ سے بہت سے ضروری اخراجات اکثر ترک کر دیئے جاتے ہیں لیکن امسال ضرورت سے بڑھ کر بنیادی اور مقررہ اخراجات کے چلنے کی صورت بھی نہیں رہی ہے۔ ماہ رجب کی تنخواہیں تک پوری تقسیم نہیں ہو سکی ہیں۔ حالانکہ ماہ شعبان کی آج ۲۲ تاریخ آ چکی ہے، گویا قلیل تنخواہوں والے کارکنوں پر ایک مہینہ صاف گزر گیا ہے کہ ان میں سے بہت سے اپنی تنخواہوں سے مستفید نہیں ہوئے اور قرض پر گزارا کر رہے ہیں اس سے دوسرے

اخراجات کی تنگی بلکہ بندش کا اندازہ فرمالیا جائے۔ اگر خدانخواستہ یہی حالت رہی تو خاکم بدہن وہ وقت آسکتا ہے کہ اس مرکزی درسگاہ کے طلبہ کے ایک بڑے عدد کو جواب دے دیا جائے۔ منتخب اور چیدہ مدرسین ہاتھ سے کھودیئے جائیں۔ متعین عملہ دفتر میں تخفیف کر دی جائے اور بہت سے مصارف خیر اور کار خیر کے سلسلے بند کر دیئے جائیں۔ دوسرے لفظوں میں دارالعلوم کی مرکزیت کو اپنے ہاتھوں ختم کر دیا جائے۔

یہ سب کچھ معطیان خیر کی سرد مہری کی بدولت ہوگا۔ ہم عنداللہ یہ کہہ کر عذر پیش کرسکیں گے کہ ہم ۰ ائق خدام نے اس دینی سرچشمہ کی خدمت میں اپنی جان کی حد تک کمی نہیں کی لیکن مالیہ ہمارے قبضہ کی چیز نہیں۔ ہم یہی کر سکتے ہیں کہ اپنی ذات کی حد تک فقر و فاقہ کر کے بھی اس امانت مالیہ کی حفاظت کریں لیکن مالیہ پیدا نہیں کر سکتے' یہ کام اہل خیر کا ہے کہ اپنے دینی احساس کو بیدار رکھ کر اس امانت خداوندی کے چمن کو اپنی گاڑھی کمائی سے سینچیں اس لئے موجودہ صورت حال کی ذمہ داری ملک کے اہل خیر پر ہی عائد ہوگی۔ اس لئے میں دردمندانہ طور پر سعادت مند قلوب اور حساس دلوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے مرکز کی جلد سے جلد خبر لیں اور اس آنے والے برکت کے مہینہ رمضان میں اپنے مرکز کے خالی شدہ خزانہ کو بھر دیں تاکہ آنے والا سال تعلیمی اور انتظامی حیثیت سے خسارہ میں نہ رہے اور دارالعلوم کے امور خیر میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی رہ نہ پائے۔ ہر شہر اور ہر قصبہ میں وہ حضرات جو دارالعلوم سے محبت رکھتے ہیں کھڑے ہو جائیں اور اپنے اثرات کی حد تک حلقے قائم کر کے دارالعلوم کے لئے مالیہ فراہم کرنے کی مہم شروع فرمائیں۔ اگر اس قسم کے بیدار اور حساس افراد نے ضرورت ظاہر فرمائی تو دارالعلوم کی جانب سے وفود بھی روانہ کئے جاسکیں گے جبکہ مقامی اہل خیر وفود کے ساتھ پورے پورے تعاون کا عزم مصمم فرمالیں گے۔ زکوٰۃ و صدقات سے غریب طلبہ کی امداد کی جائے' اور اس کے علاوہ حسب فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ان فی مال المرء حقا سوی الزکوٰۃ (آدمی کے مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حقوق ہیں) ''عطایا اور رقوم چندہ اس دارالعلوم کے عام کاموں کو برقرار رکھنے کا سامان فراہم فرمائیں۔ اگر مستعد ہونے والے حضرات ہر شخص سے کم از کم فی روپیہ ایک پیسہ کی اپیل کریں اور ہر ہر قصبہ و قریہ سے نظم کے ساتھ اس طرح وصول کیا جائے تو دینے والوں پر کوئی

بوجھ نہ پڑے گا اور دارالعلوم کا خالی شدہ خزانہ پر ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ ایسے محسنوں اور خادموں کے اجر کبھی ضائع نہیں فرماتا۔ وہ یہ رقوم دے کر اس سے ہزار ہا گنا زیادہ دنیا و آخرت میں وصول کرلیں گے۔ غلہ اسکیم کے سلسلہ میں ہم خدام نے بلاواسطہ غلہ دینے والے کاشتکاروں سے ان کے یہ مقولے سنے ہیں کہ جب سے ہم نے دارالعلوم میں غلہ کی یہ حقیر مقدار دینی شروع کی ہے' ہماری کھیتیوں میں برکت اور پیداوار میں اضافہ ہوا ہے اور بہت سے ایسے کھیت بار آور ہو گئے ہیں جن سے اس سے پہلے کبھی کچھ وصول نہ ہوتا تھا۔

اس طرح نقد پیسہ عنایت کرنے والے بھی عقیدہ رکھیں اور تجربہ کریں (مگر نہ بہ نیت امتحان قدرت بلکہ بہ نیت اطاعات وادائے فرض) کہ ان کے عطایا سے خود ان کے اموال میں کتنی برکت اور زیادت ہوتی ہے حق تعالیٰ پر اعتماد کریں' اور عرض کردہ اسکیم کے مطابق نظم کے ساتھ چندہ کی فراہمی شروع فرمائیں' اور پھر قدرت خداوندی کا مشاہدہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۲ شعبان ۱۳۷۳ھ (علماء دیوبند کی یادگار تحریریں)

زکوٰۃ فنڈ کی حفاظت

علامہ مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے تقوے اور ان کی خداترسی کا یہ حال تھا کہ زکوٰۃ فنڈ صرف طلبہ کے لئے رکھتے تھے۔ اس کو کبھی کسی حالت میں مدرسین کی تنخواہ' یا مدرسہ کی تعمیرات یا کتابوں کی خرید پر صرف نہیں کرتے تھے۔ دوسرے سال مدرسہ کی حالت زکوٰۃ فنڈ میں قابل اطمینان ہوگئی' ایک دفعہ زکوٰۃ فنڈ میں ۲۵ ہزار روپیہ جمع تھا۔ مگر غیر زکوٰۃ کی مد خالی تھی' جب تنخواہ دینے کا وقت آیا تو خزانچی صاحب حاجی یعقوب مرحوم نے عرض کیا کہ:۔ مدرسین کی تنخواہ کیلئے کچھ نہیں' اگر آپ اجازت دیں تو زکوٰۃ فنڈ میں سے قرض لے کر مدرسین کی تنخواہ ادا کردی جائے' بعد میں زکوٰۃ فنڈ میں یہ رقم لوٹادی جائے گی''

شیخ بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا:۔ ''ہرگز نہیں! میں مدرسین کی آسائش کی خاطر دوزخ کا ایندھن بننا نہیں چاہتا' مدرسین کو صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے کہ ان کے فنڈ میں اللہ تعالیٰ کچھ بھیج دے جو مدرس صبر نہیں کرسکتا' اس کو اختیار ہے کہ مدرسہ چھوڑ کر چلا جائے (ماہنامہ بینات ص ۴۲)

چندہ مانگو تو غریبوں سے مانگو

فرمایا: کہ چندہ مانگو تو غریبوں سے مانگو۔ کچھ ذلت نہیں۔ وہ جو کچھ بھی دیں گے نہایت خلوص اور تواضع سے دیں گے اور اس میں برکت بھی ہوگی اور امرا تو وصول کرنے والے کو ذلیل اور خود کو بڑا سمجھ کر دیتے ہیں اس لئے اس میں ذلت بھی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ تو بیچارے رحم کے قابل ہیں کہ ان کا خرچ آمدنی سے بڑھا ہوتا ہے اس لئے پریشان رہتے ہیں۔

بال اور بالی

فرمایا ایک مدرسہ کے سفیر جو واعظ۔ واعظ النساء تھے۔ یعنی ہمیشہ عورتوں میں وعظ کرتے تھے ایک عورت سے چندہ میں بالی لے لی۔ شوہر نے آ کر واپس مانگی۔ مولوی صاحب نے کہا میں کیسے واپس کر سکتا ہوں میں تو رسید کاٹ چکا ہوں۔ تکرار پر حضرت تھانویؒ کے پاس لے آئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا جوابی رسید واپس لے کر لکھوالو کہ چندہ واپس لے لیا اور دو گواہوں کے دستخط بھی کرالو۔ ایسے ہی مثنی رسید پر

پھر مزاحاً فرمایا یہ سن کر مولوی صاحب کے حواس درست ہوئے۔ ان کا بال بال بچا اور اس غریب کی بالی بچی۔ (حقیقت تصوف وتقویٰ)

علماء روپیہ نہ مانگیں

میں مولویوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ روپیہ کا نام زبان پر نہ لائیں اور روپیہ مانگنے سے قطعی احتراز کریں امراء روپیہ خود دیں گے اور علماء اس سے دین کی خدمت کریں گے۔ جس قدر روپیہ سے بیزاری کی جائے گی اسی قدر روپیہ ہمارے لئے موجود ہوگا۔ (الصبر)

چندہ اور خندہ

فرمایا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کہ ہاں کوئی چندہ نہ تھا۔ بس خندہ ہی خندہ تھا۔

اہل علم کو وصیت

فرمایا: میں تو اہل علم کو ہمیشہ یہی وصیت کرتا ہوں کہ تم ہرگز لوگوں سے روپیہ کا سوال نہ کرو

خدا پر توکل کرو ان شاء اللہ یہ سب جھک مار کر تم کو خود لا لا کر دیں گے (تعمیم تعلیم القرآن الکریم)

مدرسہ کی آمدنی کا حساب

فرمایا کہ اس مدرسے میں متفرق مدوں میں چندہ آتا ہے میں نے سب کے لئے متفرق تھیلیاں تیار کر رکھی ہیں اور سب کا حساب جداگانہ ہر وقت صاف اور پاکیزہ رکھتا ہوں اور آمدنی اور یافتنی کو لکھتا ہوں اگرچہ چند پیسے ہی ہوں۔

کیا حکیم الامت رحمہ اللہ مروجہ چندہ کے مخالف تھے؟

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مجھے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ بعض حضرات کا یہ گمان ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ چندہ کے خلاف تھے کہ مدرسہ والے چندہ نہ کریں، سفیر رکھیں کہ جو محصل چندہ ہو، اس کے متعلق حضرت والا ہی کے الفاظ میں سنئے جو کہ حضرت کے وعظ العبد الربانی صفحہ ۴۱، ۴۲، ۴۳ میں ہے، بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت کا بیان امر بالمعروف نہی عن المنکر کی ضرورت پر ہو رہا تھا اسی میں یہ بھی فرمایا کہ اہل مدارس اپنے یہاں ایک واعظ بھی رکھیں جس کا کام صرف وعظ ہو۔ (مگر مجلس صیانۃ المسلمین میں تو بطور خاص واعظین و مبلغین کے تقرر کا حکم ہے) اس کے ضمن میں فرمایا کہ علماء کو آج کل مدارس کی طرف بہت توجہ ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ علوم اسلامیہ کے بقا کی صورت یہی ہے اور اس کیلئے وہ چندہ وغیرہ بھی کرتے ہیں اور امراء پر تکیہ کرتے ہیں (اور یوں سمجھتے ہیں) کہ بدون امراء سے ملے مدارس چل نہیں سکتے۔ آگے چار سطروں میں امراء سے ملنے میں استغناء کا ذکر فرمایا، پھر فرمایا مگر خیر اگر کسی کو توکل کی ہمت نہ ہو تو میں ان کو چندہ کرانے سے منع نہیں کرتا شرعاً اس کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ چند امور کا لحاظ رکھا جائے۔ ایک یہ کہ کسی پر دباؤ نہ ہو، دوسرے یہ کہ اس طرح سوال نہ کیا جائے کہ جس سے دین کی تحقیر ہو، اس کے بعد نفس چندہ میں کوئی قباحت نہیں۔ عام طور پر قومی کام اسی طرح چلا کرتے تو تعلیم یافتہ طبقہ علماء پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ یہ لوگ چندہ کرتے پھرتے ہیں، ان لوگوں کو اس اعتراض کا کیا منہ ہے کیونکہ یہ خود اس میں مبتلا

ہیں، یہ بھی خوب چندے کرتے ہیں بلکہ علماء سے زیادہ کرتے ہیں علماء کے تو بہت سے وعظ چندہ کے ذکر سے خالی بھی ہوتے ہیں اوران کا تو کوئی لیکچر بھی اس سے خالی نہیں ہوتا۔

اس کے متعلق سید اکبر حسین جج الہ آبادی مرحوم کا شعر خوب ہے۔

در پس ہر لیکچر آخر چندہ ایست مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

غرض آج کل مدارس کا زیادہ تر مدار چندہ پر ہے اور چندہ دینے والے زیادہ عوام ہیں تو علماء کو چاہئے کہ عوام کو مائل کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر مدرسہ میں ایک واعظ ہو جو محض تبلیغ کیلئے رکھا جائے جس کا کام صرف یہ ہو کہ احکام کی تبلیغ کرے اس کو ہدایا لینے سے قطعاً منع کر دیا جائے اور استحساناً یہ بھی کہہ دیا جائے کہ مدرسہ کیلئے بھی چندہ نہ کرے بلکہ اگر کوئی خود بھی دے تو قبول نہ کرے بلکہ مدرسہ کا پتہ بتلائے کہ اگر آپ کو بھیجنا ہو اس پتہ پر بھیج دیں۔ واعظ کو محصل چندہ نہ ہونا چاہئے، محصل چندہ اور لوگ ہوں۔

دیکھئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ محصل چندہ اور لوگ ہوں اگر چندہ کرنا اور سفیر رکھنا حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً ناپسندیدہ ہوتا تو یہ کیوں ارشاد ہوتا کہ محصل چندہ اور لوگ ہوں۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چندہ سے منع نہ فرماتے تھے اور نہ ان کے نزدیک ناپسندیدہ تھا بلکہ فرمایا کہ میں چندہ کرنے سے منع نہیں کرتا شرعاً اس کی بھی اجازت ہے، بلکہ فرمایا کہ عام طور پر قومی کام اسی طرح پر چلتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ ناواقفیت سے لوگ مطلقاً چندے کی ناپسندیدگی کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر بیٹھتے ہیں کہ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ چندہ کو منع فرماتے ہیں اور چندہ کرنے کو پسند نہ فرماتے تھے بلکہ حضرت کا یہ فرمان کہ اگر چندہ کیا جائے تو اس میں تین باتیں ملحوظ ہوں۔ اول دباؤ نہ ہو، دوسرے خوشامد نہ ہو اور ایسا طرز نہ ہو کہ دین کی تحقیر ہو، تیسرے چندہ وصول کرنے والا وعظ نہ کہے فقط۔ سو الحمد للہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کے ان اصولوں پر مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں پورا پورا اہتمام کیا جاتا ہے۔ (اور اسی طرح مجلس صیانۃ المسلمین میں بھی ان اصولوں پر پورا پورا عمل کیا جاتا ہے)

دہلی میں ایک یتیم خانہ کیلئے حکومت انگریزیہ سے زمین لی گئی جس میں یتیم خانہ یتیم

بچوں کی تعلیم کیلئے تعمیر کرانا تھا' بہت کوشش کی گئی مگر اس کیلئے چندہ نہ باہر سے فراہم ہو سکا نہ شہر سے ہی مل سکا۔ بالآخر حضرت رحمہ اللہ کو خط لکھا کہ آپ تشریف لائیں اور بیان فرمائیں تاکہ یہ مشکل حل ہو۔ ورنہ زمین ہاتھ سے نکل جائے گی' یہ خط آتے ہی حضرت رحمہ اللہ دہلی تشریف لے گئے اور سورہ والضحیٰ کا وعظ فرمایا اور آخیر میں فرمایا (جو کہ بجنسہ نقل ہے)

اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ مضمون اس وقت میں نے کیوں اختیار کیا اس کا سبب بتلاتا ہوں' احباب کو معلوم ہے کہ میں چندہ کا ذکر وعظ میں کبھی نہیں کیا کرتا اور یہ میرے اندر کمی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے کلام پاک میں جابجا انفاق بالخیر (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے) کی ترغیب فرمائی ہے تو میں اس میں رکنے والا کون ہوں' مگر اس کمی میں میں منفرد نہیں بلکہ سامعین بھی شریک ہیں۔

ان کی شرکت اس بنا پر ہے کہ ان لوگوں کو انفاق کا ذکر نا گوار ہوتا ہے بلکہ سچ پوچھئے تو میری کمی کا سبب بھی یہی ہے' اگر لوگوں کو چندہ کا ذکر کرنا نا گوار نہ ہوا کرتا تو میرے رکنے کی کوئی وجہ نہ تھی اس لئے میں اس کا بیان بہت کم کرتا ہوں مگر جب کرتا ہوں تو صاف صاف کرتا ہوں واعظوں کی طرح ہیر پھیر نہیں کرتا' میں ایسا نہیں کرتا کہ چندہ کے ذکر کا کسی مضمون پر جوڑ لگا دوں۔ اب میں یہ بھی بتلانا چاہتا ہوں کہ لوگوں کو چندہ کا بیان کیوں نا گوار ہے' اس کی وجہ یہ نہیں کہ چندہ دینے میں ہندوستان کے مسلمان بخیل ہیں' نیز تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انکا افلاس بھی چندہ دینے میں مانع نہیں' بلکہ باوجود افلاس کے ہندوستان کے مسلمان دیگر ممالک کے مسلمانوں سے بہت زیادہ چندہ دینے والے ہیں' پس جب نہ بخل مانع ہے' نہ افلاس مانع ہوا تو پھر نا گواری کا کیا سبب ہے' سو نا گواری کا سبب یہ ہے کہ ہم واعظوں' مولویوں اور لیڈروں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے چندہ مانگا اور لوگوں کی جیب سے روپیہ نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیا' غریب مسلمان تو اپنا پیٹ کاٹ کر چندہ دیں اور یہ اپنے پیٹ کا دوزخ بھریں' چنانچہ ہر طرف سے چندوں کی بابت اس قسم کی شکایات سننے میں آتی ہے' پھر اب لوگوں کو چندہ کا بیان نا گوار کیوں نہ ہو' مگر اس نا گواری کا علاج مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہ خود اس کا علاج کر سکتے ہیں اور وہ یہ کہ ہر شخص کو روپیہ نہ دیں بلکہ ایسے ہاتھوں کو

دیں جن میں احتیاط کا مادہ ہو پس اب میں چندہ کی تحریک کرتا ہوں اور محل بتلاتا ہوں وہ یہ کہ اس وقت آپ جس انجمن کے جلسہ میں شریک ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ان کے مقاصد میں یتیموں کی پرورش بھی داخل ہے اس لئے ہم کو چاہئے کہ اس کام میں وسعت کے موافق حصہ لیں۔ اسی لئے ہم کو ان کے کھانے' کپڑے کا انتظام کرنا چاہئے' ان کیلئے مکان کا بھی انتظام کرنا چاہئے' کیونکہ پرانا مکان کافی نہیں' یتیموں کی تعداد دن بدن بڑھتی جاتی ہے' اسی لئے ایسی جگہ کی ضرورت ہے جو وسعت کے ساتھ کافی ہو سکے۔ سیکرٹری صاحب انجمن سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے زمین کا تو انتظام فرما دیا مگر اسکی معیاد مقرر ہے اسی معیاد میں مکان کی تعمیر شروع ہو گئی تب تو انجمن کا قبضہ مسلم ہوگا ورنہ زمین واپس لے لی جائے گی۔ اب وہ معیاد ختم ہونے کو ہے' اب تک تعمیر کا انتظام نہیں ہو سکا اسی لئے یہ جلسہ تجویز کیا گیا تا کہ مسلمانوں کو اس ضرورت سے مطلع کیا جائے۔ اب ضرورت ہے کہ مسلمان اس میں توجہ کریں۔

۱۔ میرے نزدیک اس کی آسان صورت یہ ہے کہ جو لوگ زیادہ وسعت رکھتے ہیں وہ ایک ایک کمرہ لے لیں وہ کمرہ ان کی رقم سے تعمیر کر دیا جائے۔

۲۔ اور اگر ایک شخص ایک کمرہ نہ بنا سکے تو چند آدمی مل کر ایک کمرہ کی تعمیر اپنے ذمہ لے لیں۔

۳۔ اگر عورتیں چندہ دیں تو اپنے شوہروں کے مشورہ اور اجازت سے چندہ دیں۔

۴۔ اور لوگوں سے چندہ لینے میں کسی پر کسی قسم کا دباؤ اور اثر ڈال کر چندہ نہ لیا جائے' اب میں ختم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ سب مسلمان یتیم خانہ کی تعمیر مکمل کرنے میں پوری توجہ کریں گے۔ ا۔ جتنی جس میں ہمت ہو اس سے دریغ نہ کیا جائے۔

۲۔ نہ تو اپنے اوپر بار ڈالا جائے۔

۳۔ اور نہ اتنی غفلت کی جائے کہ کچھ بھی خیال نہ ہو۔

۴۔ اور جس سے خود مالی امداد نہ ہو سکے وہ دوسروں کو ترغیب دیں۔

۵۔ اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکے وہ دعا سے امداد کریں' مسلمان کی دعا بھی بڑی امداد ہے۔

۶۔ اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکے وہ خدا کیلئے اسلامی کام میں روڑے تو نہ اٹکائے' کیونکہ آج کل بعض لوگ اس مذاق کے بھی ہیں جو نہ خود کام کریں نہ کسی کو کرنے دیں۔

بس میں اب ختم کرتا ہوں دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق خیر دیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان تھا اور عمل تھا' اس موقعہ جلسہ میں جس کو آپ نے ملاحظہ فرمایا اب میں اس کے معلوم ہونے کے بعد حضرت رحمہ اللہ کی طرف یہ انتساب کہ حضرت جلسوں کے قائل نہ تھے اور جلسوں میں چندہ کرنے کو منع فرماتے کیونکر روا ہوسکتا ہے بلکہ اس کے خلاف حضرت کا دینی جذبہ اور مواقع ضروریات دینیہ میں ہاتھ بٹانا۔ ترغیب دینا کس عجیب انداز کے ساتھ ہوتا تھا حضرت کے اس بیان اور عمل سے چند چیزیں اخذ ہوئیں۔

۱۔ تحریک چندہ ہی کیلئے وعظ کی دعوت دینے پر آپ کا تشریف لے جانا۔

۲۔ جلسہ میں شرکت فرمانا۔ ۳۔ موافق موقع سورہ والضحیٰ کا بیان فرمانا۔

۴۔ بعد ختم وعظ تعمیر کیلئے چندہ کا ذکر فرمانا۔

۵۔ اپنے علاوہ دوسروں کو بھی چندہ کی ترغیب دینا' حتیٰ کہ زنانہ میں چندہ کی غرض سے وعظ کی اجازت ہونا اور خود بھی زنانہ میں چندہ کے سلسلہ میں وعظ فرمانا۔

۶۔ بالخصوص یہ فرمانا کہ جس سے کچھ بھی نہ ہوسکے وہ خدا کیلئے روڑے تو نہ اٹکائے۔ آج کل بعض لوگ اس مذاق کے بھی ہیں جو نہ خود کام کریں نہ کسی کو کرنے دیں۔

۷۔ روئیداد سننے کی ترغیب دینا۔ ۸۔ جلسہ میں ضرورۃً اشعار سننے کی ترغیب دینا' البتہ خاص زنانہ میں اشعار پڑھنے اور خاص کر آواز بنا کر اشعار پڑھنے سے منع فرمانا۔

۹۔ اشعار کا دردناک لہجہ میں چند یتیم بچوں کا حضرت رحمہ اللہ کی موجودگی میں پڑھنا۔

۱۰۔ حضرت رحمہ اللہ کی موجودگی میں امام جامع مسجد کا پرزور پرجوش تقریر سے تعمیر کی طرف متوجہ کرنا۔

۱۱۔ جلسہ ہی میں چندہ کا ہونا اور لکھوانا یہ سب امور جلسہ ہونے اور جلسہ میں چندہ دینے کا اعلان ہونے کے جواز پر دلیل نہیں تو اور کیا ہے اور عموماً جلسوں میں یہی ہوتا ہے' تلاوت' وعظ' مکالمے' اشعار' نعت و ترغیبی نظمیں' چندہ کی تحریک' تقسیم انعام طلباء۔ ان چیزوں میں حضرت کے اس بیان اور عمل شرکت جلسہ دہلی سے حضرت کا طریق معلوم ہو چکا۔ لہٰذا ان کے جواز میں اب کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ (از روئیداد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ہند)

چندہ کے متعلق
اکابر کے واقعاتِ استغناء

عزت وراحت استغناء میں ہے

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں :۔ غیر اللہ سے استغناء صرف مال ہی کے ساتھ خاص نہیں' عزت' راحت وغیرہ تمام حالات میں مخلوق سے مستغنی رہنا چاہیے' جس طرح کسی سے مالی طمع رکھنا جائز نہیں' اسی طرح کسی سے یہ طمع رکھنا بھی جائز نہیں کہ وہ میری عزت کرے یا مجھے راحت پہنچائے یا میری بات تسلیم کرے' جس طرح غیر اللہ سے مالی امداد کی توقع رکھنا استغناء کے خلاف ہے' اسی طرح عزت' راحت اور بات تسلیم کرنے کی توقع رکھنا بھی۔ بس یہ حال رہنا چاہیے۔

یاا رحم الراحمین منزول بکل کل حاجۃ.

''اے ارحم الراحمین! ہر حاجت تیرے ہی سپرد ہے'' احتیاج کے جتنے بھی افراد ہیں سب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردیجیے اور استغناء کے جتنے بھی افراد ہیں سب غیر اللہ کی طرف۔

ہر چیز میں غیر اللہ سے استغناء کی برکت سے اللہ تعالیٰ قلب میں سکون کی دولت عطا فرمادیتے ہیں' غیر اللہ سے کوئی توقع رکھنا ہمیشہ پریشانی اور تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً آپ کو کسی سے توقع تھی کہ وہ آپ کی عزت کرے گا۔ اس نے بے عزتی کردی تو آپ پریشان ہوں گے اور آپ کو سخت تکلیف ہوگی۔ کسی سے توقع تھی کہ وہ راحت پہنچائے گا۔ اس نے اذیت پہنچائی تو پریشانی اور تکلیف ہوگی۔ کسی سے اس توقع کی بناء پر کچھ کہا کہ وہ

آپ کی بات مان لے گا اس نے انکار کر دیا تو پریشانی اور صدمہ' اگر شروع ہی سے ایسی توقعات غیر اللہ سے وابستہ نہ کرتے تو کسی صورت میں بھی پریشان نہ ہوتے۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا واقعہ استغناء

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مفتی محمود صاحب نے بیان فرمایا: ''ایک مرتبہ ایک کلکٹر گنگوہ آیا اور کسی سے یہ خواہش ظاہر کی کہ شاملی کے میدان میں مولانا گنگوہی نے جہاد کیا' میں ان کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ اپنے بنگلہ سے چلا اُدھر حضرت اپنی سہ دری سے اُٹھ کر کمرہ میں تشریف لے گئے اور کواڑ بند کر لیے' کلکٹر آیا اور کچھ دیر سہ دری میں بیٹھا رہا' پھر اُٹھ کر چلا گیا' تب حضرت حجرہ سے باہر تشریف لائے' کچھ مدت کے بعد پھر وہی کلکٹر گنگوہ آیا' بعض خدام نے عرض کیا کہ حکومت دارالعلوم کی طرف سے بہت بدظن ہے۔ حضرت! کلکٹر سے ملاقات فرمالیں تو دارالعلوم کے لیے مفید ہے اور خطرات سے حفاظت کی توقع ہے' فرمایا بہت اچھا' پالکی میں سوار ہوئے' کلکٹر کے بنگلہ پر تشریف لے گئے' علماء عصر بھی اس پالکی کو اُٹھا کر لے جانے والے تھے' جب پالکی بنگلہ پر پہنچی تو کلکٹر خود ہی بنگلہ سے باہر آیا' سامنے آ کر مصافحہ کے لیے خود ہی ہاتھ بڑھایا۔ حضرت قدس سرہ نے بھی مصافحہ فرمایا مگر نگاہ نیچی رکھی اونچی نہیں اُٹھائی اور اس کی صورت نہیں دیکھی' کلکٹر نے کہا کہ ہم کو کچھ نصیحت کرو' حضرت نے فرمایا کہ انصاف کرو' مخلوق پر رحم کرو' یہ کہہ کر پالکی میں سوار ہوئے اور واپس تشریف لے آئے' کلکٹر نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون آدمی تھا؟ ہمارا دل اس کو دیکھ کر کانپ رہا تھا' اس کو بتلایا گیا کہ یہ وہی مولانا رشید احمد صاحب ہیں جن کی زیارت کا آپ کو شوق تھا۔

حضرت سلیم چشتی رحمہ اللہ کا استغناء

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

حضرت سلیم چشتی رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ پیر پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے کہ بادشاہ مع وزیر کے آیا۔ بادشاہ کو دیکھ کر آپ اسی طرح بیٹھے رہے وزیر کا آپ کو یہ انداز گراں

گزرا، اس نے کہا کہ حضرت پیر پھیلا کر بیٹھنا کب سے سیکھ لیا ہے۔ فرمایا کہ جب سے ہاتھ سمیٹ لیا ہے۔ اس کے بعد وزیر نے کہا کہ بادشاہ اولی الامر میں داخل ہے اس کی تعظیم آپ کو کرنی چاہئے فرمایا تمہارے اولی الامر میں داخل ہوگا میرے تو غلام کا غلام ہے وزیر نے کہا کہ حضرت یہ کیسے؟ فرمایا کہ خواہشات نفس میرے غلام ہیں اور بادشاہ خواہشات نفس کا غلام ہے لہٰذا میرے غلام کا غلام ہوا۔ (دعوات عبدیت)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا استغناء

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ایک دفعہ رام پور گئے نواب صاحب کو خبر ہوئی تو مولانا کو بلایا مگر مولانا نہیں گئے اور یہ حیلہ کیا کہ ہم دیہاتی لوگ ہیں آداب شاہی سے واقف نہیں خدا جانے کیا بے ادبی ہو جائے نواب صاحب نے کہا کہ آپ کو آداب وغیرہ سب معاف ہیں آپ تشریف لائیے ہم کو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہے مولانا نے جواب دیا کہ تعجب کی بات ہے کہ ملنے کا اشتیاق تو آپ کو ہو اور آؤں میں۔ غرض نہ گئے۔ باوجود ایسی آزادی کے روڑکی میں مجسٹریٹ سے ملنے سے انکار نہ کیا۔ کیونکہ اس سے ملنے میں دینی مصلحت تھی۔ (حسن العزیز)

اہل علم کو استغناء کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ دنیا کو لے کر تم سے مستغنی ہو گئے تم دین لے کر ان سے مستغنی ہو جاؤ میں خدا کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ اگر اہل علم اہل دنیا سے مستغنی ہو جائیں تو خدا تعالیٰ ان کی غیب سے مدد کریں اور بلکہ خود یہی اہل دنیا جو آج ان کو ذلیل سمجھتے ہیں اس وقت ان کو معزز سمجھنے لگیں گے اور ان کے محتاج ہوں گے کیونکہ ہر مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے جس طرح اپنی ضروریات کے لئے کم وبیش دنیا کی ضرورت ہے دین کی اس سے زیادہ ضرورت ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل رئیس ہو یا غریب اور یہ ظاہر ہے کہ علماء کے پاس بقدر ضرورت دنیا موجود ہے اور اہل دنیا کے پاس دین کچھ بھی نہیں تو ان کو ہر امر میں موت میں حیات میں نماز میں روزے میں سب میں علماء کی احتیاج ہوگی۔ اور اگر کوئی کہے کہ مجھے دین کی ضرورت نہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں غرض ایک وقت ایسا آئے گا کہ اہل دنیا خود علماء کے

پاس آئیں گے پس علماء کو بالکل استغناء کرنا چاہئے۔ اور خدا تعالیٰ کے دین میں مشغول ہونا چاہئے ہم لوگوں میں بڑی کمی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا نہیں کرتے اگر خدا تعالیٰ سے ہم کو تعلق ہو تو کسی کی بھی پرواہ نہ رہے۔ بعض عالموں نے اپنا طرز عمل ایسا کر دیا کہ اہل دنیا کو ان کی بدولت خود علم سے نفرت ہو گئی۔ یعنی بعض علماء نے امراء سے ملنا اور اختلاط کرنا اس قدر بڑھا دیا اور اس کی وجہ سے ان امراء کے ہاں میں ہاں ملانے لگے کہ ان کو دیکھ کر اہل دنیا نے سمجھا کہ سب عالم ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔ (دعوات عبدیت)

علم کے لئے استغناء کیوں لازم ہے

فرمایا علم کمال ہے اور کمال کا خاصہ ہے استغناء دیکھئے بڑھئی لوہار جب اپنے فن کے کامل ہو جاتے ہیں تو کیسے مستغنی ہو جاتے ہیں تو کیا علم ان ذلیل کاموں کے برابر بھی اثر نہیں رکھتا، ضرور رکھتا ہے اور بالیقین کہا جا سکتا ہے کہ جس میں استغناء نہیں اس کے کمال ہی میں کمی ہے۔ جن لوگوں کو آپ عالم کہتے ہیں یہ واعظ ہیں جنہوں نے چند اردو فارسی کے رسالے یاذکر لئے ہیں (یا مدرسہ میں خانہ پری کر کے وقت گزار دیا ہے) ان کو علم کی ہوا بھی نہیں لگی یہ لوگ اپنے کو علماء کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں۔ (دعوات عبدیت)

امراء سے ملنے میں مداہنت پیدا ہو جاتی ہے

امراء سے ملنے پر علماء کے اندر مداہنت پیدا ہو جاتی ہے اور صحبت کی ترقی سے اس میں ترقی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ قلب سے اس کا اثر زبان پر آتا ہے یعنی پہلے قلب میں حق کی عظمت اور باطل سے نفرت کم ہو جاتی ہے۔ پھر زبان سے اظہار حق کی ہمت گھٹتی ہے پھر باطل کا اظہار خفیف معلوم ہونے لگتا ہے پھر اس کا صدور ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ ان امراء کو اس کا احساس ہو کر اتنا حوصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ اپنی نفسانی خواہشوں کے موافق ان علماء سے توجہات کی فرمائش کرنے لگتے ہیں اور یہ ان کو پورا کرنے لگتے ہیں۔ (تجدید تعلیم و تبلیغ)

اس مقام پر آ کر ان کا قلب مسخ ہو جاتا ہے اور حق بینی کی استعداد ہی ضائع ہو جاتی ہے پھر ان کی اصلاح کی کوئی توقع نہیں رہتی اور امت محمدیہ کیلئے ابلیس سے زیادہ ضرر رساں

ہو جاتے ہیں کہ انکے ہوتے ہوئے اگر شیطان فارغ ہو بیٹھے تو بھی بعید نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے ہی طالب دنیا کو دیکھا ہے کہ ایک ہزار روپیہ لے کر اور ایک ترکیب تراش کر حقیقی ساس کے ساتھ حلت نکاح کا فتویٰ لکھ دیا۔ حدیث میں اسی طرح کے مسخ قلب کا ذکر ہے لیکن یہ سب خرابیاں اسی وقت ہیں جب امراء کو مطلوب بنا کر لے جائیں اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض وہ علماء ہیں جو امراء سے ملتے ہیں۔ (تجدید تعلیم)

استغناء کے ساتھ مدرسہ چلانے کا طریقہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر لوگ خالص نیت کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں تو اپنے آپ ہی لوگ آ آ کر خدمت کریں گے...... کانپور میں جب میں پڑھاتا تھا تو مدرسہ کی مسجد میں طلباء کے لئے ایک حوض تیار کرانے کی ضرورت ہوئی اور روپیہ تھا نہیں اور کسی سے چندہ مانگنے کو طبیعت نے گوارہ نہ کیا بس میں نے مدرسہ والوں سے کہا کہ تم اپنے اختیار کا کام کر دو اور ایک جگہ متعین کر کے گڑھا کھدوا دیا گیا اور چھوڑ دیا گیا لوگ دریافت کرتے کہ یہ کیا ہے؟ ہم کہتے کہ حوض ہے جتنی ہمارے اندر طاقت تھی اور جتنا سامان ہمارے پاس تھا اتنا ہم نے کر لیا آگے اللہ تعالیٰ مالک ہے دو ایک دن تو یوں ہی پڑا رہا اس کے بعد ایک دن محلہ میں ایک بڑی بی نے مجھ کو اپنے گھر بلایا جو پہلے بھی کبھی بلایا کرتی تھیں اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک حوض تجویز ہوا ہے اس کا کیا انتظام کیا گیا ہے؟ میں نے کہا کہ جتنا کام ہمارے اختیار میں تھا اتنا کرا دیا ہے کہنے لگیں کیا تخمینہ ہے میں نے کہا پانچ سو روپے کہنے لگیں میں دونگی میرے سوا کسی اور کی رقم نہ لگے اب اور لوگ آنے شروع ہو گئے کہ صاحب ہمارے پانچ روپے قبول کر لیجئے ہمارے دس روپے قبول فرمایئے میں نے کہہ دیا کہ ایک بی بی نے ایسا کہہ دیا ہے ہاں ایک سائبان کی تجویز ہے کہ اس کے اوپر ڈالا جائے کہنے لگے تو پھر ہم اسی کے لئے دیتے ہیں چنانچہ اس طرح حوض بھی تیار ہو گیا اور سائبان بھی تیار ہو گیا تھوڑا سا کام شروع کر دینے سے کام قابو میں رہتا ہے۔

ہم نے اپنے وطن میں ایک مدرسہ قائم کر رکھا ہے مگر اس انداز سے کہ نہ کسی سے چندہ مانگا جاتا ہے نہ کسی کو ترغیب دی جاتی ہے طلبہ سے صاف کہہ دیا ہے اگر توکل کر کے رہیں تو

رہیں ہم ذمہ داری نہیں لیتے خدا تعالیٰ نے دیا تو ہم دیں گے مگر باوجود اس استغناء کے مدرسہ اچھی خاصی طرح چل رہا ہے۔ (دعوات عبدیت)

علماء کو استغناء کی اشد ضرورت ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

میں خدا کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ اگر اہل علم دنیا سے مستغنی ہو جائیں تو خدا تعالیٰ ان کی غیب سے مدد کریں اور بلکہ خود یہی اہل دنیا جو آج ان کو ذلیل سمجھتے ہیں اس وقت ان کو معزز سمجھنے لگے اور ان کے محتاج ہوں گے کیونکہ ہر مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے جس طرح اپنی ضروریات کے لئے کم وبیش دنیا کی ضرورت ہے دین کی اس سے زیادہ ضرورت ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل رئیس ہو یا غریب اور یہ ظاہر ہے کہ علماء کے پاس بقدر ضرورت دنیا موجود ہے اور اہل دنیا کے پاس دین کچھ بھی نہیں۔ تو ان کو ہر ہر امر میں موت میں حیات میں نماز میں روزے میں سب میں علماء کی احتیاج ہوگی۔ غرض ایک وقت ایسا آئے گا کہ اہل دنیا خود علماء کے پاس آئیں گے پس علماء کو استغناء چاہئے اور خدا تعالیٰ کے دین میں مشغول ہونا چاہئے ہم لوگوں میں ایک بڑی کمی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا نہیں کرتے اگر خدا تعالیٰ سے ہم کو تعلق ہو تو کسی کی بھی پرواہ نہ رہے۔ البتہ میں علماء کو بداخلاقی کی اجازت نہیں دیتا ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہم امراء کی بہت خاطر داری کرتے تھے۔ اور وجہ اس کی یہ فرماتے تھے کہ نعم الامیر علی باب الفقیر یعنی جو امیر فقیر کے دروازہ پر جائے وہ بہت اچھا ہے پس جب کوئی امیر آپ کے دروازہ پر آیا تو اسمیں امارت کے ساتھ ایک دوسری صفت بھی پیدا ہوگئی یعنی نعم۔ پس اس صفت کی عظمت کرنی چاہئے کہ بداخلاقی کی اجازت نہیں ہاں استغناء ضروری ہے۔ (تقویم الزیغ ص ۲۴)

مقتداء استغناء سے رہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو لوگ مقتداء کہلائیں ان کے لئے بڑی ضرورت اس کی ہے کہ وہ نظروں سے نہ گریں اور یہ امر حاصل ہوتا ہے استغناء سے۔ (اشرفی بکھرے موتی)

اہل علم کی متوکلانہ شان

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک بات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے جوش کے ساتھ فرمائی تھی کہ مجھ سے میری درخواست پر وعدہ ہو گیا ہے کہ مدرسہ دیوبند کے پڑھے ہوئے کی دس روپیہ ماہواری سے کم آمدنی نہ ہو گی مگر اس وقت اتنی گرانی نہ تھی ورنہ اگر یہ زمانہ ہوتا تو درخواست میں کہتے کہ پچاس روپیہ سے کم میں کام نہیں چلتا اس زمانہ میں دس بہت تھے۔ اکثر اہل علم کی پانچ دس روپیہ ماہوار تنخواہ ہوتی تھی۔ علاوہ ارزانی کے پہلے کچھ تھی بھی متوکلانہ شان اہل علم کی۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کے مدرسہ مکہ معظمہ میں سلطان عبدالحمید خان نے کچھ مقرر کرنا چاہا منظور نہیں کیا اور لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا۔ نہ بھائی پھر کام نہ ہوگا۔ اب تو کارگزاری دکھلانے پر چندہ ملتا ہے اس لئے سب کوشش کام کرتے ہیں۔ پھر وہاں سے آتا مستقل طور پر۔ چاہے کام ہوتا یا نہ ہوتا۔ اب تو مدرسہ میں سرمایہ نہیں۔ روپیہ نہیں لیکن کام ہے اور جب یہ سب کچھ ہوتا مگر کام نہ ہوتا بےفکری ہو جاتی۔ اب ہی دیکھ لیجئے اس وقت جو علماء ریاستوں سے وظائف پا رہے ہیں وہ بےفکر پڑے ہوئے اینڈا کرتے ہیں۔ پھر کام کہاں تو کہا کرتا ہوں کہ جس قوم کے مذہبی راہبر امیر ہوں گے وہ مذہب اور قوم گمراہ ہو جائے گی اس لئے کہ ان کو ضرورت قوم سے واسطہ رکھنے کی رہے گی نہیں اور جب واسطہ نہ رہا تو گمراہ ہونا قریب ہے ہی۔ اس کا یہ سبب نہیں کہ اب واسطہ مال کے سبب ہے بلکہ امارت میں خاصہ ہے تبعید مساکین کا۔ (ملفوظات ج ۶)

علامہ تفتازانی کا استغناء

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علم کمال ہے اور کمال کا خاصہ ہے استغناء۔ دیکھئے بڑھئی راج لوہار جب اپنے فن میں کامل ہوتے ہیں تو کیسے مستغنی ہو جاتے ہیں تو کیا علم ان ذلیل کاموں کے برابر بھی اثر نہیں رکھتا؟ ضرور رکھتا ہے اور بالیقین کہا جا سکتا ہے کہ جس میں استغناء نہیں اس کے کمال ہی میں کمی ہے۔ علامہ تفتازانی کا واقعہ لکھا ہے کہ جب امیر تیمور کے دربار میں آئے تو امیر تیمور بوجہ لنگ ہونے کے پیر پھیلائے بیٹھا تھا' آپ نے بھی بیٹھ کر پیر پھیلا دیئے۔ امیر تیمور کو ناگوار ہوا اور کہا کہ "معذورم دار کہ مرا لنگ است" علامہ فرماتے

ہیں "معذورم دار کہ مرا ننگ است" صاحبو! یہ ہے علم کا خاصہ، جن لوگوں کو آپ عالم کہتے ہیں یہ واعظ ہیں جنہوں نے چند اردو فارسی کے رسالے یاد کر لئے ہیں ان کو علم کی ہوا بھی نہیں لگتی، یہ لوگ اپنے کو علماء کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں اور جہل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک واعظ صاحب نے سورۃ کوثر کا وعظ کہا اور ترجمہ پہلی آیت کا یہ کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھ کو کوثر کے مثل دیا اس احمق کو کوئی پوچھے کہ کاف تو اعطینا کا مفعول ہے پھر مثل کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ (تقویم الزیغ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر پسند تھا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی غلام یا لونڈی لے آؤ تا کہ کچھ مدد دے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کے پاس گئیں اپنی راحت کے لیے یا شوہر کے امتثال امر کے لیے۔ جس وقت حضور کے گھر پہنچیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہہ کر چلی آئیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معلوم ہوا آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لیٹی ہوئی تھیں، آپ کو دیکھ کر اُٹھنے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیٹی رہو غرض اس وقت پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، آپؐ نے فرمایا کہ اگر کہو تو غلام لونڈی دے دوں اور کہو تو اس سے بھی اچھی چیز دے دوں، یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر یہ نہیں پوچھا کہ وہ اچھی چیز کیا ہے بلکہ فوراً عرض کیا کہ اچھی چیز دیجئے آپؐ نے فرمایا کہ سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمدللہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ بس یہ غلام لونڈی سے بہتر ہے ان خدا کی بندی نے خوشی خوشی اس کو قبول کیا تو دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر محبوب تھا تو اپنی اولاد کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تجویز کر کے دکھلا دیا۔ (اشرفی بکھرے موتی)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا امراء سے استغناء

استغناء بھی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی طبیعت کا ایک خاصہ خاص تھا۔ اور

آپ اس ارشاد نبویؐ کے مظہر تھے۔ **لا اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی الله۔** کہ میں تم سے قطعاً کوئی اجر نہیں چاہتا۔ میرا اجر صرف اللہ پر ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو امراء وزراء اور مال و زر تو کیا عوام سے بھی استغناء تھا استغناء کا یہ عالم تھا کہ جہاں حیدر آباد دکن جانے والے اکثر علماء و مشائخ والئ دکن کی خدمت میں باریابی اور وظیفہ و منصب کی آرزو لے کر جاتے تھے۔ وہاں حضرت کو ملنے سے بھی عار تھا۔ جس کی تفصیل خود حضرت کی زبانی لطف دے گی۔ فرماتے تھے کہ: ”اہل علم کے لئے یہ بات بہت ہی ناپسندیدہ ہے کہ وہ امرا سے خلط کریں۔ اس لئے کہ غرباء کو جو مصلح سے نفع ہوتا ہے امراء سے وہ بھی ضائع ہو جاتا ہے اس طرح قلوب پر مصلح کا وہ اثر نہیں رہتا۔ مجھ کو حیدر آباد دکن میں ایک دوست نے مدعو کیا دیوبند کے بعض احباب خاص اہل علم نے مشورہ دیا کہ وہاں نواب صاحب سے ملاقات ضروری ہے۔ میں نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ وہاں پہنچ کر سات ہی روز گزرے تھے۔ کہ فلاں نواز جنگ کا ایک پرچہ آیا جس میں لکھا تھا کہ عرصہ سے مجھ کو زیارت کا اشتیاق تھا۔ مگر بدقسمتی سے تھانہ بھون کی حاضری نہ ہوئی۔ برائے زیارت حاضر ہونا چاہتا ہوں فلاں فلاں وقت اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملتی ہے۔“

یہ فلاں نواز جنگ صاحب اس وقت نواب کی ناک کے بال اور ارکان سلطنت میں سے تھے آپ نے انہیں لکھا: ”بے حد مسرت ہوئی۔ کہ آپ کے دل میں دین اور اہل دین کی نسبت و عظمت ہے۔ مگر نیچے کی سطر پڑھ کر افسوس کی بھی کوئی حد نہ رہی کہ اس میں فہم سے کام نہ لیا گیا۔ جس کے ملنے کو زیارت سے تعبیر کیا گیا اس کو تو اپنے اوقات فرصت بتلا کر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے یہ کون سی فہم و تہذیب کی بات ہے۔“

اس پر نواز جنگ صاحب نے اپنی بدفہمی کی معافی مانگی اور کہا کہ حضرت والا ہی اپنی ملاقات کے اوقات تحریر فرما دیں۔ حضرت نے اس پر ایک اور سبق دے دیا کہ:

”اب بھی پورے فہم سے کام نہیں لیا گیا۔ مردہ بدست زندہ کی طرح مہمان میزبان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس لئے سفر میں اوقات کا ضبط ہونا غیر ضروری ہے۔ آپ ساتھ رہیں۔ جس وقت مجھ کو فارغ دیکھیں ملاقات کر لیں۔“

اس پر انہوں نے لکھا کہ بدفہمی ہوتی چلی جارہی ہے۔ میں نہ اب اپنے اوقات کو ظاہر کرتا ہوں نہ حضرت سے معلوم کرتا ہوں۔ جس وقت فرصت ہوگی حاضر خدمت ہوکر زیارت سے مشرف ہوجاؤں گا اگر فرصت نہ ہوئی تو لوٹ آؤں گا۔ جب حضرت نے دیکھا کہ سبق کارگر ہوا ہے۔ تو پھر انہیں دلجوئی کے طور پر لکھا:

"اب پورے فہم سے کام لیا گیا ہے جس سے اس قدر مسرت ہوئی کہ پہلے آپ کا میری زیارت کو جی چاہ رہا تھا اب میرا آپ کی زیارت کو جی چاہنے لگا۔ اگر فرصت ہو تو آپ تشریف لے آئیں ورنہ مجھ کو اجازت فرمایئے میں خود حاضر ہوجاؤں گا۔"

اس افہام وتفہیم کی غرض آپ نے مجلس میں یہ بیان فرمائی کہ:

"میرا طرز عمل اس لئے تھا کہ یہ دنیا کے جس قدر بڑے لوگ ہیں۔ اہل دین کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ ان کو یہ دکھلانا تھا کہ اہل علم ودین کی یہ شان ہے کہ پہلے تو تذلیل سے بچنا مقصود تھا مگر جب وہ اپنی کوتاہی تسلیم کرچکے تو اب کھنچنا تکبر تھا اللہ کا شکر ہے کہ دونوں سے محفوظ رکھا۔"

غرضیکہ وہ صاحب خود آئے اہل مجلس میں بعضوں نے دور سے دیکھ کر کہا کہ فلاں صاحب آرہے ہیں۔ حضرت ڈاک لکھ رہے تھے برابر لکھتے رہے۔ جس وقت انہوں نے پہنچ کر السلام علیکم کہا تب حضرت مخاطب ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"میں نے سلام کا جواب دیا اور کھڑے ہوکر مصافحہ کیا۔ بیچارے بہت ہی مہذب تھے۔ دوزانو ہوکر سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے برابر جگہ دے کر کہا بھی کہ اس طرف آجایئے اس پر کہا کہ مجھ کو یہیں آرام ملے گا۔ کچھ دیر بعد میرے سوال پر نواب صاحب کی بیدار مغزی اور انتظام سلطنت کے واقعات بیان کرتے رہے اس کے بعد کہا کہ اگر نواب صاحب سے ملاقات ہوجائے تو بہت مناسب ہے۔

نواب صاحب سے ملاقات کی درخواست

میں نے پوچھا کہ یہ خواہش آپ کی ہے یا نواب صاحب کی۔ کچھ سکوت کے بعد کہا کہ میری خواہش ہے۔ میں نے سوال کیا کہ جس وقت آپ نے ملاقات کے مناسب ونامناسب ہونے پر غور فرمایا ہوگا۔ اس پر بھی ضرور غور فرمایا ہوگا۔ کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے؟ کہا نواب

صاحب کا میں نے کہا کہ نفع نواب صاحب کا اور ملاقات کی ترغیب مجھ کو دی جا رہی ہے۔ طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنایا جا رہا ہے۔ اس پر کوئی جواب نہ دیا اب میں خود اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ اس صورت میں کہ میں خود ملاقات کو جاؤں مضرت ہی مضرت ہے نفع کچھ نہیں اگر ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور میں طالب ان کو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ ہاں ان سے مجھ کو نفع ہو سکتا ہے اس لئے کہ جو چیز ان کے پاس ہے وہ مجھے ملے گی یعنی دنیا۔ وہ بقدر ضرورت بحمد اللہ میرے پاس بھی ہے۔ اور جو میرے پاس ہے وہ بقدر ضرورت بھی ان کے پاس نہیں یعنی دین اور اگر میں گیا بھی۔ اور جو ان کے پاس ہے (یعنی دنیا منصب وظیفہ وغیرہ) وہ مل بھی گئی تو اس صورت میں ایک خاص ضرر بھی ہے۔ اگر قبول کرتا ہوں تو اپنے مسلک کے خلاف اگر قبول نہیں کرتا تو آداب شاہی کے خلاف کیونکہ قبول نہ کرنے میں ان کی سبکی اور اہانت ہوگی اور چونکہ میں اس وقت ان کے حدود میں ہوں اس کی پاداش میں۔ (خراج وغیرہ) جو چاہیں میرے لئے تجویز کر سکتے ہیں تو نواب صاحب کو کوئی نفع نہ ہوگا۔ اور میرا نقصان ہوگا۔

یہ امر بھی شان سلاطین کے خلاف ہے۔ کہ وہ اپنی رعایا کے مدعو کئے ہوئے شخص سے ملاقات کریں اس میں کم فہم لوگ ان کو تنگدلی کی طرف منسوب کریں گے جس میں ان کی اہانت ہے۔ کہ کیا خود نہیں مدعو کر سکتے تھے خلاصہ یہ کہ خیر اس میں ہے کہ نہ میں ان کے پاس جاؤں اور نہ وہ میرے پاس آئیں اگر ان کا جی چاہے تو تھانہ بھون سے مجھ کو بلا لیں میں خاص شرائط طے کر کے آ جاؤں گا۔ کچھ عذر نہ ہوگا۔" یہ سن کر نواز جنگ کی آنکھیں کھل گئیں اور کہا کہ: "ان چیزوں پر تو ہم لوگوں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی۔"

اس لئے حضرت فرمایا کرتے تھے: "امراء سے علماء کا خلط کرنا (ملنا جلنا) اس میں امراء کا کوئی (معتد بہ) نفع نہیں۔ بلکہ اہل علم اور غرباء کے دین کا نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ (افاضات الیومیہ حصہ چہارم)

خودداری

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے احساس خودداری کا یہ عالم تھا کہ جب مدرسی کے زمانہ میں فیض عام مدرسہ کانپور کے منتظمین نے آپ سے التجا کی کہ آپ اپنے وعظ میں

چندہ کی تحریک بھی فرمادیا کریں۔ تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ لکھا ہے کہ:

"اسے حضرت تھانویؒ نے غیرت دینی کے خلاف سمجھا کہ مدرس درس دین بھی دے، وعظ بھی کرے اور اپنی تنخواہ کے لئے چندہ بھی جمع کرے۔ اس لئے ایسا کرنے سے آپ نے صاف انکار کر دیا۔"

واقعہ بھی یہ ہے مدرس کے ذمہ اس طرح کے کام لگانا، اور قبول کرنا دونوں ہی مذموم ہیں اور کوئی شبہ نہیں اس طریقہ کار سے علماء کا وقار علمی ختم ہو جاتا ہے، اور ایک حساس کو طبعاً یہی کرنا چاہئے، جو حضرت والا نے کیا، قوم کو کون سمجھائے کہ مصلحین امت کے فرائض کتنے اہم اور نازک ہیں، اور ان فرائض کی پوری پوری ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے کیا شرائط ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے ہمارے ان علماء کو جو اس راستہ پر گامزن ہیں باوجود اس کے وہ مدرسہ کی ذمہ داریوں کا احساس رکھتے ہیں مگر بایں ہمہ کبھی بھی اپنے وعظوں میں چندہ کی اپیل نہیں کرتے، اور کرتے ہیں تو دین کی عظمت اور اپنے شخصی وقار کو باقی رکھ کر۔

آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ حضرت تھانویؒ کے اس انکار سے جب ارباب مدرسہ میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں، اور بات آگے بڑھی، تو: "آپ کو سخت ناگوار گزرا، اور آپ نے استعفاء دے دیا بعد میں انہوں نے معذرت کی، لیکن حضرت نے اس بنا پر کہ یہ ناقدرے لوگ معلوم ہوتے ہیں، ان سے میرا انبھاہ مشکل ہوگا، وہاں رہنا منظور نہ فرمایا۔"

اسے کہتے ہیں دینی غیرت وحمیت، اور اللہ تعالیٰ پر اور خود اپنی ذات پر صحیح اعتماد، یہ کیونکر یقین دلایا جائے کہ لوگ اپنے کو گراتے جارہے ہیں، اس لئے گرتے جارہے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان شاء اللہ درجات میں ترقی ہوتی تنزلی کا سوال پیدا نہیں ہوتا مگر اپنے آپ پر اعتماد جیسا چاہئے یہ تو پیدا کر لیا جائے پھر اس کے ثمرات خود بخود آنے شروع ہوں گے۔

منشاء یہ ہرگز نہیں کہ چندہ کی اپیل کرنی ناجائز چیز ہے، عرض یہ کرنا کہ ہر کام میں اپنے عالمانہ وقار کا پاس رکھنا بہت ضروری ہے کوئی کام اگر ضروری ہے یقیناً کرے، مگر اس طرح نہیں کہ اپنا دینی وقار مجروح ہو، اور عوام کو چہ میگوئیوں کا موقع ملے۔

بحمد اللہ آج بھی حضرات علماء کرام میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں کہ وہ اپنی کوشش اور اپنے اثر ورسوخ سے لاکھوں روپیہ اسلامی اداروں اور مدارس کے لئے لاتے ہیں مگر اپنے عالمانہ وقار پر کوئی دھبہ نہیں آنے دیتے۔ ضرورت ہے کہ ان حضرات کی تقلید سب ہی علماء کریں۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

توکل واستغناء

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے جو درس حدیث کا اپنے یہاں گنگوہ میں جاری کر رکھا تھا وہ سب توکل پر تھا چنانچہ جب وہ درس بند ہوا کیونکہ مولانا کی بینائی جاتی رہی تھی تو اس کے بعد جب کبھی باہر سے بڑی بڑی رقمیں آئیں تو مولانا نے سب واپس کر دیں کہ اب درس نہیں رہا بعض بعض لوگوں نے مولانا کو رائے بھی دی کہ حضرت یہ رقمیں واپس کیوں کی جاویں صاحب رقم سے کسی دوسرے مصرف خیر کی اجازت لے کر اس میں صرف فرما دیجئے گا تو حضرت نے فرمایا کہ میں لوگوں سے کیوں اجازت لیتا پھروں پھر حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی نے فرمایا کہ واقعی اجازت لینا تو ایک قسم کا سوال ہے اس لئے صاحب رقم کو خود چاہئے کہ وہ واپسی کے بعد پھر لکھے کہ اس رقم کو مکرر بھیجتا ہوں اور اس کو فلاں مصرف خیر میں صرف فرمایا جاوے پھر حضرت حکیم الامت دام ظلہ العالی نے فرمایا کہ ایک بار نواب محمود علی خان صاحب کو بھی لکھوایا (حضرت کے زمانہ میں جامع مسجد تعمیر ہو رہی تھی اس کی امداد کے لئے رقم درکار تھی) انہوں نے مولانا کی خدمت میں تحریر فرمایا کہ آپ اپنے کسی آدمی سے تخمینہ کرا کر مجھ کو مطلع کر دیجئے مگر حضرت مولانا نے اپنی آزاد مزاجی سے صاف تحریر فرما دیا کہ میرے پاس کوئی آدمی نہیں اگر تخمینہ کرانا ہے تو کسی انجینئر کو بھیج کر تخمینہ کرا لیجئے اور انتظام کے لئے کوئی اپنا کارندہ بھیج دیجئے مولانا کا بس وہ مذاق تھا اور سب مقتداؤں کا یہی ہونا چاہئے۔ (حیرت انگیز واقعات)

علماء کو چندہ کے لئے کسی کی خوشامد کی ضرورت نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں سچ عرض کرتا ہوں کہ علماء کو استغناء برتنے کی ضرورت ہے کسی کی خوشامد کی ضرورت نہیں کوئی اس خیال میں نہ رہے کہ ہم ہاتھ کھینچ لیں گے تو یہ کام بند ہو جائے گا۔ **وان تتولوا یستبدل قوماً غیر کم** اگر تم منہ پھیرو گے تو تمہاری جگہ دوسری قوم کو کھڑا کر دیں گے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ علماء کو احتیاج نہیں ہاں اس احتیاج کے کسی کے سامنے لے جانے کی

ضرورت نہیں یہ کام دین کا ہے اور دین کے اللہ میاں کفیل ہیں میں بد خلقی نہیں سکھاتا ہوں۔ خلق ضروری چیز ہے اور ہر شخص سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں نگران کے اموال پر نظر نہ رکھیں اور کسی خاص شخص کی اعانت کو دین کا موقوف علیہ نہ سمجھیں البتہ ترغیب اور اظہار ضرورت کا مضائقہ نہیں یہ طریقہ مسنون ہے اس میں راز یہ ہے کہ فی الحقیقت کام کے کفیل اللہ میاں ہی ہیں اور ظاہری صورت میں اس کی تکمیل یہ رکھی گئی ہے کہ چند بندے ایک دوسرے کی اعانت کریں اور اس کو انجام دیں اگر بندوں کو اطلاع نہ ہوگی تو وہ کیونکر شریک ہوں گے یہ ضرورت ان کے اطلاع کرنے کی ہے اطلاع نہ کرنے میں صورتاً کام کو بگاڑ دینا ہے اور خوشامد کرنے میں بندوں پر تکیہ لازم آتا ہے اس میں حقیقتاً کام کو بگاڑنا ہے اس وجہ سے خوشامد سے منع کیا جاتا ہے غرض محض اگر کوئی ظاہراً معین ہوتا ہے وہ اعانت بھی درحقیقت کارسازِ حقیقی ہی کی اعانت ہے۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے برآ ہوئے چین بستہ اند

میں نے مولویوں کو خطاب کیا حالانکہ وہ خود زیادہ جانتے ہیں۔ اس واسطے کہ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مولویوں کو چاہئے کہ اہل دنیا سے استغناء برتیں ہاں اس کی بناء نفسانیت اور ترفع نہ ہو اور اپنے کام کو خلوص سے کریں اور کسی کو دخل نہ دینے دیں۔ دخل نہ دینے کا مطلب یہ نہیں کہ کسی قاعدہ کے بھی پابند نہ ہوں بلکہ ان قواعد کے انضباط میں ہر کس و ناکس کی رائے محض اس وجہ سے کہ چندے میں شریک ہے لینے کی ضرورت نہیں آج کل یہ بھی خبط ہوگیا ہے کہ ہر چندہ دینے والے کو یہ حوصلہ ہے کہ میری رائے کیوں نہیں کی جاتی۔ (حقوق القرآن ص ۱۴ تا ۱۶)

اہل علم کی عزت استغناء میں ہے

فرمایا کہ امراء عموماً اہل علم کو بے قدر سمجھتے ہیں بجز ان کے جنہوں نے صحبت اہل علم کی اٹھائی ہے اہل علم خود جا جا کر گھستے ہیں۔ مجھے تو بڑی غیرت آتی ہے صاحب اہل علم کیوں ذلیل ہو۔

بئس المطاعم حین الذل تکسبها فالقدر منتصب والقدر مخفوض

اپنی پیاز روٹی اچھی اس بریانی سے جس میں ذلت ہو اور امراء جو اہل علم کو بے قدر سمجھتے ہیں تو یہ وجہ ہے کہ ان امراء کو ایسے ہی اہل علم ملے جو قابل ذلت تھے اس لئے میں امراء کو بھی معذور سمجھتا ہوں ایک صاحب ذی استعداد اہل علم کو واقعہ بیان کیا۔

کہ دنیا دار فاسق فاجر شرابی کے یہاں کسی کی سفارش کے لئے پہنچے وہ ہوا خوری کے لئے ٹم ٹم پر جا رہا تھا کہا اس وقت فرصت نہیں پھر آیئے گا۔ مولوی صاحب پھر پہنچے پھر فرمایا کہ امراء کی کیا خطا۔ ہم لوگوں نے خود اپنی حالت ایسی کر دی۔ حضرت میری تو رائے اس میں بہت دور تک ہے میں تو چندوں کی بابت بھی علماء کا زبان سے کہنا بالکل پسند نہیں کرتا۔ لوگ بڑی تہمت لگاتے ہیں بالکل یہ سمجھتے ہیں کہ کھانے کمانے کو مولویوں نے مدرسے کھول رکھے ہیں ان کے دروازہ پر چندہ کے لئے کبھی نہ جائے۔

پھر فرمایا کہ اپنی ذات سے جو خدمت دین کی ہو سکے وہ کر دے اگر چندہ نہ آئے نہ سہی اگر تم لوگوں کے قلوب درست ہو جائیں۔ تو سلف صالحین کے طرز پر دین کی خدمت کریں ان کو ہرگز حاجت بڑے بڑے مکانوں کی نہ تھی۔ ہر عالم اپنے گھر پر درس دیتا تھا لیکن اس حالت میں میں یہ رائے نہ دوں گا کہ مدرسے موقوف کر دیئے جائیں۔ مدرسوں کا وجود خیر عظیم ہے یہ موقوف نہ ہونے چاہئیں کیونکہ یہ زمانہ ہی ایسا ہے مگر اعتدال سے تو نہ گزرے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی شان استغناء

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہاں حدیث کے دورہ میں ستر ستر طالب علم ہوتے تھے ان کا کھانا بھی کپڑا بھی۔ مگر کچھ فکر ہی نہیں نہ تحریک نہ کبھی کسی سے فرمایا۔ ایک کمرہ بھی نہیں بنوایا۔ جب وہاں کی جامع مسجد تیار ہوئی ہے مولانا کو اس کا بڑا اہتمام تھا۔ مگر باوجود اس کے بھی کسی کو نہیں کہا۔ نواب محمود علی خاں نے عریضہ بھیجا کہ تخمینہ کر کے بھجوا دیجئے۔ مولانا نے صاف جواب دے دیا کہ مجھے فرصت تخمینہ کرانے کی نہیں۔ نہ میرے پاس آدمی۔ اگر آپ کا دل چاہے خود اپنے آدمی سے تخمینہ کرا لیجئے دیکھئے لوگ ایسے موقعوں کو غنیمت سمجھا کرتے ہیں لیکن وہ کیوں غنیمت سمجھتے جس کے پاس اس سے زیادہ غنیمت یعنی حضرت حق موجود ہوں مولانا نے صاف ٹکا سا جواب دے دیا کہ اگر چاہتے ہو تو اپنا ہی آدمی بھیج کر تخمینہ کرا منگاؤ یہ شان علماء کی ہونا چاہئے حضرت نہ وہاں چندہ تھا نہ کچھ تھا پھر بھی ہر وقت خندہ ہی خندہ تھا۔ مولانا کے یہاں لوگوں نے مسجد بنوانا چاہی صاف فرما دیا کہ میرے بھروسے نہ بنوانا میں کسی سے نہ کہوں گا۔

ایک مسجد کی تجدید تعمیر کے لئے چندہ کی ضرورت تھی۔ مولانا کے پاس تصدیق کرانے کے لئے فہرست لائے فرمایا کیا ضرورت ہے کچی بنالو جی لوگوں نے کہا کہ گر پڑے گی۔ فرمایا کہ پکی بھی تو گر پڑی۔ جب تو پھر بنانے کی ضرورت پڑی۔ بلکہ کچی گر پڑے تو اس کا پھر بنالینا سہل ہے۔ اب یہ مذاق منجانب اللہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم اگر ایسا کریں تو اعتراض ہوتے ہیں۔ مگر مولانا پر تو اعتراض نہیں پڑ سکتے اگر قلب میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو بادشاہ کی بھی حقیقت نہیں۔ (ملفوظات ج ۱۷)

مدرسہ خانقاہ کے چندہ میں مالداروں سے استغناء

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ہمارے مدرسہ کے لئے ایک صاحب نے چار ہزار روپے بھیج دیئے اور یہ شرط لگائی کہ رجسٹرار کے سامنے تصدیق کر دی جائے میں نے یہ شرط نامنظور کر کے رقم واپس کر دی۔

کسی مناسبت سے اشعار ذیل پڑھے سباق سیاق یاد نہیں رہا۔ مگر اشعار سالکین طریق کے لئے سبق آموز ہیں۔

اے بادشہ خوباں داداز از غم تنہائی — دل بے تو بجان آمد وقت است کہ باز آئی

اے درد توام درمان بر بستر ناکامی — دلے یا تودام مونس در گوشہ تنہائی

فکر خود ورائے خود در عالم رندی نیست — کفر است درین مذہب خود بینی وخود رائی

(ملفوظات ج ۲۴)

علماء وصلحاء کا مستغنی رہنا اعزاز دین ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

مالداروں سے علماء وصلحاء کا اظہار استغناء دین کی اہم ضرورت ہے اس کے نہ ہونے کے سبب عام لوگوں میں نہ علماء کی بات کا کوئی اثر رہتا ہے نہ وہ ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اپنا محتاج سمجھتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی شخص کے دل میں اخلاص نہ ہو محض دکھلاوے اور ریاء کے لئے مالداروں سے استغناء کا اظہار کرے وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں

کیونکہ ریاء کی وجہ سے اگر چہ اس کو اس عمل کا ثواب نہ ملے گا لیکن یہ عمل سبب اور ذریعہ ہوگا اعزاز دین کا اس کا ثواب اس کو پھر بھی ملے گا کیونکہ کسی عمل صالح کا تسبب اگر بلا نیت یا نیت فاسدہ سے بھی ہو تو تسبب کا ثواب ضائع نہیں ہوتا وہ پھر بھی ملتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کوئی درخت پھلدار لگایا اور پھر اس کا پھل جانوروں نے کھایا تو اسکا ثواب بھی درخت لگانے والے کو ملے گا حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ درخت لگانے کے وقت اس کی یہ نیت نہ تھی کہ جانور اس کا پھل کھائیں گے بلکہ اس کے خلاف کی نیت تھی کہ جانور پھل کھانے آئے گا تو یہ اس کو مار بھگائے گا۔ مگر چونکہ یہ شخص جانوروں کے فائدہ کا سبب بہر حال بن ہی گیا۔ تو اس کو اس کا ثواب ملتا ہے اسی طرح ریاء کاری سے استغناء کرنے والے کو بھی اعزاز دین کا ثواب بطور تسبب کے ملے گا۔ (م۔ج ۲۴)

شان استغناء دین کی عظمت وحکمت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں: امراء کی طرف اگر خود التفات کیا جائے خواہ کیسے ہی خلوص سے ہو لیکن ان کو بھی گمان ہوتا ہے کہ ان کی کچھ غرض ہے۔ برخلاف غرباء کے کہ ان سے ذرا شیریں کلامی کی جائے تو پانی پانی ہو جاتے ہیں نثار ہونے لگتے ہیں دین کی وقعت محفوظ رکھنے کے لئے میں امراء سے از خود کبھی تعلق نہیں پیدا کرتا۔ ہاں وہ خود ہی تعلق پیدا کرنا چاہیں تو انکار بھی نہیں کرتا کیونکہ وہ جب ہمارے پاس دین کی وجہ سے آیا تو وہ نرا امیر نہیں رہا وہ نعم الامیر علی باب الفقیر دنیادار سمجھ کر ہرگز اس سے بے التفاتی نہ کرنا چاہئے۔

فرمایا اس سے حضرت والا کی شان استغناء دین کی عزت وعظمت اور حکمت صاف ظاہر ہے۔ (م۔ج ۲۳)

امراء سے معاملہ

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ سے ملاقات کے لئے مختار مسعود صاحب، کیپٹن ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب کے ساتھ آئے، سردی کا موسم تھا، مختار مسعود صاحب نے بہت قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا۔ حضرت مولانا کاندھلویؒ نے محسوس کیا کہ شاید انہیں اس بات کا خیال ہو کہ مٹی لگ جانے سے سوٹ میلا ہو جائے گا۔ حضرت

کاندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "بھائی ہم تو فقیر آدمی ہیں، ہمارے پاس تو صوفہ اور کرسیاں نہیں ہیں آپ آئے ہیں تو اسی میلے کچیلے فرش پر بیٹھ جائیں۔"

مختار مسعود صاحب نے اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرض کیا:

"مولانا! صوفوں پر تو روز ہی بیٹھتے ہیں، اس مٹی پر بیٹھنے کی تمنا لے کر تو آپ کے پاس آئے ہیں۔"

حضرت مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ ان کے اس ادب اور اخلاق سے بہت خوش ہوئے۔

(تذکرہ مولانا ادریس کاندھلوی ص ۴۸)

چندہ مانگنے میں وقعت نہیں

ایک خط پڑھ کر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مولوی صاحب ہیں اور مہتمم مدرسہ بھی ہیں یہ ان کا خط ہے لکھتے ہیں کہ میں بھی مقروض ہو گیا ہوں اور مدرسہ میں بھی کچھ نہیں رہا۔ آپ رنگون اور کانپور خط لکھ دیجئے کہ لوگ مدرسہ میں روپیہ داخل کر دیں۔ میں نے جواب یہ لکھا کہ جس مدرسہ کے کام میرے ذمہ ہے اس کے لئے بھی میں نے کبھی نہیں لکھا اور اس کے مفاسد دیکھ کر نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں میں تو کہتا ہوں کہ ملازمین مدرسہ سے پہلے ہی کہہ دے کہ ہم تنخواہ کے ذمہ دار نہیں۔ اس طرح اگر جی چاہے کام کرو۔ اگر آ گیا تو دے دیں گے ورنہ ہم سے طلب نہ کرنا اور اگر یہ انتظام نہ ہو سکے تو مدرسہ بند کر دیں۔ ایسے مدرسہ ہی کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ جتنا کام خود ہو سکے تم اسی کے مکلّف ہو اور اگر میں ایسے خطوط لکھنے لگوں تو جن معتقدین کو خطوط لکھنے کی فرمائش کی جاتی ہے ان میں سے ایک بھی معتقد نہ رہے۔ یہ سب اعتقاد اسی وقت تک ہے جب تک معلوم ہے کہ یہ کسی قسم کی درخواست نہیں کرتا۔ جامع نے عرض کیا کہ حضرت والا کے معتقدین تو ایسے نہیں ہیں۔ فرمایا مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے لوگ بے حد معتقد تھے۔ اتنے شاید ہی کسی کے ہوں ان سے ایک عرب خط لکھوا کر کانپور کے ایک وکیل کے پاس لائے۔ مولانا نے لکھ دیا تھا کہ اس کو دس روپیہ سے کم نہ دینا۔ وکیل صاحب حالانکہ بہت معتقد تھے اور مالدار بھی تھے مگر پہلے تو یہ عذر کیا کہ یہ خط مولانا کا نہیں ہے حالانکہ یقیناً مولانا کا خط تھا۔ جب اس پر بھی اس نے پیچھا نہ چھوڑا تو نوکر سے کہہ دیا کہ جب یہ شخص آئے اس کو اندر نہ آنے دو۔ یہ قدر کی۔ (ملفوظات ج ۱۴)

علم کی عزت استغناء میں ہے

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

ہمارا فرض ہے کہ ہم علم کی عزت کریں اور جتنی علم کی عزت کریں گے اتنا عالم کی عزت ہوگی۔ جتنا وہ اپنے علم کی بے حرمتی کرے گا خود عالم کی بے حرمتی پیدا ہوتی جائے گی۔ اگر ایک عالم خود اپنے علم کی عظمت نہ کرے تو دوسروں کو کیا مصیبت پڑی کہ اس کے علم کی عزت کریں، پہلے اسے اپنے وقار کو سنبھالنا ہے جب وہ اپنے وقار کو محسوس کرے گا تو دنیا اس کے وقار کے آگے جھکنے کے لئے مجبور ہوگی اور اگر وہ خود ہی علم کو ذلیل کرے تو پھر اس کی عزت کرنے والا کوئی نہیں امام مالکؒ سے ہارون الرشید نے فرمائش کی کہ امین اور مامون کو موطا پڑھا دی جائے۔ تو کہا کیا تشریف لائیں گے فرمایا کہ علم کا یہ کام نہیں کہ وہ در بدر پھرے علم کے طالب کا کام ہے کہ وہ اس کے پیچھے پھرے۔ اور فرمایا کہ یہ علم تمہارے گھر سے نکلا ہے اگر تم ہی اس کا احترام نہیں کرو گے تو دنیا میں کوئی احترام کرنے والا نہیں ہوگا۔

تو عالم کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے علم کی عزت کو باقی رکھے اور وہ عزت استغناء میں ہے۔ جتنا دوسروں کی طرف حاجت مندی اپنے اندر بڑھائے گا علم کو بھی ذلیل کرے گا خود بھی ذلیل ہوگا اس کے اندر اگر طلب ہو تو صرف آخرت کی ہو۔ دنیا کی نہ ہو۔ (خطبات حکیم الاسلام)

توکل علی اللہ سے ہر چیز ملتی ہے

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

علماء کرام کا سب سے بڑا کام توکل اور استغناء ہے۔ اسی میں سب کچھ ہے۔ آپ کے لئے دین بھی ہے دنیا بھی چاہے تھوڑی ملے مگر ضرور ملے گی، ممکن ہے کہ آپ لکھ پتی یا کروڑ پتی نہ ہو سکیں لیکن سینکڑوں کروڑ پتی آپ کے قدموں کے سامنے جھکیں گے۔ اگرچہ آپ کروڑ پتی نہیں تو کروڑ پتی بن جانا کوئی کمال کی چیز بھی تو نہیں کروڑ پتی کو اپنے سامنے جھکانا یہ کمال کی چیز ہے۔ اگر آپ کے پاس کار نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن ساری دنیا کی کاریں آپ کی کاریں ہیں۔ جہاں گئے کار حاضر ہے۔ پھر ہمیں کار کی مصیبت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟

جب ساری دنیا کی کاریں ہماری، ساری دنیا کی دولت ہماری، جہاں ضرورت ہے اللہ خود پوری کرتے ہیں۔ اس واسطے اس مقام پر آ کے تو آدمی نے اللہ پر بھروسہ نہ کیا تو پھر اللہ پر بھروسہ کرنے مقام کون سا آئے گا۔

تو یہ مقام مقتضی ہے کہ اللہ پر پورا اعتماد کرے حق تعالیٰ کے اوپر پورا بھروسہ کرے۔ اور اپنے کو سونپ دے، کہ جب آپ نے مجھے اپنے کام میں لگا دیا ہے تو میرا نفس آپ کے حوالے ہے۔ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اگر دنیا میں بھی آپ اپنے کو کسی شخص کے حوالے کر دیں کہ میں تم پر اعتماد کرتا ہوں بس میں آپ کے حوالے ہوں جو آپ کا جی چاہے کریں، سیاہ وسفید کے آپ مالک ہیں، تو اس شخص کو کبھی جرأت نہیں ہوگی کہ آپ کے معاملہ میں خیانت کرے۔ مثل مشہور ہے کہ قدموں میں آ کے گرے ہوئے سانپ کو بھی آدمی نہیں مارتا۔ جب وہ آگے جھک جائے جو اتنا جھکنے والا ہو اس کے ساتھ احسان کرے، تو اللہ کے سامنے آپ جھکیں گے اور وہ ضائع کر دیں گے تو جب ادب تادب کی اطاعت اور سرنگونی کی خو پیدا ہو جائے گی تو اس وقت علم کا گوہر چمک کر نمایاں ہوگا، اور اگر گستاخی، بے ادبی اور بے تمیزی باقی ہی رہی تو علم ایسا رہے گا جیسے ایک چنگاری ہو اور اس پر راکھ پڑی ہوئی ہو کہ نہ اس کی چمک نمایاں ہوگی نہ اس سے کسی کو روشنی کی توقع ہوگی۔ (خطبات حکیم الاسلام جلد ا)

اہل اللہ کا استغناء

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

بعض کو مال کے ہونے سے پریشانی ہوتی ہے اس پر تعجب نہ کیا جائے واقعی اللہ کے بعضے بندے ایسے بھی ہیں جن کو مال کی کثرت سے بار ہوتا ہے وہ یوں سمجھتے ہیں کہ جس قدر مال زیادہ ہوگا اس کے حقوق کا ادا کرنا اتنا ہی مشکل ہوگا اس لئے ایسے لوگ کثرت مال سے گھبراتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو ایک صاحب مطبع میں ملازم رکھنا چاہتے تھے آپ نے فرمایا کہ علمی لیاقت تو مجھ میں ہے نہیں اس لئے بڑا کام تو کر نہیں سکتا البتہ قرآن کی تصحیح

کرلیا کروں گا اس میں دس روپیہ ماہوار دے دیا کرو۔ (اللہ اللہ کیا تواضع اور زہد ہے)

اسی زمانہ میں ایک ریاست سے تین سو روپیہ ماہانہ کی نوکری آ گئی مولانا جواب میں لکھتے ہیں کہ میں آپ کی یاد آوری کا شکر گزار ہوں مگر مجھ کو یہاں دس روپے ملتے ہیں جس میں پانچ روپے تو میرے اہل وعیال کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور پانچ بچ جاتے ہیں آپ کے یہاں سے تین سو روپے ملیں گے ان میں پانچ روپے تو خرچ میں آئیں گے آگے دو سو پچانوے جو بچیں گے میں ان کا کیا کروں گا مجھ کو ہر وقت یہی فکر لگا رہے گا کہ ان کو کہاں خرچ کروں اس لئے معذور ہوں اس لئے تشریف نہیں لے گئے۔

اسی کے ساتھ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو بھی لکھا تھا اور سو روپیہ تنخواہ لکھی تھی مولانا نے جواب دیا کہ میں آ سکتا ہوں مگر تین سو روپے سے کم میں نہیں آ سکتا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نے فرمایا کہ مولانا ذرا سنبھل کر جواب لکھئے۔ اگر تین سو کی منظوری پر طلبی آ گئی تو وعدہ پر جانا پڑے گا تو مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس کے ساتھ یہ جملہ بھی بڑھا دیا کہ مگر اس میں ایک شرط ہے وہ یہ کہ جب چاہوں گا یہاں رہوں گا جب چاہوں گا وہاں رہوں گا وہ رئیس صاحب سمجھ گئے کہ ان حضرات کو آنا ہی منظور نہیں اور واقعی جانا تھوڑا ہی منظور تھا مولانا محمد یعقوب صاحب نے یہ بات ظرافت کے طور پر لکھ دی تھی۔

اللہ اکبر کس قدر استغناء تھا ان حضرات میں واقعی اہل اللہ کے دل پر مال کی کثرت سے بھی بار ہوتا ہے ان کو خیال ہوتا کہ خدا جانے اس کے حقوق ہم سے ادا ہوں یا نہ ہوں۔

میرے ذوق میں اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو سلطنت دی گئی تھی تو اس کے ساتھ ان کی یہ خاص تسلی بھی حقوق ادا ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کی کر دی گئی تھی ارشاد ہے۔ **ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب** کہ یہ ہماری عطا ہے خواہ کسی پر احسان کر دیا جمع کرو۔ یعنی عطاؤ امساک بالکل تمہارے اختیار میں ہے آپ پر کسی قسم کی پابندی نہیں تم سے اس کا کوئی حساب نہ ہوگا اس تسلی کے بعد ان کو سلطنت سے گرانی نہیں ہوئی ورنہ گھبرا جاتے اور ایک دن بھی بادشاہت نہ کر سکتے۔

اس آیت پر ایک بات یاد آ گئی کہ آج کل تعلیم جدید والے ترقی دنیا پر اس سے دلیل

پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کیا سلیمان علیہ السلام بادشاہ نہ تھے معلوم ہوا ترقی دنیوی محمود ہے اول تو ان لوگوں کو تمام انبیاء علیہم السلام میں دلیل پکڑنے کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام ہی ملے ہیں میں کہتا ہوں کیا اور انبیاء علیہم السلام دنیا میں نہیں ہوئے ان کے حالات بھی لینے چاہیں دیکھ لیجئے کہ ان میں سے اکثر کی بلکہ قریب قریب کل انبیاء علیہم السلام کی کیا حالت تھی سب کی حالت قریب قریب فقر کی رہی ہے دوسرے خود یہ استدلال بھی صحیح نہیں کیونکہ حکمت الٰہیہ سے ہر زمانہ کا ایک خاص مقتضا ہوتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بڑے بڑے جبار اور متکبر بادشاہ تھے اس وقت کا مقتضا یہی تھا کہ نبی کو بطور معجزہ ایسی سلطنت دی جائے جس کا سب لوہا مان لیں اسی واسطے جانوروں اور ہوا تک پر ان کو حکومت دی گئی کہ تمام بادشاہ پست ہو گئے پس سلطنت ان کا معجزہ تھا یہ راز تھا ان کی سلطنت میں ترقی دنیا مطلوب نہ تھی چنانچہ اس حالت میں بھی حسب نقل عارف رومی ؎

زار سلیمان خویش را مسکیں بخواند

یعنی آپ اپنے کو مسکین ہی کہا کرتے تھے اور اپنی ذات کے لئے بادشاہی سامان سے کام نہ لیتے تھے بلکہ حسب نقل بہشتی زیور اپنی دستکاری زنبیل سازی کے پیسوں سے کھاتے پیتے تھے اور بادشاہ سے گھبراتے تھے کہ مبادا حقوق کی ادائیگی میں کمی رہ جائے اس لئے آپ کے بارے میں ارشاد ہوا۔

فامنن او امسک بغیر حساب پس خواہ کسی پر احسان کر دیا بے انداز جمع کرو کہ ہم ان حقوق کے متعلق آپ سے حساب نہ لیں گے آپ نہ گھبرائیے۔ (خطبات حکیم الامت ج ۸)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا استغناء

ایک مرتبہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمتہ اللہ علیہ حیدرآباد دکن کے مولوی نواب فیض الدین صاحب ایڈووکیٹ کی لڑکی کی شادی میں تشریف لے گئے۔ چونکہ نواب صاحب اور ان کے خاندان کو علمائے دیوبند کے ساتھ قدیم رابطہ اور قلبی علاقہ تھا۔ اس لئے شاہ صاحب حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ دوران قیام بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت شاہ صاحب اور نظام حیدر

آباد دکن کی ملاقات ہو جائے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی فرمایا۔

''مجھ کو ملنے میں عذر نہیں لیکن اس سفر میں میں نہیں ملوں گا کیونکہ اس سفر کا مقصد نواب صاحب کی بچی کی تقریب میں شرکت تھا اور بس اور میں اس مقصد کو خالص ہی رکھنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ ہر چند لوگوں نے کوشش کی اور ادھر نظام حیدر آباد دکن کا بھی ایما تھا۔ مگر حضرت شاہ صاحب کسی طرح رضامند نہیں ہوئے۔ (حیات انور صفحہ ۱۷۴)

زہد وقناعت

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور تقسیم سے قبل دار العلوم دیوبند میں شیخ التفسیر تھے اس زمانے میں پچاس روپے ماہانہ تنخواہ تھی جس سے فقر واستغناء کے ساتھ گذر بسر کرتے ایک دن اہلیہ محترمہ نے کہا حضرت میں نے سال بھر میں دو سو کے لگ بھگ روپیہ جمع کیا ہے۔ آپکے ہاں بڑے بڑے لوگ آتے اور فرش کی چٹائی پر بیٹھتے ہیں ان روپوں سے کرسیاں وغیرہ خرید لیجئے تاکہ ان سیٹھوں اور تاجروں کی حیثیت کے مطابق نشست کا انتظام ہو سکے۔

اہلیہ محترمہ نے عرض کیا کہ میں چالیس روپے ماہوار میں بخوبی گذارہ کر لیتی ہوں۔

حضرت نے فرمایا:۔ ''ہمیں دنیا والوں سے کیا تعلق؟ ہم نے ان سے کیا لیا اور یہ ہمیں کیا دے سکتے ہیں جس کو آنا ہے شوق سے آئے لیکن نشست چٹائی پر ہوگی اور فرشی ہوگی''

دار العلوم کے خزانچی کو بلوایا بیوی سے دو سو روپے لئے اور اسکے حوالے کر دیئے فرمایا:۔

''میاں'' تنخواہ ہماری ضرورت سے زیادہ ہے یہ رقم واپس لو اور آئندہ پچاس کی بجائے چالیس روپے ماہوار کر دو'' (حکایات اسلاف)

مسبب الاسباب پر نظر

مولانا قاری عبد الحق صاحب حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

اساتذہ کرام کے وظائف کی ادائیگی کیلئے اگر غیر زکوٰۃ فنڈ کی رقم موجود نہ ہوتی تو زکوٰۃ کی رقم سے حیلہ کر کے وظائف ادا کرنے کی کبھی اجازت مرحمت نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ

کا واقعہ مجھے بخوبی یاد ہے کہ اساتذہ کرام کے وظائف ادا کرنے کیلئے غیر زکوٰۃ کی رقم موجود نہ تھی، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اساتذہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ ہم سب ایک منزل کے مسافر ہیں اور ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اپنی اپنی طاقت اور اخلاص کے ساتھ اس کشتی کو منزل مقصود تک لے کر چلنا ہے، آپ حضرات میں سے کسی کو بھی یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ ہمارا کوئی افسر ہے اور ہم اس کے ماتحت ہیں، ہمارے مدرسے کی بنیاد صرف تقوی اور اخلاص پر قائم ہے۔ اس وقت مدرسے کے حالات مالی اعتبار سے دگرگوں ہیں۔ اگر آپ حضرات میں سے کسی استاد کیلئے یہ حالت ناقابل برداشت ہو تو میری طرف سے بخوشی اجازت ہے کہ وہ اپنا کوئی دوسرا انتظام فرمالے۔

حضرت مولانا کے اس ارشاد کے بعد تمام اساتذہ کرام نے بالاتفاق یہ عرض کیا کہ حضرت ہماری کوئی حالت بھی ہو ہم ان شاء اللہ ثابت قدم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور جناب والا بھی ہمارے حق میں استقامت کی دعا فرمائیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت آبدیدہ ہوئے اور حضرت نے دعا فرمائی بحمد للہ تعالیٰ یہ مشکل بہت جلد آسان ہوگئی۔ (بینات علامہ بنوری نمبر)

فقر... اللہ کے خزانوں میں سے ہے

ایک مرتبہ جون پور کے حاکم سلطان ابراہیم (متوفی ۸۴۰ھ ۱۴۳۶ء) نے ردولی کے چار گاؤں اور ایک ہزار بیگھہ زمین کا فرمان اور سند لکھ کر اور کچھ نقدی لے کر اپنے مقرب قاضی رضی کو حضرت شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ قاضی رضی نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ''حضرت مخدوم! آج سلطان ابراہیم نے آپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے جو وہ کسی دوسرے کے ساتھ کم کرتا ہے''۔

قاضی رضی نے عرض کیا ''قصبہ ردولی کے اطراف میں چار گاؤں اور ایک ہزار بیگھہ زمین کا فرمان اور سند آپ کے فرزندوں کے نام بھیجا ہے تاکہ ان لوگوں کی زندگی راحت و آرام سے بسر ہو سکے''۔ پھر وہ سامان اور نقدی حضرت کی خدمت میں پیش کی۔

شیخ احمد عبدالحق نے فرمایا: ''قاضی فوراً کلمہ پڑھو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تم کافر ہو گئے ہو۔
قاضی نے کلمہ پڑھ کر پوچھا: ''حضرت مخدوم مجھ سے کفر کا کون سا فعل سرزد ہوا ہے جو اس کی ضرورت پیش آئی؟'' حضرت شیخ احمد عبدالحق نے فرمایا ''یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے کہ تم سلطان ابراہیم کے رزاق ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ وہ اللہ جو رب العٰلمین ہے۔ جو سلطان ابراہیم کے خدم و حشم کو اسکے گھوڑوں اور ہاتھیوں کو خود قاضی کو رزق دیتا ہے۔ وہ رب العالمین کیا اس گدائے بے نوا اور اس کے فرزندوں کو رزق نہ دے گا جو تم کو اور سلطان ابراہیم کو بیچ میں پڑنے کی ضرورت پیش آئے''۔ قاضی رضی نے بہت کوشش کی حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ اس فرمان کو سند اور نقدی کو قبول کرلیں لیکن انہوں نے کسی صورت اس کو قبول نہ کیا اور فرمایا:
''میری اولاد فقر کی قدر نہ پہچانے گی کہ الفقر من کنوز اللہ تعالیٰ''
غرض حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ نے قاضی رضی کو اور سلطان ابراہیم کو الٹا لعن طعن کر کے اس فرمان و سند کو اور نقد و زر کو ایسے ہی واپس کر دیا۔ (انوار العیون ص ۳۳-۳۱)

دنیا استغناء سے آتی ہے

ہمارے اکابرین پر ایسے ایسے واقعات پیش آئے کہ انہیں وقت کے بادشاہوں نے بڑی بڑی جاگیریں پیش کیں مگر انہوں نے اپنی ذات کے لئے کبھی قبول نہ کیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت سالم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ حرم مکہ میں تشریف لائے۔ مطاف میں آپ کی ملاقات وقت کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک سے ہوئی۔ ہشام نے سلام کے بعد عرض کیا کہ حضرت! کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں تاکہ میں آپ کی کوئی خدمت کرسکوں۔ آپ نے فرمایا، ہشام! مجھے بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر غیر اللہ کے سامنے حاجت بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے کیوں کہ ادب الٰہی کا تقاضا ہے کہ یہاں فقط اسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ ہشام لاجواب ہو گیا۔ قدرتاً جب آپ حرم شریف سے باہر نکلے تو ہشام بھی عین اسی وقت باہر نکلا۔ آپ کو دیکھ کر وہ قریب آیا اور کہنے لگا حضرت! اب فرمائیے کہ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہشام! بتاؤ میں تم سے کیا مانگو، دین یا دنیا؟ ہشام جانتا تھا کہ دین کے میدان میں تو آپ کا

شمار وقت کی بزرگ ترین ہستیوں میں ہوتا ہے، لہٰذا کہنے لگا، حضرت! آپ مجھ سے دنیا مانگیں آپ نے فوراً جواب دیا کہ "دنیا تو میں نے اس دنیا کے بنانے والے سے بھی نہیں مانگی بھلا تم سے کیا مانگوں گا۔" یہ سنتے ہی ہشام کا چہرہ لٹک گیا اور وہ اپنا منہ لے کر چلا گیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ کا طرز جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے بانی وموسس حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ جہاں دیگر امور میں اکابر کے ذوق کی پاسداری فرماتے وہاں چندہ کے سلسلہ میں بھی استغناء ودینی وقار کو ملحوظ رکھتے۔ جامعہ میں وقتاً فوقتاً آنے والے امراء کا اکرام بھی فرماتے اور انہیں جامعہ کے مثالی نظم کا خود مشاہدہ کراتے۔ گویا بزبان حال آنے والوں کو یہ پیغام دیا جاتا کہ ہم اپنی ہمت وصلاحیت کے مطابق خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اگر اللہ نے آپ کو وسعت دی ہے کہ اس کار خیر میں ہمارا تعاون کرنا آپ کا دینی واخلاقی فریضہ ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مدارس دینیہ کو چندہ کے سلسلہ میں اپنے اکابر کے پروقار انداز کو اپنانے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین۔

اہل علم

صحبت صالح اور اصلاح نفس کی فرضیت

اصلاح نفس کی فرضیت اور اس کی اہل علم کیلئے ضرورت

امراض باطنہ کی اصلاح کیلئے کاملین کی صحبت ومعیت

علم سے زیادہ اصلاح پر توجہ کرنیکی فکر

فکر اصلاح کے سلسلہ میں اسلاف کا متواتر عمل

صحبت صالح کی ضرورت واہمیت

علم میں نورانیت اور علم کے مطابق عمل کیلئے اہل اللہ کی مجالست

اصلاح نفس کا آسان دستور العمل

ہر معاملہ میں اکابر کی مشاورت اور سرپرستی کی ضرورت

علم نبوت اور نور نبوت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

اصلاح نفس کا طریقہ
اور فراغت کے بعد کا ضروری دستور العمل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:
کتب درسیہ کی فراغت کے بعد آپ کے ذمہ واجب العمل ہے کہ اگر ظاہری علوم کی تحصیل میں دس سال ختم کیے تو باطن کی درستی میں فی سال ایک ماہ ہی خرچ کر دیجئے یعنی کم سے کم دس مہینہ ہی کسی کامل کی خدمت میں صرف کیجئے اور اس کے ارشاد کے مطابق عمل کیجئے۔ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اس کی برکت سے دولت خشوع عطا فرماتے ہیں اور علم کا اثر قلب کے اندر پیوست ہو جاتا ہے۔ لیکن اس پر اسی وقت عمل کرنا مناسب ہے کہ جب کتب درسیہ سے فراغ ہو چکے اور اساتذہ ادھر متوجہ ہونے کی اجازت دے دیں اور اگر اساتذہ ختم درسیات کے بعد بھی چند روز تک درسیات ہی میں مشغول رہنے کا حکم فرمائیں تو ان کے ارشاد پر عمل کرے اور جب تک کافی مناسبت نہ ہو جائے اس وقت تک درسیات ہی میں مشغول رہے اور جب تک کافی مناسبت نہ ہو جائے تو چند روز کسی کے پاس رہ کر اصلاح باطن کرے۔ اور پھر درس و تدریس کا شغل بھی جاری کر دے۔ (دعوات عبدیت)

فراغت کے بعد طلباء التزاماً محققین اہل اللہ کی خدمت میں حسب گنجائش قیام کریں۔ اور ان سے عملاً آداب و اخلاق سیکھیں اور ان کی صحبت سے برکت حاصل کریں۔ اور چندے ان کی خدمت میں آمد و رفت رکھیں جس سے کہ نسبت باطنہ ایک گونہ راسخ ہو جائے۔ تب خلق اللہ کے ارشاد کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ ان شاء اللہ عموماً اہل اسلام ان سے

وابستہ ہوکر جھوٹوں کو چھوڑ دیں گے۔ (تجدید تعلیم)

صحبت صالح اور مشائخ کی خدمت میں رہنے کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

''صحبت'' اس کے بغیر نہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم کافی ہے اور نہ ادنیٰ درجہ کی۔ اسی لئے علماء و طلباء سب کے ذمہ اس کا اہتمام ضروری ہے پہلے زمانہ میں جو سب لوگ اچھے ہوتے تھے اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ سب اس صحبت کا اہتمام رکھتے تھے۔

اس وقت یہ حالت ہے کہ تعلیم کا اہتمام تو کسی قدر ہے بھی کہ اس پر ہزاروں روپیہ صرف کیا جاتا ہے اور بہت سا وقت دیا جاتا ہے مگر صحبت کیلئے فی سال ایک ماہ بھی کسی نے نہیں دیا۔

واللہ اگر صحبت کی طرف ذرا بھی توجہ کرتے تو مسلمان ساری تباہیوں سے بچ جاتے جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے فراغ دیا ہے وہ کم از کم چھ ماہ تک کسی بزرگ کی خدمت میں رہیں لیکن اس طرح کہ اپنا تمام کچا چٹھا ان کے سامنے پیش کردے۔ اور پھر جس طرح وہ کہیں اس طرح عمل کریں۔ اگر وہ ذکر و شغل تجویز کریں تو ذکر و شغل میں مصروف ہوجائے اور اگر وہ اس سے منع کر کے کسی دوسرے کام میں لگائیں اس میں لگ جائے۔ اور ان کے ساتھ محبت بڑھائے اور ان کی حالت کو دیکھتا رہے کہ کسی چیز کے لینے کے وقت یہ کیا برتاؤ کرتے ہیں اور دینے کے وقت کس طرح پیش آتے ہیں اس کا اثر یہ ہوگا کہ تخلق باخلاق اللہ ہوجائے گا۔ اور پھر اس کی ذات سے سراسر نفع پہنچے گا۔ (دعوات عبدیت)

اصل چیز اصلاح نفس اور صحبت صالح ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

میں کہا کرتا ہوں کہ محض لکھنے پڑھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ کسی کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ آدمی جاہل رہے مگر اس میں تدین ہو وہ جاہل اس بد دین عالم سے اچھا ہے جس میں (دینداری) نہ ہو۔ اور ایسے ان پڑھ ہونے اور حساب و کتاب نہ جاننے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فخر کیا ہے نحن امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب۔

بعض صحابیؓ تو ایسے ہوئے ہیں کہ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سو کتنے ہوتے ہیں مگر ان میں پھر کیا بات تھی جس کی وجہ سے ان کو فضیلت حاصل تھی۔ صحابہؓ کی حالت تو یہ تھی مگر درجات کی یہ حالت ہے کہ نہ اویس قرنیؒ کے برابر نہ عمر بن عبدالعزیزؒ نہ بایزیدؒ نہ جنیدؒ۔

بات صرف یہ تھی کہ صحابہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی اور اس صحبت سے ان کا دین، ایمان خالص اور کامل ہو گیا تھا۔ پس اصل چیز یہ ہے۔

اور اگر آدمی پڑھا ہوا ہو مگر اس دولت سے محروم ہو یعنی کسی اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہ کی ہوں تو ایسا شخص بڑے خسارہ میں ہے۔

صحبت صالح کی ضرورت اور اس کے فوائد

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

بزرگوں سے تعلق بڑی نعمت ہے لوگ اس کی قدر نہیں کرتے مجھ کو تو اس لئے بھی اس کی خاص قدر ہے کہ میرے پاس تو سوائے بزرگوں کی دعا کے اور کچھ ہے نہیں، نہ علم ہے نہ عمل ہے۔ اگر ہے تو صرف یہی ایک چیز ہے۔ (افاضات)

آج کل پڑھنے پڑھانے والوں کو اس طرف توجہ ہی نہیں کہ کسی بزرگ کی خدمت میں جا کر رہیں۔ بس تھوڑی سی کتابیں پڑھ لیں اور سمجھ لیا کہ ہم بہت کچھ ہو گئے۔ (طریق القلندر)

یاد رکھئے جو عالم مدرسہ سے فارغ ہو کر خانقاہ میں نہ جائے (یعنی اپنی اصلاح نہ کرائے) وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص وضو کر کے اسی پر قناعت کرے اور نماز نہ پڑھے۔

محض پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اہل اللہ کی صحبت میں نہ رہے۔ (افاضات الیومیہ)

ہم نے ایک آدمی بھی ایسا نہیں دیکھا کہ درس اور کتابی اعتبار سے پورا عالم ہو اور صحبت یافتہ نہ ہو اور پھر اس سے ہدایت ہوئی ہو اور ایسے بہت دیکھے ہیں کہ شین اور قاف بھی ان کا درست نہیں یعنی کتابی اور درسی علم حاصل نہیں لیکن صحبت حاصل ہو جانے کی برکت اور فیض سے دین کی خدمت کرتے ہیں پس نرا علم شیطان اور بلعم باعور کا سا علم ہے۔ (طریق الہی)

صحبت صالح کے بغیر اسلامی تعلیم کا رنگ نہیں جمتا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

صحبت سے وہ بات حاصل ہوگی کہ اس کی بدولت اسلام دل میں رچ جائے گا۔
اور یہی مذہب کی روح ہے کہ دین کی عظمت دل میں رچ جائے اور ضرورت اسی کی ہے کہ مذہب دل میں رچا ہو۔ اور اگر دل میں یہ حالت نہیں ہے تو نہ ظاہری نماز کام کی نہ روزہ، بس وہ حالت ہے کہ طوطے کو سورتیں رٹا دیں کہ وہ محض اس کی زبان پر ہیں۔

جس تعلیم کا اثر دل پر نہیں ہوتا مصیبت کے وقت وہ کچھ کام نہیں دیتی تو اگر دین کی محبت دل میں رچی ہوئی نہ ہو۔ تو حافظ قرآن و عالم بھی ہوگا تب بھی آٹے دال ہی کا بھاؤ دل میں لے کر مرے گا۔ جیسا کہ اس وقت اکثر حالات ہیں کہ دل میں سے اسلام کا اثر کم ہوتا جاتا ہے۔

اسی کو دیکھ کر میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے اسلام نکلا جاتا ہے خدا کیلئے اپنی اولاد پر رحم کرو اور ان کو اسلام کے سیدھے راستہ پر لگاؤ۔ (طریق النجاۃ)

صحبت کیسے شخص کی مفید ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

صاحب کمال ہونے کی علامت یہ ہیں کہ ایک تو بقدر ضرورت علم دین جانتا ہو، دوسرے شریعت پر پوری طرح کاربند ہو، تیسرے اس میں یہ بات ہو کہ جس امر کو خود نہ جانتا ہو علماء سے رجوع کرتا ہو علماء سے اس کو وحشت نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ اس میں روک ٹوک کی عادت ہو مریدین اور متعلقین کو ان کی حالت پر نہ چھوڑ دیتا ہو۔ چھٹے یہ کہ اس کی صحبت میں یہ برکت ہو کہ اس کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم ہوتی جائے۔

ساتویں یہ کہ اس کی طرف صلحاء اور دین کے سمجھنے والے لوگ زیادہ متوجہ ہوں اور یہ کمال کی بڑی علامت ہے جس شخص میں یہ علامتیں پائی جائیں۔ وہ مقبول اور کامل ہے اس کے پاس جایئے اور اس کی صحبت سے مستفیض ہو جایئے۔ (طریق النجاۃ)

اہل اللہ کی صحبت کا بڑا فائدہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

صحبت اولیاء اللہ میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے

خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا خواہ گناہ اور فسق و فجور سبھی کچھ اس سے وقوع میں آئیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔ مردودیت کی نوبت نہیں پہنچتی۔ برخلاف اس کے ہزاروں برس کی عبادت میں بھی بذاتہ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی یہی معنی ہیں اس شعر کے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے۔ ہزار ہا سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔ (حسن العزیز)

بدون صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کافی نہیں اس کے لئے صحبت شیخ شرط ہے پہلے میرا خیال یہ تھا کہ شیخ کے پاس رہنے کی ایسی ضرورت نہیں لیکن اب تجربہ کے بعد معلوم ہوا جو نفع شیخ کے پاس رہ کر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا۔ صحبت میں بالخاصہ اثر ہے جیسے مقناطیس میں لوہے کے کھینچنے کا اثر ہے کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتلائی جا سکتی واقعی خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ (حسن العزیز)

علماء کو صحبت صالح کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ صحبت بدون علم متعارف کے مفید ہو سکتی ہے مگر علم متعارف بدون صحبت کے بہت کم مفید ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل بہت سے علماء نظر آتے ہیں مگر ان میں کام کے دو چار ہی ہیں جن کو کسی کامل کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔

دیکھئے گلاب کے پاس رہنے سے مٹی میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح اہل محبت کے پاس رہنے سے خدا کی محبت اور دین کے ساتھ مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کو فضیلت صحبت ہی کی وجہ سے ہوئی کہ آج کوئی امام اور فقیہ اور کوئی بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ صحابیؓ کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ حالانکہ وہ زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے۔ بلکہ بہت سے علوم تو صحابہؓ کے بعد پیدا ہوئے

ان کے زمانہ میں ان علوم کا پتہ بھی نہیں تھا جو آج کل کثرت سے موجود ہیں ان کا یہی کمال تھا کہ وہ ان علوم میں مشغول نہ ہوئے تھے۔ بس صحابہؓ کا بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت ان کو نصیب تھی۔ (التبلیغ)

عبرتناک واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

ابن القیمؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک عاشق جو اپنے محبوب کے ملنے سے مایوس ہو کر مرنے لگا تھا۔ کسی نے محبوب سے جا کر کہا کہ وہ مر رہا ہے، رحم کر و اس وقت پہنچ جاؤ گے تو اس کی جان بچ جائے گی، کچھ اس کی سمجھ میں آ گئی اور اٹھ کر اس کی طرف چل دیا، کسی نے عاشق کو خبر دی کہ تیرا محبوب آ رہا ہے یہ سن کر اس میں جان آ گئی اور اٹھ کر بیٹھ گیا، مگر آتے آتے محبوب کو کچھ غیرت آئی اور یہ کہہ کر لوٹ گیا کہ کون بدنام ہو کسی نے یہ بھی جا کر (اس عاشق سے) کہا یہ خبر سنتے ہی وہ عاشق گر گیا اور نزاع میں مبتلا ہو گیا۔ اس سے کہا گیا کہ کلمہ پڑھ لے تو وہ بجائے کلمہ کے کفر کا کلمہ کہتا ہے

رضاک اشھی الی فوادی من رحمۃ الخالق الجلیل

(یعنی اے میرے محبوب خالق کے مقابلہ میں تیری رضا کی مجھے زیادہ خواہش ہے)

اور اسی حالت میں جان نکل گئی۔ دیکھئے کس قدر عبرتناک واقعہ ہے۔ اس کی اگر اصل تلاش کریں گے تو کہیں پہنچ کر نگاہ ہی پر ختم ہوگی۔ جان بھی گئی اور ایمان بھی گیا اور یہ سب خرابی نگاہ کی ہوئی۔ اب دیکھ لیجئے کہ نگاہ کرنے میں زیادہ تکلیف ہوئی یا نگاہ روکنے میں کہیں نہ سنا ہوگا کہ کوئی تکلیف سے مر گیا ہو۔ تکلیف اس میں ضرور ہے مگر وہ تکلیف آسان ہے لوگ کہتے ہیں کہ نگاہ پر قابو نہیں، نظر بد سے رکا نہیں جاتا، یہ غلط ہے۔ نظر یقیناً فعل اختیاری ہے۔

کبر کی اصلاح

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

کبر (تکبر) بدترین امراض میں سے ہے اور یہ علماء کے حصہ میں آیا ہے جاہل بیچاروں میں ایسا

بڑا مرض پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اہل علم کا جیسا مرتبہ بڑا ہے ایسے ہی ان کا مرض بھی سب سے بڑا ہے۔

کسی نے سچ کہا ہے **افۃ العلم الخیلا**۔ یعنی علم کی آفت تکبر ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ آفت جو علم سے پیدا ہوتی ہے اور ایک یہ کہ وہ آفت جو حصول علم سے مانع ہے۔ کوئی معنی بھی لئے جائیں یہ بات ہر صورت میں صادق ہے کہ تکبر علم کے واسطے مضر ہے۔ چنانچہ جس کے قلب میں تکبر ہے اس کے قلب میں نور علم نہیں ہو سکتا۔

ایسے علماء سے جو اس آفت میں مبتلا ہوں جہلاء ہی اچھے ہیں کیوں کہ ان میں اتنا بڑا مرض تو نہیں ہے اور ایسے علم سے جس کے ساتھ تکبر بھی ہو وہ جہل اچھا ہے جس کے ساتھ تکبر نہ ہو۔ اس کو سن کر لوگ کہیں گے کہ علم کی مذمت کر دی حالانکہ علم تو ہر حال میں اچھی چیز ہے علم ہی ایک روشنی ہے جس سے بھلے برے میں امتیاز کیا جا سکتا ہے میں کہتا ہوں کہ عینک (چشمہ) اس غرض سے لگایا جاتا ہے کہ آنکھ کی روشنی بڑھے مگر اس سے یہ فائدہ جب ہی تو نکلے گا، جب طریقہ کے مطابق استعمال کیا جائے ورنہ اگر عینک کو کان پر رکھ دیا جائے تو کیا فائدہ؟ یا اس کے شیشہ پر چونا لیپ دیا جائے۔ یا کالک لگا دی جائے تو کیا کام دے سکتا ہے۔ ایسے چشمہ کے ہونے سے تو نہ ہونا اچھا ہے کیوں کہ وہ تو رہی سہی بصارت (قوت بینائی) کو بھی کھوتا ہے اور خواہ مخواہ کا بوجھ رہتا ہے۔ یہی حالت علم کی ہے کہ اگر اس کو طریقہ سے استعمال کیا جائے یعنی اس سے اپنے نفس کی اصلاح کا کام لیا جائے۔ تو بہت کام کی چیز ہے اور سرتاپا نور ہی نور ہے۔ اور اگر اس سے یہ کام نہ لیا جائے بلکہ دوسروں سے لڑنے جھگڑنے اور بڑا بننے کے لئے استعمال کیا جائے۔ تو بیکار بلکہ مضر ہے تو یہ کہنا کچھ بے جا نہ ہوگا کہ علم ہر حالت میں اچھی چیز نہیں بلکہ بعض حالتوں میں قابل مذمت بھی ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ بعض ان پڑھ لوگ پڑھے لوگوں سے اچھے ہیں ان پڑھ لوگوں کے ذہن میں کبھی یہ وسوسہ بھی نہیں آتا کہ ہم دوسروں سے اچھے ہیں اور تعلیم یافتہ لوگوں کے ذہن میں ہر وقت یہی بات بھری رہتی ہے۔ کہ ہم دوسروں سے اچھے ہیں۔ ان پڑھ لوگ اتنی بصیرت تو رکھتے ہیں کہ اپنے عیبوں کو جانتے ہیں۔ گو اجمال ہی کے مرتبہ میں سہی۔ چنانچہ وہ یہ جانتے ہیں کہ ہم جاہل ہیں اور یہ حضرات (تعلیم یافتہ) اتنی بصیرت بھی نہیں

رکھتے کہ اپنے عیب کو دیکھ سکیں کہ ہم میں تکبر ہے حسد ہے۔ عجب ہے وغیرہ وغیرہ۔ پس وہ اگر چندھے ہیں تو یہ اندھے ہیں۔ (اسوق لاھل استواق)

علماء کے لئے سخت خطرہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

علت ابلیس انا خیر بداست — ایں مرض درنفس ہر مخلوق ہست

اس سے مراد ابلیس کا وہ لفظ ہے جو اس نے اس وقت کہا تھا جب اس کو سجدہ کا حکم ہوا۔ انا خیر منه۔ یعنی میں آدم سے بہتر ہوں تو اس کو کیوں سجدہ کروں۔ دیکھئے اس کے دل میں ہمیشہ سے کبر تھا۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا جس سے آخر کار نوبت کفر تک آ ہی گئی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے حکم کے سامنے انکار سے پیش آیا اور ہمیشہ کیلئے ملعون اور جہنمی ہو گیا۔

مولانا اس واقعہ کو بیان کر کے ہم کو ہوشیار کرتے ہیں کہ ابلیس کا واقعہ سن کر ہنسو مت! اپنی خبر لو۔ کیونکہ وہ مسالہ تمہارے اندر بھی موجود ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں اس مسالہ میں رگڑ بھی لگ گئی تھی اور یہاں ابھی تک رگڑ نہیں لگی ہے۔ دیا سلائی تیار موجود ہے۔ رگڑ لگنے کی دیر ہے اور ایک مٹی کے تیل کا پلیپہ بھی موجود ہے پھر جہاں دیا سلائی ہو وہاں تو ہر وقت ہی خطرہ ہے خدا جانے کس وقت مسالہ میں رگڑ لگ جائے اور تیل میں آگ لگ کر بھڑک جائے اور سب گھر بار پھونک ڈالے۔ مولانا آگاہ کرتے ہیں کہ تم کو کس وقت بے فکر نہ ہونا چاہئے کیونکہ تمہارے یہاں بھی ایک پلیپہ مٹی کے تیل کا موجود ہے۔ وہ کیا ہے نفس۔ جس میں ہر وقت شر کی استعداد ہے بس چنگاری پڑنے کی دیر ہے۔ جب تک تکبر اندر موجود ہے ہرگز کوئی شخص مامون نہیں ہو سکتا۔ مگر عجیب بات ہے کہ یہی سب سے خطرناک چیز ہے اور اسی کا علاج نہیں کیا جاتا۔ اچھے اچھے نمازی اور پرہیزگار ہیں۔ جن کے لوگ معتقد ہیں مگر ان کے اندر یہ بلا بھری ہوئی ہے اس کو کچھ گناہ اور عیب ہی نہیں سمجھا جاتا، معمولی گناہوں سے بچتے ہیں اور کبر جیسے گناہ کی کچھ پرواہ نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ دین نام رکھا گیا ہے صرف اعمال ظاہری کا اور اعمال باطنی کو دین کے اندر داخل ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بس نیچا کرتہ پہن لیا

اور پانچوں وقت کی نماز پڑھ لی اور پائجامہ شرعی پہن لیا اور اپنے آپ کو شبلی وقت سمجھنے لگے۔ خواہ باطنی معاصی میں سر سے پیر تک آلودہ ہوں۔ یہ مرض ایسا عام ہوا ہے کہ کوئی بھی اس سے خالی نہیں خصوصاً اہل علم۔ الا ماشاء اللہ۔ (السوق لاهل العلم)

عالم کیلئے بڑا فتنہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

کہ جامع صغیر میں ایک حدیث مرفوع نظر سے گزری کہ عالم کے لئے یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ وہ اس کی خواہش رکھے کہ لوگ اس کے پاس آکر بیٹھا کریں۔

بزرگان دین نے حب جاہ کے علاج کے لئے اپنے نفس کے خلاف بڑے بڑے مجاہدے کئے ہیں۔

فرمایا جاہ کی تحصیل اس قدر کہ لوگوں کے ظلم سے بچ جائے جائز ہے اور اس درجہ سے زائد ہو تو دین کے لئے مضر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں یہ دعا سکھلائی گئی ہے۔ **اللهم اجعل فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیراً**۔ یعنی یا اللہ میری نظروں میں حقیر اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بنادے تو یہ دعا طلب جاہ ہی ہے۔ مگر حدیث میں صرف دعا پر اکتفا کیا گیا ہے اس کی تحصیل کیلئے کوئی تدبیر نہیں بتلائی گئی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل محض خداداد ہوتا ہے تدبیروں سے حاصل نہیں ہوتا۔

اپنی اصلاح کے بجائے دوسرے کی فکر میں پڑنا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

اب میں ایک اور مشغلہ کا بیان کرتا ہوں جو شعبہ اسی عیب گوئی وعیب جوئی کا ہے اور جس میں بہت سے پڑھے لکھے آدمی بھی پڑے ہوئے ہیں اور اس کے مفاسد پر تو نظر کیسی اس کو اچھا کام سمجھے ہوئے وہ یہ ہے اپنی فکر چھوڑ کر دوسروں کی اصلاح کے درپے ہوتے ہیں ظاہراً یہ ایک عمل صالح معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں ایک شیطانی دھوکہ ہے اس وقت میں اپنا مخاطب ان لوگوں کو بناتا ہوں جو اس کے اہل نہیں ہیں اصلاح فی نفسہٖ عمل صالح اور مامور بہ ہے لیکن ہر شخص

کیلئے نہیں اس کام کو وہ انجام دے جو پہلے اپنی اصلاح پر قدرت رکھتا ہو۔

درحقیقت یہ اصلاح نہیں عیب جوئی ہے جس کا بیان یہ ہے کہ بعض لوگ غیبت اور عیب جوئی وغیرہ سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور شیطان ان کو بہت ترکیبوں سے اس میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جب کوئی داؤں نہیں چلتا تو یہ سمجھا تا ہے کہ دوسرے کی اصلاح کرو اس دام میں آکر دوسروں کے عیوب پر نظر ڈالنے کی عادت ہو جاتی ہے اور دل میں یہ اطمینان ہوتا ہے کہ ہم عیب جوئی تھوڑا ہی کرتے ہیں بلکہ اس کی اصلاح کے درپے ہیں جہاں کہیں بیٹھتے ہیں ان کے عیبوں کو ذکر کرتے ہیں اور اچھی طرح غیبت کر لیتے ہیں ہاں آخر میں دل کو تسلی دینے کیلئے اور اپنی برأت قائم رکھنے کیلئے کہہ دیتے ہیں کہ بھائی خدا اس کے حال پر رحم کرے۔ یہ عیب اس میں ہیں انکو دیکھ کر بڑا دل دکھتا ہے ہم بطور غیبت کے نہیں کہتے بلکہ ہم کو ان سے تعلق ہے یہ برائیاں دیکھ کر ہم کو رحم آتا ہے خدا کرے یہ برائیاں کسی طرح چھوٹ جائیں سبحان اللہ بڑے خیر خواہ ہیں۔ سر سے پیر تک تو اس کا گوشت کھالیا۔ مجمعوں میں ان کو ذلیل کرلیا اور ایک کلمہ سے بری ہو گئے۔ صاحبو! یہ سب نفس کی چالیں ہیں اس سے آپ کو دو نقصان پہنچتے ہیں ایک اپنی اصلاح سے رہ جانا دوسرے غیبت وغیرہ معاصی میں پڑنا۔

اصلاح کا طریقہ اور خیر خواہی کا تقاضا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

آپ کا کوئی بیٹا نالائق ہو اور برے افعال میں مبتلا ہو آپ کو تنگ کرتا ہو اس کے عیب آپ کی زبان پر ہر جگہ نہ آئیں گے بلکہ ان کے زبان پر آنے سے آپ کا دل دکھے گا اور حتی الامکان یہ چاہیں گے کہ یہ عیب کسی پر ظاہر نہ ہوں اور اس کو مناسب طریقہ سے تنہائی میں آپ سمجھائیں گے کہ یہ حرکتیں چھوڑ دو یہ کبھی نہ ہوگا کہ آپ ان عیبوں کو جگہ جگہ گاتے پھریں اصلاح اس کو کہتے ہیں۔ اگر آپ کو اس شخص کی اصلاح کرنی ہے جس کی غیبت میں آپ مبتلا ہیں تو دوسروں کے سامنے اس کے عیب ظاہر کرنے سے کیا فائدہ؟ اس کو تنہائی میں سمجھائیں اور اسی طرح سمجھایئے جیسے اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں جو اثر آپ کے دس جگہ ان عیبوں کے مجمع میں ذکر کرنے سے ہوتا ہے اس سے زیادہ ایک جگہ علیحدگی

میں سمجھانے سے ہوگا۔ اور اگر اس کی ہمت نہیں ہوتی کہ اس کو تنہائی میں سمجھائیں بلکہ مجمعوں میں اس کے عیب ظاہر کرنے میں لطف آتا ہے تو سمجھ لو کہ یہ وہی شیطان کا دھوکہ ہے۔ جو زہر آلود مٹھائی کا کام دے گا۔ (دعوات عبدیت)

علم کے ساتھ عمل اور صحبت صالح کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

علم اور اس کے ساتھ صحبت کی بڑی ضرورت ہے صحبت سے واقفیت بھی ہوتی ہے اور عمل کے ساتھ مناسبت بھی ہوتی ہے اور اب تو واقفیت بھی نہیں ہوتی اس لئے شیخ کی بہت ضرورت ہے۔ نری کتابیں کافی نہیں۔ (حسن العزیز)

''صحبت'' اس کے بغیر نہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم کافی ہے اور نہ ادنی درجہ کی اسی لئے علماء وطلباء سب کے ذمہ اس کا اہتمام ضروری ہے پہلے زمانہ میں جو سب لوگ اچھے ہوتے تھے اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ سب اس صحبت صالح کا اہتمام رکھتے تھے...... اس وقت یہ حالت ہے کہ تعلیم کا اہتمام تو کسی قدر ہے بھی کہ اس پر ہزاروں روپیہ صرف کیا جاتا ہے اور بہت سا وقت دیا جاتا ہے مگر صحبت صالح کے لئے فی سال ایک ماہ بھی کسی نے نہیں دیا۔ (دعوات عبدیت)

استاذ نے اپنے شاگرد سے اصلاح کرائی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ کل جن اساتذہ کے سامنے آپ نے طالب علمانہ زانوئے تلمذتہ کیا تھا۔ایک دن وہ آیا کہ انہیں میں سے ایک نہایت جلیل القدر استاذ، استاذ الاساتذہ جامع معقول ومنقول بزرگ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین حضرت علامہ مولانا محمد ابرہیم صاحب بلیاوی نوراللہ مرقدہ اپنے اس عظیم المرتبت شاگرد کی خدمت میں مسترشدانہ حاضر ہوئے۔

تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔تاریخ کی یہ شہادت ہے کہ علامہ طیبی نے اپنے شاگرد عمر خطیب تبریزی سے مشکوۃ شریف تالیف کرا کے خود اس کی شرح لکھی۔ ماضی قریب میں حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، جنہوں نے مثنوی مولانا روم کا تکملہ تحریر فرمایا، زبردست عالم وفاضل حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے تلمیذ خاص اور مرید تھے۔لیکن بعد میں اپنے چھوٹے بھائی، اپنے شاگرد جناب حاجی کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔

تاریخ نے پھر ایک بار یہی داستان دہرائی۔ جو لوگ حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب سے واقف ہیں۔انہیں کچھ بتانے کی حاجت نہیں۔لیکن جو لوگ ناواقف ہیں ان کی خدمت میں تھوڑا سا تعارف ضروری ہے تا کہ واقعہ کی اہمیت اور اصلاح نفس کیلئے صحبت صالح کی ضرورت ان کے ذہن میں آسکے۔

حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ کا تعارف

حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کے مخصوص تلامذہ میں تھے۔ جملہ علوم وفنون، بالخصوص معقولات میں امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے موجودہ اساتذہ اور ہندوستان میں پھیلے ہوئے بیشتر علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ درس حدیث میں خاص امتیاز کے مالک تھے۔ آپ کا درس مختصر مگر نہایت محققانہ ہوتا تھا۔ مدرسہ فتح پوری دہلی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ، مدرسہ ہاٹ ہزاری چاٹگام اور چند ماہ مدرسہ دارالعلوم مئو میں صدارت تدریس کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ کے اساتذہ نے بالآخر آپ کو دارالعلوم دیوبند کے لئے انتخاب فرمایا۔ ۱۳۷۷ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی وفات کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین، ناظم تعلیمات اور شوریٰ کے ممبر بنائے گئے اور تادم حیات ان عہدوں پر متمکن رہے۔

ماہ وتاریخ تو محفوظ نہیں تاہم یہ معلوم ہے کہ حضرت علامہ الٰہ آباد حضرت مصلح الامت کے دراقدس پر ۱۳۸۳ھ میں تشریف لائے تھے۔ مہینہ غالباً ذیقعدہ کا تھا کیونکہ حضرت علامہ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت مصلح الامت نے پہلا خط یکم ذی الحجہ کو آپ کے نام تحریر فرمایا ہے۔ دونوں بزرگوں کی ملاقات اور باہم مکاتبت میں ایک عجیب کیف محسوس ہوتا ہے ایک طرف حضرت علامہ بایں جلالت شان اپنے کو حضرت والا کے سامنے مسترشدانہ اور مستفیدانہ پیش کرتے ہیں اور ادب واحترام کی وہی نگہداشت ملحوظ رکھتے ہیں جو ایک مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ ملحوظ رکھنی چاہئے اور دوسری طرف حضرت مصلح الامت بالکل ایک تلمیذ اور شاگرد کی صف میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں جیسا کہ استاذ کا حق ہے۔ اور حق یہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے اپنی دونوں حیثیتیں کما حقہ نباہ دی ہیں۔

اُستاد شاگرد کے مابین مراسلت

یہاں ہم حضرت علامہ مرحوم کے خطوط کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ مخدوما! خانقاہ تھانہ بھون ورائے پور، اور گنگوہ کی ویرانی کے بعد طبیعت بہت افسردہ

رہتی تھی، البتہ آپ کے احوال وکوائف سن کر مایوسی مبدل بہ توقعات ومسرت ہو جاتی تھی اور سمجھ میں آتا تھا کہ وقت کی عام مایوسیاں مستثنیات سے خالی نہیں ہیں۔ خدا کا شکر ہے اس نے آپ سے ملاقات کے وسائل بہم پہنچائے اور میری دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ آپ سے ملاقات کے بعد مسرت بے پایانی میں برابر اضافہ ہوتا گیا۔ ملاقات کی مدت اگرچہ بہت مختصر تھی مگر اس ملاقات سے جو تاثرات مرتب ہوئے وہ بہت دیرپا اور بے پایاں ثابت ہوئے۔ اب تک اس ملاقات کی مسرتیں اور سرشاریاں میرے دل میں بحالہ باقی ہیں۔

آں محترم کو میں نے کمال واصلاح سے متصف پایا اور آپ کے طریق اصلاح کو اس آیات کا پورا نمونہ پایا۔

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم.

ترجمہ: خدا کے علاوہ جن کی یہ عبادت کرتے ہیں انہیں تم برا نہ کہو کہ یہ بھی اللہ کو جہالت سے برا کہنے لگیں۔

اس نفاق اور سلب کمال کے زمانہ میں غیروں کو اپنانا اور اپنوں کو گلے لگانا وہ جنس گرانمایہ ہے، جس کا کم ازکم اس زمانہ میں ملنا دشوار ہے آپ کا انداز اصلاح مدعیان تصوف کو بلاکسی جنگ وجدل وحیلہ تدبیر کے شکست فاش دے چکا ہے اور یہ شعر آپ کی اصلاحی مساعی پر پوری طرح صادق آتا ہے۔

گر ایں مددی دوست بشناختے به پیکار دشمن نہ پرداختے

کیوں نہ ہو آپ نسبت محمدی کے مظہر کامل ہیں۔ اس نسبت کے حاملین کی جو خصوصیات دشمن ہوتی ہیں وہ آپ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

مکتوب طویل ہے ہم نے صرف ضروری اقتباس لیا ہے۔ حضرت کی طرف سے اس کا جو جواب صادر ہوا ہے وہ اور طویل ہے مکمل خط وکتابت، حالات مصلح الامت'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں جواب کا وہ حصہ نقل کیا جارہا ہے جس سے باوجود شیخ ہونے کے اپنے استاذ گرامی کے حق میں حضرت والا کے حسن ادب کا اظہار ہورہا ہے۔ اسی خط میں حضرت علامہ مرحوم کو اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی۔ اجازت نامہ بتمام وکمال پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا:

بجناب استاذہ مدظلہ العالی............. السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

میرے متعلق جناب گرامی نے جو تحسینی کلمات ارشادت فرمائے ہیں اس کے بارے میں یہی کہہ سکتا ہوں میں آپ ہی کا ہوں اور اپنی اولاد کا کمال ہر شخص کو بالطبع پسند ہی ہوتا ہے، بایں ہمہ جناب کی یہ تحریر میرے لئے طغرائے کمال ہے۔ میں اس پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔

ابھی میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ ضرورت ہے کہ وہاں کوئی مقامی شخص ظاہری و باطنی نگرانی رکھے اسی سے کام ہوسکتا ہے تو اس سلسلے میں ابھی منجانب اللہ یہ بات قلب میں آئی کہ کیوں نہ آپ ہی کے سپرد اس کام کو کردوں۔ اس لئے کہ کام جب بھی ہوا ہے کسی مخلص ہی سے ہوا ہے۔ اور میں نے آپ کے اندر جس قدر اخلاص پایا کسی دوسرے کے اندر نہیں پایا۔ بلکہ خود اپنے اندر بھی ویسا نہیں پایا جو درد مدرسہ کا آپ کو ہے میں نے کسی دوسرے کے اندر ویسا نہیں دیکھا نہ کسی مدرس میں نہ کسی اور میں، اس لئے وہاں کام کے لئے زیادہ اہل آپ ہیں۔ اب کام وجود میں آئے یا نہ آئے ہم اس کے مکلف بھی نہیں ہیں۔ ہاں اس کے مکلف ہیں کہ کوئی کام ہو اس کے اہل کے حوالہ کیا جائے، اہلیت کی شرط اولین اخلاص ہے جو کہ آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہے۔

ہر کہ باخلاص قدم می زند   عیسی وقت است کہ دم می زند

چنانچہ منجانب اللہ آپ کو توکلا علی اللہ بیعت وتلقین کی اجازت دیتا ہوں اور بصیرت سے کہہ رہا ہوں کہ آپ وہاں کام شروع کردیں یعنی لوگوں کو بیعت کریں اور ان کو تعلیم وتلقین فرمائیں اور حضرت کی تصانیف ومواعظ وملفوظات طلبہ ومدرسین کو سنایا کریں اور آپ کی اجازت گویا کہ حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ کی جانب سے ہوگی الحمدللہ کہ آپ میں علماً وعملاً ہر طرح سے صلاحیت واہلیت موجود ہے جو بنیاد اجازت بنتی ہے۔ آپ میری اس تحریر کو طلبہ ومدرسین کو سنادیں۔ امید ہے کہ مدرسہ کی کایا پلٹ جائے گی اور بزرگان دین کی ارواح خوش ہوں گی اور اس باب میں چونکہ مجھے بہت مسرت ہوئی ہے اس لئے آپ کی مٹھائی کے لئے ایک حقیر رقم مرسل ہے۔

والسلام   خویدمکم وصی اللہ عفی عنہ الہٰ آباد   ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ

اس مکتوب والا کے جواب میں حضرت علامہ مرحوم نے شکریہ کے بعد اپنے چند اعذار اور ضعف طبع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آں محترم کو یاد ہوگا کہ مولانا حبیب الرحمٰن اور حافظ احمد جیسے فاضلین و باہمت حضرات بھی حضرت شیخ الہند کی رہنمائی کے محتاج تھے اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت تھانوی گاہے بگاہے تشریف لاکر ان حضرات کی پشت پناہی کرتے تھے۔ جب ایسے گرامی حضرات بھی ان اکابر کی توجہ و دعاء اور تشریف آوری سے تازہ دم اور مضبوط ہو جاتے تھے تو میں اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود حضرت گرامی سے بالکل ایسی ہی توقعات کیوں نہ رکھوں۔

جس حقیر ہدیہ کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ آپ کی حیثیت سے یقیناً حقیر ہوگا۔ مگر میری نسبت سے وہ خطیر و فراواں ہے۔

اس مکتوب کے جواب میں حضرت کی طویل تحریر کا صرف ایک کیف آور اور وجد آفریں حصہ پیش خدمت ہے۔ تحریر فرمایا:

آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ شے حقیر کو جو عظیم فرمایا تو اس کے متعلق یہی کہہ سکتا ہوں کہ جناب والا نے اس کو شرف قبولیت یہی انتہائی کرم ہے ورنہ میں کیا اور میری چیز کیا؟

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنم　　　منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

ایک مکتوب میں حضرت علامہ تحریر فرماتے ہیں۔

عریضہ کے ارسال کے ساتھ ہی بخار میں کمی ہوگئی، اور الحمد للہ آپ کی دعاء و توجہ کی برکت سے بالکل تندرست ہوگیا ہوں، میں حضرت والا سے صرف توجہ و دعا کا محتاج ہوں اور اسی کو اپنے لئے خیر دنیا و آخرت نیز سعادت ازلی کا سامان سمجھتا ہوں۔

گرانمایہ ہدیہ کے لئے گرانبار ہوں اس سے اظہار حالات میں خدانخواستہ حجاب نہ پیدا ہو جائے۔ بہر حال آپ کی مسرت و خوشنودی مقدم سمجھتا ہوں۔ جو بات قلب پر وارد ہوئی اس کا اظہار کر دیا۔

جواب بھی ملاحظہ فرماتے چلئے لطف دوبالا ہو جائے گا۔

الحمد للہ بعافیت ہوں۔ آپ کی صحت کی خبر سے بے حد مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مزید

قوت کے ساتھ تندرست رکھے آمین۔ یہ دعا تو گویا اپنے وظیفہ ہی میں شامل ہے۔

میرے پیش نظر تو آپ سے تعلق وہی حیثیت تلمذ کا ہے اور آپ کو جو تعلق مجھ سے ہوا اس کو تو بس اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان کی مہربانی ہی سمجھتا ہوں۔ اور اپنے لئے باعث سعادت تصور کرتا ہوں۔ اسی نسبت کے تقاضے پر کبھی کوئی عمل بھی ہو جاتا ہے۔ باقی جناب والا کے قلب کی گرانباری اور حجاب کا ضرور خیال رکھوں گا۔ اور اس کی صدق دل سے معافی مانگتا ہوں۔

حضرت علامہ کا ایک اور خط ملاحظہ فرمائیے۔

کل ہی ایک عریضہ ارسال خدمت کر چکا ہوں آج عزیزم حکیم صاحب سلمہ جارہے ہیں ان کے ذریعہ مختصر ہدیہ جو آپ کی عظمت اور دربار کی شوکت کے سامنے تو بالکل ہی بے حقیقت ہے مگر اس ضعیفہ کی حیثیت سے جو خریداران یوسف میں اپنے کو شمار کرانا چاہتی تھی جسے حضرت جامی نے یوں ذکر فرمایا ہے

ہمیں بس گرچہ من کا سد قماشم   کہ درسلک خریدار انش باشم

اس مختصر و حقیر چیز کو نذر کر رہا ہوں۔ امید کہ قبول فرما کر مشرف و ممنون فرمائیں گے۔

حضرت اقدس کے جواب کی حلاوت و لطافت سے بھی لطف اندوز ہوئیے فرمایا:

الحمد للہ بخیریت ہوں۔ مولوی عزیز الرحمٰن سلمہ آئے۔ مرسلہ ہدیہ سے جو میرے لئے بصد سعادت کا مظہر و مخبر ہوا، بہرہ ور ہو۔ **فجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین**۔

جناب والا نے حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ کا جو شعر تحریر فرمایا ہے وہ تو آپ کی غایت تواضع ہے۔ یہ خریداری اس کا تو نہیں البتہ اس کا مصداق ضرور ہو سکتی ہے۔

داغ غلامیت کرد پایہ خسرو بلند   میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید

حضرت علامہ کے ایک اور مکتوب میں فنائیت کی معراج ملاحظہ ہو چونکہ کوئی بیس پچیس سال سے گوناگوں امور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے امر آخرت مبہم ہو گیا ہے۔ بدیں وجہ بعض وقت قلب کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔ ضرورت ہے کہ آنجناب اس طرف پوری قوت سے متوجہ ہوں۔ ورنہ آپ کا یہ کبیر السن بے مایہ استاذ تباہ ہو جائے گا۔

سلسلہ اقتباسات کی آخری کڑی ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت علامہ نے ایک طویل عرصے تک مراسلے کسی وجہ سے منقطع ہو جانے کے بعد تحریر فرمایا۔

شکر ہے، اچھا ہوں، لیکن ضعف زیادہ ہے، ہاتھ کی انگلیوں میں رعشہ بھی شروع ہوگیا ہے۔ جس سے خود کتابت سے معذوری ہے مگر آج جی میں آیا ہے کہ کچھ ہو خود ہی خدمت اقدس میں کچھ لکھوں۔

تعجب ہے کہ عرصہ سے آنجناب کی طرف سے نہ تو تحریر آئی کہ آنجناب کہاں ہیں اور نہ کوئی مٹھائی یا پھل آیا جسے کھا کر قلبی نور اور دلی انبساط حاصل ہو۔ حالانکہ اس عرصہ میں متعدد اشخاص بمبئی سے آئے۔ اور الٰہ آباد سے بھی۔ کیا اس ضعیف کی طرف کچھ توجہ میں کمی تو نہیں آ گئی ہے۔ فکر ہے اور ضرور ہونا چاہئے زیادہ کیا عرض کروں لکھنے سے معذوری ہے۔

حضرت والا کا جواب بھی ملاحظہ ہو۔

الحمدللہ بخیریت ہوں، آپ نے جو تحریر فرمایا ہے (یعنی یہ تعجب ہے کہ عرصہ سے الخ) اس کا جواب تو صرف یہ ہے کہ معاف فرما دیجئے، خطا ہوئی۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا نہ ہوگا۔ باقی آپ کی جو عنایات اپنے خوردوں پر ہے اس سے خاص مسرت ہوئی۔

حضرت اقدس نے پھر اس کا تدارک یہ کیا ہے اپنے ایک خادم جناب سید حسین صاحب الٰہ آبادی کو جو اس وقت میرٹھ میں ایڈیشنل کمشنر تھے حکم دیا کہ میرٹھ سے کچھ عمدہ عمدہ مٹھائیاں اور دیوبند سے کچھ فرینی لے کر حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی خدمت میں میری جانب سے پیش کر دیں۔ چنانچہ سید صاحب نے حضرت کا حکم پاتے ہی فوراً تعمیل ارشاد کی۔

ان مکاتیب سے استاذ وشاگرد اور مراد و مرید کے باہمی روابط و تعلقات کا جیسا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ اگر تاریخ میں اس کی مثال آپ ڈھونڈنی چاہیں تو شاید مشکل سے دو ایک دستیاب ہوں گی۔ حضرت علامہ کا یہ کمال ہے کہ استاذ ہونے کے باوجود مسترشدانہ حیثیت ہی سامنے رکھتے ہیں اور کمال بالائے کمال حضرت والا کا ہے کہ باوجودیکہ شیخ و مصلح ہیں۔ مگر اپنی تلمیذانہ حیثیت کو کہیں فراموش نہیں فرماتے۔ ایسا ادب واحترام کو دل تڑپ اٹھتا ہے۔

حضرت والا کے ساتھ حضرت علامہ کو جو عشق و تعلق تھا۔ دیکھنے والوں نے اس کے آثار اس وقت نمایاں طور پر دیکھے۔ جب حضرت علامہ کے وصال کی خبر دیوبند پہنچی۔ حضرت علامہ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ جونہی یہ خبر صادقہ اثر گوش زد ہوئی۔ لوٹا بے اختیار ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور اسی وقت فرش علالت پر جو گرے ہیں تو ایک ماہ بھی دنیائے فانی میں قیام نہیں

فرمایا اور بہت جلد عالم بزرگ میں اپنے شاگرد و شیخ سے جا ملے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

کوئی مزا مزا نہیں، کوئی خوشی خوشی نہیں — تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

(مجذوبؒ) (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

علماء کا اصلاح باطن کی طرف متوجہ نہ ہونا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء اکثر درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں مگر اس طرف توجہ نہیں کہ باطن کی اصلاح کریں گو درس و تدریس بھی بڑی عبادت ہے مگر اس کی بھی تو ضرورت ہے بلکہ خود درس و تدریس وغیرہ سب کچھ ان ہی اعمال مامور بہا کیلئے کرایا جاتا ہے۔ (ملفوظات ج ۳)

اپنی اصلاح کی فکر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس طرح میں دوسروں کی اصلاح کے طریق سوچتا رہتا ہوں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اپنی اصلاح کے طریق بھی سوچتا رہتا ہوں مسلمان کو تو مرتے دم تک اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہئے اس پر بھی اگر نجات ہو جاوے تو سب کچھ ہے اس سے آگے ہم کیا حوصلہ اور ہمت کر سکتے ہیں باقی فضائل و مدارج تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں، ہم کو تو جنتیوں کی جوتیوں ہی میں جگہ مل جاوے یہی بڑی دولت ہے۔

فرمایا کہ جب میں دوسروں کے لئے کوئی تجویز کرتا ہوں تو اپنے سے بے فکر ہو کر نہیں کرتا بلکہ عین تجویز کے وقت برابر اس کا خیال رکھتا ہوں کہ مجھ سے کوئی زیادتی اس تجویز میں نہ ہو جائے اور اس شخص پر ذرا تنگی نہ ہو اس پر مجھ کو سخت کہا جاتا ہے ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اجتہادی غلطی ہو جاوے مگر جب قصد نہیں نیت نہیں تو امید عفو ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فرمایا کہ اگر کسی کا ایک عیب معلوم ہوتا ہے تو اسی وقت مجھ کو دس عیب اپنے پیش نظر ہو جاتے ہیں کانے پردہ کیا ہنسے جس کی دونوں پٹ ہوں۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

اصلاح کے لئے صحبت ضروری ہے علم نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصلی چیز اصلاح کے لئے صحبت ہے

علم چاہے ہو یا نہ ہو بلکہ علم بھی بلا صحبت کے بے کار ہے۔ صاحب صحبت بلا علم کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے۔ صاحب علم بلا صحبت سے اسی لئے کہا کرتا ہوں کہ انگریزی خواں بچوں کو صلحا و علماء کے پاس بھیجا کرو اور بڑے بھی اس کا خیال رکھیں تو بڑا فائدہ ہو اور ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ ان کے پائچوں پر اعتراض کریں گے نہ ان کی داڑھی سے ہمیں بحث ہوگی نہ ہم ان کو مار مار کر نماز پڑھائیں گے۔ وہ ہمارے پاس بیٹھیں گے تو ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے اُنس ہوگا اور دین سے مناسبت پیدا ہوگی۔ یہ مناسبت جڑ ہے اور علم و عمل اس کی شاخ۔ صحابہ سب عالم نہ تھے۔ صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ (اللہ والوں) نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف۔ (اشرفی بکھرے موتی)

بزرگوں کی صحبت سے دین سے مناسبت پیدا ہوتی ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

فرمایا بزرگوں کی صحبت کی برکت سے دین سے مناسبت ہو جاتی ہے اسی وجہ سے کسی نے کہا کہ

جملہ اوراق وکتب درنار کن　　سینہ را از نور حق گلزار کن

(تمام اوراق و کتب کو آگ لگا کے اپنے سینے کو نور حق سے گلزار بناؤ) (ملفوظات ج ۲۶)

کامل کی صحبت اکسیر ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے یہاں تو الحمد للہ طالب کی حالت کو دیکھ کر اس کی ہر بات اور مصلحت پر نظر کر کے تعلیم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض بدفہم سمجھتے ہیں کہ ٹالتا ہے اور یہ اس لئے کہ خوگر تو دوسرے طرز کے ہیں وہ رنگ نہیں دیکھتے تو شبہات کرتے ہیں۔ آج تک بے چاروں نے بزرگی کی اور ہی قسمیں سنی ہیں جو باتیں یہاں ہیں وہ کہاں کانوں میں پڑی ہیں۔ یہاں عرفی بزرگی اور ڈھونگ اور کود پھاند شوروغل اینٹھ مروڑ اچھلنا کودنا کچھ نہیں صرف دو ہی چیزیں ہیں یعنی اعمال واجبہ کی ظاہری اور ان کی باطنی بس یہاں صرف یہی ہے اور یہی اصل بھی ہے اور اس کی تحصیل کیلئے مجاہدات اور ریاضات کئے جاتے ہیں کہ اعمال واجبہ کا قلب میں رسوخ ہو جائے

بس صرف یہی مقصود ہے اسی کیلئے ضرورت ہے شیخ کامل کی تا کہ اس کی صحبت اور تعلیم پر عمل کرنے سے یہ اعمال واجبہ راسخ ہو جائیں کامل ہی کی صحبت اس کیلئے شرط اور اکسیر ہے کیونکہ وہ اس راہ سے گزر چکا ہے وہ اس راہ کا واقف کار ہے اس کے پاس جاؤ اس سے تعلق پیدا کرو ان شاء اللہ لوہے سے سونا بن جاؤ گے پتھر سے لعل ہو جاؤ گے۔

لیکن اس اثر کیلئے ایک اور بھی شرط ہے وہ یہ کہ اس صحبت کے کچھ آداب ہیں انکو پورا کرو جن کا خلاصہ مولانا فرماتے ہیں۔

قال رابگزار مرد حال شو — پیش مردے کاملے پامال شو

پامالی کی تفسیر یہ ہے کہ تم اپنے حالات سے اس کو آگاہ کرو اور اپنا کچا چھٹا بیان کر ڈالو اس پر وہ مناسب تعلیم دے گا کبھی آپریشن کی ضرورت بھی ہوگی۔ ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوگی سب کچھ سننا پڑے گا اور اگر کہیں اس پر دل میں کدورت اور ناگواری پیدا ہوئی تو بس محرومی رہے گی اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

گر بہتر زخمے تو پر کینہ شوی — پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

اس راہ میں قدم رکھنے سے قبل سب باتوں کیلئے تیار رہنے کی ضرورت ہے اس طریق میں فنا و ذلت کو سر رکھ کر ہر قسم کی جاہ اور عزت کو خیر باد کہہ کر آنا چاہئے پھر کامیابی ہی کامیابی ہے اور یہ سب اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے ہونے کی ضرورت ہے جس کو فرماتے ہیں۔

دررہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں — شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

(وصل لیلے کی راہ میں جان کو بہت خطرات تو ہیں ہی مگر اول قدم رکھنے کی شرط یہ ہے کہ مجنوں بنو) اور ایک دو دن کیلئے نہیں بلکہ ساری عمر کیلئے تیاری کر کے قدم رکھنے کی ضرورت ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش ومی خراش — تادم آخر دمے فارغ مباش

(راہ سلوک میں بہت تراش خراش ہیں لہٰذا آخر دم تک ایک دم کیلئے فارغ نہ ہو بلکہ کام میں لگے رہو) اگر کسی قدم پر پہنچ کر بھی بھاگ نکلا اور برداشت نہ کر سکا تو بس ناکامی ہے تو ایسی حالت میں اس راہ میں قدم رکھنا ہی عبث اور فضول ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق　　　　تو جز نامے چہ میدانی زعشق

(تو ایک زخم کھا کر عشق سے بھاگتا ہے تو بجز نام کے عشق کی حقیقت کو جانتا ہی نہیں)

اور جس نے اس راہ میں صدق اور خلوص سے قدم رکھا تو اس کیلئے سب آسان کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ہم کو مشکل معلوم ہو کیونکہ مشکل ہمارے لئے ہے۔ ان کیلئے تو سب آسان ہے وہ صرف ہمارے صدق خلوص اور طلب کو دیکھتے ہیں پھر سب کام وہ خود ہی کر دیتے ہیں بس ہمت سے چل کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید　　　　خیرہ یوسف داری باید دوید

(اگرچہ بظاہر دنیا کے علائق سے نکلنے کیلئے کوئی راہ نظر نہیں آتی مگر تجھ کو چاہئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح چلنا شروع کر دے ان شاء اللہ مدد خداوندی تیری دستگیری فرمائے گی)

مطلب یہ ہے کہ تمام حجابات اور جو چیزیں اس راہ میں منزل مقصود تک پہنچنے میں موانع ہیں وہ سب کو دفع فرما دیتے ہیں کیونکہ وہ حقیقی موانع ہی نہیں ورنہ ان کے ہوتے ہوئے عبد وصول کا مکلف نہ ہوتا محض خیال ہی خیال ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست　　　　جز کہ سحر وخدعہ نمرود نیست

(اے خلیل اللہ یہاں آگ اور دھواں کچھ نہیں ہے یہ صرف نمرود کا جادو اور دھوکہ ہے)

اور اگر بفرض محال مشکلات بھی ہوں تو وہ ہمارے ہی نزدیک تو مشکلات ہیں ان کے نزدیک کیا مشکل اور کیا دشوار سب آسان ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست　　　　با کریماں کارہا دشوار نیست

(یہ مت کہو کہ ہماری اس شاہ تک رسائی کہاں ہے کیونکہ کریموں کو کوئی کام دشوار نہیں ہے وہ تو خود تم کو اپنی طرف جذب فرمالیں گے)

اور یوں تو دشوار کا آسان ہونا درحقیقت ان کی قدرت اور تصرف سے ہے کسی اسباب ہی کی ضرورت نہیں۔ مگر بظاہر عالم اسباب میں تسلی طالب کیلئے اس کا ایک سبب عادی بھی ہے اور وہ عشق و محبت ہے کہ طالب صادق کو اول یہ عطا ہوتی ہے پھر اس عشق و محبت کی بدولت سخت سے سخت دشوار کام سہل معلوم ہونے لگتا ہے جو عاشق ہوگا وہ کبھی مایوس ہو کر نہیں بیٹھتا دیکھئے ایک

مردار کتیا فاحشہ کے عشق میں انسان کیسے کیسے مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے اور وہ تو محبوب حقیقی ہیں ان کی تلاش میں ان کی راہ میں تو جس قدر مشکلات کا بھی سامنا ہو اور دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کرنا پڑے ان کی حقیقت ہی کیا ہے مجنوں ہی کا قصہ دیکھ لیجئے کہ لیلیٰ کے عشق میں کیا کچھ گوارا نہیں کیا حضرت اور ہم اس عشق ہی کی قوت سے موتی کی تلاش میں سمندر سینچنے پر تیار ہو گئے تیار کیا معنی سینچنا شروع کر دیا ظاہر ہے کہ اگر اپنی ساری عمر بھی ختم کر دیتے تب بھی سمندر کو نہ سینچ سکتے مگر ہمت کی برکت سے اس طرف سے امداد ہوئی سب آسان ہو گیا تو جب ان مجازی عاشقوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو کیا اپنے عاشق صادق کی نصرت اور امداد نہ فرمائیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے اور کیا اس عشق حقیقی کا درجہ اس مجازی سے بھی کم ہے اسی لئے فرماتے ہیں۔

اور یہ عشق ہی وہ چیز ہے کہ سب کو فنا کر دیتا ہے سوائے محبوب کے اور کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتا اسی کو فرماتے ہیں۔

باقی اس محبت کے پیدا کرنے کا طریق میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اہل اللہ کی محبت اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ان کی محبت و صحبت کی برکت سے ان شاء اللہ دل میں عشق و محبت کی آگ پیدا ہو جائے گی اور بدون اس کے تو کامیابی مشکل ہے ان کی صحبت سے وہ کیفیت قلب میں پیدا ہو جائے گی۔ (ملفوظات ج ۵)

بزرگوں کے پاس خلوص سے جانا چاہئے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات میں ہے:

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ مشہور ہے کہ بزرگوں کے پاس خالی جائے خالی آئے فرمایا کہ بات تو ٹھیک ہے مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ خالی جائے خلوص سے اور خالی آئے فیوض سے اب خلوص کی جگہ لوگوں نے فلوس کر لیا کہ خالی جائے فلوس سے اور خالی جائے فیوض سے یہ دکانداری کی باتیں ہیں ان کھانے کمانے والوں کی بھی عجیب باتیں ہیں ہر چیز میں اپنے مطلب کی بات نکال لیتے ہیں اور ہر چیز میں تصرف کرتے ہیں اپنی ہی محبوب چیز کو اس میں بھی ٹھونس دیا وہی مثال صادق آتی ہے کہ کسی نے کسی بھوکے سے پوچھا تھا کہ ایک اور ایک کیا ہوا اس نے کہا دو روٹیاں۔ (ملفوظات ج ۵)

صحبت اہل اللہ فرض عین ہے

حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کل صحبت اہل اللہ کو میں قریب قریب فرض عین کہتا ہوں کیونکہ یہ زمانہ بہت ہی پرفتن ہے بدون اس کے ایمان کا محفوظ رہنا مشکل ہے اور جو چیز ہر شخص کیلئے ایمان کے محفوظ رہنے کی شرط ہو اس کے فرض عین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی کیا اعتراض کر سکتا ہے۔ (ملفوظات ج ۵)

اہل اللہ کی محبت ضرور رنگ لاتی ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس کے قلب میں اہل اللہ کی اور دین کی عظمت ہو یہ ضرور ایک روز رنگ لا کر رہتی ہے خالی نہیں جاتی یہ خدا کی بڑی نعمت اور بڑی دولت ہے۔ (ملفوظات ج ۵)

خاصان حق کی صحبت بڑی چیز ہے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کو اپنا بناتے ہیں اس کے اسباب بھی ویسے ہی جمع فرما دیتے ہیں ان اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اہل اللہ اور خاصان حق کو کسی پر نظر شفقت ہو جائے اور صحبت میسر آ جائے تو بہت ہی بڑی چیز ہے ان کی تو اگر کوئی جوتیاں بھی کھائے تو وہ بھی محروم نہیں رہتا جوتیاں کھانے کی برکت کا ایک قصہ یاد آیا۔ مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری نہایت نیک اور سادہ بزرگ تھے مگر نہایت ہی جوشیلے اور جذبہ حق قلب میں تھا۔ ایسے بزرگوں کے اکثر دنیا دار لوگ مخالف ہوا ہی کرتے ہیں۔ اہل محلہ نے محض بہ نیت شرارت یہ حرکت کی کہ جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے تھے اس کے اور ان کے مکان کے درمیانی حصہ میں کہ بمنزلہ ساحت (میدان) مشترکہ کے تھا۔ ناچ کی تجویز کی ایک طوائف کو بلایا گیا۔ شامیانہ لگایا گیا غرض خوب ٹھاٹ کے ساتھ انتظام ہو کر مجلس رقص شروع ہو گئی۔ مولوی صاحب مکان سے عشاء کی نماز کیلئے مسجد کو چلے راستہ میں یہ طوفان بدتمیزی۔ خیر چلے گئے خاموش مگر نماز پڑھ کر جو واپسی ہوئی پھر وہی خرافات موجود برداشت نہ کر سکے۔ ماشاء اللہ ہمت اور جرأت دیکھئے کہ نکال جوتہ اور لے ہاتھ میں بھری مجلس کے اندر

بیچ میں پہنچ کر اس عورت کے سر پر بجانا شروع کر دیا اہل محلہ میں شرارت سہی مگر علم اور بزرگی کا ادب ایسا غالب ہوا کہ بولا کوئی کچھ نہیں رقص وسرود سب بند ہو گیا۔ اب لوگوں نے جن کی یہ شرارت تھی اس طوائف سے کہا کہ تو مولوی صاحب پر دعویٰ کر اور روپیہ ہم خرچ کریں گے شہادتیں ہم دیں گے اس عورت نے کہا میں دعویٰ کر سکتی ہوں روپیہ میرے پاس ہے شہادتیں تم دے سکتے ہو مگر ایک مانع موجود ہے وہ یہ کہ مجھ کو ان کے اس فعل سے یہ یقین ہو گیا کہ یہ اللہ والا ہے اور اس کے قلب میں ذرہ برابر دنیا کا شائبہ نہیں اگر اس میں ذرا بھی دنیا کا لگاؤ ہوتا تو مجھ پر اس کا ہاتھ اٹھ نہیں سکتا تھا تو اس کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔ جس کی مجھ میں ہمت نہیں کیسی عجیب بات کہی یہ اتنی سمجھ ایمان ہی کی برکت ہے لوگ ایسے آوارہ لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں مگر ایمان والے میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے جو ایک دم اس کی کایا پلٹ کر دیتی ہے یہ کہہ کر وہ عورت مولوی صاحب کے پاس پہنچی اور عرض کیا کہ میں گنہگار ہوں۔ نابکار ہوں میں اپنے اس پیشہ سے توبہ کرتی ہوں اور آپ میرا نکاح کسی شریف آدمی سے کرا دیں تا کہ آئندہ میری گزر کی صورت ہو جائے مولوی صاحب نے توبہ کرا کے اور کسی بھلے آدمی کو تلاش کر کے نکاح پڑھا دیا۔ دیکھا بزرگوں کے جوتوں کی برکت برسوں کی معصیت اور کبائر سے ایک دم اللہ کی طرف متوجہ کر دیا۔ ایک دوسرا قصہ دینی سیاست کی ایسی ہی تاثیر کا یاد آیا ایک ذاکر شاغل شخص یہاں پر مقیم تھے جو اکثر وساوس کی شکایت کیا کرتے میں ان کی تسلی کر دیتا پھر اس کا زور ہوتا اور میں سمجھا دیتا یہی سلسلہ چل رہا تھا ایک روز میرے پاس آئے کہنے لگے اب تو جی میں آتا ہے کہ عیسائی ہو جاؤں میں نے ایک دھول رسید کیا اور کہا نالائق ابھی عیسائی ہو جا۔ اسلام کو ایسے بے ہودوں اور ننگ اسلام کی ضرورت نہیں بس اٹھ کر چلے گئے بس دھول نے اکسیر کا کام دیا ایک دم وہ خیال دل سے کافور ہو گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی وسوسہ تک نہیں آیا مزاحاً فرمایا دھول سے دھول جھڑ جاتی ہے اور مطلع صاف بے غبار ہو جاتا ہے۔ شرعی تعزیر کا اثر تھا۔

عشق مجازی کا علاج

ایک اور قصہ ہے کہ ایک شخص کہیں باہر سے میرے پاس آیا وہ ایک گھوسن پر عاشق ہو گیا تھا اس نے اپنا واقعہ بیان کیا۔ میں نے تدبیر بتلائی کہ نہ اس محلہ میں جاؤ نہ اس کو دیکھو اور ضروری کام

کی طرف مشغول رہا کرو۔ کہنے لگا میں تو اس کے یہاں سے دودھ خریدا کرتا ہوں۔ حالانکہ دودھ کی مجھ کو ضرورت نہیں اس کے دیکھنے کی وجہ سے خریدتا ہوں میں نے اس سے بھی منع کیا کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا۔ میں نے اس کے بھی ایک دھول رسید کی اور کہا کہ نکل یہاں سے دور ہو جب علاج نہیں کرتا پھر مرض لے کر کیوں آیا۔ چلا گیا اس کے بعد مجھ کو خیال ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کیا غیر شخص تھا تعارف تک بھی نہ تھا مگر اس وقت حق تعالیٰ نے دل میں یہی ڈالا تقریباً کوئی سال بھر کے فلاں مولوی صاحب سے وہ شخص ملا اس نے ان کو پہچان کر مصافحہ کیا اور یہاں کی خیریت معلوم کی انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ میں وہ شخص ہوں یہ سمجھ گئے پوچھا کہ اب اس مرض کا کیا حال ہے مجھ کو دعائیں دے کر کہا کہ ان کی دھول نے سب کام بنادیا دھول کے لگنے کے ساتھ ہی بجائے عشق اور محبت اور رغبت کے ایک دم اس کی طرف سے نفرت پیدا ہوگئی حق تعالیٰ جس کیلئے جو مناسبت جانتے ہیں بعض اوقات قلب میں وہی ڈال دیتے ہیں اور وہی نافع ہوتا ہے اس میں کسی کو کیا دخل پھر فرمایا یہ مرض عشق صورت کا نہایت ہی پلید ہوتا ہے۔ برسوں کے مجاہدہ سے بھی نہیں زائل ہوتا ساری عمریں بعضوں کی اسی خباثت میں ختم ہوگئیں جس پر حق تعالیٰ اپنا فضل فرمادیں اور اپنی رحمت سے نوازدیں وہی بچ سکتا ہے۔ (ملفوظات ج ۵)

حضرات اہل اللہ حکیم ہوتے ہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ حضرات اہل اللہ حکیم ہوتے ہیں ان کے یہاں ہر چیز کی صحیح میزان ہوتی ہے ہمارے حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ باوجود یہ کہ خود سلطان التارکین سید التارکین تھے مگر دوسروں کیلئے ان کی حالت کے موافق تعلیم دیتے تھے چنانچہ ایک شخص نے اپنی جائیداد غیر مشروط وقف کرنا چاہا حضرت سے مشورہ کیا حضرت نے اس طرح وقف کرنے سے منع فرمایا یہ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کے بہلانے کو بھی اپنے پاس رکھنا چاہئے کیسی حکیمانہ بات ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے حضرت سے ملازمت چھوڑ دینے کا اور توکل کرنے کا مشورہ کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ملازمت چھوڑنا موجب پریشانی اور تشویش قلب کا ہوگا اور جب پختگی کی

کیفیت قلب میں پیدا ہو جائے گی تو اور لوگ منع کریں گے اور تم رسے توڑا کر بھاگو گے وہ وقت ہے ترک اسباب کا اور یہ پختگی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر نصیب ہوتی ہے غرض حضرت مولانا کو تو ملازمت کے چھوڑنے کو منع فرمایا مگر خود حضرت کا توکل بدرجہ کمال بڑھا ہوا تھا ایک نواب صاحب کو جو اپنی ریاست کا انتظام کر کے خود مہاجر بن کر مکہ رہنا چاہتے تھے حضرت نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ یہاں جو آؤ تو اپنے خرچ کیلئے تو ریاست سے کچھ رقم منگا لینے کے انتظام میں مضائقہ نہیں گو فی حد ذاتہ یہ بھی بے ادبی ہے اور ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی بڑے کریم کا مہمان ہو کر آئے اور بغل میں کھانا دبا کر لائے تاکہ میزبان کے گھر بیٹھ کر کھائیں گے ظاہر ہے کتنی بڑی بے ادبی ہے لیکن ایک عارض کی وجہ سے اس کی اجازت ہے وہ عارض یہ ہے کہ تم ابتداء سے اسباب کے خوگر ہو اور اس عادت کے بعد اسباب کا ترک کرنا موجب تشویش ہوگا اس لئے ایسی رقم تو منگا لیا کرو لیکن خیر خیرات کرنے کی غرض سے یہاں کچھ نہ منگانا کیونکہ اس کا انتظام اور تقسیم یہ خود خلاف جمعیت خاطر ہے جو صاحب طریق کیلئے سخت مضر ہے اور گو یہ فعل فی نفسہ سخاوت ہے لیکن ہر شخص کی سخاوت جدا ہے یہ زاہد کی سخاوت ہے اور عاشق کی سخاوت دوسری ہے جو اس سے اکمل ہے اور یہ شعر تحریر فرمایا۔

نان دادن خود سخائے صادق ست   جان دادن خود سخائے عاشق ست

(روٹی دینا اچھی سخاوت ہے اور عاشق کی سخاوت جان دینا ہے) (ملفوظات ج ۵)

کچھ مدت کسی کامل کی صحبت میں رہنا چاہئے

فرمایا ہم لوگوں کی خود حالت قابل افسوس ہے۔ اہل علم خود اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو علم کی تو فکر ہے لیکن عمل کی نہیں بڑا اہتمام اس کا ہوتا ہے کہ ہم ساری کتابیں پوری کرلیں لیکن عمل کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔ قوت عملیہ اس درجہ ضعیف ہو رہی ہے اس درجہ اس میں خلل آ گیا ہے اس قدر مختل ہو رہی ہے جس کا حساب نہیں۔ ایسی ایسی خفیف حرکات کرتے ہیں جس سے افسوس ہوتا ہے بہت سے معاصی ہیں کہ ان میں شب و روز مبتلا ہیں اور خیال بھی نہیں آتا کہ ہم نے کوئی گناہ کیا کسی کی چیز بلا اجازت اٹھا لی اور جہاں چاہا ڈال دی۔ کسی کی کتاب بلا اجازت لے لی اور ایسی جگہ رکھ دی کہ اس کو نہیں ملتی

وہ پریشان ہورہا ہے کسی سے کسی اچھے کام کا وعدہ کیا اور اس کے پورا کرنے کی اصلا فکر نہیں۔ اس طرح سینکڑوں قصے ہیں کہاں تک بیان کئے جائیں۔

لیکن باوجود ان سب باتوں کے ان کے علم و فضل میں کوئی شک نہیں ہوتا حالانکہ فقط کسی چیز کا جان لینا کوئی ایسا کمال نہیں۔ یوں تو شیطان بھی بہت بڑا عالم ہے بڑے بڑوں کو بہکاتا ہے تفسیر میں وہ ماہر، حدیث میں وہ واقف، فقہ میں وہ کامل۔ کیا ہے جس کو وہ نہیں جانتا؟ اگر زیادہ نہ جانتا ہوتا تو علماء کو بہکا کیسے سکتا۔ جب کوئی شخص کسی فن میں ماہر ہوتا ہے جب ہی تو وہ اپنے سے کم جاننے والے کو دھوکہ دے سکتا ہے اس میں (یعنی شیطان میں) اگر کمی ہے تو صرف اسی بات کی ہے کہ اپنے علم پر عمل نہیں کرتا چنانچہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ ایسا علم جو عمل کیلئے نہ ہو جہنم کا ذریعہ ہے اس حدیث میں **لیجاری به العلماء و لیماری به السفهاء** (تاکہ فخر کریں ساتھ اس کے علماء اور مناظرہ اور جھگڑا کریں ساتھ اس کے سفہاء) وغیرہ الفاظ وارد ہوئے ہیں ہم لوگ ایسے غافل ہورہے ہیں کہ اپنی اصلاح کی ذرا فکر نہیں کرتے۔ بعض گو لوگ قصداً گناہ نہیں کرتے لیکن بے پرواہی کی وجہ سے ان سے گناہ ہوجاتے ہیں۔ وہ بھی شکایت کے قابل ہیں۔ اگر کوئی ملازم سرکاری بے پرواہی کرے اور کام خراب کردے تو کیا اس سے باز پرس نہ ہوگی۔

لوگوں نے عبادت کا ست نکال لیا ہے مثلاً بظاہر اٹھ بیٹھ لئے اور نماز ادا ہوگئی۔ خصوصاً اہل علم بھی اس کا خیال نہیں کرتے کہ سوائے ظاہری قیام، قعود کے اور بھی کچھ ہے اور وہ ضروری بھی ہے۔ جس قرآن میں "**قد افلح المومنون الذین هم فی صلوتهم**" "تحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی جو اپنی نماز میں ہے۔ اسی میں "خاشعون" بھی آیا ہے جب "صلوتہم" (اپنی نماز) کے لفظ سے نماز کو مطلوب شرعی سمجھتے ہیں تو کیا وجہ "خاشعون" (خشوع کرنے والے ہیں) سے خشوع کو مطلوب نہیں سمجھتے اسی طرح اور مقامات سے پتہ چلتا ہے کہ خشوع بھی ویسا ہی ہے جیسے قیام و رکوع وغیرہ۔ اس غلطی کو دفع کرنا نہایت ضروری ہے کہ ایک کو تو ضروری سمجھیں اور دوسرے کو نہ سمجھیں حالانکہ دونوں حکم یکساں ضروری ہیں یہ خشوع ہی ہے جس سے عبادت اچھی ہوتی ہے احسان اسی سے حاصل ہوتا ہے۔

جس طرح کنز وہدایہ ضروری ہے ویسے ابو طالب مکی کی قوت القلوب اور غزالی رحمہ اللہ کی اربعین اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کا پڑھنا بھی ہے یہ گویا طب پڑھنا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے۔

قال رابگزار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

کیسی نا انصافی کی بات ہے کہ جب دس برس علم ظاہری کی تحصیل میں صرف کئے تو دس ماہ تو باطن کی اصلاح میں صرف کرو اور اس کا یہی طریق ہے کہ کسی کامل کی صحبت میں رہو اس کے اخلاق، عادات، عبادات کو دیکھو کہ غصہ کے وقت اس کی کیا حالت ہوتی ہے شہوت کے وقت وہ کیسی حالت میں رہتا ہے خوشامد کا اس پر کہاں تک اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح تمام اخلاق کا حال ہے کیونکہ پھر جب کبھی اس کو غصہ آئے گا تو سوچے گا کہ اس کامل کی غصہ کے وقت کیا حالت ہوئی تھی ہم بھی ویسا ہی کریں۔ اس کے اخلاق و عادات پیش نظر ہو جائیں گے۔ یہ اس کا مطلب ہوا چنانچہ کہا ہے۔

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی تا راہ بین نباشی کے راہ بر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

(حقیقت احسان)

اہل علم کو امراض باطن کے علاج کی طرف توجہ کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ایک اہل علم بھی ہیں جو الفاظ قرآن کو تو پڑھتے ہیں اس کے ساتھ معانی کو بھی پڑھتے ہیں ترجمہ بھی جانتے ہیں مگر ان میں ایک اور بات کی کمی ہے وہ یہ کہ تدبر نہیں کرتے۔ لفظی تحقیق تو بڑی لمبی چوڑی کریں گے۔ مثلاً "قد افلح من تزکی" میں قد حرف تحقیق ہے اور "افلح" ماضی کا صیغہ ہے اور "من" اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل ہے یہ ساری لمبی چوڑی تحقیق کریں گے مگر حق تعالیٰ کا مقصود اس سے کیا ہے، اس کی طرف التفات بھی نہیں۔ قرآن شریف کو اس نظر سے دیکھتے ہی نہیں کہ یہ ہماری اصلاح کا کفیل ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی نے حکیم محمود خاں سے نسخہ لکھوایا اور اس کو اس نظر سے دیکھنے لگا کہ اس نسخہ کا خط کیسا ہے دائرے کیسے ہیں؟ اس نظر سے نہیں دیکھا کہ اجزا کیسے ہیں، مزاج کی کیسی رعایت کی ہے صرف یہ دیکھا کہ

خوشخط ہے دائرے خوب بنائے ہیں اور اس پر کہنے لگا کہ محمود خان بڑے طبیب ہیں' ان کے دائرے کیسے عمدہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ یہ شخص نسخہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھا' نسخہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ مرض کے موافق ہو' اس سے اصلاح ہوتی ہو' نسخہ کو اس نظر سے دیکھنا چاہئے۔

اسی طرح اہل علم قرآن کے الفاظ کی تو خوب تحقیق کرتے ہیں مگر اس کا یہاں خیال نہیں کرتے کہ حق تعالیٰ کا اس سے مقصود کیا ہے یہ نہیں دیکھتے کہ اس کے اندر ہمارے امراض باطن کے کیسے علاج کئے گئے ہیں اور ہم کو اس سے نفع حاصل کرنا چاہئے۔ (الصلوٰۃ)

نفع عام ہے جس میں خاص بھی داخل ہیں اور انکا افادہ اس پر موقوف ہے کہ قوت بیانیہ بقدر ضرورت حاصل ہو پس ہمارے طلباء کو دونوں کی تکمیل اور مشق کی ضرورت ہوئی کہ جب وعظ کہیں تو عوام الناس پوری طرح سمجھ سکیں اور جب درس دیں تو طلباء خوب سمجھ لیں۔ (تعلیم البیان)

بصیرت فی العلم کیلئے بزرگوں کی صحبت کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بصیرت فی العلم کیلئے کبھی بزرگ کی صحبت کی ضرورت ہے یعنی پہلے صحبت ہو اور اسکے بعد علوم حاصل کرے تو بے حد نافع ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے معدہ اگر اپنی اصلی حالت پر نہ ہو تو وہ لطیف سے لطیف غذا اور دوسری چیزوں کو باہر پھینک دیتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے طبیب سے معدہ کی اصلاح کرائے تب غذا کھائے تو نافع ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

استغناء بطور ریا بھی جائز ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء اپنی جگہ پر رہیں تو لوگ ہاتھ جوڑ کر خوشامد کریں ان کی خدمت کریں رعایا سے بھی استغناء کریں تو جائز ہے۔ (فیوض الرحمٰن)

طلباء کو صحبت اہل اللہ کی وصیت

فرمایا طلباء کو وصیت کرتا ہوں کہ نری درس وتدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت وصحبت ونظر عنایت پر اس کا التزام اہتمام سے رکھیں۔

بے عنایت حق وخاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

(انفاس عیسیٰ)

معلم وناصح کو خود ضرورت عمل

فرمایا ''کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون'' میں یہاں ایک نکتہ پر بھی متنبہ کئے دیتا ہوں وہ یہ کہ اس جگہ ''تعلمون'' کو مقدم کیا گیا ہے اور ''تدرسون'' کو موخر حالانکہ وقوع مقتضی عکس کو ہے' کیونکہ ترتیب واقعی یہ ہے کہ اول درس یعنی قرأت کا (کمافی قولہ تعالیٰ ''ودرسوا مافیہ'' وقوع ہوتا ہے۔ پھر تعلیم یعنی اقراء کا (والتعلیم ہذا المعنی ظاہر) مگر خدا تعالیٰ کے کلام میں عجیب اسرار ہیں یہاں ''تعلمون'' کو اس لئے مقدم کیا گیا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اس جگہ مقتضی کا بیان شرم دلانے کیلئے ہے اور واقعہ یہ ہے کہ دوسروں کو تعلیم ونصیحت کرنا عدم عمل کی حالت میں زیادہ باعث شرم ہوتا ہے۔ محض جان لینا اور پڑھ لینا اس قدر موجب شرم نہیں ہوتا کیونکہ تعلیم' گویا قسم کا دعویٰ ہوتا ہے تو معلم وناصح ہو کر خود عمل نہ کرنا بہت ہی شرم کی جگہ ہے۔ اگر ذرا کرنی چاہئے۔ ربانی بھی بنو۔ ربانی گر بھی بنو مگر اس میں ایک بات قابل تنبیہ ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے تو ربانی گر بننے کی نیت کر لو تا کہ نیت افادہ کا ثواب ملتا ہے مگر کام میں لگنے کے بعد اس نیت کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے بلکہ کام شروع کرنے کے بعد ساری توجہ کام پر مبذول کرنا چاہئے اس وقت ثمرات پر نظر کرنا مضر ہے۔ (العبد الربانی)

اصلاح وتربیت کیلئے شیخ کامل کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصلاح اور تربیت کا باب بڑا ہی نازک اور باریک مسئلہ ہے اس کیلئے ماہر فن کی ضرورت ہے۔ بدون ماہر فن کے طالب ہزاروں فضولیات کا شکار بنا رہتا ہے نہ راہ پاتا ہے اور نہ مطلوب اور مقصود تک رسائی ہوتی ہے۔ غیر مطلوب' غیر مقصود میں ساری ساری عمریں خراب اور برباد ہو جاتی ہیں اور حقیقت کا پتہ تک نہیں چلتا۔ غرض کہ شیخ کامل کے سر پر ہونے کی ضرورت ہے وہ اس راہ کا واقف ہوتا ہے۔ وہ ہر شخص کی حالت کے مطابق تعلیم کرتا ہے سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکتا کیونکہ ہر ایک کی طلب جدا۔ مذاق جدا' قوت جدا' فہم جدا' عقل جدا جب ہر شخص کے ساتھ جدا معاملہ ہوتا

ہے تو بعض لوگ جو ایسا کرتے ہیں کہ ایک خط میں دو شریک ہو کر اپنے حالات لکھ دیتے ہیں ان کی غلطی ثابت ہوگئی اس لئے میں لکھ دیتا ہوں کہ الگ الگ خط میں حالات لکھو تب جواب دوں گا اس پر مجھ کو بدنام کرتے ہیں کہ مزاج میں درشتی ہے۔ اصولی بات کو مزاج کی درشتی سمجھتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ تین نقطے اس میں سے الگ کر دو یعنی درستی ہے۔ اختلاف معاملہ کی وجہ سے اس کی ایسی مثال ہے کہ اگر ایک قبر میں چند مردے دفن کر دیئے جائیں تو کیا منکر نکیر ایک ہی ساتھ سب سے سوال و جواب کریں گے۔ یا جدا جدا' ظاہر ہے کہ چونکہ ہر شخص کے ساتھ اس کی حالت کے مناسب جدا معاملہ ہے اس لئے دونوں یکے بعد دیگرے سوالات کریں گے بس ایسا ہی یہاں سمجھنا چاہئے بلکہ میرا تو اصلاحی گفتگو کے علاوہ دوسری گفتگو میں بھی یہی معمول ہے کہ ایک وقت میں مخاطبت ایک ہی شخص سے کرتا ہوں۔ اگر چند آدمی خطاب کرنا چاہیں میں کہہ دیتا ہوں کہ گفتگو کیلئے ایک صاحب کو منتخب کرلیا جائے۔ پھر دوسرے خواہ ان کی مدد کریں مگر مجھ سے ایک ہی صاحب خطاب کریں۔ یہ بالکل خلاف اصول ہے کہ ایک داہنے سے بول رہا ہے ایک بائیں سے ایک سامنے سے ایک پیچھے سے خواہ مخواہ انتشار ہوتا ہے ہر چیز قاعدہ اور اصول ہی سے اچھی معلوم ہوتی ہے فرمایا کہ منکر نکیر کے سوال پر استطرادا ایک حکایت یاد آئی۔ اس پر ایک مفید تفریع بھی ذہن میں آگئی اس کو بیان کرتا ہوں ایک شخص نے ایک مولوی صاحب سے وعظ میں سنا کہ قبر میں اس طرح عذاب ہوتا ہے اس طرح دو فرشتے منکر نکیر سوال کرتے ہیں اس کو خیال ہوا کہ دیکھنا چاہئے ایک روز یہ شخص قبرستان میں پہنچا اور ایک شکستہ قبر میں چادر اوڑھ کر لیٹ گیا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ اتفاق سے ایک سپاہی کا اس قبرستان کے پاس سے گزر ہوا جو گھوڑی پر سوار تھا۔ یہاں پہنچ کر گھوڑی کے بچہ پیدا ہوگیا۔ اب سپاہی پریشان تھا کہ گھوڑی کا بچہ گاؤں تک کس طرح لے جاؤں۔ ادھر ادھر کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کہ ایک قبر میں سے کچھ آہٹ سی معلوم ہوئی اور سانس کی بھی آواز معلوم ہوئی۔ سپاہی لوگ ڈرتے کم ہیں قبر کے پاس جا کر دیکھا تو ایک شخص چادر اوڑھے لیٹا ہے۔ سپاہی نے ڈانٹ کر کہا کون لیٹا ہے۔ باہر نکل باہر آ۔ اس سپاہی نے ایک چابک اس کے رسید کیا اور کہا کہ یہ گھوڑی کا بچہ گردن پر رکھ اور

گاؤں تک پہنچا گھوڑی کا بچہ لاد کر گاؤں تک لے گیا اس سپاہی نے غریب سمجھ کر دو آنہ پیسے دے دیئے۔ اپنے گھر آیا اور مولوی صاحب کے پاس پہنچا سلام کے بعد کہا کہ مولوی جی تم نے چھوٹی سی بات کو اس قدر طول دے دیا۔ میں آج ہی امتحان کر کے آ رہا ہوں۔ میں قبرستان میں پہنچا اور ایک قبر میں لیٹ گیا وہاں فرشتے وغیرہ کچھ بھی نہیں آئے۔ مزاحاً فرمایا کہ نہ منکر آئے نہ معروف۔ نہ سوال نہ جواب۔ نہ دوزخ کی کھڑکی نہ جنت کی نہ سانپ نہ بچھو۔ صرف ایک بہت ہی ہلکا سا قصہ ہوا وہ یہ کہ ایک سپاہی آتا ہے وہ ایک ڈانٹ دیتا ہے پھر باہر نکلنے کو کہتا ہے باہر آ جانے پر ایک چابک مارتا ہے گو اس سے تکلیف ہوتی ہے لیکن وہ قابل تحمل ہے۔ آدمی برداشت کر سکتا ہے پھر ایک گھوڑی کے بچے کو گردن پر رکھوا کر گاؤں تک لے جاتا ہے اور دو آنہ پیسے دیتا ہے۔ بس اتنا واقعہ ہے۔ جس کو تم نے اس قدر بڑھا رکھا اور لوگوں کو ڈرا رکھا ہے پھر تفریعاً فرمایا کہ یہ تو ایک ہنسی کی حکایت ہے لیکن اس کی ایک نظیر ہے وہ یہ کہ جیسے اس شخص نے عذاب قبر اور سوال و جواب کی تفسیر سمجھی۔ ایسے ہی آج کل کے عقلاء قرآن کو اپنے زمانہ کے واقعات سے منطبق کر کے قرآن حدیث کی تفسیر کرتے ہیں جس کی حقیقت اس سے کم نہیں جیسا اس شخص نے قبر کے معائنہ کو سمجھا۔ (ملفوظات ج ۸)

باطنی بے ادبی کی باطنی سزا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عوارف میں لکھا ہے کہ اگر باطنی بے ادبی ہوتی ہے تو اس کی باطنی سزا ملتی ہے خواہ دیر میں ملے چنانچہ ایک بزرگ کے کسی خادم نے کسی امرد غلام کو نظر بد سے دیکھ لیا تھا۔ ان کے شیخ نے فرمایا کہ اس کی سزا ملے گی چنانچہ ایک مدت کے بعد اس کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ وہ کلام مجید بھول گئے پھر فرمایا کہ یہ ہیں ادب کی باتیں نہ یہ کہ پچھلے پیر ہٹ گئے۔ (ملفوظات ج ۱۶)

شیخ کا فن دان ہونا ضروری ہے گو ولی اور مقبول نہ ہو

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں۔ مقبول ہونا ضروری نہیں۔ ہاں فن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے۔ جیسے طبیب کہ اس کا

پرہیز گار ہونا ضروری نہیں۔ فن کا جاننا البتہ ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اعمال صالحہ ہوں، تقویٰ ہو، ولایت حاصل ہو جائے گی گو شیخ نہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر شیخ ولی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں برکت زیادہ ہوگی۔ (مفلوظات ج ۲۳)

ضرورت شیخ کامل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا مرید کو چاہئے کہ پیر سے سب حال تفصیل سے بتلا دے ورنہ اگر اصلاح میں کمی رہی جیسا کہ مفصل نہ بتلانے میں مظنون ہے تو پیر کا کیا نقصان ہوگا۔ طبیب کے پاس جاتے ہیں بعض اوقات زیادہ اظہار حال سے وہ روکتا بھی ہے مگر تب بھی نہیں بند ہوتے کہتے چلے جاتے ہیں اور یہاں پوچھے سے بھی نہیں بتلاتے۔ جہاں تک ہو بے تکلفی پیدا کرنا چاہئے اور عادت محبت سے بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے پیر اور مرید کے درمیان پردہ نہ چاہئے اس سے دل رکتا ہے اور دل کا رکنا فیوض کے پہنچنے میں سم قاتل ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے اپنے کل عیوب ظاہر کئے ہیں تا کہ وہ علاج کر دیں اپنی عقل پر اصلاح کا معاملہ نہیں چھوڑا اگر عقل سے کام چلے تو پھر پیری کی کیا ضرورت ہے بلکہ تصوف کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ پڑھ کر خود اصلاح کر لیا کریں مگر جیسے مطالعہ کتب سے علاج جسمانی نہیں کر سکتے اسی طرح روحانی بھی نہیں کر سکتے۔ (ملفوظات ج ۱۴)
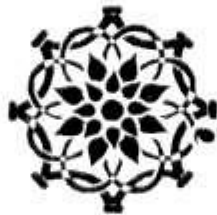
اصلاح کی ضرورت واہمیت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ارشادات

حقوق شیخ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دو چیزوں کا سلسلہ عمر بھر جاری رکھو اطلاع اور اتباع یعنی احوال کی اطلاع اور اوامر کا اتباع۔ اسی طرح اتباع کے بعد پھر اطلاع پھر اس اطلاع کے بعد اتباع پھر اطلاع پھر اتباع۔ غرض

اندریں رہ می تراش و می خراش تادم آخر دمے فارغ مباش

(اس راستہ میں خوب کوشش کر' آخر دم تک بے کار مت رہ)

یہ تو ساری عمر کا دھندا ہے۔ جب بیماری ساری عمر کی ہے تو علاج ساری عمر کا کیوں نہ ہوگا۔ گو لشٹم پشٹم ہی سہی حتیٰ کہ دو مہینے ہی میں ایک خط لکھو مگر لکھو ضرور اور یہ لکھتے ہوئے شرماؤ نہیں کہ وظیفہ جو بتایا تھا وہ چھوٹ گیا تھا یا مطالعہ کتب جو تجویز کیا تھا اسے نباہا نہیں۔ یہاں تک کہ فرض نماز بھی فرض کرو قضا ہونے لگی ہو تب بھی شرماؤ نہیں بلکہ اب پھر پڑھنا شروع کردو اور اطلاع کردو شرمانا اس رستہ میں ہرگز نہیں چاہیے۔ خواہ کیسی ہی گندی حالت کیوں نہ ہو جائے اس کی بھی اطلاع کردو۔ ایک دریا تھا اس کے کنارے کے پاس سے ایک ناپاک آدمی گزرا' دریا نے اس سے کہا کہ آ میں تجھے پاک کردوں' اس نے کہا تو صاف وشفاف اور میں پلید وناپاک میرا منہ کیا کہ میں تیرے پاس آؤں' پاک ہو کر تیرے پاس آؤں گا' دریا نے کہا بچہ جی پاک کروں گا بھی میں ہی اگر تم مجھ سے شرماؤ گے تو ساری عمر ناپاک ہی رہو گے۔ بس ایک دفعہ بے حیا ہو کر آنکھیں بند کر کے میرے اندر کود پڑو مجھ میں

ایک موج اُٹھے گی اور تمہارے سر پر کو ہو کر اُتر جائے گی اور تمہیں ایک دم میں پاک صاف کردے گی تو اہل اللہ سے اپنا کچا چٹھا کہہ دو' بہت سے لوگ اس لیے نہیں کہتے کہ ہماری شان گھٹ جاوے گی۔ ارے ان کے نزدیک تیری شان ہی کیا ہے جو گھٹ جاوے گی بعضے ڈرتے ہیں کہ خفا ہوں گے ارے ان کی خفگی بھی رحمت ہے یہ ساری تکبر کی باتیں ہیں ارے وہ پھانسی بھی دیدیں گے تو اس میں بھی تیری بہتری ہی ہوگی اس واسطے کہ

ہمچو اسماعیل پیشش سر بنہ شاد و خنداں پیش تیغش جاں بدہ

(حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح اس کے سامنے اپنا سر جھکا دے' ہنستے کھیلتے اس کی تلوار کے سامنے جان دے دے)

آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست نائب ست او دست او دست خداست

(جو جان دینے والا ہے وہ اگر مار ڈالے تو جائز ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے لیے یہ فعل جائز ہے تو کبھی خود کرتے ہیں کبھی نائب سے کراتے ہیں)

آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست نائب ست او دست او دست خداست

تو اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ غرض خفگی وغیرہ کا بالکل خیال نہ کرو۔ بس اس طرح سے تعلق رکھو کہ اگر اس کی طرف سے خفگی ہو نکال دے پھر بھی تعلق قطع نہ کرو' وہ نکال دے تو تم مت نکلو اس وقت تو نکل جاؤ مگر پھر آ جاؤ پھر نکال دے پھر نکل جاؤ پھر آ جاؤ' پھر نکل جاؤ' پھر آ جاؤ' پھر نکل جاؤ' پھر آ جاؤ' غرض اسے چھوڑو مت وہ قصائی نہیں ہے وہ اگر سختی بھی کرتا ہے تو محض تمہاری مصلحت سے کیونکہ

درشتی و نرمی بہم در بہ است چو رگ زن کہ جراح و مرہم بہ است

(سختی اور نرمی ساتھ ساتھ اچھی ہوتی ہیں جس طرح فصد کھولنے والا کہ نشتر بھی لگاتا ہے اور مرہم بھی رکھتا ہے)

سیر کی روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ اس طرح رہو جس طرح بچہ ماں کے ساتھ رہتا ہے انہوں نے تفسیر پوچھی ارشاد ہوا کہ بچہ کو ماں مارتی ہے مگر وہ بچہ پھر اسی سے چمٹتا ہے مگر یہ علاقہ صرف اس سے رکھو جو واقعی اہل اللہ ہو لیکن چونکہ یہاں سے ہر روز تو خط جاتا نہیں اور وہاں سے ہر روز خط آتا

نہیں پھر اس درمیان میں کیا کرو یہ کرو کہ حکایات اور ملفوظات اہل تقویٰ کے مطالعہ میں رکھو۔ بس خلاصہ یہ کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہو۔ (خطبات حکیم الامت ج۳۱)

محبت بزرگاں

اگر کسی میں فطری قوت ہو کہ مادر زاد ولی ہو۔ ابتداء ہی سے خدا کے ساتھ تعلق ہو تو مبارک ہو ورنہ اگر کسی میں یہ قوت فطری نہ ہو تو جس طرح ورزش سے جسم میں قوت آ جاتی ہے واللہ! اسی طرح یہاں بھی بزرگوں کی صحبت سے اور ان کی تعلیم پر عمل کرنے سے دل میں قوت آ جاتی ہے۔ مگر صحبت کا نام سن کر ڈر مت جانا وہ تم سے چکی نہیں پسوائیں گے بے فکر رہو۔ بلکہ آسان اور سہل طریق سے دل میں خدا کی محبت پیدا کر دیں گے پھر دل میں ایسی قوت ہو گی کہ نہ بیماری سے گھبرائے گا نہ فقر و فاقہ سے نہ کسی عزیز کے مرنے جینے سے۔

چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں بھی خوش تھے حالانکہ بیماری ایسی سخت تھی کہ تمام جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ اعزہ و اقارب سب نے چھوڑ دیا تھا صرف آپ کی بی بی رحمت علیہا السلام خدمت گزار تھیں اور اسی حالت میں تمام اولاد مر گئی۔ مویشی اور غلام بھی مر گئے پہلے بڑے مالدار تھے اب مفلس ہو گئے تو حضرت رحمت نے عرض کیا کہ اے حضرت! یہ تو بتلاؤ کہ ہم راحت و آرام میں کتنی مدت رہے فرمایا اسی سال۔ فرمایا اسی سال تو کم از کم کلفت برداشت کر لیں۔ پھر حق تعالیٰ سے عرض کریں گے ورنہ یہ کیا کہ بس خدا تعالیٰ کی نعمتیں اسی سال کھائیں۔ چار دن کے لئے اگر وہ آزمائے، تو اس سے گھبرا جائیں اور اس کی آزمائش کا تحمل نہ کریں۔

بتلایئے پھر اس سے بڑھ کر کیا راحت ہو گی کہ کلفت نہ رہے راحت ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا میں مومن کو جس قدر تکالیف پہنچتی ہیں سب کا نعم البدل اس کو دونوں جہان میں ملتا ہے پس درحقیقت یہ ایک تجارت ہے کہ ایک چیز دی گئی اور ایک چیز لی گئی۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے تو ان شاء اللہ رنج و غم کو ترقی نہ ہو گی۔ (خطبات حکیم الامت ج۹)

صحبت کا اثر

اگر کسی سے تعلیم و تعلم کا مشغلہ بالکل ہی نہ ہو سکے اس کو چاہئے کہ کم از کم علماء سے

ملتا جلتا رہے اور ان سے دین کے مسائل پوچھتا رہے اور ان کی صحبت میں کچھ عرصہ تک مقیم رہے بلکہ یہ ایسی چیز ہے کہ علم میں مشغول ہونے کے ساتھ بھی اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ فقط کتابیں پڑھ لینے پر کفایت نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ ایک چیز ایسی ہے جو بدون صحبت کے حاصل نہیں ہوتی وہ دین کی مناسبت ہے۔ دین کے ساتھ تعلق اور مناسبت بدون صحبت کے نہیں ہوتی۔ صحبت کا وہ اثر ہے جس کو شیخ سعدیؒ نے بیان فرمایا ہے۔

گلے خوشبوے درحمام روزے ☆ رسید از دست محبوبے بدستم

بدو گفتم کہ مشکے یا عبیرے ☆ کہ از بوئے دلآویز تو مستم

بگفتا من گل ناچیز بودم ☆ ولیکن مدتے باگل نشستم

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد ☆ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(حمام خانہ کی خوشبودار مٹی ایک دن میرے محبوب کے ہاتھ سے مجھے ملی میں نے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری خوشبو سے میں مست ہو رہا ہوں، اس نے کہا کہ میں ایک ناچیز مٹی ہوں لیکن کچھ مدت تک پھول کی صحبت میں رہی ہوں تیرے ہمنشین پھول نے میرے اندر اپنا اثر ڈال دیا ورنہ میں تو وہی مٹی اب بھی ہوں جو پہلے تھی)

دیکھئے گلاب کے پاس رہنے سے مٹی میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اہل محبت کے پاس رہنے سے خدا کی محبت اور دین کے ساتھ مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت صحبت ہی کی وجہ سے ہوئی۔ کہ آج کوئی امام اور فقیہ اور کوئی بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ حالانکہ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے بلکہ بہت سے علوم تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کے زمانہ میں ان علوم کا پتہ بھی نہ تھا جو آج کل کثرت سے موجود ہیں۔ انکا یہی کمال تھا کہ وہ ان علوم میں مشغول نہ ہوئے تھے کیونکہ

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند ☆ دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

زیر باراند درختہا کہ ثمرہا دارند ☆ اے خوشا سر کہ از بند غم آزار آمد

(خود رو پودے زیور سے آراستہ ہیں ہمارے محبوب میں خدا داد حسن ہے پھل دار درخت زیر بار ہیں سرو بہت اچھا ہے کہ ہر غم سے آزاد ہے)

پس صحابہ کا بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ان کو نصیب تھی۔ پس یاد رکھو کہ صحبت بدون علم متعارف کے مفید ہوسکتی ہے۔ مگر علم متعارف بدون صحبت کے بہت کم مفید ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل بہت سے علماء نظر آتے ہیں مگر ان میں کام کے علماء دو چار ہی ہیں۔ جن کو کسی کامل کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔

الغرض میں نے ثابت کر دیا کہ علم سے ہر شخص مستفید ہوسکتا ہے اور کسی کے پاس جاہل رہنے کیلئے کوئی عذر نہیں گو عربی میں اور درس کے طور پر نہ سہی۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲)

کامل بننے کا طریقہ

قرآن کریم میں ہے کہ اے مسلمانو! دین میں کامل ہو جاؤ۔ جس کا طریقہ یہ بھی آگے بتلاتے ہیں کہ دین میں کامل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ کاملین کے ساتھ ہو جاؤ۔ صاحبو جو طریقہ کمال حاصل ہونے کا حق تعالیٰ نے بتایا ہے واللہ کوئی سالک کوئی محقق ہرگز نہیں بتلا سکتا۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی کہ کاملین کی معیت سے بھی کمال حاصل ہوسکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کاملین کی معیت ہی معیت حصول کمال کے لئے کافی ہے۔ ممکن ہے بعض لوگ یہی سمجھے ہوں مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص سالہا سال کاملین کے ساتھ رہے اور خود کچھ نہ کرے تو اس کو کمال حاصل نہیں ہوسکتا حقیقت یہ ہے کہ اصل طریق تو کمال فی الدین حاصل کرنے کا یہ ہے کہ اعمال میں کمال حاصل کرو۔ اعمال میں کمال حاصل کرنا یہ ہے کہ طاعات کو بجا لاؤ اور معاصی سے اجتناب کرو۔ چنانچہ آیت لیس البران تولوا وجوھکم۔ الخ میں انہی اعمال کو بر کافی فرمایا ہے اور ان کو بیان فرما کر ان لوگوں کو متقی اور صادق ہونا بتایا ہے جو ان اعمال کو اختیار کئے ہوئے ہیں جس سے اعمال پر مدار کمال ہونا بخوبی ظاہر ہے۔ مگر اب سوال یہ ہے کہ اعمال میں کیسے کامل ہوں کیونکہ کمال فی الاعمال کی تحصیل میں ایک مانع پیش آتا ہے جو نفس ہے ہر عمل میں اس کا تقاضا ہوتا ہے شریعت حکم دیتی ہے کہ جاڑوں میں پانچوں وقت وضو کرو نفس کی آرام طلبی اس کی مزاحمت کرتی ہے شریعت کا حکم ہے کہ زکوٰۃ سالانہ ادا کرو نفس کا تقاضا بخل اس کی مزاحمت کرتا ہے شریعت کا حکم ہے کہ رشوت اور سود نہ لو نفس کا تقاضائے حرص اس کی مزاحمت کرتا ہے شریعت کا حکم ہے کہ لڑکوں اور نامحرم

عورتوں کو بری نگاہ سے نہ دیکھو تقاضائے شہوت اس کی مزاحمت کرتا ہے اسی طرح حکم ہے کہ فقر و تنگدستی میں مخلوق کے مال پر نظر نہ کرو تقاضائے حرص اس کی مزاحمت کرتا ہے۔ علی ہذا القیاس جتنے احکام شریعت کے ہیں ہر عمل کے مقابلہ میں اس کے خلاف نفس کا ایک تقاضا ہے جو اس حکم کی مزاحمت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ نے دین کامل حاصل کرنے کا تو حکم کر دیا اور اس کا طریقہ بھی بتلا دیا کہ اعمال کا جمع کرنا ہے۔ (خطبات حکیم الامت ج ۳)

اصلاح کا آسان نسخہ

اور اگر اس کے کھانے سے بھی گریز ہے تو پھر اپنی ایسی تیسی میں جاؤ۔ بھائی اگر مریض ہو کم ہمت تو اس کی اتنی رعایت تو خیر طبیب مشفق کر سکتا ہے کہ دوا کے استعمال کو کچھ دن کے لیے ملتوی کر دے اور فی الحال کوئی ایسی ہی تدبیر بتا دے جس سے مرض نہ بڑھے لیکن اس تدبیر کے استعمال میں کچھ تو تغیر اپنی موجودہ حالت میں کرنا ہی پڑے گا۔ لہٰذا فی الحال میں بھی ایک ایسی بات عرض کرتا ہوں کہ جس سے نہ آپ کی تجارت کا کچھ نقصان ہو نہ آپ کی آمدنی کچھ گھٹے' نہ آپ کی شان و شوکت میں کچھ فرق آوے اور گو اس سے صحت نہ ہوگی مگر مرض بھی نہ بڑھے گا پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی وقت آپ کا کام بھی بن جاوے گا اور صحت بھی ہو جاوے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں ایک ایسا نمک دست آور بتائے دیتا ہوں کہ جس میں دنیا کا حرج تو مطلق نہیں اور دین کا نفع ان شاء اللہ یقینی' گو کامل نہ سہی مگر عدم سے وجود غنیمت ہے وہ نمک یہ ہے کہ دن بھر تو گو کھاتے رہو جیسا کھا رہے ہو لیکن سوتے وقت یہ کرو کہ مسجد میں نہیں بلکہ لیٹنے کی جگہ جہاں خلوت ہو بلکہ چراغ بھی گل کر دو تا کہ کوئی دیکھے نہیں اور کر کری نہ ہو دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو کہ اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں' میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادہ سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادہ سے سب کچھ ہو سکتا ہے' میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں سے میری اصلاح اے اللہ میں سخت نالائق ہوں سخت خبیث ہوں سخت گنہگار ہوں میں تو عاجز ہو رہا ہوں آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے' گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں آپ ہی قوت دیجئے' میرے پاس کوئی

سامان نجات نہیں' آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجئے۔ ایک دس بارہ منٹ تک خوب استغفار کرو اور یہ بھی کہو کہ اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کیے ہوں انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمادے۔ گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا لیکن پھر معاف کرالوں گا۔ غرض اس طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو کہ میں ایسا نالائق ہوں میں ایسا خبیث ہوں میں ایسا برا ہوں غرض خوب برا بھلا اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے سامنے کہا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو بد پرہیزی بھی مت چھوڑو صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔ حضرت آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا' دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جاوے گا کہ آج آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔ اچھا اب یہ بھی کوئی مشکل طریقہ اصلاح کا ہے اس طریقہ پر کس کا اعتراض ہوسکتا ہے اس پر عمل کرنے کے بعد کوئی دکھلائے کہ اس میں یہ خرابی ہے یہ دشواری ہے میں تب جانوں۔ غرض کچھ تو کرو اس پر تو صبر نہیں ہوتا کہ اسلام کے سامنے نہ فانی ہیں نہ آرزو ہے فنا کی۔ بھائی اگر فنا نہیں ہوس تو ہو فنا کی یہ ہوس بھی انشاء اللہ خالی نہ جائے گی۔ (خطبات حکیم الامت ج ۳۱)

صحبت کاملین کی شرط

مگر کاملین کی صحبت کے موثر ہونے کی ایک شرط ہے اور اس کے لئے ایک پرہیز بھی ہے پرہیز تو یہ ہے کہ اعمال و افعال وغیرہ میں اس کی مخالفت نہ کرو اور شرط یہ ہے کہ اپنے حالات کی اس کو اطلاع دیتے رہو تمہارے نفس میں جو مرض بھی ہو اس سے صاف صاف کہہ دو حیا نہ کرو کیونکہ طبیب اور ڈاکٹر کے سامنے بضرورت علاج بدن مستور کا کھولنا جائز ہے اسی طرح طبیب روحانی سے نفس کے امراض بیان کر دینا جائز ہیں تو ایک مرتبہ اپنا سارا کچا چٹھا اس کے سامنے کھول کر رکھ دو اور اس سے مت ڈرو کہ ان کی نظر میں ذلیل ہو جاؤ گے۔ بخدا اہل اللہ کی نظر میں خود ان سے زیادہ کوئی ذلیل نہیں وہ اپنے کو اتنا ذلیل سمجھتے ہیں کہ فساق و فجار بھی اپنے کو اتنا

ذلیل نہیں سمجھتے اس سے بالکل مطمئن رہو پھر جب تم اپنا حال بیان کر چکو تو اس پر وہ جو کچھ بتلا دیں اس کا اتباع کرو یہی طریقہ علاج ظاہری میں بھی آپ کرتے ہیں کہ پہلے اپنا حال طبیب سے ظاہر کرتے ہیں پھر وہ نسخہ تجویز کرتا ہے آپ اس کو استعمال کرتے ہیں اور کچھ پرہیز بتلاتا ہے اس سے آپ بچتے ہیں یہی طریقہ حضرات کاملین کی صحبت میں اختیار کرنا چاہئے۔

بھلا اگر کوئی شخص طبیب کے پاس روزانہ محض ملاقات کے طور پر چلا جایا کرے نہ اس سے اپنا حال کہے نہ نسخہ پوچھے تو کیا اس طرح وہ مریض شفا پا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اولیاء کی صحبت میں محض زیارت و ملاقات کی نیت سے جانا امراض باطنیہ سے شفا ہونے میں کافی نہیں گو ان کی زیارت بھی موجب ثواب ہے یہ الگ بات ہے مگر اس وقت محض ثواب حاصل کرنے سے گفتگو نہیں ثواب کے لئے تو اور بھی بہت سے کام ہیں یہاں تو کمال دین حاصل کرنے سے بحث ہو رہی ہے تو اولیاء کاملین سے کمال دین اسی طرح حاصل ہوگا جیسا کہ میں نے بیان کیا اس کا ہمیشہ لحاظ رکھو اور جب ان کے پاس جاؤ یا خط لکھو تو اس کا قصد کرو کہ ان کے سامنے نفس کے امراض بیان کریں گے اور جو وہ بتلا دیں گے اس پر عمل کریں گے پس اولیاء کاملین کے پاس رہنے کی صورت میں بھی عمل کرنا آپ ہی کو پڑے گا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کچھ نہ کرو اور کامل بن جاؤ۔

صحبت کاملین کا اثر

مگر اتنا فرق ہوگا کہ پہلے تم عمل کا قصد کرتے تھے اور اس کے خلاف تقاضا پیدا ہوتا تھا اور ان کے پاس رہنے سے اعمال صالحہ کا تقاضا پیدا ہوگا اور دوسرا تقاضا مضمحل ہو جائے گا تو یہ کیا تھوڑا نفع ہے کہ جس کام کا کرنا پہلے مشکل تھا آج آسان ہو گیا اور صرف آسان ہی نہیں بلکہ اس کی طرف دل کو از خود تقاضا ہونے لگا کہ اس کے بغیر تم کو چین نہیں ملتا۔

صاحبو! یہ بہت بڑا نفع ہے اس کو کم مت سمجھو۔ کاملین کی صحبت میں جا کر بس یہ بات پیدا ہوتی ہے جو ان سے دور رہ کر نہیں پیدا ہوتی۔ جن لوگوں کو کاملین سے تعلق نہیں وہ بھی متقی ہو سکتے ہیں مگر بڑی مصیبت کے ساتھ ان کو تقویٰ حاصل ہوگا اور جن کو ان سے تعلق ہے ان کو بڑی راحت اور آسانی سے تقویٰ حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ تو ان کی صحبت کا ادنیٰ اثر ہے کہ

اعمال میں سہولت ہو جاتی ہے اس کے بعد نور فہم اور معرفت اور احوال و کیفیات کی سلامتی مقامات باطنیہ کی ترقی حاصل ہوتی ہے اس کو تو کچھ انتہا نہیں۔

پس یہ مضمون اس آیت کے متعلق مجھ کو بیان کرنا تھا جس کو میں بیان کر چکا اس سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ گو میں نے آج کوئی نیا مضمون نہیں بیان کیا مگر تحدث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے آج خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ آپ کو بتلا دیا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ میں نے سب کو واصل کر دیا ہے۔ کیونکہ وصول کا آسان طریق بتلا دینا یہ بھی واصل کر دینا ہے اور آج میں نے ایسا آسان راستہ آپ کو بتلا دیا ہے جو شاید کبھی کان میں نہ پڑا ہوگا اب بھی اگر قدم نہ اٹھاؤ اور واصل بننے کی کوشش نہ کرو تو حجت الٰہیہ ختم ہو چکی ہے۔

صدق کے معنی و تفسیر

اب میں اس آیت کے متعلق ایک دو باتیں مختصر طور پر بیان کر کے تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں ایک بات یہ جاننے کی ہے کہ اور اجمالاً پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس آیت میں صدق مراد محض زبان سے سچ بولنا نہیں ہے کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ جس صدق کو کمال دین بتلایا ہے وہ تو ہم کو حاصل ہے کیونکہ ہم سچ بولتے ہیں پس سمجھ لیجئے کہ صدق کے معنی پختگی کے ہیں اور اسی سے ولی کامل کو صدیق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تمام احوال و افعال و اقوال میں مرتبہ رسوخ حاصل کر چکتا ہے۔ صدق کے معنی جو اصطلاح لغات و بلغاء میں بیان کئے گئے ہیں۔ **مطابقة الخبر للمحكى عنه**۔ یہ معنی اصطلاح شرعی سے خاص ہیں شریعت میں صدق عام ہے افعال کو بھی، اقوال کو بھی احوال کو بھی۔

اقوال کا صدق تو یہی ہے کہ بات پکی ہو یعنی واقع کے مطابق کچی بات نہ ہو جو کہ واقع کے خلاف ہو جو شخص اس صفت سے موصوف ہو اس کو صادق الاقوال کہتے ہیں افعال کا صدق یہ ہے کہ ہر فعل مطابق امر ہو حکم شرعی کے خلاف نہ ہو پس جس شخص کے افعال ہمیشہ شریعت کے موافق ہوں اس کو صادق الافعال کہا جاتا ہے۔ احوال کا صدق یہ ہے کہ وہ سنت کے موافق ہوں پس جو احوال خلاف سنت ہوں وہ احوال کاذبہ ہیں اور جس شخص کے

احوال و کیفیت سنت کے موافق ہوتے ہوں اس کو صادق الاحوال کہتے ہیں۔

نیز صدق احوال کے یہ معنی بھی ہیں کہ وہ احوال ایسے ہوں جن کا اثر صاحب حال پر باقی رہے یہ نہ ہو کہ آج ایک حالت پیدا ہوئی پھر زائل ہوگئی اور اس کا کچھ اثر باقی نہ رہا جیسا کہ بعض لوگوں کو کسی وقت خوف کا یا توکل کا غلبہ اپنے اوپر معلوم ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کا کچھ بھی اثر نہیں رہتا اس کو صادق الاحوال نہ کہیں گے یہ مطلب نہیں کہ احوال کا غلبہ ہمیشہ رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر ہمیشہ رہنا چاہئے کہ جو حالت طاری ہو وہ بعد میں مقام ہو جاوے اس میں سالکین کو بہت دھوکہ ہوتا ہے بعض دفعہ وہ وہم سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم کو تسلیم و رضا یا توکل ورجا کا حال حاصل ہے مگر تھوڑے عرصہ کے بعد اس کا کچھ بھی اثر نہیں رہتا۔ جس سے اس حالت کا ان کو وہم ہونا ظاہر ہو جاتا ہے غرض صدق شریعت میں صرف اقوال کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے اور اس سمجھنے سے بہت سے اغلاط میں ابتلا ہو جاتا ہے۔

نیک صحبت کے آداب

البتہ صحبت کے کچھ آداب بھی ہیں بدون ان کے صحبت نافع نہیں۔ منجملہ ان آداب صحبت کے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے پاس جا کر دنیا کی باتیں نہ بنایئے جیسے کہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ بزرگوں کے پاس جا کر بھی دنیا بھر کے قصے جھگڑے اخبار کے واقعات ذکر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

نیز حتی الوسع بزرگوں کو تعویذ گنڈوں کی تکلیف بھی نہ دینی چاہئے ان حضرات سے تعویذ گنڈے لینا ایسا ہے جیسا کہ سنار کے پاس کھرپا یا کلہاڑی بنوانا بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص ہاتھ میں ہاتھ لیتا ہے وہ اللہ میاں کا نعوذ باللہ رشتہ دار ہو جاتا ہے کہ جو کام بھی اس سے کہا جائے وہ اللہ میاں سے ضرور پورا کرا دیتا ہے حالانکہ ایسا مختار سمجھنا خلاف توحید ہے کسی کی کیا مجال ہے کہ بجز عرض کے ذرا کچھ دخل دے سکے۔

مولانا فضل الرحمان صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرا مقدمہ مولانا نے فرمایا کہ دعا کروں گا۔ اس نے کہا کہ دعا کرانے نہیں آیا۔ یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں یوں کہہ

دیجئے کہ میں نے یہ کام پورا کر دیا۔ مولانا ناخوش ہوئے۔

پیلی بھیت میں ایک بزرگ کے پاس ایک بڑھیا آئی اور کچھ عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ اس نے سنا نہیں ایک شخص اور بیٹھے تھے انہوں نے حکایت کے طور پر اس سے کہا کہ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ وہ بزرگ سخت برہم ہوئے اور کہا کہ مجھ کو کیا خبر کہ فضل کرے گا یا نہ کرے گا۔ تم نے اپنی طرف سے کیسے بڑھایا۔ اسی طرح تعویذوں کی فرمائش بھی ان حضرات کے مذاق کے بالکل خلاف ہے بھلا جس نے عمر بھر طالب علمی اور اللہ اللہ کیا ہو وہ کیا جانے کہ تعویذ کیا ہوتے ہیں اور ان کو کس طرح لکھا جاتا ہے اور پھر لطف یہ کہ تعویذ بھی دنیا سے نرالے کاموں کے لئے۔

بمبئی سے ایک پہلوان کا خط آیا کہ میری کشتی ہونے والی ہے۔ مجھے ایک تعویذ لکھ دو کہ میں جیت جاؤں۔ میں نے لکھا کہ اگر تمہارا مقابل بھی کسی سے تعویذ لکھالے تو کیا ہوگا۔ پھر تعویذ تعویذ میں کشتی ہوگی۔ عجب نہیں کہ لوگ چندروز میں مردوں کے بچہ پیدا ہونے کے لئے بھی تعویذ ہی لکھوالیا کریں جس میں نکاح ہی کی ضرورت نہ رہے کیونکہ جب تعویذ میں ایسا اثر ہے کہ وہ ہر ایک کام میں کام آسکتا ہے تو مردوں کے بچہ پیدا ہونے میں بھی ضرور کام آنا چاہئے۔ صاحبو! اہل اللہ کے پاس اللہ کا نام دریافت کرنے کے لئے جاؤ۔

خلاصہ اس سب تقریر کا یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لئے اہل اللہ کی صحبت طویلہ کو تجویز کرو۔ یہ تو مردوں اور تندرستوں کے لئے ہے۔

صحبت نیک کا بدل

اور جو اپاہج یا عورتیں ہوں تو ان کے لئے صحبت کا بدل یہ ہے کہ ایسے بزرگوں کے ملفوظات دیکھا کریں یا سنایا کریں۔ ان کے توکل صبر وشکر تقویٰ طہارت کی حکایتیں دیکھنا سننا یہی صحبت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ ان دونوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے۔ صحبت کے متعلق تو کسی کا قول ہے۔

مقام امن و مے بیغش و رفیق شفیق ۔۔۔ گرت مدام میسر شود زہے توفیق

امن کا تو مقام ہو اور شراب بغیر کسی دھوکے کے ہو اور سچا دوست موجود ہو تو اگر یہ چیز ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جائے تو بڑی خوش قسمتی ہے۔

اور ان کے حکایات وارشادات کے متعلق کسی کا شعر ہے۔

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی خلل ست　　صراحی مئی ناب وسفینہ غزل ست

اس زمانہ میں وہ دوست جو برائی سے خالی ہو عمدہ شراب کی بھری صراحی اور غزل کی کشتی مگر وصیت کرتا ہوں کہ مثنوی اور دیوان حافظ یعنی علوم مکاشفہ اور اہل حال کا کلام نہ دیکھیں کیونکہ اکثر اوقات ان کی بدولت ہلاک ہوتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

نکتہا چوں تیغ فولادست تیز　　چوں نداری تو سپر واپس گریز

پیش ایں الماس بے اسپر میا　　کز بریدین تیغ را نبود حیا!

تصوف کے نکتے فولاد کی تلوار کی طرح چیز ہیں اگر تیرے پاس ڈھال حفاظت کا سامان نہ ہو تو واپس جا اس الماس کے سامنے بغیر ڈھال کے مت جا کیونکہ تلوار کو کاٹتے وقت کسی کا شرم ولحاظ نہیں ہوتا۔

اور جب اہل حال صادق کے کلام میں اس قدر احتمال مضرت ہے تو جاہل بے شرع بدلگام ہیں ان کا کلام تو کس درجہ مضر ہوگا۔ ان لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

ظالم آں قومے کہ چشماں دوختند　　از سخنہا عالمے را سوختند

وہ لوگ کیسے ظالم ہیں جو آنکھیں بند کر کے اپنی باتوں سے دنیا کو جلائے دیتے ہیں۔

اسی طرح جو لوگ محض بزرگوں کے کلام کی نقل بے سمجھے کیا کرتے ہیں ان کی تحریر وتقریر سے بھی بوجہ اس کے اصل سے بدلی ہوئی ہوتی ہے کچھ نفع نہیں ہوتا ایسوں کی نسبت فرماتے ہیں۔

حرف درویشاں بدزد مرددوں　　تا بہ پیش جاہلاں خواند فسوں

ناسمجھ کمینے لوگ درویشوں کے الفاظ کو چرا کرنا واقف لوگوں کے سامنے منتر کی طرح پڑھتے ہیں۔ ہاں احیاء العلوم کا ترجمہ دیکھو اربعین کا ترجمہ دیکھو انشاء اللہ تعالیٰ ہر طرح کا فائدہ ہوگا۔ یہ بیان ختم ہو چکا۔ اس بیان میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے وہ نسخہ بتلایا ہے کہ اس میں نہ معاش کا حرج ہے نہ کوئی نقصان ہے اور مسلمانوں کو اس کی بڑی ضرورت ہے۔

اس آیت میں اسی کے متعلق ارشاد ہے نسمع میں تقلید اور نعقل میں تحقیق کا ذکر فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دوزخ سے بچنے کے لئے دو طریق ہیں یا تقلید ہو یا تحقیق۔ اب خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ توفیق عمل عطا فرمائیں۔ یہ بھی دعا کیجئے کہ یہاں مدرسہ ہو جائے کہ اس کے بہانے سے پھر آنا ہو۔ (خطبات حکیم الامت ج ۳)

شیخ کامل کی ضرورت

چنانچہ اس تقریر میں آپ نے بہت سے نازک علوم سنے ہوں گے۔ اس لئے بدون محقق کے اتباع کے چارہ نہیں اور جو لوگ خود تنہا بدون تعلق کسی محقق کے اس راہ میں کامیاب ہو گئے ہیں ان کے واقعات سے شبہ نہ کیجئے۔ مولانا اس کے جواب میں فرماتے ہیں ؎

ہر کہ تنہا نادر ایں راہ برید ہم بعون ہمت مرداں رسید

(اگر کسی نے شاذ و نادر اس راہ سلوک کو تنہا بے صحبت پیر قطع کر بھی لیا ہے وہ بھی پیروں ہی کی امداد ہمت اور توجہ سے پہنچا)

اس میں مولانا نے اس شبہ کے دو جواب دیئے ہیں کہ ایک تو یہ کہ ایسا نادر واقعہ ہے والنادر کالمعدوم (نادر مثل معدوم کے ہوتا ہے) امور نادرہ کی وجہ سے قواعد پر نقض وارد نہیں ہوسکتا، دوسرے یہ کہ گو ظاہر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنہا پہنچے مگر درحقیقت وہ بھی کسی کامل کی ہمت ہی سے پہنچے ہیں۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۴)

اہل اللہ کی صحبت کا اثر

اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنی چاہئے مگر ناقص صحبت سے احتراز کرنا چاہئے۔ خیر ضرورت کے واسطے مضائقہ نہیں اختلاط نہ چاہئے۔ اہل اللہ کی صحبت سے ضرور نفع ہوتا ہے۔ خیال یوں ہوا کرتا ہے کہ صاحب ہم فلانے بزرگ کے پاس بیٹھے تو کیا کمال ہوا، دل میں جوش تک بھی نہ ہوا۔ یہ غلطی ہے، صحبت کا اصلی اثر یہ ہے کہ دنیا کی محبت گھٹ جائے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت بڑھ جائے۔ بس پھر کبھی کیفیات نفسانی کا غلبہ بھی اس کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا حال سنا ہوگا کہ شیخ کا کلام سن کر پچھاڑ کھا کر گر پڑے۔ لوگوں کے نزدیک

یہی بڑا اثر ہے جہاں یہ پایا جاوے وہی مجلس اچھی سمجھی جاتی ہے۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۴)

کتاب اور صحبت کا اثر اور فرق

تو جناب محض کتابوں میں کیا رکھا ہے نری کتاب بینی کا تو یہ اثر ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک مولوی صاحب عظیم آباد پٹنہ کے حج کو آئے تھے۔ ان کے پاس ایک کتاب تھی جس میں حجاج کے لئے ہدایات تھیں اسے دیکھ دیکھ کر سارے کام کرتے تھے وہاں ایک شخص تھا جعفر آفندی۔ آگرہ کا رہنے والا تھا۔ اسے ہندوستانیوں سے بہت محبت تھی۔ جس ہندوستانی سے بہت محبت تھی جس ہندوستانی کو دیکھتا اس سے ملتا۔ چنانچہ ان مولوی صاحب سے بھی ملا۔ علیک سلیک کی۔ مولوی صاحب نے اس کتاب میں کہیں یہ لکھا دیکھا تھا کہ ذرا مانگنے والوں سے بچے رہنا۔ بہت لوگ جبہ قبہ پہنے ہوئے پھرتے ہیں مگر ہوتے ہیں سائل۔ بڑے بڑے شاندار لوگ گداگری کا پیشہ کرتے ہیں مولوی صاحب کو بدگمانی ہوئی کہ یہ بھی کوئی سائل معلوم ہوتا ہے۔ ضرور کچھ مانگے گا۔ آپ نے بہت بے رخی سے پوچھا کچھ کہنا ہے یہ شخص جعفر بڑا مسخرہ تھا سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھے سائل سمجھا۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور کچھ عنایت ہو جائے۔ بہت حاجت مند ہوں بہت غریب ہوں۔ حضور چار وقت کا فاقہ ہو چکا ہے۔ مولوی صاحب نے ڈانٹ کر کہا بے حیا، بے شرم! ایسا عمدہ لباس اور اتنا لمبا چوغہ پہن کر بھیک مانگتے شرم نہیں آتی۔ کہتا ہے چار وقت کے فاقہ سے ہوں جھوٹا کہیں کا۔ دور ہو یہاں سے، بے حیا کہیں کا۔ غرض خوب ہی ڈانٹا۔ مگر اس نے برا نہیں مانا اور چلا گیا۔ بڑا ہی خوش مزاج تھا۔ مولوی صاحب بڑے خوش کہ کیسی اچھی کتاب ہے۔ کیسے موقعوں پر کام دیتی ہے۔ بڑے مسرور کہ کیا موقع پر کتاب کام آئی۔ سبحان اللہ!

ایک دفعہ مولوی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے۔ جعفر آفندی جو وہاں ہو کر گزرے تو میں ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اب تو مولوی صاحب بڑے پریشان کہ یہ تو کوئی بڑا شخص معلوم ہوتا ہے وہ آ کر میرے پاس بیٹھ گئے کہنے لگے صاحب مجھے ان مولوی صاحب سے بڑی شکایت ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے چار وقت کا فاقہ ہے۔ اس وقت ان کی جیب میں روپے بھی بول رہے تھے اگر یہ چار آنے مجھے دیدیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا۔ مجھے ان

سے بڑی شکایت ہے۔ مولوی صاحب بے چارے ذلت کے مارے دبے جاویں۔ شرم کے مارے کٹے جاویں کہنے لگے للہ! معاف فرمادیجئے میں نے سخت گستاخی کی۔ میں نے پہچانا نہیں تھا۔ واللہ میں نے آپ کو سائل سمجھا تھا۔ وہ بولے کہ مولوی صاحب یہ تو بتایئے آپ نے مجھے سائل کیسے سمجھ لیا۔ آخر آپ نے کیا علامت مجھ میں سائل ہونے کی دیکھی کہا صاحب! میں نے کتاب میں پڑھا تھا کہ بڑے بڑے شاندار لوگ مکہ میں بھیک مانگتے ہیں۔ وہ بولے! مولوی صاحب! کچھ عقل سے بھی تو کام لیا ہوتا۔ صاحب نری کتاب کے بھروسے تو نہیں رہنا چاہیے کہا کتاب میں بھی دیکھتا تھا اور صاحب سچ مچ بڑے بڑے عبا اور قبا والے یہاں پر بھیک مانگتے ہوئے خود بھی دیکھ لئے تھے۔ انہوں نے پوچھا مولوی صاحب! یہ تو بتاؤ تم نے جن کو بھیک مانگتے دیکھا وہ عمامہ والے تھے یا کسی ترکی ٹوپی والے کو بھی کہیں بھیک مانگتے ہوئے تم نے دیکھا کہا۔ ہاں صاحب واقعی سب عمامہ والے ہی تھے ترکی ٹوپی والا تو ان بھیک مانگنے والوں میں کوئی نہیں تھا۔ جعفر نے کہا کہ میں تو ترکی ٹوپی پہنے تھا۔ سو بتلایئے کتاب میں یہ کہاں لکھا تھا کہ صرف عمامہ والے ہی بھیک مانگتے ہیں۔ ترکی ٹوپی والے نہیں مانگتے۔ تو صاحب! نری کتاب سے فن حاصل کرنے کا تو یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ بھائی کتاب تو اعانت کے لئے ہوتی ہے۔ اہل مہارت کی صحبت کے بغیر بخدا اور بخدا اور بخدا جس کو فن کا حاصل ہونا کہتے ہیں۔ ہرگز میسر نہیں ہوسکتا چاہے جتنی کتابیں پڑھ چکا ہو۔ اور اگر کچھ بھی نہ پڑھا ہو لیکن اہل مہارت کی صحبت اٹھائے ہوئے ہو تو فن کا حصول ممکن ہے بلکہ کثرت واقع ہے۔

آخر حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں کیا بات تھی کہ بعد کے بڑے بڑے عارف اور عالم ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ کیا وہ سب کے سب لکھے پڑھے تھے بہت کم ایسے تھے جو اصطلاحی عالم ہوں۔ ورنہ زیادہ تر تو امی محض ہی تھے چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب (مسند أحمد ۲: ۱۲۲)

''ہم لوگ تو ایک امی جماعت ہیں نہ ہم حساب جانیں نہ کتاب جانیں''۔

دیکھئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فخر کرتے ہیں اپنی امت کی امیت پر، تو گویا اس امت کی

خاص فضیلت اُمی ہونا ہے۔ پھر باوجود اُمی ہونے کے صحابہؓ جو بینظیر تھے کہ نہ ابوحنیفہؒ اُن کے برابر، نہ اویس قرنی ان کے برابر، نہ جنیدؒ اُن کے برابر، نہ کوئی غوثؒ اُن کے برابر، نہ کوئی قطبؒ اُن کے برابر۔ تو وہ کیا چیز تھی اور وہ کیا دولت تھی جس نے ان کو سب سے بڑھا دیا تھا۔ بس، یہ دولت تھی

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد

گلے خوشبوئے درحمام روزے ☆ رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیرے ☆ کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم ☆ ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہم نشین درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(میرے ہمنشیں پھول نے میرے اندر اثر ڈال دیا حمام خانہ کی خوشبودار مٹی ایک دن میرے محبوب کے ہاتھ سے مجھے ملی میں نے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری خوشبو سے میں مست ہورہا ہوں کہا کہ میں ایک ناچیز مٹی ہوں لیکن کچھ مدت تک پھول کی صحبت میں رہی ہوں ،میرے ہم نشین پھول نے میرے اندر اپنا اثر ڈال دیا ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو پہلے تھی)

بس یہ تھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس دولت۔ کسی کی طویل صحبت تھی کسی کی کم۔ مگر کمال سے کوئی بھی خالی نہیں رہا۔ البتہ اکملیت کے مراتب میں تفاوت تھا۔ چاہے زبان حاصل کی ہو یا نہ کی ہو۔ کمال تو ہر شخص نے حاصل کرلیا تھا۔ زبان اور چیز ہے کمال اور چیز ہے۔ اب کتابیں تو بہت سی پڑھ لیتے ہیں لیکن اہل مہارت کی صحبت میں رہنے کا بالکل اہتمام نہیں جہاں تم نے کتابیں پڑھی تھیں اگر کسی مربی کی صحبت میں اٹھائے ہوتے تو اپنے کو کبھی اہل مہارت میں سے نہ سمجھتے بھائی تم تو پہلے مربہ بنو پھر مربی بننا چند روز کے لئے اپنے آپ کو کسی مربی کی سپردگی میں دیدو۔ وہ تمہیں تاؤ دے دیکر مربہ بنائے گا۔ جب خوب گھل جاؤ گے اور مربہ بنانے والے بھی تصدیق کردیں گے کہ ہاں اب مربہ بن گئے تب مربہ بنو گے۔ تمہارا خود ہی یہ سمجھ لینا کہ ہم اب مربہ ہوگئے ہرگز کافی نہیں کیونکہ اے مربہ! تیرے پاس کوئی ایسی مہک اور کوئی ایسا معیار نہیں جس سے تو یہ جانچ لے کہ میں مربہ ہوگیا۔ جب

تیرے پاس کوئی مہک اور معیار نہیں تو تو اپنی ذات کو بلا آلہ کے دیکھے گا تو تو اپنے نفس کو دیکھے گا اپنے نفس ہی سے، جو ناقص ہے اور مربی تیرے نفس کو دیکھے گا اپنے نفس سے اور وہ ہے کامل۔ لہٰذا اس کی جانچ معتبر ہوگی اور تیری جانچ ہرگز معتبر نہ ہوگی کیونکہ اس کے پاس تو آلہ شناخت ہے اور تیرے پاس کوئی آلہ شناخت ہے نہیں۔

جیسے کوئی سیب کا مربہ بنا کر رکھے تو خود سیب یہ جانچ نہیں کرسکتا کہ میں مربہ ہوگیا ہوں یا نہیں۔ اس کے کیا دانت ہیں جو چکھ کر بتادے گا۔ البتہ جو مربہ بنانیوالا ہے اس کے دانت ہیں جو چکھ کر بتادے گا وہ دانت تلے دبا کر فوراً بتادے گا کہ ہاں ہوگیا تو تم کو ابھی کسی نے دانت تلے یا پیر تلے دبایا نہیں کہیں سڑ نہ گئے ہو کہیں کچے نہ پڑ گئے ہو۔ غرض اصل چیز تو حقیقت کمال ہے مگر زعم کمال اور دعویٰ کمال نے اسے خراب کر رکھا ہے۔ (خطبات حکیم الامت ج ۱۰)

اہمیت صحبت

اس کے بعد ضرورت اس کی ہے کہ اگر کوئی شخص فارغ صاحب ثروت نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور چاہئے کہ مکمل نصاب اردو کا پڑھ لے اور اس نصاب کے لئے اس وقت اردو میں کافی ذخیرہ موجود ہے علماء سے اس کو منتخب کرا کر آدھا دن دین کی تعلیم کے لئے اور آدھا دنیا کی تعلیم کے لئے مقرر کرلیں مگر یہ ضرور ہے کہ تعلیم ایسے شخص سے ہو جو مذہبی آدمی ہو اور یہ خیال نہ کیجئے کہ ایسی معمولی استعداد سے جو اردو پڑھنے سے حاصل ہوگی کیا فائدہ......؟ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ قلب میں دین کی عظمت پیدا ہو جاوے گی اور رگ و ریشہ میں دین رَچ جاوے گا خصوص بچوں کو ایسے لوگوں کے سپرد کیجئے جو بے طمع خوش اخلاق لوگ ہوں۔ چنانچہ پہلے زمانہ میں جو کتبی تعلیم کا طریقہ تھا بہت ہی اچھا طریقہ تھا ان کی صحبت کا یہ اثر دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ پرانے مکتب میں پڑھے ہوئے ہیں ان کے قلب میں بزرگوں کی دین کی عزت اور عظمت ہے جس کا نئی تعلیم میں نام و نشاں بھی نہیں وجہ یہ کہ نری زبان سے کچھ نہیں ہوتا جب تک قلب کے اندر کوئی بات پیدا نہ ہو اور دل میں پیدا نہیں ہوتی جب تک صحبت نہ ہو اس لئے صحبت کی بڑی ضرورت ہے خواہ کتابیں تھوڑی ہی پڑھائی جاویں مگر صحبت زیادہ ہو۔ رہی لڑکیوں کی تعلیم سو اگر گھر کے مرد ذی علم ہوں تو وہ پڑھاویں ورنہ اگر مستورات

پڑھی ہوئی ہوں تو خود پڑھائیں ورنہ دوسری نیک بیبیوں سے پڑھوائیں اور نصاب وہی ہوں جو میں نے ذکر کیا ہے اور یہ میری سمجھ میں کسی طرح نہیں آتا کہ زنانہ مکتب قائم کیا جائے جیسے مردانے مکتب باقاعدہ ہوتے ہیں اس باب میں واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان واقعات نے یقین دلا دیا ہے کہ ایسے مکتبوں کا اثر اچھا نہیں ہوتا اور امتحان ہو جانے کے بعد ہمیں وجہ بیان کرنے کی حاجت نہیں جیسا مقناطیس کی کشش کی بیان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خاص تعلق کے موقع پر تعلیم ہونا چاہیے لڑکیوں کی تجربہ سے معلوم ہوا کہ خاص تعلق کے گھر میں جتنی حفاظت ہوتی ہے وہ عام جگہ نہیں ہو سکتی لیکن یہ میری رائے ہے میں فتویٰ نہیں دیتا ہوں۔ اگر تجربہ سے دوسری تجویز مفاسد سے خالی ہو تو اس پر عمل کیا جاوے مگر عورتوں کو تعلیم ضرور دینا چاہئے لیکن مذہبی تعلیم نہ کہ تعلیم جدید اور تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک اور کام بھی کرنا چاہئے وہ یہ کہ لڑکیاں کسی تعلیم کے خلاف عمل کریں تو ان کو روکو۔ بلکہ ان کے خلاف عمل کرنے پر یوں کرو کہ جب کبھی غیبت کریں کتاب منگا کر اور وہ مضمون دکھلا کر تنبیہ کرو۔ اگر اس طرح سے عمل رہا تو انشاء اللہ ایسا پاکیزہ نشو ونما ہوگا جس کا کچھ کہنا ہی نہیں۔

دوسرے گھر یعنی سسرال میں جا کر نیک نامی ہوگی اور یہ بھی مشاہدہ سے سب کو معلوم ہو جاوے گا دیندار ایسی چیز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اخلاق درست ہوں گے اعمال درست ہوں گے اس سے زیادہ کیا راحت ہوگی کہ اخلاق بھی درست ہوں اعمال بھی درست ہوں غرض کافی تعلیم سے دونوں باتیں نصیب ہوں گی۔ آسائش دین اور آسائش دنیا بلکہ ایسوں سے دوسروں کو راحت ہی پہنچتی ہے کیونکہ ایسے لوگ دشمنوں تک سے بھی مخالفت نہیں کرتے اسی کو کہتے ہیں ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خُدا دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف ست وجنگ

(میں نے سنا ہے کہ اہل اللہ نے دشمنوں کے دل کو بھی رنجیدہ نہیں کیا ہے تجھ کو یہ مرتبہ کب حاصل ہوسکتا ہے کہ تو اپنے دوستوں سے بھی اختلاف اور لڑائی رکھتا ہے) (خطبات حکیم الامت ج ۳۰)

اولیاء اللہ کی بڑی شان

اولیاء اللہ کی بڑی شان ہے ان کی شرکت سے جب دعائیں ہوں گی اور ان کی

دعاؤں کے ساتھ جائیں گی تو رد نہ ہوں گی۔اس کی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ ایک حلوائی کی دکان سے مٹھائی خرید کی حلوائی نے مٹھائی دونے میں کر کے دے دی دونا مٹھائی کے ساتھ اور جب تک مٹھائی رہے گی دونا برابر اس کے ساتھ رہے گا مٹھائی کے ساتھ دونا گھر تک ساتھ آئے گا اور جس قدر مٹھائی کی عزت وحفاظت کی جائے گی اور اسی طرح دونے کی حفاظت ہوگی اور مٹھائی کے ساتھ دونے کی بھی قدر ہوگی۔مصری کے کوزہ میں لکڑیاں ہوتی ہیں جن کی عزت ووقعت مصری کے ساتھ ساتھ ہے۔جس قیمت پر مصری فروخت ہوگی وہ تنکے بھی اسی کے ساتھ فروخت ہوں گے اور وزن میں شمار کئے جاویں گے اسی طرح نیک بندوں کی دعاؤں کے ساتھ بروں کی بھی قبول ہو جائیں گی۔پس ان وجوہ سے میں شکر کے مقابلہ میں دعا تجویز کرتا ہوں۔(خطبات حکیم الامت ج ۳۰)

صحبت اہل اللہ کس صورت میں مفید ہوسکتی ہے

صحبت مفید جب ہوسکتی ہے کہ ان سے اپنے امراض کا بیان کریں اور ان کا علاج پوچھیں۔اس نیک صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے عطر فروش کی دوکان کہ یا تو وہاں سے عطر خریدو گے ورنہ کم سے کم خوشبو سے تو دماغ کو راحت ہوگی اسی طرح نیک صحبت سے کوئی نہ کوئی بات کام کی حاصل ہو جاتی ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تھوڑی دیر کے لئے اولیاء اللہ کے پاس بیٹھ جانا سو سالہ طاعت بے ریا سے بہتر ہوتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالع ترا طالع کند

صالح کی صحبت تم کو صالح کر دے گی اور بد بخت کی صحبت تم کو بھی بد بخت بنا دے گی۔

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

نیکوں کی صحبت اگر ایک گھڑی بھی حاصل ہو جائے تو وہ سو سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے۔(خطبات حکیم الامت ج ۲۵)

صحبت شیخ کیوں ضروری ہے

مولانا نے حصر کر دیا ہے اصلاح کو صحبت شیخ میں اور بالکل سچی اور واقعی بات ہے کہ

اصلاح بدون کسی کو بڑا بنائے ہوئے نہیں ہوسکتی، بہت سے پڑھے لکھے اور دیندار لوگ بھی اس بات میں غلطی پر ہیں۔ یوں سمجھتے ہیں کہ بس کتابوں کا پڑھ لینا اور مطالعہ میں رکھنا اصلاح کے لئے کافی ہے۔ یاد رکھو کہ اور کتابیں تو کیا وہ کتابیں بھی جو اسی فن اصلاح اخلاق کی ہیں جیسے احیاء العلوم وغیرہ ان سے بھی اصلاح نہیں ہوگی جب تک کسی کے ماتحت نہیں بنوگے اور جب تک کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ ہوگا اور جب تک کوئی یہ کہنے والا نہ ہوگا کہ تم بڑے نالائق ہو یہ حرکت کیوں کی۔ یاد رکھو محض ایک بات کی برائی معلوم ہوجانے سے وہ بات چھوٹ نہیں جاتی۔ دیکھو شرابی شراب پیتا ہے حالانکہ جانتا ہے شراب بری چیز ہے مگر اس جاننے سے شراب چھوٹتی نہیں۔ ہاں اس سے چھوٹتی ہے کہ کوئی اس سے بڑا اس پر مسلط ہو اور جب یہ شراب پئے تو تھوڑی گوشمالی کردیا کرے اس میں اثر ہے اور اس میں نہیں دیکھئے شراب جس کو پینے والا خود بھی برا جانتا ہے بدون کسی بڑے کے دباؤ کے نہیں چھوٹتی تو وہ برائیاں جن کی برائی خود فاعل کو بھی معلوم نہیں ہے وہ بغیر دوسرے کی روک ٹوک کے کیسے چھوٹ سکتی ہیں اور وہ صفحات جن کا اختیار کرنا نفس پر بہت شاق ہے نفس ان کا خوگر بدون دباؤ کے کیسے ہوسکتا ہے جیسے تواضع جس کا ذکر ہورہا تھا کیونکہ تواضع کے معنی چھوٹا بننے کے ہیں۔ آدمی چھوٹا بننا کبھی گوارا نہیں کرتا تو جب تک کوئی بڑا اس پر مسلط نہ ہو یعنی معنی ہیں ماتحت ہونے کے اس وقت تک تواضع پیدا نہیں ہوسکتی۔ غرض نرے علم سے اصلاح نہیں ہوسکتی۔ بار بار نگرانی کرنے اور عادت ڈالنے سے ہوتی ہے اور عادت بدون دوسرے کو بڑا بنائے ہوئے نہیں ہوسکتی۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۴)

صحبت نیک کی فضیلت

شاید اس تقریر سے کسی کے دل میں یہ بات پیدا ہو کہ ہم بھی گھر لٹادیں گے اور مساکین میں داخل ہوجاویں گے صاحبو! ہرگز ایسا مناسب نہیں۔ مساکین میں داخل ہونے کا یہ طریق کہ المرء مع من احب (آدمی اس شخص کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے)
تم ان سے محبت رکھو انشاء اللہ تعالیٰ انہیں کے درجہ پر پہنچ جاؤ گے۔ اسی لئے فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ قربی المساکین وجالسیھم

(نزدیک ہوتو مساکین کے اوران کے پاس بیٹھ)نقط قربی (نزدیک ہوتو) میں تو ان کو آنے دینے کے لئے فرمایا اور لفظ جالسیھم بیٹھ تو ان کے پاس میں اس سے بڑھ کر یہ بتلا دیا کہ اگر وہ خود نہ آویں تو جا کر بیٹھو۔ دیکھئے کتنی بڑی عزت ہے مساکین کی یہ ہی مسکنت ہے جس سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ اصبر نفسک الخ (جمائے رکھئے اپنے نفس کو) یہ بیان تھا۔ ترجمہ آیت کا۔ اور آیت کا ترجمہ سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مقصود میرا کیا بیان کرنا ہے مگر میں تصریحا بھی کہہ دیتا ہوں سو مدلول لغوی آیت کا تو یہ ہے جو کہ میں نے بیان کیا مگر اس کی ایک غایت ہے اس غایت سے میرا مقصود اچھی طرح سمجھ میں آجاوے گا۔ میں نے سوچا تھا کہ کوئی صریح آیت سمجھ میں آجاوے مگر جلدی میں سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن خیر اب سمجھئے کہ غایت اس اصبر سے کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ رعایت نفع صحابہ کی کیونکہ دو حال سے خالی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مساکین کو نفع پہنچتا ہے یا نہیں اگر نہیں پہنچتا تو پھر اس حکم سے کیا فائدہ ہوتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع پہنچتا ہو اجر تبلیغ کا تو یہ بالکل غلط ہے کہ صرف اس کو مدار حکم کہا جاوے۔ اس میں صحابی کی کیا تخصیص ہے۔ یہ تو تبلیغ الی الکفار۔ (کفار کی تبلیغ) میں بھی مشترک ہے پس معلوم ہوا کہ ان مساکین کو آپ سے نفع پہنچنا بڑی غایت ہے۔ اس حکم کی یعنی اگر یہ آپ کے پاس بیٹھیں گے تو ان کو نفع ہوگا۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۱)

مقبولان الٰہی کی صحبت سے نفع

اس سے ثابت ہوا کہ مقبولان الٰہی کے پاس بیٹھنے سے نفع ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا جملہ مگر میں اس کی تفصیل کروں گا اور یہ ہی میرا مقصود ہے بیان سے اور یہ مسئلہ سب کے نزدیک مسلم بھی ہے اور قرآن شریف میں منصوص بھی ہے اتقوا اللہ و کونو ا مع الصادقین (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو)

اس آیت میں تو یہ مصرح ہی ہے۔ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں گو مصرح نہیں لیکن حسب تقریر مذکور لازم آ گیا۔ پھر یہ کہ اس کا مسلم ہونا ہی کافی ہے۔

صحبت صالحین سے غفلت اور لاپروائی

لیکن باوجود مسلم ہونے کے افسوس آپ کے دلوں میں درجہ ضرورت میں یہ کبھی نہیں آیا اور یہ ہی ضرورت داعی ہوئی اس کے بیان کی یہ عام خیال ہے کہ نیک صحبت نافع ہوتی ہے لیکن اس کا ضروری ہونا سو عقیدہ کے درجہ میں بھی اس سے غفلت ہے اور عمل کے اعتبار سے بھی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تمام لوگ اپنے لئے اپنی اولاد کے لیئے دنیا کی فلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ ان میں جو دین کا مذاق غالب رکھتے ہیں وہ دین کے لئے مولوی بناتے ہیں جو دنیادار ہیں وہ معاش کیلئے تیار کرتے ہیں۔ غرض ایک نے دین کی فلاح کی کوشش کی اور ایک نے دنیا کی فلاح کی کوشش کی۔ لیکن اس فہرست مساعی میں کہیں یہ فکر نہیں جس کا نام نیک صحبت ہے یعنی بالاستقلال اس کا اہتمام کسی نے بھی نہیں کیا۔ جیسے اور کاموں کو ضروری سمجھتے ہیں اس کو کسی نے بھی ضروری نہیں سمجھا مثلاً ہفتہ بھر میں ایک دن یا مہینہ بھر میں ایک دن یا سال بھر میں ایک مہینہ کسی نے اس لئے دیا ہو کہ اس میں صحبت نیک سے مستفید ہوں تو ہمارا یہ عمل اسکی شہادت دے رہا ہے کہ ہم نے اس کو کسی درجہ میں بھی ضروری نہیں سمجھا۔ دیکھئے سارے کاموں کے لئے وقت مقرر ہیں کھانے کے لئے آرام کے لئے بھی سیر کے لئے بھی مگر صحبت نیک کے ذریعہ سے محض تہذیب اخلاق کے لئے بھی کسی نے وقت مقرر کیا ہے؟ اس کے جواب میں محض صفر ہے یہ ہے وہ مضمون جس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے اس لئے کہ اس کی طرف سے غفلت عام اور ضرورت اس کی بیحد کہ دنیا کا یا دین کا کوئی کمال بغیر صحبت کے نہیں ہوسکتا۔ ہاں نام کو جو چاہے ہو جاؤ باقی واقع میں وہ حال ہی ایسا ہی ہے کہ

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست

(خواجہ کا گمان ہے کہ اس کو کچھ حاصل ہے خواجہ کو بجز غرور کے کچھ حاصل نہیں)

اس وقت لوگ مطالعہ کتب کمال سمجھتے ہیں۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۱)

شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم کرنا

حضرت قاری صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آداب المتعلمین میں تحریر فرماتے ہیں

کہ طالب علم کو چاہئے کہ زمانہ طالب علمی میں کسی شیخ کامل سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلے اور ہر کام اس سے دریافت کرنے کے بعد کرے اور بعد فراغت اس کی خدمت میں رہ کر اپنی ظاہری و باطنی اصلاح بھی اچھی طرح کرے اور اس کے بعد کوئی دینی کام شروع کرے۔ بغیر اصلاح کے اخلاص کا پیدا ہونا مشکل ہے جب خود ہی نفس کے مکائد اور اس کی دسیسہ کاریوں سے واقف نہ ہوگا تو ہر وقت خطرہ ہے کہ بجائے اصلاح کے فساد رونما ہو۔

عام طور پر اس طبقہ میں جو بگاڑ آیا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "**فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب**" پس جو **علماء ورثۃ الانبیاء** ہیں ان کو بھی ذکر، فکر، خلوت، مراقبہ، محاسبہ کا اہتمام کرنا چاہئے۔

ایک بڑے عالم اور طریق کی حقیقت سے بے خبری

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت سے بے خبری کی یہ حالت ہے کہ ایک بڑے عالم تھے اور درویش بھی سمجھے جاتے تھے، میں بھی ان سے ملا ہوں، شروع میں تو ہمارے بزرگوں کے معتقد تھے، آخر میں آکر کسی قدر بدعت کا رنگ غالب ہوگیا تھا مگر تھے سادہ اور نیک۔ انہوں نے ایک ذاکر سے پوچھا کہ کچھ ذکر و شغل کرتے ہو اس نے کہا کہ جی ہاں دریافت کیا کہ کچھ نظر بھی آتا ہے انہوں نے کہا کہ نظر تو کچھ نہیں آتا کہنے لگے کہ خیر ثواب لئے جاؤ باقی نفع مقصود تو کچھ ہے نہیں مجھ کو تو یہ سن کر حیرت ہوگئی کہ عالم درویش ہوکر ایسی بات کہی اصل چیز تو ثواب ہی ہے جو تمام اعمال سے مقصود ہے اور ثواب کی حقیقت ہے۔ حق تعالیٰ سے قرب اور اس کی رضاء انہوں نے اس کی کیسے تحقیر کی اصل میں یہ فن بھی بڑا ہی نازک ہے اس میں بہت سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے ورنہ آدمی ٹھوکریں ہی کھاتا رہتا ہے۔ (ملفوظات ج ۲)

عالم ہوکر بھی کسی کے سامنے جاکر پامال ہونا ضروری ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ عالم ہوکر کتابیں پڑھ کر بھی کسی کے سامنے جاکر پامال ہوجائے کسی کی جوتیاں سیدھی کرے تب انسانیت اور آدمیت پیدا ہوتی ہے۔ (ملفوظات ج ۲)

اصل چیز اصلاح نفس ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا میں کہا کرتا ہوں کہ محض لکھنے پڑھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ کسی کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ آدمی جاہل رہے مگر اس میں تدین (دینداری) ہو وہ جاہل اس بددین عالم سے اچھا ہے جس میں (دینداری) نہ ہو اور ایسے ان پڑھ ہونے اور حساب و کتاب نہ جاننے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فخر کیا ہے بعض صحابی تو ایسے ہوئے ہیں کہ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سو کتنے ہوتے ہیں مگر ان میں پھر کیا بات تھی جس کی وجہ سے ان کو فضیلت حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت تو یہ تھی مگر درجات کی یہ حالت ہے کہ نہ اویس قرنی رحمہ اللہ ان کے برابر نہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نہ بایزید رحمہ اللہ نہ جنید رحمہ اللہ۔ بات صرف یہ تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی اور اس صحبت سے ان کا دین، ایمان، خالص اور کامل ہو گیا تھا۔ پس اصل چیز یہ ہے اور اگر آدمی پڑھا ہوا ہو مگر اس دولت سے محروم یعنی کسی اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہ کی ہوں تو ایسا شخص بڑے خسارہ میں ہے۔ (ملفوظات ج ۲)

صحبت صالح کی ضرورت اور فوائد

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ بزرگوں سے تعلق بڑی نعمت ہے لوگ اس کی قدر نہیں کرتے مجھ کو تو اس لئے بھی اس کی خاص قدر ہے کہ میرے پاس تو سوائے بزرگوں کی دعا کے اور کچھ ہے نہیں۔ نہ علم ہے نہ عمل ہے اگر ہے تو صرف یہی ایک چیز ہے۔

فرمایا آج کل پڑھنے پڑھانے والوں کی اس طرف توجہ ہی نہیں کہ کسی بزرگ کی خدمت میں جا کر رہیں۔ بس تھوڑی سی کتابیں پڑھ لیں اور سمجھ لیا کہ ہم بہت کچھ ہو گئے۔

فرمایا یاد رکھئے جو عالم مدرسہ سے فارغ ہو کر خانقاہ میں نہ جائے (یعنی اپنی اصلاح نہ کرائے) وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص وضو کر کے اسی پر قناعت کرے اور نماز نہ پڑھے۔ محض پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اہل اللہ کی صحبت میں نہ رہے۔

فرمایا ہم نے ایک آدمی بھی ایسا نہیں دیکھا کہ درس اور کتابی اعتبار سے پورا عالم ہو اور

صحبت یافتہ نہ ہو اور پھر اس سے ہدایت ہوئی ہو اور ایسے بہت سے دیکھے ہیں کہ شین اور قاف بھی انکا درست نہیں یعنی کتابی اور درسی علم حاصل نہیں لیکن صحبت حاصل ہو جانے کی برکت اور فیض سے دین کی خدمت کرتے ہیں۔ پس نرا علم شیطان اور بلعم باعور کا سا علم ہے۔

محض ورق گردانی سے کچھ نہیں ہوتا

فرمایا صحبت میں رہ کر دین آتا ہے میں بقسم کہتا ہوں کہ کتابوں سے دین نہیں آتا۔ ضابطہ کا دین تو کتابوں سے آسکتا ہے مگر حقیقی دین بغیر کسی کی جوتیاں سیدھے کئے بلکہ بلا جوتیاں کھائے نہیں آتا۔

دین کسی کی خوشامد نہیں کرتا دین انہیں نخروں سے آتا ہے۔ اب جس کا جی چاہے لے اور جس کا جی چاہے نہ لے اکبر ایک اچھے شاعر تھے ان کا کلام حکیمانہ ہوتا ہے ان کا مصرعہ ہے۔

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

فرمایا۔ خودرو درخت ٹھیک نہیں ہوتا۔ ناہموار اور بعض اوقات بدمزہ ہوتا ہے جب تک کہ باغبان اسے درست نہ کرے۔ کانٹ چھانٹ نہ کرے قلم نہ لگائے ایسے ہی وہ شخص جو شیخ کی خدمت میں نہ رہے، اصلاح نہ کرائے محض کتابوں کے پڑھ لینے کو کافی سمجھ بیٹھے اس کی مثال بعینہ خودرو درخت کی سی ہے جب تک اسے شیخ مصلح درست کرے اس وقت تک ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ بد دین، بدعقائد یا بداخلاق ہو جاتا ہے۔

صحبت صالح کے بغیر رنگ نہیں جمتا

فرمایا۔ صحبت سے وہ بال حاصل ہوگی کہ اس کی بدولت اسلام دل میں رچ جائے گا اور یہی مذہب کی روح ہے کہ دین کی عظمت دل میں رچ جائے اور ضرورت اسی کی ہے کہ مذہب دل میں رچا ہوا ہو اور اگر دل میں یہ حالت نہیں ہے تو ظاہری نماز کام کی نہ روزہ بس وہ حالت ہے کہ طوطے کو سورتیں رٹا دیں کہ وہ محض اس کی زبان پر ہیں۔

جس تعلیم کا اثر دل پر نہیں ہوتا مصیبت کے وقت وہ کچھ کام نہیں دیتی تو اگر دین کی محبت دل میں رچی ہوئی نہ ہو تو حافظ قرآن و عالم بھی ہوگا تب بھی آٹے دال ہی کا بھاؤ دل میں لے

کر مرے گا۔ جیسا کہ اس وقت اکثر حالات ہیں کہ دل میں سے اسلام کا اثر کم ہوتا جاتا ہے۔ اسی کو دیکھ کر میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے اسلام نکلا جاتا ہے خدا کیلئے اپنی اولاد پر رحم کرو اور ان کو اسلام کے سیدھے راستہ پر لگاؤ۔ (ملفوظات حکیم الامت)

صحبت اہل دل کی برکات

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

میرٹھ میں حاجی عبدالغنی صاحب مرحوم وہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سے بیعت تھے۔ نہایت دین دار تاجروں میں سے تھے اور ٹوپیوں کی تجارت کرتے تھے میرٹھ کی ٹوپیاں اس زمانہ میں مشہور تھیں اور ریشم کا زری کا کام بھی ان کے یہاں ہوتا تھا۔ ایک فاضل کو دو ٹوپیاں بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے حاجی صاحب سے فرمائش کی مگر یہ کہا کہ مغرق ہونی چاہئیں یعنی کپڑا نظر نہ آئے صرف سچی زری کا کام ہو کپڑے کے اوپر اور کپڑا اس زری کے اندر چھپ جائے۔ ایسی ٹوپی کو مغرق کہتے ہیں۔ گویا کپڑا زری میں غرق ہے۔ حاجی صاحب نے ٹوپیاں بنوا دیں۔ دس پندرہ روز میں فاضل صاحب سے کہا ٹوپیاں بن گئیں اور ہر ایک ٹوپی کی قیمت پندرہ روپے ہے۔ فاضل صاحب نے کہا کہ بہت اچھا ٹوپی دیدیجئے قیمت کل کو آجائے گی۔ حاجی صاحب نے کہا کہ قیمت کل کے بجائے چاہے دو مہینے میں آجائے آپ سے کوئی بے اعتباری نہیں لیکن یہ جائز بھی ہے یا نہیں اس کو سوچیے۔ فاضل صاحب کہنے لگے ناجائز ہونے کی کیا بات ہے؟ حاجی صاحب نے کہا کہ مغرق کپڑا حکم میں زری کے ہوتا ہے اس میں ادھار جائز نہیں ورنہ سود ہو جائے گا وہ تو نقداً ہاتھ در ہاتھ برابر سرابر ہونا چاہئے۔ اس میں ادھار جائز نہیں اس لئے کہ وہ چاندی کی بیع ہے۔ وہ کپڑے کی بیع نہیں کیونکہ مغرق کپڑا چاندی کے حکم میں ہوتا ہے تو اس لئے قیمت تو جب چاہے آجائے کوئی بے اعتباری نہیں مگر یہ جائز نہیں۔ تو وہ فاضل نادم ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں فاضل ہوں اور یہ دکان پر بیٹھنے والے ایک تاجر ان پڑھ۔ انہیں اتنے اتنے مسئلے معلوم اور مجھے اس کا پتہ بھی نہیں بہت ندامت ہوئی کہا کہ حاجی صاحب میں شرمندہ ہوں۔ واقعی مجھ سے کوتاہی ہوئی

مسئلے کی طرف میرا دھیان نہیں گیا، میں دو تین دن میں آؤں گا اور نقد خرید کر لے جاؤں گا۔

حاجی صاحب نے کہا کہ ایسی صورت تمہیں نہ بتادوں کہ نقد بھی ہو اور ادھار بھی اور جائز بھی ہو۔ کہنے لگے کہ وہ کیا صورت ہوگی؟ حاجی صاحب نے کہا کہ تم تیس روپے مجھ سے قرض لے لو ٹوپیاں نقد خرید لو اور قرض چاہے دو مہینے میں ادا کر دیجئے، کہنے لگے کہ میں فاضل ہو کر بھی ان مسائل کی طرف متوجہ نہیں اور یہ تاجر دکان پر بیٹھ کر اتنے مسائل جانتے ہیں۔ یہ اہل اللہ کی صحبت کا اثر تھا خود عالم نہیں تھے مگر علماء کی صحبت میں بیٹھنے والے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے اندر حرام وحلال کی تمیز کا اس قدر مادہ تھا اور حرام سے بال بال بچنے کی کوشش کرتے تھے اور یہی جذبہ تھا کہ مسائل پر اتنی نظر تھی تو وہی کام ادھار بھی ہوگیا اور جائز بھی ہوگیا صرف تھوڑے سے تغیر سے۔

اس واقعہ سے اہل اللہ کی صحبت کے ثمرات بھی معلوم ہوئے کہ کس طرح ایک عام تاجر صرف صحبت کی برکت سے حلال حرام میں تمیز کرنے والا اور مسائل شرعیہ کی باریکیوں تک کو جاننے والا بن گیا۔ دوسری طرف اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ شریعت میں قدم قدم پر انسان کیلئے کس طرح سہولت کی راہیں نکلتی ہیں کہ انسان چلنے کا عزم کرلے تو نصرت خداوندی خود دستگیری کرتی ہے۔

بزرگوں کی صحبت کا ایک عظیم نفع

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا بزرگوں کی صحبت سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اس سے ایسا عمل حاصل ہو جاتا ہے جو علم کا داعی ہو جاتا ہے اور احوال وکیفیات پیش آنا صحبت کا اصل ثمرہ نہیں بلکہ احوال وکیفیات تو اکثر کم عقلوں کو زیادہ پیش آتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ حالات اکثر یکسوئی سے پیدا ہوتے ہیں اور کم عقل میں یکسوئی زیادہ ہوتی ہے اور عقلمند کو ہر امر میں متعدد احتمالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اس کا ذہن چاروں طرف دوڑتا رہتا ہے وہ حالت ہوتی ہے " فی کل وادیھیمون" البتہ اگر قوی حال غالب آجائے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ (ملفوظات ج ۲۶)

بڑوں کو اپنی اصلاح کی فکر

اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سلسلہ میں روئے زمین پر حضرات انبیاء علیہم السلام کی مقدس

جماعت سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ نبوت جیسے عظیم منصب پر فائز ہونے کے باوجود ان حضرات کی دعائیں دیکھی جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات صحبت صالح کے کس قدر مشتاق تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں ”مجھے اپنے نیک بندوں کے ساتھ شامل فرمالیجئے“ حضرت سلیمان علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ ”اے اللہ اپنے فضل سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمادیجئے“۔ قرآن کریم میں بھی نیک لوگوں کی صحبت جنت پر مقدم کیا گیا۔

ہمارے اکابر اپنی اصلاح اور نیک صحبت کو اپنے لئے کس قدر ضروری سمجھتے تھے ذیل کے واقعات اس پر گواہ ہیں۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کو حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت تھی جب ان میں تصوف وسلوک کا ذوق پیدا ہوا تو پہلے مولانا مدنیؒ ہی کی جانب ان کا میلان ہوا اور ان ہی سے بیعت کا ارادہ رکھتے تھے لیکن ایک روز خواب میں دیکھا کہ:

”ایک پلنگ پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ تشریف فرما ہیں اور اسی کے پاس ایک دوسرے پلنگ پر وہ خود مولانا حسین احمد صاحبؒ کے ساتھ بیٹھے ہیں یکا یک مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ اپنی جگہ سے اٹھے اور سید صاحب کا ہاتھ پکڑ کر مولانا اشرف علیؒ کے سامنے پیش کر کے فرمایا ”ان کو میری طرف سے قبول فرمالیں“ اسی خواب کے بعد وہ مولانا تھانویؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔

اس انقلاب کے بعد سید سلیمان ندوی صاحب کے پاس بہت سے خطوط آئے کہ: ”ان جیسے فاضل اجل اور محقق کو ایک پرانے طرز کے عالم کے سامنے سر جھکانے کی کیا ضرورت تھی۔“

اسکے جواب میں اکثر نجی مجالس میں فرماتے تھے کہ: ”یہ لوگ مجھ کو زبان سے تو فاضل اور محقق کہتے ہیں، مگر درحقیقت مجھ کو بے عقل جانتے ہیں۔ آخر اس بات پر کیوں نہیں غور کرتے کہ ان کے خیال کے مطابق اگر واقعی محقق اور علامہ دہر ہوں تو کیا بلا وجہ میں نے مولانا تھانویؒ کا دامن تھاما؟ ان لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ میں نے اپنے اندر کوئی تو کمی پائی جس کی تکمیل کے لئے وہاں گیا۔“

ف: ایک نجی خط میں تحریر فرمایا: ”علماء پر فرائض کا بار عام مسلمانوں سے زیادہ ہے اس

لئے اگر وہ درست نہ ہوں تو ان پر عذاب دوسروں سے زیادہ ہے۔ معاملہ دماغ کا نہیں قلب سلیم اور قلب منیب کا ہے، نفس کا نہیں روح کا ہے...... صرف تسبیح اور مراقبہ سے کچھ نہیں ملتا، جب تک دل کا تعلق دل والے سے نہ ہو۔"

امور باطنی میں محض کتاب دیکھ کر کوئی عمل نہ کرے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

فرمایا کہ مسائل کی باتوں کے سوائے اور امور باطنی میں محض کتاب دیکھ کر بلا دریافت کئے ہوئے عمل نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ ایک بات ایک شخص کیلئے مفید ہوتی ہے اور دوسرے کیلئے مضر ہوتی ہے سب کیلئے یکساں حکم نہیں ہے اس لئے بغیر پوچھے عمل نہ کرے۔ (ملفوظات ج ۱۸)

فیض انہی سے پھیلا ہے

اکابر و اسلاف جن سے اللہ تعالیٰ نے دین کا بیش بہا کام لیا ہے یہ وہی اکابر تھے جنہوں نے علوم ظاہری پر کبھی بھی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی اصلاح کے لئے انہوں نے وقت کے کسی نہ کسی شیخ کامل سے رجوع فرمایا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی پھیلی وہ حقیقت میں وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی کہ وہ اسوۂ نبوت سے قریب تر تھے۔ اس لئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا گیا۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ سے لے کر شاہ اسماعیل رحمہ اللہ تک آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر و باطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ آپ کو ہوگا۔ وہ علوم و تدریس کے وقت یعلمھم الآیۃ کا جلوہ دکھاتے اور حجروں میں بیٹھ کر یزکیھم کی جلوہ ریزی فرماتے تھے۔ صحابہ اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کے تین زمانوں تک یہ دونوں ظاہری و باطنی کام اسی طرح برابر جاری رہے۔ جو استاد تھے وہ شیخ تھے اور جو شیخ تھے وہ استاد تھے۔

اس کے بعد وہ دور آنا شروع ہوا جس میں مسند ظاہری کے درس گو، باطن کے کورے اور باطن کے روشن دل ظاہر سے عاری ہونے لگے۔ اور عہد بہ عہد ظاہر و باطن کی یہ خلیج بڑھتی

ہی چلی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدارس سے علماء دین کی جگہ علماء دنیا نکلنے لگے اور باطن کے مدعی علم شریعت کے اسرار و کمالات سے جاہل ہو کر رہ گئے۔ (ص ۱۲)

حضرت سید سلیمان ندوی ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل علم مدارس سے علم نبوت تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن نور نبوت کے حاصل کرنے کیلئے کسی شیخ کامل سے وابستگی ضروری ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ علماء کرام علوم ظاہرہ کی تکمیل کیلئے مدارس میں آٹھ سال لگاتے ہیں۔ اگر باطنی اصلاح کیلئے صرف آٹھ ماہ بھی کسی شیخ کامل کے ہاں گزار دیں تو علم عمل میں ڈھل جائے گا۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے اپنے خلیفۂ خاص حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ میرے پاس کتب دینیہ کا معتد بہ ذخیرہ ہے۔ اسے بھی ہندوستان اپنے ساتھ لے جاؤ۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے۔ کچھ اپنے سینے سے عطا فرمائیے یہ بات جو اہے جو اس شعر میں مولانا روم نے فرمائی ہے۔

صد اوراق کتب درنار کن سینہ را از نور حق گلزار کن

حکیم الامت کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تک باطنی اصلاح نہ ہوئی ہو تو محض کتابوں کا علم معلومات کا ڈھیر تو بن جاتا ہے لیکن عمل کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ اور جو علم... عمل کیلئے نہ ابھارے وہ بروز قیامت اسکے خلاف حجت بن جائیگا۔ اسلئے حصول علم کے بعد شیخ کامل سے اصلاح ضروری ہے۔

دور حاضر کے مشہور اکابر جن کا فیض عام اور جاری وساری ہے تحقیق کے بعد یہی معلوم ہوگا کہ ان کا کسی نہ کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم ہے سچ کہا اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اس لئے ہر شخص کیلئے بالعموم اور اہل علم کے لئے بالخصوص یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کے لئے کسی شیخ کامل سے تعلق جوڑ لیں۔ اس سے ان شاء اللہ نہ صرف جن دینی خدمات میں آپ مشغول ہیں وہ مؤثر ہو جائیں گی بلکہ اس راہ سے تعلق مع اللہ کی دولت بھی نصیب ہو جائے گی اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ فیض انہی اکابر کا پھیلا ہے جن کا کسی نہ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق رہا ہے۔

ہمارے وعظ بے اثر کیوں

حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ نے دوران وعظ فرمایا: کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب کے سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ میں ایک دفعہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے آخروقت عیادت کے لئے گیا۔ بہت پریشان، کروٹیں بدل رہے تھے۔ مولانا کی شخصیت بڑی عجیب تھی، زبان صاف نہیں، طرز بیان بالکل الجھا ہوا، تفہیم وقوت بیان بالکل نہیں مگر ایک دردِدل تھا جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ بولنے میں کچھ نہ تھے مگر دردِدل کام کررہا تھا۔ معلوم ہوا کہ تبلیغ اسی کی اثر کرتی ہے جس میں دردِدل ہو۔ بڑے بڑے واعظ ان کی لمبی تقریریں، صاف اور سریلی آوازیں، زبردست قوت بیان مگر ان کی ساری عمریں گزر گئیں، ہدایت ایک کو بھی نہیں ہوئی۔ بات وہی ہے کہ جس میں دردِدل نہ ہو اسکی بات اثر نہیں کرتی۔ ایک مولوی صاحب کوئٹہ میں رہتے ہیں کہنے لگے جب بھی کراچی آتا ہوں۔ جمعہ فلاں مولوی صاحب کے پیچھے پڑھتا ہوں۔ مگر میرے دل میں ان سے عقیدت نہیں۔ یہ دیکھئے عجیب بات ہے کوئٹہ سے آکر جس مولوی کے پیچھے جمعہ ضرور پڑھیں ان سے عقیدت نہیں تو بات یہ ہے کہ خوش الحانی اور لفاظی کا کوئی فائدہ نہیں بس دردِدل کام کرتا ہے۔

ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمتہ اللہ علیہ کی آخر عمر میں ضعف کی وجہ سے صحیح طور پر آواز لوگوں کو سنائی نہیں دیتی تھی۔ مگر جو لوگ آتے تھے وہ کیا پاکر جاتے تھے نہ سمجھنے کے باوجود لوگوں کو کتنا فائدہ ہوتا تھا اس کا اندازہ نہیں۔

ایک مولوی صاحب کا تازہ واقعہ ہے۔ چونکہ نوجوان ہیں اچھے بولنے والے ہیں ایک خاندان نے بزرگ سمجھ کر ان کو رشتہ دے دیا۔ ٹیپ میں ریکارڈ کر کے اس کی تقاریر لڑکی اور اس کی والدہ کو سناتے رہے۔ سارا خاندان ہی لٹو ہو گیا کہ یہ تو بڑے بزرگ ہیں۔ بس جلدی سے رشتہ دے دیا۔ اب (شادی کے بعد) وہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بے پردہ رہنا پڑے گا۔ مولوی کی ماں کا بھی اصرار ہے کہ بے پردہ ہی رہنا ہوگا۔ لڑکی مجھ سے بیعت ہے۔ اس کا خط آیا ہے کہ میرے ابا نے استخارہ بھی کیا تھا اور شادی بھی میری شوال میں ہوئی۔ میں سمجھتی تھی کہ شوال میں شادی میں برکت ہوگی مگر نتیجہ یہ نکلا، وہ بے پردگی کا حکم دیتے ہیں لڑکی کہتی ہے جی

چاہتا ہے کہ بڑے بڑے پوسٹر شائع کر کے لگوادوں کہ یہ بڑا مکار ہے، عیار ہے۔اس کی لچھے دار تقریریں سن کر بزرگ نہ سمجھنا۔ میں نے کہا ایسے پوسٹر لگانے سے کیا فائدہ؟ میں نے لکھا کہ استخارہ کے ساتھ کسی جاننے والے سے استشارہ (یعنی مشورہ) بھی لے لیا ہوتا۔استخارہ کی جتنی اہمیت ہے اس سے کہیں زیادہ اہمیت مشورہ لینے کی ہے۔

اتنا بڑا مقرر بے پردگی پر کیوں اصرار کررہا ہے۔اس لئے کہ علم تو ہے لیکن عمل کی قوت موجود نہیں۔ جو صحبت اہل اللہ سے نصیب ہوتی ہے اسی لئے ایک وعظ میں فرماتے ہیں ''کسی بات کا علم رکھنے اور جاننے کے باوجود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔اس کا ایک ہی سبب اور ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے کسی عالم باعمل کی صحبت کا نہ ہونا۔بس اس بے عملی کا یہی علاج ہے کہ کسی ایسے علم والے کے پاس بیٹھا جائے جس کا عمل اس کے علم کے عین مطابق ہو وہ جو کہے اس پر خود بھی عمل کرے۔

حقیقی علم کیلئے اہل باطن کی صحبت ضروری ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

میں انگریزی کے جدید تعلیم یافتہ طلباء کے متعلق ایک رائے دیا کرتا ہوں کہ مختصر چھٹیاں اور تعطیلات جو انکو ملتی ہیں ان کو تو وہ اپنے کھیل کود کیلئے رکھیں اور بڑی تعطیلات کا نصف حصہ بھی کھیل کود میں صرف کریں اور نصف کسی اہل باطن اہل علم کی صحبت میں گزاریں اور جو کچھ وہ کہیں اس کو سنا کریں اگر اعتقاد سے بھی نہ سنیں تو انکار سے بھی نہ سنیں۔ خالی ذہن ہو کر سنا کریں میرا یہ دعویٰ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح چند روز میں ان کے قلب میں دین پیدا ہو جائے گا۔حضرت اس کی بڑی ضرورت ہے کہ آدمی مسلمان تو ہو اب تو اسی کے لالے پڑ گئے ہیں کہ مسلمان مسلمان ہی نہیں رہے۔(ملفوظات حکیم الامت)

نیک صحبت کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

حکومتوں کے قوانین' جرائم کے افعال تو روک سکتے ہیں لیکن جرائم کی نفرت دل میں

نہیں بٹھا سکتے۔ زانی زنا سے اور چور چوری سے قانون کی وجہ سے رک تو سکتا ہے لیکن زنا اور چوری کی نفرت اس کے دل میں قوانین سے نہیں بیٹھ سکتی۔ جرائم کی نفرت اور معصیت سے بیزاری اہل اللہ کی صحبت و معیت سے نصیب ہوتی ہے۔ (اقتباس خطبات حکیم الامت)

علماء کو باطن کی اصلاح کیلئے توجہ درکار ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

علماء اکثر درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں مگر اس طرف توجہ نہیں کہ باطن کی اصلاح کریں گو درس و تدریس بھی بڑی عبادت ہے مگر اسکی بھی تو ضرورت ہے بلکہ خود درس و تدریس وغیرہ سب کچھ ان ہی اعمال مامور بہا کیلئے کرایا جاتا ہے۔ (افاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۹۵)

علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک اہم سوال ہے کہ علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا؟ مثلاً ٹخنوں کے نیچے پاجامہ نہ رکھنا کس کو معلوم نہیں۔ کتنی صحیح حدیثیں اس بارے میں وارد ہوئی ہیں لیکن دیکھو تو اس پر عمل نہیں حالانکہ حدیث میں صاف طور پر آیا ہے "ٹخنوں سے نیچے جو کپڑا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا" اب ہم اپنا جائزہ لیں کون ایسا مسلمان ہے جس کو یہ نہیں معلوم کہ نماز فرض ہے۔ لیکن کتنے لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں؟ اسی طرح سب جانتے ہیں کہ بدنظری، رشوت، سود، چوری اور ڈکیتی گناہ ہیں لیکن دیکھئے کس قدر ان برائیوں میں لوگ مبتلا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ لوگ جانتے بوجھتے غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور جو باتیں معلوم ہیں جن کا اچھی طرح علم ہے ان پر عمل یا تو بالکل نہیں ہوتا یا پھر عمل میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔ اس کا سبب معلوم کرنا اور اس کی وجہ دریافت کرنا نہایت ضروری ہے اور اہم ہے جب کسی چیز کا سبب اور وجہ معلوم ہو جاتی ہے تو اس کا علاج بھی آسان ہو جاتا ہے ہمت بلند ہو جاتی ہے اور عمل آسان ہو جاتا ہے اس کا ایک ہی سبب اور ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے کہ عالم باعمل کی صحبت کا نہ ہونا۔ پس اس بے عملی کا یہی علاج ہے کہ کسی ایسے عمل والے کے پاس بیٹھا جائے جس کا عمل اس کے علم کے عین مطابق ہو جو کہے اس پر خود بھی عمل کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صحبت صالح کی مثال ایسی ہے جیسے عطار کی صحبت۔ یا تو تم اس سے عطر خرید لو گے یا وہ خود تمہیں دے دے گا ورنہ جتنی دیر تک وہاں رہو گے خوشبو سونگھنے کو ملے گی۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے گا تو اس کو اس بزرگ کی صحبت کی برکت سے ایک قسم کی مناسبت ہو جائیگی اور وہ مجاہدہ کر کے اپنی اصلاح کیلئے آمادہ ہو جائے گا۔

اہل دل حضرات کی صحبت میں غضب کی تاثیر ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ آن واحد میں انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ علم کتابوں اور رسولوں کی مدد سے بھی حاصل ہو سکتا ہے لیکن اس پر عمل تب ہی ہو سکتا ہے جب کسی باعمل کے پاس بیٹھ کر دیکھا جائے۔ تجربہ آدمی کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو زبانی ساری زندگی سنتا رہے پھر بھی بات سمجھ میں نہ آئے اس لئے کم از کم تجربہ کی خاطر ہی کسی بزرگ کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھو خود معلوم ہو جائے گا کہ کیسے علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے۔

اس لئے اگر بے عملی کا علاج کروانا ہے تو وہ صرف صحبت ہی سے ہو سکتا ہے کہ کسی کامل کی صحبت اختیار کی جائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے کیسے فائدہ ہوتا ہے اس کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اللہ کے نیک بندوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ تو آس پاس کے لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں۔

۲۔ انسان میں یہ فطری مادہ ہے کہ جب وہ کسی شخصیت سے محبت کرنے لگتا ہے تو غیر محسوس طریقہ سے ہر بات میں اس شخصیت کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے خود بخود اللہ اللہ کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ نیکیوں کی طرف رجحان اور برائیوں کو ترک کرنے کا رجحان ترقی کرنے لگتا ہے۔

۳۔ یہ حضرات مجلس میں حاضری دینے والوں کی طرف سے خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور ان کیلئے دعا بھی کرتے ہیں۔

۴۔ ان کی مجلس میں عام خطاب کے ذریعے مختلف گناہوں سے بچنے کی تبلیغ ہوتی رہتی ہے

جس کی وجہ سے بہت سے نامعلوم گناہ معلوم ہو جاتے ہیں اور ان سے بچنے کی فکر پیدا ہو جاتی ہے۔

غرضیکہ علم کے مطابق عمل قوت بیدار کرنے کیلئے اہل اللہ کی صحبت لازم ہے۔ اس کے بغیر نرا علم کافی نہیں۔ (محاسن اسلام)

اپنی اصلاح مقدم ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں: ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ آدمی دوسروں کی وجہ سے اپنے دین کو خطرہ میں کیوں ڈالے، اپنی اصلاح مقدم ہے اپنی تو کچھ فکر نہیں، دوسروں کی فکر ہے یہ بھی آج کل مرض عام ہو گیا ہے اور ان کی نسبت یہ بھی فرمایا کہ ان سے کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر ذوق نہیں حالانکہ انہوں نے مجھ سے اس وقت تک کوئی بات نہیں کی تھی مگر مجھ کو ان کے بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ ذوق کی کمی ہے۔ آخر بات چیت کرنے سے وہی بات ثابت ہوئی۔ (ج ۲)

اصلاح کیلئے صحبت کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

اصلی چیز اصلاح کیلئے صحبت ہے علم چاہے ہو یا نہ ہو بلکہ علم بھی بلا صحبت کے بیکار ہے صاحب صحبت بلا علم کی اصلاح زیادہ ہوتی صاحب علم صحبت سے اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ انگریزی خواں بچوں کو صلحاء و علماء کے پاس بھیجا کرو اور بڑے بھی اس کا خیال رکھیں تو بڑا فائدہ ہو اور ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ انکے پائچوں پر اعتراض کرینگے نہ ان کی داڑھی سے ہمیں بحث ہوگی نہ ہم ان کو مار مار کر نماز پڑھائیں گے وہ ہمارے پاس بیٹھیں گے تو ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے انس ہوگا اور دین سے مناسبت پیدا ہوگی یہ مناسبت جڑ ہے اور علم و عمل اس کی فرع۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عالم نہ تھے صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف کی۔ (دوائے دل)

مفکر اسلام سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی نصیحت

فرمایا: آپ جن علماء و محدثین کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اگر ان کی زندگی کا مطالعہ

کریں تو یہ سب ان کے اخلاص کی برکت سے تھا۔ ان کی تعمیر زندگی میں اخلاص اہم عامل ہے۔ ملا نظام الدین کو ہی لے لیجئے جن کا درس نظامی آج صرف ہندو پاک میں نہیں بلکہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں قائم ہے اور باوجود کوشش کے اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جاسکا۔ محض ان کی علمیت کی بناء پر ایسا نہیں ہوا بلکہ ان کے ساتھیوں اور ہم عصروں میں بہت سے ایسے اشخاص تھے جو علم وفضل میں ذہانت وذکاوت میں اگر بڑھے ہوئے نہیں تو ان کے ہم پلہ ضرور ہوں گے۔ لیکن کیا بات ہے کہ آج ملا نظام الدین تو زندہ جاوید ہیں لیکن ان کے معاصرین میں ہی آتا ہے۔ اگر آپ غور کریں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ان کی پشت پر اخلاص کی وہ زبردست قوت کار فرما پائیں گے جس نے ملا نظام الدین کو قیامت تک کیلئے زندہ جاوید بنا دیا۔

بات صرف اتنی تھی کہ انہوں نے پڑھنے کے بعد یہ محسوس کرلیا کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں سیکھا اور انہوں نے اپنے زمانے کے ایک ایسے شخص سے جو گوشہ گمنامی میں اودھ کے ایک چھوٹے سے گمنام گاؤں بانسہ میں اخلاص کا سرمایہ لے کر پڑا ہوا تھا اپنے آپ کو ان کے حوالے کردیا اگر ملا نظام الدین چاہتے تو بہت سے اسے خدا کے بندے بھی ان کو ایسے مل سکتے تھے جو اپنے وقت کے امام تصور کئے جاتے تھے لیکن ملا نظام الدین نے اپنے آپ کو ایک ایسے شخص کے سپرد کردیا کہ جس کی شہرت اگر ہوئی بھی تو ملا نظام الدین کے ذریعہ سے ہوئی۔ بہر صورت اس کی مثالیں اگر دی جائیں تو سینکڑوں مثالیں ملیں گی۔ (خطبات علی میاںؒ)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کو فکر اصلاح

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: درسیات نظامی اور علوم ادبیات کی تکمیل کے بعد آپ کی فطرت سلیم اس معرفت الہیہ کی جستجو میں تھی جو قال کو حال اور علم کو سراپا عمل بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اس مقصود کے حصول کیلئے آپ کی نظر انتخاب قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ پر پڑی۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف کشش اور جذبہ کیلئے یہ چیز بھی سبب ہوئی کہ آپ کے استاد حضرت مولانا مظہر صاحب قدس سرہ کا تمام تر کمالات قدسیہ اور تبحر علمی کے باوجود نیز عمر میں بھی بڑے ہونے کے باوجود عقیدت مندانہ حاضر خدمت ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے مقصد عظیم کے حصول

کیلئے اپنے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب احمد صاحب نانوتوی رحمہ اللہ سے سفارشی خط حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے نام لکھوا دیا کیونکہ حضرت گنگوہی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا استاد زادہ ہونے کی بناء پر زیادہ احترام فرمایا کرتے تھے۔ آپ وہ خط لے کر آستانہ رشیدیہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی طبع غیور چونکہ اس بات پر جمی ہوئی تھی کہ جب تک طالب کے دل میں سچی طلب نہ ہو اس وقت تک رسمی بیعت بے سود ہے اسی لئے استاد زادہ کا خط پڑھ کر اس طرح رکھ دیا کہ جیسے کوئی بات ہی نہیں ہے اور فرمایا کہ میاں خلیل تم تو خود پیر زادہ ہو تمہیں مرید ہونے کی کیا ضرورت ہے مگر آپ نے اپنی خداداد ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواباً عرض کیا کہ ”حضرت! کیسی پیر زادگی میں تو اس دربار کے کتوں کے برابر بھی نہیں ہوں۔ میں بیعت کا حاجت مند ہی نہیں بلکہ سراپا احتیاج ہوں حضرت والا چھاتی سے لگائیے یا دھکے دیجئے۔ میں تو حضرت والا کا غلام بن چکا ہوں۔

ادھر آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ادھر حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا بس بس، بہت اچھا اور فوراً بیعت فرمالیا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ ایک لطیف روح کے ساتھ آستانہ رشیدیہ سے واپس ہوئے اوقات درس تدریس کے علاوہ ذکر واذکار اور اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول رہا کرتے۔ ادائیگی معمولات میں آپ جس عزیمت واستقامت کی طبیعت رکھتے تھے اس کی نظیر شاید مشکل سے ہی مل سکے گی۔ سفر ہو یا حضر، بیٹی یا بیٹے کے انتقال کا وقت یا کوئی اور حادثہ جانکاہ۔ آپ کے معمولات میں بھی کمی نہ آتی تھی بہتر سال کی عمر تک جسمانی کمزوریوں کے باوجود تراویح میں قرآن پاک خود سناتے رہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ آپ نے راہ سلوک کو کس ترتیب سے طے کیا۔ شیخ کی طرف سے کیا تعلیم ہوئی اور راہ طریقت کے سفر میں کیا کیا مناظر پیش آئے البتہ آپ نے صرف ایک مرتبہ فرمایا ”مجھے نہ زیادہ واردات پیش آئے اور نہ آخر تک میں سمجھا کہ نسبت سلسلہ کیا چیز ہے بس ایک حالت تھی جو گزر رہی تھی“۔

حتی کہ جب آپ دوسرے حج کیلئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی خدمت اقدس میں تحریر فرمایا۔ ”مولوی خلیل احمد حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ ان کی حالت پر مطلع ہو کر مسرور ہونگے“ چنانچہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ آپ کی باطنی کیفیت کے مشاہدہ سے نہایت خوش ہوئے اور چھاتی سے لگالیا اور اپنی دستار مبارک آپ کے سر پر رکھ دی اور

حضرت گنگوہی کے نام مبارک باد کا خط اور آپ کے نام خلافت نامہ مزین بمہر آپ کو عطا فرمایا۔ آپ نے یہ گرامی نامے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کئے تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا ''مبارک ہو یہ تو اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے''۔

آپ نے جواب میں فرمایا کہ ''بندہ تو اس لائق کہاں، یہ تو حضور کی بندہ نوازی ہے اور میرے لئے تو وہی مبارک ہے جو آنحضرت کی طرف سے عطا ہو''۔

چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے بھی خلافت نامہ پر دستخط فرما کر مع دستار آپ کے حوالے فرما دیا آپ کے مقام روحانی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرمایا تھا کہ

''تم میرے سلسلے کے فخر ہو، مجھے تم سے بہت خوشی اور مسرت ہے''۔ (پچاس مثالی شخصیات)

مدرس کیلئے اصلاحی تعلق کی ضرورت

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے مدرسین کی تعداد ۱۶۰ ہے مگر ان کے شرائط تقرری میں ہے کہ ان کا اکابر سے کسی کے ساتھ اصلاحی تعلق ضرور ہو اس کا فائدہ اس وقت معلوم ہوتا ہے جب کوئی استاد بغاوت اور بے تمیزی پر آمادہ ہو جاتا ہے فوراً اس کے مصلح اور مرشد کو اطلاع کر کے اس کا اخراج آسان ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے یہاں تقرر سے قبل ہر مدرس کو تین مہینہ مرکز میں تربیت دی جاتی ہے۔

اسی طرح ہر مدرس کا خواہ وہ عالم بھی ہو اس کا امتحان قاعدہ میں ضرور ہوتا ہے۔ اس میں بعض عالم صاحب کو عار محسوس ہوئی اور کہا کہ میری سند دیکھ لیجئے کہ میں نے کتنی کتابیں پڑھی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مگر اس میں قاعدہ تو نہیں لکھا ہے پھر ان کے سامنے ایک قاعدہ پڑھنے والے بچے کو بلایا اور اس سے حروف ادا کرائے گئے تب انہوں نے اقرار کیا کہ یہ تو مجھ سے اچھا پڑھتا ہے پھر میں نے کہا کہ اگر آپ کو اس بچے کا امام بنا دوں تو آپ کی اس بچے کے قلب میں کیا وقعت ہوگی۔ ماشاء اللہ اسی وقت نادم ہوئے اور قاعدہ شروع کر دیا۔

ضرورت اصلاح

ارشاد فرمایا کہ دینی خدام کو اپنے اکابر کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ بھی رہنا چاہئے

جیسے خوردہ فروش کہ بڑے کارخانے سے مال لیتے ہیں پھر دوسروں کو سپلائی کرتے ہیں ایک طرف سے لے دوسری طرف دے۔ اس طرح نفس میں بڑائی بھی نہیں آنے پاتی ورنہ مسند مشیخت پر جم کر بیٹھ رہنے سے پھر شیطان دماغ خراب کردیتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھ لیا وہ مستقل بدذات ہوگیا۔

مزید ارشاد فرمایا کہ ہر فتنے کے بانی کو غور سے فکر کیجئے تو یہی معلوم ہوگا کہ یہ کسی بڑے کے زیر تربیت نہیں رہا ہے جب آدمی بے لگام ہوتا ہے اور کوئی اس کا مربی اور بڑا نہیں ہوتا تو بگاڑ شروع ہوجاتا ہے جاہ اور مال کے فتنے میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

اہل علم کو بڑوں کی ضرورت

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوری محدث تھے ایک اشکال ہوا کتابوں سے حل نہ ہوا حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کو لکھا کہ حضرت زکوٰۃ ادا کرنے میں انشراح قلبی نہیں ہوتا تو نفس کی ناگواری کے ساتھ بدون انشراح یہ ادائیگی خلاف اخلاص معلوم ہوتی ہے۔ جواب ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اگر نفس پر آرے بھی چلیں تو بھی اخلاص کے خلاف نہیں بلکہ ایسی حالت میں اجر زیادہ ہے آپ وقت پر زکوٰۃ ادا کردیا کریں بشاشت ہو یا نہ ہو بشاشت اور اخلاص میں تلازم نہیں اخلاص ہوتا ہے اخلاص کیلئے بشاشت لازم نہیں بلکہ بدون بشاشت کی صورت میں دونا اجر ہے مولانا کو جواب سے وجد آگیا۔ (مجالس ابرار)

صحبت صالح کے اثرات

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اصلاح نفس اور تزکیہ نہ ہونے سے ایک فارغ التحصیل اہل حق ادارے سے جب بمبئی کے ائیرپورٹ پر پہنچے اور اپنے وطن جانے لگے تو داڑھی مونچھ منڈا کر پتلون کوٹ ٹائی لگا کر چلے گئے اہل اصلاح کی وردی اور دین اپنے وطن لے جانے کی ہمت نہ ہوئی اس طرح بعض اہل حق کے ادارے سے فارغ ہیں مگر اہل باطل کی مساجد میں نمائندگی کررہے ہیں اور امامت کررہے ہیں اور جو خشیت اور تقویٰ کی نعمت سے آراستہ ہوئے وہ یونیورسٹی میں بھی جاکر دیندار اور

صالحین کی وضع قطع میں رہے ایک رئیس تاجر جو حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی صحبت میں آیا جایا کرتے تھے پھر ایسی حالت ہوگئی کہ ترازو پر گھی کا کنستر رکھا اور اذان کی آواز سنی اسی حالت میں دکان بند کردی اور کہا اب نماز بعد گھی تلے گا۔ ایک عالم فارغ دس سال تک دیہات میں جمعہ پڑھتے رہے اور ہمت ترک کی نہ ہوئی جب حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آنے جانے لگے عمل کی توفیق ہوگئی دیہات سے ۸ میل پیدل جا کر ایک بڑے قصبہ میں جمعہ پڑھنے لگے حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ان کو خلافت بھی عطا فرمائی اور اپنا جبہ بھی عنایت فرمایا اسی طرح خشیت اور تزکیہ نفس نہ ہونے سے عالم ہوتے ہوئے چچی ممانی سے پردہ نہیں اور چچازاد ماموں زاد پھوپھی زاد بہنوں سے پردہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی اپنی بیوی کی بہن سے بھی پردہ کی توفیق نہیں ہوتی اپنے بھائیوں سے بھی پردہ نہیں کراتے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت دل میں نہ ہو اپنے علم پر عمل کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ علم تو روشنی ہے مگر صرف روشنی سے عمل کی توفیق کہاں ہوتی ہے اس کو مثال سے سمجھئے، روشنی ہے سیب نظر آرہا ہے کہ الماری میں رکھا ہوا ہے ڈاکٹر نے کھانے کیلئے بتایا بھی ہے مگر بیماری سے کمزور شدید ہے بستر سے اٹھا نہیں جاتا تو سیب کا علم ہے روشنی ہے مگر سیب کھانے سے محروم ہے یہی مثال اس عالم کی ہے جس کے پاس علم ہے مگر دل میں کمزوری عمل کی قوت نہیں ہے جس طرح ڈاکٹر کے علاج سے اگر طاقت آجائے تو وہ سیب اٹھ کر کھا سکتا ہے اسی طرح اللہ والے جو روحانی ڈاکٹر ہیں ان کی صحبت اور تدبیر و علاج سے جب دل میں قوت آجائے گی تو عمل ہونے لگتا ہے بعض مساجد میں پورب پچھم استنجا خانے بنے ہوئے تھے اور ہمت توڑوانے کی نہ ہوئی تھی جبکہ وہاں مرکزی حیثیت تھی روک ٹوک کی عادت کہنے سننے کی عادت ختم ہو رہی ہے جب گزارش کیا کچھ ہی دن بعد معلوم کیا گیا تو استنجا خانے درست کرادیئے گئے۔ اسی طرح ایک ادارے میں طلباء کا مسجد میں دارالاقامہ بھی تھا۔ رات کو مسجد ہی میں رہتے تھے جب توجہ دلائی گئی کہ یہ تو ناجائز ہے نیز طلباء کو مسجد ہی میں قرآن پاک کا درس دیا جا رہا تھا اس پر توجہ دلائی گئی کہ اجرت کے ساتھ تعلیم قرآن مسجد میں ناجائز ہے نیز چھوٹے بچوں اور پاگلوں سے تو مساجد کو بچانے کا حکم

حدیث پاک میں آیا ہے تو فوراً مہتمم صاحب کو توفیق ہوئی اور مسجد کے باہر بچوں کیلئے دارالاقامہ اور درسگاہوں کا انتظام کیا گیا۔ اسی طرح کچی پیاز کھا کر آنا تو مساجد میں منع ہے مگر مساجد میں پینٹ بدبودار کرانے سے احتیاط نہیں کرتے ہیں منکرات پر روک ٹوک کی عادت اہل علم میں بھی کم ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ سے تیزی سے منکرات پھیلتے جارہے ہیں دیہاتوں میں مساجد میں مٹی کا تیل جلانے کا رواج ہے جو ناجائز ہے۔

صلحاء کی وضع قطع

جس طالب علم کے دل میں خشیت اور محبت اللہ تعالیٰ کی عطا ہوجاتی ہے وہ یونیورسٹی میں بھی اگر جاتے ہیں تو وہاں بھی صالحین کی وضع قطع میں رہتے ہیں اور اکثریت سے مرعوب اور مغلوب نہیں ہوتے۔ (احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوجاتی ہے تو بندہ پوری کائنات میں ہر جگہ غالب رہتا ہے جیسا کہ جناب جگر مرادآبادی رحمہ اللہ کا شعر ہے۔

میرا کمال عشق بس اتنا ہے اے جگر وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پر چھا گیا

مگر محبت حق تعالیٰ کی غالب کب ہوتی ہے اور کیسے ہوتی ہے یہ نعمت حق تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کی صحبت اور محبت سے نصیب ہوتی ہے بقول اکبراِلٰہ آبادی ہے۔

وہ نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

خام یعنی کچی صراحی میں اگر پانی داخل ہوتا ہے تو صراحی گھل کر تباہ ہوجاتی ہے اور پختہ صراحی میں پانی جب داخل ہوتا ہے تو صراحی خود اسے ٹھنڈا کردیتی ہے یعنی بجائے متاثر ہونے کے موثر ہوجاتی ہے اور مغلوب کا خام اور پختہ کا یہی فرق ہوتا ہے۔

اکابر کو ضرورت صحبت

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مشائخ کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اپنے کو مستغنی نہ سمجھیں اپنے لئے وہ بھی کسی بڑے سے مشورہ لیتے رہیں اور اگر بڑے نہ ہوں تو اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ لے لیا کریں۔ احقر نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا پھر

انکے بعد حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا جن کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کامل پورے فرمایا کرتے تھے پھر فرمایا حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا پھر ان اشعار کو عجیب وجد آفریں لہجے میں ارشاد فرمایا۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لیکے آیا ہوں حقیقت اسکو تو کردے میں صورت لیکے آیا ہوں
نہ شوکت لیکے آیا ہوں نہ عظمت لیکے آیا ہوں محبت لیکے آیا ہوں محبت لیکے آیا ہوں

(مجالس ابرار)

اصلاح بھی ضروری چیز ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ایک دیہاتی شخص نے تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ اس پر حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ پوری بات کہہ چکے عرض کیا کہ جی فرمایا کہ ہم نہیں سمجھے تم لوگ سمجھدار ہو بڑے لوگ ہو عاقل ہو فہیم ہو میں ایک گنوار بے سمجھ بدعقل بدفہم چھوٹا آدمی ہوں میں تمہاری باتوں کو کہاں سمجھ سکتا ہوں۔ جاؤ چلو اٹھو یہاں سے جو تمہاری بات سمجھ سکے اس سے کام لو۔ میں تمہاری خدمت کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ عرض کیا کہ اوپرے اثر کا تعویذ دیدو فرمایا کہ اب کہاں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ بات جو میں نے پہلے کہی تھی وہ ادھوری تھی اور کہتا یہ تھا کہ میں پوری بات کہہ چکا تم لوگ جیسے ہو میں خوب سمجھتا ہوں تمہاری نبضیں میں خوب پہچانتا ہوں اب ہوگیا دماغ درست ہونے لگی آمد ورنہ آورد سے بھی کام نہ چلتا تھا اچھا اس وقت جاؤ آدھ گھنٹہ کے بعد آ کر پوری بات کہنا تب تعویذ ملے گا وہاں تو اس کو اوپرا اثر چمٹ رہا ہے تو مجھ کو اوپرے اثر کی طرح آ چمٹا اب ایک تعویذ مجھ کو اپنے لئے کرنا چاہئے وہ شخص مجلس سے اٹھ کر چلا گیا فرمایا دور کا رہنے والا شخص ہے جو مجھ کو تو اس کا بھی قلق اور افسوس ہوتا ہے کہ یہ نا کام واپس گیا اور اصلاح بھی ضروری چیز ہے اس کی یہ تدبیر کی گئی کہ آدھے گھنٹہ کے بعد کام بھی ہو جائے گا اور اب آئندہ بھولے گا بھی نہیں ہمیشہ یاد رکھے گا کہ پوری بات کہنی چاہئے اگر اسی وقت تعویذ دے دیتا تو سمجھتا کہ پیروں کے یہاں تو ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں سبق حاصل نہ ہوتا۔ (ملفوظات ج ٦)

اہل اللہ کی عقل کامل ہوتی ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی کو دنیا بھی حاصل کرنا ہو تو وہ اللہ والوں کی صحبت حاصل کرے کیونکہ ان کی عقل نورانی ہوتی ہے قلب صاف ہوتا ہے حقائق منکشف ہوتے ہیں گو تجربہ نہیں ہوتا مگر جن چیزوں میں عقل کی ضرورت ہوتی ہے ان میں ان حضرات کو کامل دسترس ہوتی ہے۔ (ملفوظات ج ۳)

علم وعمل پر غرور کیونکر؟

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

اگر کسی کو اپنے علم پر ناز ہو تو سن لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر تو کسی کو علم عطا نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرماتے ہیں **ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک** یعنی اگر ہم چاہیں تو وہ تمام علوم جو آپ کو دیئے ہیں دفعۃً سلب کر لیں۔ **لاتجدلک بہ علینا وکیلا**۔ یعنی پھر کوئی آپ کا کارساز بھی نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے کتنا ہولناک خطاب ہے آپ ڈرہی تو گئے ہوں گے اور تعجب نہیں کہ یاس کی نوبت آجاتی اس لئے حق تعالیٰ نے یہ جز بڑھا دیا **الا رحمۃ من ربک** بس رحمت خدا ہی ساتھ دے سکتی ہے اور کوئی ساتھ نہیں دے سکتا۔

ان الفاظ کے جوڑ سے پتہ چلتا ہے اس حالت کا جو اس آیت کے اترنے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گزری ہوگی کہ اتنے لفظ پر بھی اکتفا نہیں کیا گیا **الا رحمۃ من ربک**۔ کیونکہ اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ رحمت دستگیری کر سکتی ہے مگر اس کا وقوع ہوگا یا نہیں اس لفظ سے اس کا اطمینان نہیں ہوتا اس واسطے ایک جملہ اور بڑھا دیا **ان فضلہ کان علیک کبیرا**۔ یعنی چونکہ خدا تعالیٰ کا فضل آپ کے شامل حال ہے اس لئے بالفعل رحمت آپ کی دستگیر ہے آپ کسی طرح کا اضطراب نہ کریں۔ بس اس لفظ سے یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطمینان ہوگیا کہ ایسا واقع نہ ہوگا کہ علوم سلب کر لئے

جائیں صرف اظہار قدرت اور تصحیح عقیدہ کیلئے ایسا فرمایا گیا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ گفتگو ہے تو دوسروں کا کیا کہنا۔ ہم کو ذرا ہوش سنبھالنے کی ضرورت ہے کسی کو علم پر ناز ہے تو حماقت ہے۔ عمل پر ناز ہے تو حماقت ہے ۔عرفان پر ناز ہے تو حماقت ہے، ان میں کوئی جز بھی اس درجہ میں مکتسب نہیں جس پر ناز کیا، جس کو جو چیز حاصل ہے وہ سب عطاء الٰہی ہے اس کو اپنی چیز سمجھنا اور تزکیہ نفس کرنا کبر ہے۔

اور کبر وہ عیب ہے جو گندگی در گندگی ہے یہ مرض ام الامراض ہے اکثر شدید امراض باطنی کی جڑ یہی ہے اور اکثر عیوب کا سلسلہ کبر ہی پر منتہی ہوتا ہے مثلاً غصہ ایک بڑا مرض ہے مگر پیدا ہوتا ہے تکبر ہی سے۔ بعض وقت تو اس کا ظہور (خود غصہ والے منہ سے ہونے لگتا ہے مثلاً بعض بد دماغ آدمی غصہ کے وقت اپنی زبان سے کہنے لگتے ہیں کہ تو نہیں جانتا کہ ہم کون ہیں؟

اب تو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ کبر کس درجہ بری چیز ہے مگر ہم لوگوں میں بہت کم قلوب اس سے پاک ہوں گے۔ (التبلیغ)

فرمایا کہ سعید بن المسیبؒ تابعی ایک روز کہہ رہے تھے کہ میری تکبیر تحریمہ اتنے برس سے قضا نہیں ہوئی یہ کہہ کر اٹھے تھے کہ مسجد میں جا کر دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ کر نکل رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی دعویٰ کا جواب دیا۔ (حسن العزیز)

فرمایا محسوسات کا ادراک بھی خدا تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہے (جب چاہے سلب کر لے) ایک رات کو ابر بہت تھا میں گھر کا راستہ بھول گیا دس بارہ منٹ حیران رہا کبھی کہیں چلا جاؤں کبھی کہیں چلا جاؤں حالانکہ گھر اتنا قریب ہے کہ آدمی آنکھیں بند کر کے بھی جا سکتا ہے۔ (حسن العزیز)

پہلے سارے علماء صوفی ہوتے تھے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

پہلے سارے علماء صوفی ہی ہوتے تھے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ کے والد خوش لباس تھے انہیں حکام سے ملنا ہوتا تھا ایک شخص نے ان کو دھوتر کا کرتہ دیا کہ اس کو آپ جمعہ کے

دن پہن کر نماز پڑھیں، چنانچہ انہوں نے جمعہ کے دن اس کو پہنا سارے کپڑے تو قیمتی تھے پاجامہ سر کا دوپٹہ تو بڑھیا اور کرتا دھوتر کا اسی طرح سے جامع مسجد تشریف لے جا کر نماز پڑھی پھر حضرت والا نے فرمایا کہ کیا اس کو پہننے سے ان کی کچھ عزت کم ہوگئی۔ (ملفوظات ج ۱۸)

طالب علموں کیلئے بیعت کے بارے میں احتیاط

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

اول میں طالب علموں کو بیعت ہی نہیں کرتا اگر زیادہ اشتیاق دیکھا تو کر بھی لیتا ہوں لیکن ذکر و شغل نہیں بتلاتا اتنا چاہئے کہ بیعت سے قبل بھی اور بعد بھی معاصی سے اجتناب رکھے اور معاصی کے متعلق مثلاً میلان وغیرہ ہو تو اطلاع کرتے رہیں اور ضروری اعمال کرتے رہیں۔ (ملفوظات ج ۱۷)

طالب علم کے زمانہ میں بیعت کی درخواست

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں کسی دوسری طرف متوجہ ہونا تعلیم کو برباد کرنا ہے۔ طالب علم کیلئے جمعیت قلب اور یکسوئی ضروری چیز ہے اس کے برباد ہونے سے تعلیم برباد ہوتی ہے میں نے زمانے طالب علمی میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کی درخواست کی تھی اس پر حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ جب تک کتابیں ختم نہ ہو جائیں اس خیال کو شیطانی سمجھنا واقعی یہ حضرات بڑے حکیم ہیں کیسی عجیب بات فرمائی۔ ایک وقت میں قلب دو طرف متوجہ نہیں ہوسکتا، پس ضروری کو غیر ضروری پر ترجیح دینا چاہئے اور طالب علمی ضروری ہے اور بیعت ضروری نہیں اس وقت اس طرف متوجہ ہونے سے نہ تعلیم ہی ہوگی اور نہ یہ ہی ہوگا اس لئے کہ طالب علمی کے زمانہ میں اگر شیخ نے ذکر و شغل کی تعلیم کی تو اس طرف مشغول ہونا بھی ضروری ہوگا اور طالب علمی میں یکسوئی اور جمعیت قلب کی ضرورت ہے۔ پس اس میں دو چیزیں متضاد کا جمع کرنا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ذکر و شغل کا نفع نہ ہوگا اور پھر مایوسی ہوگی اور شیخ سے بیٹھے بٹھلائے

بدگمانی پیدا ہوگی۔ سو اچھا خاصہ خلجان مول لینا ہے یہ تو بعد الفراغ تعلیم ہی مناسب ہے اور اگر شیخ سے کچھ تعلیم حاصل نہ کی تو بیعت کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ البتہ اصلاح اخلاق طالب علمی میں بھی ضروری ہے سو اس کیلئے بیعت شرط نہیں اور اس میں کچھ وقت بھی صرف نہیں ہوتا جس سے طالب علمی کے شغل میں مزاحمت ہو۔ (ملفوظات ج ۲)

اہل اللہ کو ستانے سے بہت ہی ڈرنا چاہیے

مولانا مفتی محمود گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کچھ روافض نے ایک بزرگ کا مذاق بنانا چاہا، فرضی طور پر ایک شخص کو مردہ بنایا اور چارپائی پر لٹا کر ان بزرگ کے پاس گئے ان کی نماز جنازہ پڑھا دیں، طے یہ کیا تھا کہ جب وہ نماز پڑھائیں گے تو دو تین تکبیر ہو جانے کے بعد وہ شخص جس کو میت بنایا گیا ہے اس بزرگ سے لپٹ جائے، اس بزرگ نے کہا کہ اس کو غسل تو دلا دو تب نماز پڑھائیں گے انہوں نے کہا کہ غسل تو دے رکھا ہے فرمایا وہ غسل معتبر نہیں پھر غسل دو اس پر وہ اس کو وہاں سے اٹھا کر لے آئے دیکھا تو وہ مرا پڑا ہے اسی لئے اس بزرگ نے غسل کیلئے فرمایا تھا کہ زندگی کا غسل معتبر نہیں مرنے کے بعد غسل دینا چاہیے۔

فائدہ۔ ان لوگوں نے اس بزرگ کو ستانا چاہا، حق تعالیٰ شانہ نے اس کا انتقام لے لیا۔ اہل اللہ کو ستانے سے بہت ہی ڈرنا چاہیے کہ ان کی الٹی بھی سیدھی ہو جاتی ہے حدیث قدسی میں ہے کہ جو شخص میرے ولی سے دشمنی رکھتا ہے اس کو اذیت دیتا ہے اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔ (ملفوظات ج ۲)

جس کا رہبر نہ ہو اس کا رہبر شیطان ہے

ارشاد فرمایا کہ جب انسان کا کوئی رہبر نہیں ہوتا تو شیطان اس کا رہبر بن کر طرح طرح کی باتیں سمجھاتا ہے جیسے ایک صاحب مسجد میں معتکف تھے وہاں کسی روز لوگوں کو پاخانہ کی بدبو محسوس ہوئی اس کا سبب تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ معتکف صاحب نے جیب میں بلی کا پاخانہ رکھا ہے اس کو سونگتے رہتے ہیں ان سے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو کہنے لگے کہ بھئی نفس کے خلاف کرنا چاہیے نفس جب خوشبو مانگتا ہے تو اس کے خلاف کر کے اس کو بدبو سونگھانی چاہیے، دیکھئے رہبر نہ ہونے کی بنا پر انہوں نے جو نماز پاخانہ کو ساتھ رکھ کر پڑھیں وہ ضائع کیں اور مسجد میں نجاست رکھنے کا گناہ علیحدہ سر لے لیا۔ (مفتی محمود حسنؒ ج ۲)

علماء کیلئے صحبت صالح کی ضرورت واہمیت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے خطبات وملفوظات کی روشنی میں

صحبت کا اثر دل پر اور الفاظ کا دماغ پر ہوتا ہے

ایک بات یہ بھی ہے کہ صحبت سے عمل کی امنگ پیدا ہوتی ہے' آپ ہزار نصیحتیں کرلیں' آدمی اسے عقلاً اچھا سمجھے گا کہ واقعی بڑی اچھی بات ہے۔لیکن دل قبول کرنے کیلئے مجبور ہو جائے یہ کوئی ضروری نہیں۔لیکن نیک عالم یا کسی باخدا کی صحبت میں بیٹھئے وہ کچھ بھی نہ کہے۔خواہ مخواہ دل چاہے گا کہ وہ ایسا ہی کرے۔دل پر دباؤ پڑے گا تو صحبت کا اثر براہ راست جا کر دل پر ہوتا ہے۔ علم کا اثر دماغ پر ہوتا ہے کہ ایک اچھی چیز سامنے آگئی۔ عقلی طور پر اچھی معلوم ہونے لگی' آدمی کرے نہ کرے لیکن صحبت میں عقلاً کچھ سمجھے یا نہ سمجھے' عمل کرنے کو دل چاہے گا کہ یہ کام کرنے کا ہے' یہ صحبت سے اثر پڑتا ہے اس واسطے صحبت ضروری سمجھی گئی۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

مدار دین صحبت اہل اللہ ہے

حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا دین کا دارومدار ہی صحبت ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سب سے زیادہ اونچی تھی اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ امت میں کتنا ہی بڑا کوئی غوث' قطب بن جائے۔ ولایت کے مقامات طے کرے۔مگر صحابیت کی گرد کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔کیوں؟

اس لئے کہ صحابی صحبت یافتہ کو کہتے ہیں جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اٹھائی' اپنی ان آنکھوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کا دیدار کیا ہوا پنے ان کانوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کلام سنا ہو جو تاثیر کلام نبوت کی

اس کے قلب میں ہے' اس درجہ میں بعد والوں کے قلب میں نہیں ہو سکتی۔ جتنا اس کے قلب میں نبوت کی عظمت ہے اتنی دوسرے میں نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت کو آنکھوں سے دیکھا معجزات کو دیکھا اور سن کر ایمان لائے ہیں دیکھ کر ایمان لائے ہیں۔ غرض دیکھنے اور سننے میں بڑا فرق ہے۔

تو صحبت کا اثر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دین اتنا مضبوط ہو گیا کہ عالم میں کسی بھی جماعت میں کتنی بڑی سے بڑی ہو۔ وہ مضبوطی دین میں نہیں ہوگی جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہے یہ محض صحبت کا اثر ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

علم نہیں بدلا صحبت بدلتی رہی

حکیم الاسلام حضرت قاری طیبؒ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم آج بھی وہی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن وحدیث کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھلایا۔ لیکن صحبت محفوظ نہیں براہ راست وہ رنگ محفوظ نہیں آخر کوئی تو فرق ہے۔

چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور ہم تدفین میں مشغول تھے ابھی ہم نے پوری طرح مٹی بھی نہیں دی تھی کہ

''انکرنا قلوبنا'' قلوب میں دین وایمان کی وہ کیفیت باقی نہ رہی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت مبارک میں ہوتی تھی۔ تو علم تو وہی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا تھا اس میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئی تھی۔ مگر صحبت میں کمی آئی تھی جس کو قلب نے محسوس کیا کہ کوئی چیز تھی جو کم یا گم ہو گئی۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

صاحب صحبت کے فقدان کے آثار

حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یاد ہے کہ جب حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی ایک دم یہ محسوس ہوا کہ وہ جو آثار صحبت تھے ان میں نمایاں کمی ہوئی۔ جو جماعت اہل حق کی اہل اللہ کی' دار العلوم دیوبند یا مظاہر العلوم سہارن پور کے حضرات پر مشتمل تھی عام طور پر سب بزرگوں نے یہ محسوس کیا کہ ایک خاص کیفیت جو نور ایمان کی تھی اس میں کوئی پھیکا پن پیدا ہو گیا ہے۔

اسی لئے علماء لکھتے ہیں کہ جب کوئی ربانی عالم دنیا سے اٹھتا ہے تو عام قلوب دین کی کمی اور رنگ کا پھیکا پن محسوس کرتے ہیں جو قلوب میں قوت ایمانی ہوتی ہے۔ اس میں قدرے ضعف محسوس ہونے لگتا ہے۔ "انکرنا قلوبنا" حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ جب چودھویں صدی شروع ہوئی حضرت مولانا کی وفات ۱۳۰۱ھ میں ہے۔ مولانا مزاجاً کچھ مجذوب تھے تو صدی کے آغاز میں آسمان کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

اس وقت پوری دنیا میں انوار صحابیت گم ہو گئے۔

یعنی اب تک صحابہ رضی اللہ عنہم کا نور محفوظ تھا۔ خواہ وہ صحابی جنات میں موجود ہو، حکیم الاسلام حضرت قاری طیب رحمہ اللہ نے فرمایا مگر صحابی رضی اللہ عنہ دنیا میں موجود تھا۔ فرمایا اب میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ صحابیت کی نورانیت ختم ہو گئی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کو جنات سے بہت سابقہ پڑتا تھا کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی جنات میں موجود ہوگا اس کی برکات وانوار پورے عالم میں چھائے ہوئے تھے فرمایا آج وہ نوعیت مجھے معلوم نہیں ہوئی جو صحابیت کے انوار کی تھی۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

عالم ربانی کی صحبت اور کیسٹ کے بول کا فرق

حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحبت کا اثر ایک ایسی بدیہی بات ہے جس پر دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب یہی ریڈیو ہے۔ آپ ریڈیو سے دینی تقریر سنیں جو ایک عالم ربانی نے کی ہے قلب پر وہ اثر نہیں پڑے گا جو آپ براہ راست اس کی زبان سے سنیں۔ مشین بولے گی۔ اس میں وہ رنگ اور کیفیت نہیں ہوگی۔ یہ تو صرف الفاظ نقل ہوں گے جب متکلم بولے گا اس کے الفاظ میں اثر ہوگا۔ کیونکہ زبان قلب کی ترجمانی کرتی ہے قلبی کیفیات بھی زبان سے ادا ہو رہی ہے۔ الفاظ کے اندر لپٹ کر آرہی ہیں اور قلب میں پہنچ رہی ہے۔ تو یہ کیفیت لفظوں کے ذریعہ پہنچی۔ تو وہ برکت اور نورانیت مشین کے بول میں نہیں ہوتی۔ بس کانوں کو حظ حاصل ہو جاتا ہے کہ بہر حال کلمات تو خیر ہی کے ہیں کوئی اہل دل ہو تو اسے اپنی کیفیات کا استحضار ہو جاتا ہے۔ ریڈیو کے اندر سے کوئی کیفیت

نکل کر قلب میں نہیں آتی۔ بلکہ ان الفاظ سے اپنی کیفیات یاد آجاتی ہیں اور تازگی دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہم قرآن کریم اس سے سنیں تو اس سے کوئی کیفیت نکل کر قلب میں نہیں آئے گی۔ الفاظ قرآن کریم سن کر اپنی جو کیفیت ہوتی ہے وہ اجاگر ہو جائے گی۔ بخلاف ایک عالم اور ایک درویش ربانی کے کہ وہ جب کلام کرے گا تو اس کے اندر سے نکل کر ہمارے قلب میں پیوست ہوگا وہ اس کی قلبی کیفیات ہوں گی جو لفظوں کے واسطے اور زبان کے واسطے سے ہمارے دلوں میں پہنچیں گی۔ یہ چیز سوائے صحبت کے نہیں آسکتی۔ مشین کی صحبت سے وہ کیفیت نہیں پیدا ہو سکتی جو متکلم صحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

تاثیر صحبت میں مواجہہ کا اثر

حکیم الاسلام حضرت قاری طیب رحمہ اللہ نے فرمایا ایک مجلس میں سو آدمی بیٹھے ہوئے ایک عالم کا کلام سن رہے ہیں جو سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے قلب پر جو تاثیر ہوگی پشت پر بیٹھے ہوئے کے نہیں ہوگی۔ یہ قدرتی چیز ہے۔ اس لئے کہ قلب کا قلب سے مواجہہ ہوتا ہے۔ جب کیفیت براہ راست ٹکر کھاتی ہے وہ زیادہ متاثر ہوتا ہے اور پچھلا آدمی ریڈیو کی طرح الفاظ سن رہا ہے۔ پوری طرح کیفیات منتقل نہیں ہو رہیں اس لئے اس پر وہ اثر نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے واقعات میں ہے کہ جو ذہین طلبا کرام ہوتے تھے انہیں فرماتے کہ وہ سامنے بیٹھیں، جو غبی اور کند ذہن ہوتے' انہیں پیچھے بھیج دیتے تھے خدانخواستہ اگر وہ نہ بھی قبول کریں تو کوئی پرواہ کی بات نہیں۔ اس سلسلہ میں دلیل یہ بیان فرمائی کہ زبان جس چیز کو ادا کرے گی وہ قلبی کیفیات ہوں گی اور قلب کا قلب سے مواجہہ ہوگا تو کیفیات ٹکر کھائیں گی تو وہ براہ راست جا کر قلب میں اتر جائیں گی۔ پشت پیچھے بیٹھنے سے کیفیت نہیں ٹکراتی صرف آواز ٹکراتی ہے تو کان میں معمولی سی کیفیت پیدا ہوگی۔ یہ بھی صحبت کی بات ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

صحبت سے جو دین پیدا ہوتا ہے وہ کتاب سے نہیں پیدا ہوتا

قرآن کریم نے تاکید فرمائی۔

"یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین"

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کی معیت اختیار کرو معلوم ہوا سب سے بڑی موثر چیز معیت وصحبت ہے ماحول سے جو دین پیدا ہوتا ہے وہ کتاب و کاغذ سے پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام نے جہاں عظیم الشان قانون پیش کیا ہے وہاں ایک ماحول بھی بنایا اس لئے کہ ماحول کے دائرے میں جو آ جاتا ہے وہ دین کا رنگ قبول کر لیتا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے وصال کے اثرات

جب حضرت امام ربانی گنگوہی قدس اللہ سرہ کا وصال ہو گیا تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ، میرے والد مرحوم، مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا میاں اصغر حسین رحمہ اللہ علیہم یہ سب حضرات گنگوہ روانہ ہوئے اور ایک ٹٹو کرایہ کا لے لیا اور کہ باری باری سے اترتے چڑھتے چلے جائیں گے، سادہ زندگی تھی۔ گنگوہ دیوبند سے بائیس کوس ہے۔ غرض یہ بڑے بزرگوں کا قافلہ چلا کہ میل بھر یہ سوار ہوں گے پھر یہ اتر جائیں گے میل بھر فلاں سوار ہوں گے۔ مجھے بھی ساتھ لیا اور یہ طے پایا کہ اس بچے کو اپنے آگے بٹھلا دیا جائے۔ میری عمر نو برس ہوگی اور اس وقت زیادہ بچہ بھی نہیں تھا۔ مگر بہر حال اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بائیس کوس تک میں ہی بیٹھا رہا۔ سارے اکابر پیدل ہی چلتے رہے کوئی بیٹھا ہی نہیں۔ خیر گنگوہ پہنچے۔ خانقاہ میں جب قدم رکھا تو میرے بچپن کی بات تھی۔ مگر میں نے پریشان ہو کر کہا کہ ابا جان! خانقاہ کو کیا ہو گیا؟

فرمایا! ہاں ہاں کیا ہوا بھائی؟ میں نے کہا کہ اس میں یوں معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی روکھا پن ہو۔ کوئی رونق ہی نہیں رہی۔ کوئی برکت ہی معلوم نہیں ہوتی۔ ان بزرگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا دیکھو حضرت کے وصال کا اثر اس بچے نے بھی محسوس کیا کہ کسی چیز کی خانقاہ میں کمی ہو گئی۔ اینٹیں وہی ہیں۔ حجرے وہی ہیں۔ مدرسہ بھی ہے۔ مگر اس نے محسوس کیا کوئی چیز گم ہو گئی۔ تو یہ اس بچے تک کا احساس ہے۔ تو بڑے کتنا محسوس کرتے ہوں گے۔ صاحب دل کتنا احساس کرتے ہوں گے۔ وہ فی الحقیقت اسی ماحول کا اثر تھا جسے میں پہلے دیکھ چکا تھا۔ برس دن کے بعد آ کر دیکھا تو رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔ تو اس عمر میں مجھے بھی احساس ہوا کہ یہاں سے کوئی چیز گم ہو گئی ہے۔ یہ تو تھا وہاں کے ماحول کا اثر کہ ذکر اللہ کی توفیق خود بخود ہوئی۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

گنگوہ کا ماحول

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس وقت میری عمر سات آٹھ برس کی تھی کوئی زیادہ شعور نہیں تھا۔ بچپن کی بات تھی کوئی زیادہ تمیز نہیں تھی لیکن میں یہ محسوس کرتا تھا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خانقاہ کی اینٹ سے اللہ اللہ کی آواز نکل رہی ہے۔ یہ کیفیت طاری ہوتی تھی۔ خانقاہ کے سامنے ایک تالاب تھا۔ اب بھی ہے اور بڑا تالاب ہے شہر بھر کے کپڑے دھوبی اسی تالاب میں دھوتے تھے' کوئی پچاس ساٹھ دھوبی ہوتے اور ہر دھوبی کا ایک ایک لکڑی کا پٹڑا لگا ہوا ہوتا جس پر وہ کپڑوں کو دے دے کر مارتے ہیں اور دھوتے ہیں تو روزانہ پچاس ساٹھ دھوبی کپڑے دھوتے ہیں تو میں نے یہ خود سنا کہ دھوبی ان پڑھ جاہل۔ کوئی شعور نہیں نہیں بس سیدھے سادھے مسلمان تھے۔ لیکن کپڑے پٹڑے پر دے کر مارتے ہیں اور ''الا اللہ الا اللہ'' کی ضربیں زبان سے نکل رہی ہیں اور اللہ کے ذکر سے تالاب گونج رہا ہے۔ ہر کپڑے کی ضرب کے ساتھ ایک ضرب ''الا اللہ'' کی بھی ہے تو دور تک آواز آتی تھی کہ ذکر اللہ ہو رہا ہے۔ لوگ یہ سمجھے کہ یہ ذکر خانقاہ میں ہو رہا ہے حالانکہ وہ خانقاہ سے باہر دھوبی ہیں۔ مگر خانقاہ کے ماحول کا اثر ان دھوبیوں پر بھی ہے' اس لئے کہ خانقاہ میں ہر وقت چونکہ ذکر اللہ ہوتا تھا۔ ذاکرین و شاغلین جمع ہوتے اور اللہ اللہ کر رہے ہوتے۔ تلاوت میں مشغول ہوتے۔ ان کے اثرات ان پر بھی پڑتے تو ان کی زبان سے بھی اللہ اللہ نکل رہا ہے اور ''الا اللہ'' کی ضربیں لگا رہے ہوتے۔ بہر حال یہ ماحول کا اثر ہے غرض ایک ماحول میں نے اپنی زندگی کے ابتدائی دور بچپن میں یہ دیکھا۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

دار العلوم دیوبند کے ماحول کے آثار

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنی زندگی میں دوسرا ماحول دار العلوم دیوبند کا دیکھا۔ وہاں اعمال پر زیادہ توجہ ہے اخلاق پر توجہ بالواسطہ ہے۔ بلاواسطہ جیسے خانقاہوں میں تربیت اخلاق ہے۔ وہ رنگ نہیں۔ مگر اعمال کے واسطے سے اصلاح اخلاق کی تربیت کرتے ہیں۔ بہر حال اعمال کا زور ہے۔ اس ماحول میں رہ کر کوئی چاہے نہ چاہے مگر اسے نماز پڑھنی پڑے گی۔ جب ڈیڑھ ہزار آدمی اذان ہوتے ہی

حجروں سے نکل کر ایک دم مسجد میں پہنچیں گے تو ایک آدمی کیسے بیٹھا رہے گا۔ اسے بھی مسجد میں جانا ہی پڑے گا۔ بقول مولانا سعید احمد صاحب مرحوم جب مجلس شوریٰ میں آئے تو ٹھنڈی جگہ تہہ خانہ قیام تھا۔ ظہر کی اذان ہوئی تو میں نے کہا۔

حضرت! چلئے نماز کیلئے نماز کو آ گئے۔ دو گھنٹہ بعد عصر کی اذان ہوئی۔ تو میں نے کہا چلئے نماز کیلئے۔ پھر مغرب نماز کا وقت آیا۔ میں نے کہا چلئے نماز کیلئے کہنے لگے!

بھائی! تمہارے ہاں جو پچاس نمازیں معراج میں فرض ہوئی تھیں ساری کی ساری یہاں باقی ہیں۔ جب دیکھو نماز کو کہو۔ غرض ایک ماحول کا اثر ہے کہ نماز کیلئے طبیعت میں امنگ پیدا ہوتی ہے وہ اس ایریا اور ماحول کا اثر ہے۔ بہر حال تین قسم کے ماحول دیکھے اور تینوں کے اثرات جدا تھے اور وہ اثرات طبیعت پر پڑتے تھے۔ دیوبند آ کر نمازی بننے کا شوق ہوتا تھا۔ تھانہ بھون جا کر صفائی معاملات کا شوق ہوتا تھا گنگوہ پہنچ کر ذکر اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ اس لئے کہ تینوں جگہوں کے ماحول کے یہی اثرات ہیں اور وہی قلوب پر پڑتے تھے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

تھانہ بھون کے ماحول کے آثار

تیسرا ماحول تھانہ بھون کا دیکھا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں معاملات کی صفائی پر بہت زیادہ زور دیا جاتا کہ دیانت کو ملحوظ رکھا جائے۔ تنہائی ہو مجمع ہو۔ اصول شریعت کے مطابق جو معاملات کی روش ہو وہ ہونی چاہئے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرے سے کسی کو اذیت نہ ہو۔ ہر معاملہ میں سچائی ہو۔ مجھے یاد ہے کہ ایک شخص اپنا رومال مسجد کے صحن میں بھول گیا۔ تین دن رومال وہیں پڑا رہا۔ اس کی اجازت بھی نہیں تھی کہ اٹھا کر حفاظت سے رکھو۔ ممکن ہے مالک آئے اسے یاد آئے کہ وہاں چھوڑا تھا اور نہ ملے تو اسے چیز کے نہ ملنے سے اذیت ہو۔ تو تین دن تک وہیں پڑا رہا۔ یہ قلوب کی دیانت کا اثر تھا کہ کسی کو یہ جرأت نہیں تھی کہ اسے اٹھا کر کہیں رکھ دے۔ خانقاہ میں جتنے حجرے تھے کبھی کسی حجرے میں تالہ نہیں لگتا تھا۔ زنجیر نہیں لگتی تھی۔ سامان رکھا ہے۔ صندوق کھلے پڑے ہیں زنجیریں کھلی پڑی ہیں۔ طلبہ باہر گئے ہوئے ہیں' مریدین موجود نہیں ہیں کسی چوری

چکاری کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ ماحول کے اثرات سے اتنی دیانت قلوب میں تھی نہ کسی کی کوئی چیز گم ہوتی تھی اور نہ کوئی کسی کیلئے اذیت کا باعث بنتا تھا غرض یہ ماحول تھا نہ بھون کا دیکھا۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

صحبت سے قلبی کیفیات پیدا ہو کر محرک عمل بنتی ہیں

اور عمل کا تعلق انہی قلبی کیفیات سے ہے جن سے جذبات عمل پیدا ہوتے ہیں اس واسطے ضرورت سمجھی گئی کہ صحبت اختیار کی جائے۔ ملازمت اور معیت کو اپنایا جائے جو زیادہ صحبت یافتہ ہوگا اس کا دین زیادہ پکا ہوگا۔ جو کم صحبت یافتہ ہوگا اس کے دین میں کمی آئے گی جو بالکل نہیں تو اور زیادہ کمی رہے گی۔ (ج ۱۲)

غیر صحبت یافتہ علماء ظہور فتن کا سبب بنتے ہیں

تجربہ ہے کہ دنیا میں جتنے فتنے پھیلے ہیں جس سے مذاہب اور پارٹیاں بن جاتی ہیں یہ زیادہ تر ان علماء سے پھیلتے ہیں جو صحبت یافتہ نہیں ہوتے۔ فقط قرآن وحدیث کے الفاظ ان کے سامنے ہوتے ہیں۔ اسلاف کا وہ رنگ ان کے قلوب میں نہیں ہوتا۔ جو بزرگوں میں ہوا کرتا ہے اس لئے ان سے فتنہ زیادہ پھیلتا ہے۔ اور جو عالم زیادہ صحبت یافتہ ہوگا زیادہ دیانت قائم کئے ہوئے ہوگا اس سے فتنہ نہیں پھیلے گا۔ زیادہ فتنہ پردازوہ ہوتے ہیں کہ ان کے پاس علم موجود ہے۔ صحبت میسر نہیں ہوئی ہوتی۔ اخلاق درست نہیں ہیں۔ اخلاق کے اندر پختگی نہیں پیدا ہوئی۔ تو ان کے کلمات سے زیادہ تر بے ادبی اور گستاخی کا فتنہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔

یہ جو آپ دیکھتے ہیں کہ مصر، شام یا عراق ہو اول تو علم کی ہی کمی ہے۔ لیکن اگر علم بھی ہے تو چونکہ صلحاء اور اہل اللہ کی صحبت میسر نہیں وہ علم اور وبال جان اور مار آستین ان کے حق میں بنا ہوا ہے۔ بقول حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ

علم را برتن زنی مارے بود علم را بردل زنی بارے بود

علم کو ترک زبان پر رکھو گے تو سانپ اور بچھو ہے، یہ ڈسے گا اور علم کو دل میں اتارو گے تو یار اور دوست بن جائے گا جو آخرت تک پہنچائے گا۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

حضرات متقدمین کے ہاں صحبت شیخ کا درجہ

سلف کے زمانے میں یہ اصطلاح نہیں تھی جو ہمارے دور میں ہیں کہ فلاں استاد ہیں اور یہ ان کے شاگرد ہیں۔ بلکہ شاگردوں کو صاحب کہتے تھے۔ اصحاب ابی حنیفہ' اصحاب شافعی' اصحاب عبداللہ بن مسعود' اصحاب ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ یعنی امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے صحبت یافتہ' امام شافعی کے صحبت یافتہ' حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جو شاگرد وصحبت نہیں اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کے علم کا بھی سلف میں اعتبار نہیں کیا جاتا تھا کہ معلوم نہیں صحیح سمجھا ہے کہ نہیں۔ اس نے صحبت تو اٹھائی نہیں۔ محدثین کے ہاں جو سند بیان کی جاتی ہے اور سند میں افراد کے نام آتے ہیں کہ فلاں نے فلاں سے روایت کی اس نے مجھ سے کی اس نے مجھ سے تو امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں شرط یہ ہے کہ جس کو اپنے استاد اور شیخ سے صحبت زیادہ ہوگی۔ اتنی ہی اس کی حدیث زیادہ قابل اعتبار اور قابل قبول ہوگی اور جس نے محض کانوں سے سنا اور صحبت نہیں اٹھائی اس کی روایات کم درجے کی سمجھتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ قبول نہیں کرتے۔ تو صحبت یافتہ ہونے سے وہ جو قلبی کیفیات ہیں وہ قلب کے اندر منتقل ہو جاتی ہیں اور دور سے آدمی سے تو علم کے الفاظ منتقل ہوتے ہیں۔ قلب کی کیفیات منتقل نہیں ہوتیں۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

بلا صحبت علم زبان تک رہتا ہے

دل میں علم ہوگا تو دل کی کیفیات دل کے اخلاق تک کو درست کر دے گا اور اگر علم کا دل پر اثر نہیں زبان پر ہے تو وہ علم کی نمائش ہے' جیسے آدمی لباس سے اپنے کو بڑا ظاہر کرتا ہے۔ یہ اپنے کلمات اپنے کو بڑا ظاہر کرتا ہے تو وہ علم تجمل کیلئے ہے نمائش کیلئے ہے دل کی اصلاح کیلئے نہیں ہے۔ اصلاح جب ہوگی جب علم کو دل کے اندر اتار لیا جائے۔ اخلاق درست کئے جائیں۔ وہ بلا صحبت اور بلا معیت کے نہیں ہوتے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱۲)

نور علم واخلاق

نبی علم وحی سے لے کر آتے ہیں اور اخلاق کاملہ اپنی فطرت اور اللہ کے دین سے پیش

کرتے ہیں تو اخلاق کا نور اور علم کا نور یہ دونوں چیزیں پیش کرتے ہیں۔ علم کے نور میں حدت اور شدت ہوتی ہے اور اخلاق کے نور میں رقت اور رافت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ علم اللہ کا ہے علم میں ترفع کا خاصہ ہے عالم کبھی گردن جھکا کر نہیں رکھتے علم ہمیشہ اسے اونچا لے جائے گا۔ رفعت کی طرف سے جائے گا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ بعض دفعہ تکبر پیدا ہو جاتا ہے بعض دفعہ نخوت پیدا ہو جاتی ہے بعض دفعہ غرور اور گھمنڈ پیدا ہو جاتا ہے تو علم کے گھمنڈ کیلئے بدرقہ عبدیت ہے اور عبدیت نہیں آتی جب تک کسی شخصیت کے آگے آدمی پامال نہ ہو۔

پیش مرد کاملے پامال شو

قلب کی حالت اگر درست نہ ہو، فتنے میں پڑا ہوا ہو اور شکوک وشبہات میں پڑا ہوا ہو تو شکی آدمی کبھی عمل نہیں کر سکتا۔ تذبذب اور تردد ہوگا تو کبھی عمل ظہور پذیر نہیں ہوگا قوت یقین پہلے آئے، پھر آدمی چلے گا اور اخلاق ابھاریں گے تو آدمی عمل کرے گا۔ اس واسطے دو وظیفے فرمائے گئے گویا بعثت کی دو غرض وغایت نکلیں۔

ایک فرمایا ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''

اور ایک فرمایا: ''میں بھیجا گیا ہوں تاکہ اخلاق کا مکمل نمونہ تمہارے سامنے رکھ دوں'' تاکہ تمہارے اخلاص صحیح ہو جائیں اخلاق کے بغیر عمل نہیں ہوگا اور تعلیم کے بغیر علم نہیں آئے گا جس سے جائز وناجائز کا پتہ چلے۔ (اقتباسات خطبات حکیم الاسلام)

صحبت ومعیت کے ثمرات

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے: سات قسم کے لوگ ہوں گے کہ قیامت کے دن ان کو عرش کے سائے میں جگہ دی جائے گی جبکہ کوئی سایہ بجز اللہ کے سائے کے نہ ہوگا۔

ان میں سے ایک کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ کون ہوں گے۔

وہ دو آدمی جنہوں نے آپس میں اللہ کے واسطے محبت کی اور دوستی اختیار کی۔

اور یہ معاہدہ کیا کہ بھائی ہم اس لئے دوستی کرتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کے دین کی حفاظت کریں گے، اگر میں نماز میں سستی کروں تو تم مجھے کھینچ کے لے جانا اور سزا دینا کہ خبردار جو تو نے نماز چھوڑی۔ اگر تم سستی اختیار کرو گے تو میں تمہیں لے جاؤں گا اگر تم نے

تلاوت قضا کی تو میں تمہارے سر پر مسلط ہوں گا کہ تلاوت کرو قرآن کریم کی اور میں سستی کروں تو تم، تو ہم ایک دوسرے کے دین کی حفاظت کیلئے دوستی کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ان میں سے جب ایک انتقال کرے گا اور وہ اللہ کی رضا میں اور مقام کریم میں داخل ہوگا بہشت بریں میں جائے گا۔ تو دعا کرے گا کہ اے اللہ! میں فلاں دوست کی دوستی کی وجہ سے اس اعلیٰ مقام پر پہنچا ہوں۔ میرے فلاں دوست کو بھی اسی مقام پر پہنچا۔ اس کا خاتمہ بھی ایمان پر فرما۔ اس کی دعا قبول ہوگی تو دونوں جنتی بنیں گے۔ صحبت ومعیت ہی سے تو یہ بات ملی، نیک صحبت اختیار کی۔ دونوں کیلئے نجات کا ذریعہ ہوگئی اور یہی صورت اس کے برعکس سمجھ لیجئے اگر دو آدمی اس لئے دوستی کریں کہ بھئی! سینما میں ایک ساتھ جایا کریں گے۔ تھیٹر میں ساتھ جایا کریں گے۔ فلاں برائی میں ساتھ جایا کریں گے چار آدمیوں نے مل کر دوستی کرلی کہ چوری کیا کریں گے لوگوں کی جیبیں کترا کریں گے۔ یہ بھی آپس میں دوستی ہوگئی یہ بھی صحبت ہے۔ مگر یہ صحبت ومعیت بدعملی کیلئے ہے۔ اس لئے اگر ایک جہنم میں جائے گا تو وہ کہے گا خدا کرے وہ پہلا دوست بھی جہنم میں آئے اسی کی وجہ سے میں اس مصیبت میں مبتلا ہوں۔ یہ دونوں چیزیں اپنا اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہتیں۔ تو علم اتنا اثر نہیں پیدا کرتا۔ جتنی صحبت اثر پیدا کرتی ہے تو بڑی چیز یہ ہے کہ آدمی سچا ماحول تلاش کرے، نیک لوگوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا ہو۔ کبھی نہ کبھی یہ چیز کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ کبھی نہ کبھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ بہر حال اس حدیث میں چار باتیں بتلائی گئیں۔ علم، تجمل، اخلاص اور فکر۔ اس کے بغیر آدمی آدمی نہیں بنتا۔ اس میں جوہر نہیں پیدا ہوتا، وہ کھاتا پیتا ایک حیوان ہوگا۔ خوبصورت سہی کہ اور کوئی جانور اتنا خوبصورت نہیں، جتنا انسان ہے، مگر ہے جانور جب علم اور عمل آئے گا تو کہیں گے اب یہ جانور نہیں۔ اب اس میں انسانیت آگئی۔ یہی انسان اور حیوان میں فرق کی چیز ہے اس واسطے سب سے بڑی توجہ، مسلم قوم کو بالخصوص تعلیم کی طرف کرنے کی ضرورت ہے تاکہ علم کا جوہر پیدا ہو۔ جہالت سے کوئی قوم دنیا میں آج تک نہیں پنپی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ پوری قوم مولوی بنے، سب کے سب عالم بنیں۔ یہ نہ فرض ہے، نہ واجب نہ لازم لیکن یہ ہر ایک پر فرض ہے کہ اتنا علم سیکھ لے کہ اپنے دین پر چل سکے۔ یہ معلوم ہو جائے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں۔ اور اسلام

کے کیا ارکان ہیں جن کے کرنے سے آدمی مسلمان رہتا ہے یہ بے شک لازم اور واجب ہے اس کے بغیر نجات کی صورت نہیں ہے تو سب سے بڑی چیز ادھر توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ تعلیم عام ہو‘ دین کا ایک چرچا ہو اور چرچا اس کے بغیر نہیں ہوا کرتا کہ تعلیم عام ہو۔

دارالعلوم دیوبند کے فضلاء نے جگہ جگہ مدارس قائم کیے تو ہزاروں کی تعداد میں مدارس ہیں‘ کوئی قصبہ خالی نہیں اور اس تقسیم ملک کے بعد سے تو تقریباً یوپی میں کوئی بڑا گاؤں بھی خالی نہیں رہا جس میں لوگوں نے مدارس قائم نہیں کردیئے۔ ہزاروں کی تعداد میں دیہات اور گاؤں میں مدارس ہیں۔ تو علم کا اور مسئلے مسائل کا ایک چرچا ہے اور دیہات کے لوگ چونکہ بے چارے سادہ ہوتے ہیں۔ کوئی چالاکی‘ عیاری ان میں ہوا نہیں کرتی ان میں جب علم آتا ہے تو سیدھا سیدھا اپنا عمل کرتے ہیں۔ کوئی فریب اور نفاق ان میں نہیں ہوتا۔ علم وہاں زیادہ اچھا اثر کرتا ہے جہاں دلوں کی صفائی اور سادگی ہوتی ہے۔ تو دیہاتی اتنے مسائل جانتے ہیں کہ چھوٹا موٹا مولوی ان کے سامنے چل نہیں سکتا۔ اگر ذرا مسئلہ کی غلطی کر جائے تو کہیں گے مولانا صاحب! تمہاری بات تو سر آنکھوں پر مگر کہی بات غلط۔ مسئلہ تو یہ ہے ہم نے فلاں بڑے مولوی صاحب سے سنا تھا۔ فوراً دیہاتی غلطی بتلائے گا اور مولوی کو ماننا پڑے گا تو وہ صحبت یافتہ ہونے کی وجہ سے اور دل کی سچائی کی وجہ سے بہت سے مسائل جانتے ہیں۔ یہ جب ہوا۔ جب تعلیم کا چرچا ہے‘ قصبوں میں‘ شہروں میں‘ دیہات میں دین پھیلا ہوا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۲)

اصلاح باطن کا آسان طریقہ

نیز اگر شیخ کی صحبت میسر نہ ہو تو پیر بھائی بھی غنیمت ہے اس تعلق کیلئے یہ ضرور نہیں کہ مرید ہی ہو جاؤ بس اپنے کو سپرد کردو کیونکہ غلام بنے کسی کے صحبت اہل اللہ اور ان کے بجائے ان کے ملفوظات کے متعلق عارف شیرازی کی رائے مجھ کو بہت ہی پسند آئی فرماتے ہیں۔

مقام امن و مئے بے عشق و رفیق شفیق   گرت مدام میسر شود زہے توفیق

(یعنی اطمینان کی جگہ اور ذکر و شغل اور کسی محقق اور مشفق شیخ کی صحبت ہمیشہ میسر رہے تو کیا بات ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر)

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است — صراحیٔ مے ناب وسفینہ غزل ست

صراحی مے ناب ذکر اللہ ہے اور سفینہ غزل ہو یہ ملفوظات ہیں۔ بزرگوں کے حضرات میں نے یہ ایک دستور العمل مختصر سا تجویز کر دیا ہے جو کسی پر بھی دشوار نہیں اور اگر اس پر بھی عمل نہ کیا تو پھر میں یہ کہوں گا۔

جو اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت کو خدا سمجھے۔

خوب سمجھ لیجئے حجت اللہ ختم ہو چکی ہے اب آپ کے پاس کوئی عذر نہیں رہا ہے خدا کے سامنے یہاں تک تو آپ کو رخصت دے دی گئی کہ اگر عمل کی توجہ نہیں ہے تو اس بے توجہی عمل کا اقرار اور توجہ پیدا ہونے کی دعا تو کر لیا کرو۔ یہ اخیر بات ہے اب اس سے آگے اور کیا چاہتے ہو۔ غرض یہ ہے اسلام کی تفسیر اور اس کی تکمیل کی تیسیر۔

تعمیر باطن سے دنیا میں انقلاب برپا ہوتا ہے

دنیا میں انقلاب باہر سے نہیں اندر سے چلتا ہے اپنے اندر کی تعمیر کرے، اپنے اخلاق درست کرے اپنا کریکٹر سنوارے۔ دنیا کی قومیں خود اس کے آگے جھک جاتی ہیں۔ ہم اگر برا کردار پیش کریں گے اس کے جواب میں دنیا توہین وتذلیل کرے گی۔ لیکن اگر ہم وقار متانت وسنجیدگی اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کریں گے تو کیا دنیا کے دماغ میں پھوڑا اٹھا ہے کہ پھر بھی خواہ مخواہ بدگوئی کرے؟ اور اگر اس کے باوجود وہ کریگی تو اس کا ضمیر اسے ملامت کرے گا۔ وہ کہے گا کہ یہ اس کا مستحق نہیں ہے یہ سچا آدمی ہے تو اندرونی اخلاق جب اعلیٰ طریق پر ظاہر ہوتے ہیں تو قومیں خود جھک جاتی ہیں۔

حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی قوم میری نافرمانی کرتی ہے میرے قانون کو چھوڑ دیتی ہے رات دن گناہوں میں اور معصیتوں میں مبتلا ہوتی ہے تو میں دنیا کی اقوام کے دلوں میں اس کی عداوت ڈال دیتا ہوں۔ وہ قومیں کھڑی ہوتی ہیں انہیں سزا دیتی ہیں۔ تلوار اور ہاتھ سے بھی، دولت وشوکت چھیننے سے بھی، وہ میری طرف سے جلاد کے طور پر کام کرتی ہیں وہ خود کچھ نہیں ہیں میرا حکم چل رہا ہے۔ فرمایا اگر یہ تمہیں ناگوار ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر مسلط ہو کر تمہیں تباہ وذلیل کریں۔ انہیں برا بھلا مت کہو میرے سے

معاملہ درست کرلو۔ میں ان کے قلوب میں عداوت کی بجائے محبت ڈال دوں گا وہی تو میں جوتمہاری مد مقابل تھیں وہ سرنگوں ہو جائیں گی قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔

فرماتے ہیں دنیا کے قلوب رحمٰن کی دو انگلیوں کی بیچ میں ہیں۔ جدھر کو چاہیں پلٹ دیں شیخ سعدی رحمہ اللہ نے خوب کہا ہے بڑی کامل اور جامع نصیحت کی ہے۔ کل کو علم سکھلائیں گے ان کی علمی ذریت قائم ہوگی۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۴)

صحبت کے موثر ہونے کے آداب

اور جو دونوں ہوں تو یہ اولی ہے۔ لوگ صحبت کا اثر چاہتے ہیں اور اکثر لوگ آداب صحبت سے واقف بھی نہیں صحبت کے جو طریق ہیں وہ اختیار کیجئے دیکھئے اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ طرح طرح کے بکھیڑے لے کر مشائخ کی خدمت میں جاتے ہیں کوئی مقدمہ کے واسطے دعا کرتا ہے کوئی اولاد کا طالب ہے۔ اللہ میاں کا طالب بھی کوئی ہے؟ مشائخ کے پاس سوائے کلام ضروری کے کچھ بات نہ کی جائے اگر وہ خود بھی دنیا کی بات کریں تو سمجھو کہ منتہی کو اس سے ضرر نہیں ہوتا اور تم مبتدی ہو کوئی بات اگر پوچھنے کی ہو تو یوں گمان کر رکھا ہے کہ ہم جا کر بیٹھتے ہیں اس کو پوچھنا نہ چاہئے وہ خود بیان کریں صاحب اول تو یہ امر متعلق کشف کے ہے اور کشف دائمی اور اختیاری نہیں پھر اگر ان کو کشف بھی ہو گیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ اس کا جواب دیں جب تم اہل حاجت ہو کہ مستغنی ہو تو اگر وہ مستغنی ہوں تو کیوں مجبور کئے جائیں' پھر یہ کہ ان کی شفقت اور زیادہ ہو جائے گی تمہارے سوال کرنے سے ضرور پوچھو جب وہ بلا تمہارے پوچھے چاہتے ہیں کہ تم کو معلوم ہو جائے اور سعادت حاصل کرلو تو تمہارے پوچھنے سے اور زیادہ شفقت نہ کریں گے۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۴)

نسبت کا اثر

اب یہ آپ حضرات کا فرض ہوگا کہ اپنی اعانت سے اپنے چندوں سے آپ نے جن کو تیار کیا۔ آپ خود انکی قدر کریں آپ کو بھی قدر کرنی پڑے گی۔ جیسے بیت اللہ کا غلاف آپ ہی اپنے ہاتھوں بناتے ہیں لیکن بن کر جب وہ بیت اللہ پر لٹک جاتا ہے تو آپ ہی اسے

چومتے ہیں اور پیشانی پر لگاتے ہیں کہ اسے نسبت پیدا ہوگئی۔

ان بچوں کو آپ ہی نے پڑھایا ہے اور پگڑی بھی آپ ہی نے دی۔لیکن آپ کیلئے ان کی قدر کرنی واجب ہوگئی چونکہ نسبت پیدا ہوگئی۔اس لئے آپ کو بھی علم کے آگے جھکنا پڑے گا۔

آپ اگر کسی عالم کے آگے جھکتے ہیں تو اس کے گوشت پوست کی وجہ سے نہیں جیسا گوشت پوست اس میں ہے آپ میں بھی ہے۔اس علم کی وجہ سے جھکتے ہیں جو اس کے اندر ہے تو یہی علم ان طلباء میں بھی ہے جس حد تک بھی اللہ نے ان کو علم دیا ہے اور قابلیت دی ہے۔وہ ایسی ہے کہ آپ پر تعظیم کرنا واجب ہے۔

اسی کو دیکھ لیجئے کہ ایک باپ بے پڑھا لکھا ہے اس نے بچے کو پڑھا دیا اسٹیج جب بنے گا بچہ اسٹیج پر بیٹھے گا اور باپ نیچے وہ علم ہی ہے جس نے اسے اونچا با کمال بنایا ہے اسی طرح لباس، وہ انسان کے باہر کی چیز ہے اور دولت تو اس سے بھی باہر ہوتی ہے لہٰذا ان چیزوں کی وجہ سے با کمال ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔سرچشمہ کمال تو خدا ہی کی ذات ہے اور ہمارے اندر جو کمال آئے گا وہ وہیں سے آئے گا اور اس کیلئے ضروری ہے کہ ہمارا قرب ہو بارگاہ خداوندی سے اور ظاہر ہے کہ قرب حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرنی پڑے گی۔پھر جس قدر جدوجہد بڑھے گی قرب بڑھے گا اور جس قدر قرب بڑھتا جائے گا کمال آتا چلا جائے گا اور جتنا بُعد ہوگا کمال کے اندر کمی پیدا ہوتی جائے گی۔(خطبات حکیم الاسلام ج ۴)

صحبت اہل اللہ

اول یہ کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہا جائے ان حضرات کی جتنی ہی زیادہ صحبت نصیب ہوگی، اتنا ہی ان کا رنگ قلب کے اندر اترتا چلا جائے گا۔مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، صحبت نیک سے آدمی کے اندر خیر پیدا ہوتی ہے خوبی پیدا ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر، فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحا

طيبا ونافخ الكير اما ان يحرق ثيابک واما ان تجد منه ريحا خبيثة".

اچھے ساتھی اور برے رفیق کی مثال، مشک ساتھ رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے، پس مشک والا اگر تمہارے پاس سے گزر گیا تو جب بھی نفع تم اس سے خریدو گے تو بھی نفع، ہر حال میں دماغ معطر رہے گا اور بھٹی والے سے تعلق میں کپڑا جلے گا ورنہ تو اس کی بدبو بلاشبہ دماغ مکدر رکھے گی۔

تو بھائی! ہر چیز کے اثرات ہوا کرتے ہیں، اگر آپ دریا کے کنارے آباد ہوں گے تو آپ کے مزاج میں بھی رطوبت پیدا ہوگی۔ خشک علاقے میں رہیں گے تو یبوست پیدا ہوگی۔ گلاب کے پھول کو کپڑے میں رکھ دیجئے، تھوڑی دیر کے بعد نکالیں گے تو کپڑے سے بھی گلاب کی خوشبو آئے گی۔ ریشمی کپڑوں میں عورتیں برسات کے موسم میں گولیاں رکھ دیتی ہیں۔ اگلے موسم میں نکالتی ہیں تو کپڑوں سے گولیوں کی بدبو آتی ہے حالانکہ کپڑے کی ذات میں نہ تو خوشبو ہے نہ بدبو مگر مصاحبت کا اثر پڑتا ہے اگر گلاب کو اس کا مصاحب بنادیا جائے تو کپڑے میں خوشبو آجاتی ہے اور اگر گولیوں کو مصاحب بنادیا جائے تو اس کے اثرات کپڑے کے اندر رچ بس جاتے ہیں اور کپڑے سے بدبو آنے لگتی ہے۔ اسی طرح اہل اللہ کی صحبت کے اثرات ہوتے ہیں جن سے متاثر ہوئے بغیر انسان نہیں رہ سکتا۔ ایک عالم ربانی اور درویش حقانی کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس بیٹھ کر خدا یاد آئے گویا کہ ان کا ذکر، ذکر خدا کی تمہید ہے کسی نے کہا ہے نا کہ

خاصان خدا خدا نہ باشند ولیکن از خدا جدا نہ باشند

جب آپ اہل اللہ کے قریب ہوں گے تو کمالات ربانی آپ کے اندر آئیں گے صحبت صالح کے آثار خیر و برکت کی صورت میں نمایاں ہوتے ہیں۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۴)

فیض صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

یہی وجہ ہے کہ جو مرتبہ اور مقام حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں، کوئی بڑے سے بڑا قطب ہو، غوث ہو، صحابیت کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ ان حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے آپ کی مجلس میں شریک رہے ہیں جسے آپ کی صحبت نصیب ہوئی ہو اور آپ کی مجلس میں شریک ہونے کا

شرف حاصل ہوا ہو اگر اسی کے پاس علم ہے مگر اس نے شیخ کی صحبت نہیں اختیار کی ہے اس کا رنگ نہیں قبول کیا ہے تو وہ علم صرف لفظی ہوگا حقیقی نہیں ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا

"اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین"

اللہ سے ڈرو اور معیت اختیار کرو سچے لوگوں کی، سچوں کی معیت اختیار کرنے سے ان کے اثرات تمہارے اندر پیدا ہوں گے اور سچائی کی خوبی تمہارے ذہن میں بیٹھتی چلی جائے گی۔

صحبت ہی کی بات ہے کہ محدثین کے یہاں ان راویوں کی روایت زیادہ قابل قبول ہوتی ہے۔ جنہوں نے محض سنا ہی نہیں بلکہ اپنے شیخ کی صحبت بھی زیادہ سے زیادہ اٹھائی ہو۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۴)

اہل علم کو اصلاح کی ضرورت

اس کائنات بدن میں انتہائی مقام قلب کا ہے اور اس کائنات آفاقی میں اہل علم کا ہے۔ گویا وہ بمنزلہ قلب کے ہیں۔ تو قلب اگر فاسد ہو جائے تو ساری کائنات فاسد ہو جاتی ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "الا وفی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب" تو قلب اگر ٹھیک رہے گا تو تمام اعضاء ٹھیک رہیں گے اگر قلب میں فساد آ گیا تمام اعضاء میں فساد آ جائے گا۔ تو اہل علم کا کام یہ ہے کہ وہ فساد سے دور بھاگنے کی کوشش کریں۔ ان کا کام صلح پھیلانا ہے اور پھیلا کر دنیا کو رشد وہدایت اور بھلائی کی طرف اور بزرگی کی طرف لانا ہے۔ اگر وہ بھی عوام الناس کی طرح چند چیزوں، چند ٹھیکروں یا چند محسوس چیزوں کے طالب بننے لگیں تو انہوں نے اپنے وقار کو کھو دیا اور (انہوں نے اپنے مقام کو پہچانا ہی نہیں) ان کا کام یہ ہے کہ وہ قلب کے مقام کو باقی رکھیں اور سمجھیں کہ ہم کائنات کے قلب ہیں اس لئے اپنے کو فساد سے بچائیں اور اپنے کو صالح بنائیں ان کو دنیا کا امام بنایا گیا ہے۔ اگر سارے مقتدی وضو کر آئیں اور امام کا وضو نہ ہو یا ٹوٹ جائے کسی کی نماز نہ ہوگی۔ سب کی نماز جبھی ہوگی جب امام بھی طاہر ہو۔ امام پارسا اور پاک ہو۔ جب اس کی پاکی ختم ہوگی تو دوسرے پاک بھی رہیں گے تو بھی ناپاک بن جائیں گے ان کی پاکی نامقبول ہوگی۔

آپ اس کائنات کے قلب ہیں اگر اس میں طہارۃ ہے تو دنیا میں طہارۃ موجود ہے اگر اس میں خباثت آگئی تو دنیا میں خباثت پھیل جائے گی۔ دنیا میں نجاست عام ہو جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک بچہ کو دیکھا کہ دوڑتا جارہا ہے آپ نے فرمایا کہ میاں آہستہ چلو گر جاؤ گے تو اس لڑکے نے جواب دیا کہ آپ آہستہ (اور دیکھ کر) چلیں اس لئے کہ اگر آپ گر گئے تو ساری قوم گر جائے گی میرے گرنے سے تو صرف میں ہی گروں گا۔

تو یہاں عوام سے خوف نہیں خواص سے خوف ہے کہ ان کے فساد پر عوام کا فساد اور ان کی اصلاح پر عوام کی اصلاح موقوف ہے اس واسطے اگر یہ صالح اور ٹھیک ہیں تو عوام بھی ٹھیک ہیں جب بھی فتنہ پھیلا ہے عوام سے کبھی نہیں پھیلا۔ عوام تو بے چارے متبع ہیں ان کے سامنے اللہ ورسول کا نام لو گے تو گردن جھکا دیں گے اب نام لینے والا ہی خیانت کرے کہ اللہ ورسول کے نام سے اپنے ہی تخیلات پیش کرنے لگے۔ اس پردے میں اپنے دل کی اغراض پیش کرنے لگے تو یہ بے چارے عوام کا قصور نہیں اگرچہ انکی تباہی کا وبال اس شخص کی گردن پر ہوگا۔

تو خواص کی اصلاح پر عوام کی اصلاح موقوف ہے اور خواص میں ناک کان آنکھ نہیں بلکہ قلب ہے تو جب اللہ نے آپ کو قلب بنایا آپ کو عالم کی اصلاح وفساد کا مدار ٹھہرایا تو بڑی ہی ناقص بات ہوگی کہ آپ ہی فساد کی طرف آنے لگیں اور فساد کی طرف آیا یہی ہے کہ ایک عالی چیز کو چھوڑ کر سافل چیز کی طرف آپ کا ذہن جانے لگے کہ پیسہ کس طرح آئے راحت کس طرح ملے یہ تو خود بخود ملے گی وعدہ خداوندی ہے کچھ تو اپنے اللہ کے وعدے پر اعتماد کرو۔ اس مقام پر بھی آکر اگر آپ ایسا آدمی اللہ کے وعدوں پر بھروسہ نہ کرے تو عوام الناس سے کیا امید رکھی جائے کہ وہ اللہ کی ذات عالی کے فرمودہ وعدوں پر بھروسہ کریں۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۱)

اعمال باطنہ کی اصلاح فرض ہے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ جب تیسری حاضری میں تھانہ بھون حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ۔

مجھے حق تعالیٰ نے کچھ عرصہ حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں حاضری کی توفیق بخشی ہے ۔ دل کی خواہش یہ تھی کہ ان سے بیعت ہوں مگر حضرت اس وقت اسیر ہیں اور معلوم نہیں

کب رہائی ہو۔ اب میں حضرت ہی سے مشورہ کا طالب ہوں مجھے کیا کرنا چاہئے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے بڑی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس میں اشکال کیا ہے۔ تصوف وسلوک اعمال باطنہ کی اصلاح کا نام ہے جو ایسا ہی فرض ہے جیسے اعمال ظاہرہ کی اصلاح اس کو مؤخر کرنا تو میرے نزدیک درست نہیں لیکن اس کیلئے بیعت ہونا کوئی شرط نہیں۔ بیعت کیلئے حضرت مولانا (شیخ الہند) کا انتظار کرو اور حضرت کے واپس تشریف لانے تک میں خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ میرے مشورہ کے مطابق اصلاح کا کام شروع کردو۔ مجالس حکیم الامت ص ۱۶۔

صحبت اہل اللہ کا فائدہ

ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے دیوبند سے تھانہ بھون حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:۔

''حضرت! میں جب یہاں آتا ہوں تو میرے بعض رفقاء مجھ سے کہتے ہیں کہ تم تھانہ بھون بار بار کیوں جاتے ہو؟ یہاں اتنا عظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں بڑے بڑے علماء وفقہاء اور بزرگان دین کی کتابیں ہیں، ان کو پڑھو اور فائدہ اٹھاؤ اور درس وفتویٰ جو ایک عظیم عبادت ہے اس میں مصروف رہو''

حضرت (حکیم الامتؒ) نے پوچھا:۔ ''پھر آپ نے کیا جواب دیا؟''

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا:۔

''میں نے عرض کیا کہ تھانہ بھون جا کر جو روحانی سکون ملتا ہے وہ یہاں نہیں ملتا''

حضرت تھانویؒ نے فرمایا:۔ ''یہ بتایئے کہ خانقاہ سے تعلق کے بعد آپ کو اپنے علمی کاموں درس وتدریس، فتویٰ اور تصنیف میں بھی کوئی فرق محسوس ہوا یا نہیں؟''

حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب دیا:۔ ''جی ہاں! زمین وآسمان کا فرق ہوگیا، علوم کے بہت سے دروازے تو یہیں پہنچ کر کھلے''

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا:۔ ''بس تو ایسے لوگوں کو یہی جواب دینا چاہئے کہ خانقاہ جا کر وہ نظر اور وہ بصیرت پیدا ہوتی ہے جس سے ان کتابوں کا صحیح فائدہ حاصل ہوتا ہے''۔ ماہنامہ البلاغ۔

اکابر میں سلسلہ بیعت واصلاح

مولانا جلال الدین رومی استاذ دوراں اور خود صاحب سجادہ تھے علماء کا اور طلباء کا ان کے گرد ہجوم رہتا تھا اور صوفیا تک ان سے مستفیض ہوتے تھے آپ کی جب سواری نکلتی تو علماء وطلباء کیساتھ امراء کا ایک گروہ بھی رکاب میں ہوتا تھا ان سب کے باوجود کچھ تو اپنے اندر خلاء محسوس کرتے تھے جس کی وجہ سے حضرت شمس تبریزی کی غلامی اختیار کی اور ریاضت ومجاہدہ میں عمر کا بڑا حصہ صرف کیا اس کے بعد اللہ پاک نے ان کو جونئی روح عطا کی جس سے لاکھوں مردہ دل زندہ ہوئے اس کو دنیا جانتی ہے یہ سب کامل شیخ کی فیض وصحبت کا نتیجہ ہے۔ مولانا نے خود ایک جگہ لکھا ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

سچ ہے پہلے آدمی کسی اللہ والے کا غلام بنتا ہے تب دنیا کا امام بنتا ہے' حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ بختیار کاکی' حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہما وغیرہم کے حالات میں مستقل کتابیں ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اپنی اصلاح کیلئے کیسے مجاہدات اور ریاضات کئے ہیں اور عرصہ دراز تک شیخ کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کو رام کیا ہے' اس کے بعد پھر دنیا میں اللہ پاک نے جو اصلاح کا کام ان حضرات سے لیا وہ دنیا پر روشن ہے۔

حضرت سید شاہ علم اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید آدم بنوری کی خدمت میں رہ کر بڑی عسرت اور تنگی کے ساتھ گزر کر کے سلوک کے تمام منازل طے کئے اور اپنے نور باطن سے دنیا کو منور کیا۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یگانہ روزگار ہونے کے باوجود کیا چیز حاصل کرنے

کیلئے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر حاضری دی اور مدت تک ان سے تربیت حاصل کرتے رہے' آخر کار مجدد عصر اور امام ربانی ہوئے۔

قطب وقت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدت تک امام ربانی کی خدمت میں جاجا کر تربیت حاصل کی۔

دور قریب کے بزرگوں میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے حالات میں ہے کہ برسہابرس اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں رہ کر نفس کی اصلاح کی اور اس زمانہ میں جو مجاہدات کئے یہ انہی کا حصہ تھا' تفصیلی حالات سوانح میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کا کافی حصہ اپنے شیخ کی صحبت میں گزارا اور طرح طرح کے مجاہدے کئے دیکھنے والے موجود ہیں کہ ان حضرات سے ہزاروں نے فیض حاصل کیا اور آج بھی انکا سلسلہ فیض جاری ہے۔

موجودہ دور میں بندگان خدا جو رشد و ہدایت کا کام کر رہے ہیں انہوں نے اپنے کو بنایا اور سنوارا ہے اس کے بعد اللہ پاک نے یہ خدمت ان کے سپرد کی ہے۔

مجھے اس سلسلہ میں تمام کابر کا استقصاء مقصود نہیں' جنہوں نے مجاہدات و ریاضت صحبت شیخ کے ذریعہ کو اپنے طاہر و مطہر بنایا ہے' چند نمونے ذکر کئے گئے ہیں جن سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کو رذائل سے پاک کر کے محاسن سے آراستہ کرنا چاہتا ہے تو خود کو کسی کامل سے وابستہ کئے بغیر یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا خصوصاً ایسا شخص جس کے اندر دینی خدمت کا جذبہ ہے خواہ مدارس میں رہ کر یا کسی اور طریقہ سے اس کیلئے نہایت ضرورت ہے کہ اپنے کو پہلے آراستہ کرلے بعد میں دوسروں کو سنوارنے کی فکر کرے' ورنہ بہت اندیشہ ہے کہ بجائے اصلاح کے اس سے شر و فتنہ کا ایسا متعدی دروازہ کھلے جس کا بند کرنا مشکل ہو جائے۔

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کانسے اور پیتل کو سونا بنانے والی کیمیا ہر ایک کے پاس نہیں ہوتی اور نہ ہر ایک اس کو جانتا ہے اس کو حاصل کرنے کیلئے ایک مدت درکار ہے اور اس کے

ماہر کی غلامی شرط اول ہے تو پھر یہ کیسے باور کرلیا جائے کہ انسان کو حقیقت انسان بنانے والی کیمیا ہر ایک کے پاس ہوگی اور جو چاہے مسند ارشاد پر بیٹھ جائے۔

این خیال است ومحال است وجنوں

اس کیلئے بھی کسی اللہ والے کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑیں گی اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنے کو چلانا پڑے گا تب کہیں جا کر نفس کی قید اور اس کی کید سے چھٹکارا پا کر حقیقت تک رسائی ہوگی۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری تھانہ بھون کے بعد کیا حالت ہوئی تھی اس کا نقشہ علامہ موصوف نے خود بیان فرمایا ہے اور حاضری تھانہ بھون کے بعد ہی مجالس میں یہ محسوس ہوا کہ ہم جس علم کو علم سمجھتے تھے وہ جہل تھا، علم حقیقی تو ان اللہ والوں کے پاس ہے پھر اپنے تاثرات قلبی کو اس طرح ظاہر فرمایا:

جانے کس انداز سے تقریر کی — پھر نہ پیدا شبہ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ قرآن میں — جیسے قرآن آج ہی نازل ہوا
چھوڑ کر تدریس و درس و مدرسہ — شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا

اور فرمایا

جی بھر کے دیکھ لو یہ جمال جہاں فروز — پھر یہ جمال نور دکھایا نہ جائے گا
چاہا خدا نے تو تیری محفل کا ہر چراغ — جلتا رہے گا، یوں ہی بجھایا نہ جائیگا

(مثالی استاد)

کسی نے اس تعلق کے بعد کی کیفیت پوچھی کہ اب آپ کیا محسوس کرتے ہیں کہ علامہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے پہلے علم نبوت حاصل تھا اب نور نبوت حاصل ہوا ہے۔

بزرگوں کے پاس جانے کے آداب

فرمایا بزرگوں، اللہ والوں اور ان کے غلاموں کے پاس جانے کے بھی کچھ آداب ہیں۔ ان آداب کے پاس و لحاظ ہی سے وہاں جانا خاطر خواہ نفع کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً یہ کہ بزرگوں کے پاس حاضری صدق دل کے ساتھ ہو، ان کے شایان شان احترام واکرام میں

کسی کمی کو روا نہ رکھی جائے ان کے پاس آنے سے پہلے توبہ واستغفار کے ذریعہ قلب کو صاف کرلیا جائے چونکہ ہدایت قلب کی نگاہ سے ملتی ہے اس لئے جب یہ نگاہ صاف ہوگی تو ہدایت تک پہنچ بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ ہوگی۔

آپ دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جس کی آنکھوں پر عینک ہوتی ہے اور وہ اپنی کسی دلپسند یا عزیز ترین چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو کس طرح وہ دیکھنے سے پہلے اپنی عینک کو اتار کر اس کے شیشے کو کسی صاف اور نرم کپڑے سے صاف کرلیتا ہے۔ پھر اسے دیکھتا ہے تاکہ وہ اس چیز کو پوری صفائی اور وضاحت کے ساتھ دیکھ سکے اور عینک کے شیشے پر چڑھے ہوئے گرد وغبار اس کے دیکھنے میں حارج اور مانع نہ ہوں۔ اسی طرح جب آپ کسی اللہ والے کی مجلس میں جا کر ان کو دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کی باتوں سے اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دل کی عینک کو توبہ واستغفار کے کپڑے سے صاف کر لیجئے۔ اس کے بعد جب آپ ان کو دیکھیں گے اور ان کی مجلس میں حاضری دیں گے تو آپ کے دل پر بغیر کسی رکاوٹ کے ہدایت کے انوار وبرکات کا نزول ہوگا اور آپ کی بیمار روح شفا پائے گی۔ (مواعظ درد محبت)

حضرت جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد

مرتب عرض کرتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دینی مجالس اور بزرگوں کی خدمت میں جانے سے پہلے وہاں کے آداب معلوم کرلو۔ اس صورت میں تمہیں خاطر خواہ نفع ہوگا اور وہاں جا کر جو آداب معلوم ہوں ان پر سختی سے عمل پیرا رہو۔ اصلاح حال میں کافی مدد ملے گی۔ (مواعظ درد محبت)

بزرگوں کا دامن

حضرت شیخ سعدی لکھتے ہیں مجھے ابھی تک بچپن کا وہ واقعہ نہیں بھولا جب میرے والد محترم اپنے ساتھ مجھے بھی عید میلہ دکھانے لے گئے اتفاقاً لوگوں کے بے پناہ ہجوم میں، میں ان سے بچھڑ گیا اسی حالت میں زور زور سے رونے لگا۔ والدِ محترم بھی پریشانی کے عالم میں تلاش کرنے آ پہنچے اور میرا کان کھینچ کر کہا گستاخ تجھے میں نے کہا تھا کہ میرا دامن نہ چھوڑنا

مگر تو نے پروانہ کی۔ بچپن کا یہ واقعہ میری ساری زندگی میں راہنمائی کرتا رہا کہ جو بزرگوں کا دامن چھوڑتا ہے وہ دنیا کے میلے میں بھٹک کر رہ جاتا ہے۔ (گلستان سعدی)

حکایت

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے چلہ کھینچا، روشنی نظر آئی آواز آئی عبدالقادر تم نے خوش کر دیا۔ اب انعام لو۔ اب ہم نے امور شریعت کی تکلیف تمہیں معاف کر دی۔ آپ نے کہا لا الہ الا اللہ جس امر سے انبیاء غیر مکلّف نہ ہو تمہیں کیسے استغفر اللہ پڑھا نور غائب ہو گیا پھر آواز آئی اے عبدالقادر تمہارے علم نے بچا لیا۔ آپ نے کہا اے شیطان علم نے نہیں اللہ کے فضل نے سو بھائی ان تجلیات سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے ہمارے حضرت فرماتے ہیں شیطان بڑا عالم ہے عالموں کو عالم بن کر دھوکہ دیتا ہے عارفوں کو عارف بن کر لیکن۔

گیا شیطان مارا، ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

(اصلاح دل)

تعلیم انسانیت

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہاں تو صرف ایک چیز سکھائی جاتی ہے اور وہ انسانیت ہے کوئی بزرگی کو ضروری سمجھ رہا ہے۔ میں انسانیت اور آدمیت کو ضروری سمجھتا ہوں۔ آدمی بننا ہو انسان بننا ہو تو یہاں آئیے۔ دیکھئے وضو نماز کے مقابلے میں کم درجہ رکھتی ہے۔ مگر بدوں وضو نماز نہیں ہوتی تو میں وضو کرتا ہوں۔ ہر جگہ کا مطلوب جدا ہے یہاں کا مطلوب فنا ہونا ہے اور اسی کی تعلیم ہے۔

افروختن و سوختن و جامہ دریدن   پروانہ ز من شمع ز من گل ز من آموخت

انسان بننا فرض ہے۔ بزرگ بننا فرض نہیں اس لئے کہ انسان نہ بننے سے دوسروں کو تکلیف ہوگی بزرگ نہ بننے سے اپنے ہی کو تکلیف ہوگی دوزخ میں جائے گا۔ انسان ہوگا تو اس سے دوسروں کو تکلیف نہ ہوگی اس لئے میں انسان بنانے کی کوشش کرتا ہوں بزرگ نہیں بناتا۔ میری روک ٹوک کی زیادہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک مسلمان سے

دوسرے مسلمان کو اذیت نہ پہنچے اور مسلمانوں کا یہ مذہب ہونا چاہئے۔

؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے را با کسے کارے نباشد

ہمارے ہاں تو بس اپنی نیند سوؤ۔ اپنی بھوک کھاؤ۔ چین کی زندگی بسر کرو۔ ہاں حدود کے اندر رہو اس کا مجھے خیال نہیں کہ کون جماعت میں شریک ہوا۔ کون نہیں لیکن ایسا فعل نہ کیا جائے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ (اصلاح دل)

تین مبارک ماحول

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''میں نے اپنی عمر میں تین ماحول دیکھے۔ ایک دارالعلوم دیوبند کا دوسرا گنگوہ اور تیسرا تھانہ بھون کا ماحول دیکھا۔ گنگوہ کا ماحول یہ تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ روؤں روؤں سے اللہ اللہ کی آواز آ رہی ہے ہر ایک سے ذکر اللہ' ہر ایک سے اللہ اللہ۔ دارالعلوم دیوبند میں یہ دیکھا کہ وہاں بے نمازی رہنا بڑا مشکل تھا۔ یہ ماحول کا اثر تھا کہ نماز پڑھنے پر ہر ایک مجبور تھا تھانہ بھون کا یہ ماحول تھا کہ معاملات کی سچائی' دیانت اور تقویٰ۔ وہاں تعلیم یہ ہوتی تھی کہ دیانت اور تدین پر قائم رہو اور ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ''۔ (جواہر حکمت)

طلبائے کرام

طالب علم کے آداب۔ اساتذہ کے حقوق وآداب
اسلاف کے زمانہ طالب علمی کے اہم واقعات
وقت کی قدر۔ احترام واکرام اساتذہ
علم میں برکت ونورانیت کیلئے دستور العمل
مطالعہ کتب کے سلسلہ میں گراں قدر معلومات
طلباء کا سیاست اور ہر قسم کی تحریکات سے کنارہ کش رہنے کی ضرورت
اکابر اہل علم کا طلباء سے خطاب اور مبارک ارشادات
حصول علم کے سلسلہ میں اسلاف کے مجاہدات
علم سے محرومی کے اسباب اور طلباء کی عام کوتاہیاں

حقیقی طالب علم کی صفات جیسے عنوانات پر مشتمل ایک مکمل باب جو سینکڑوں کتب کے مطالعہ کے بعد مرتب کیا گیا جس کے مطالعہ سے نیک بخت طلباء بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

طالب علم کا نصاب

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ طالب علم کے لیے سب سے پہلے جو چیز واجب ہے وہ تصحیح نیت ہے یعنی علم کے حاصل کرنے میں مقصود صرف اللہ کی رضا ہونی چاہیے اگر مدرس بنے تو بھی پیسوں کی نیت سے نہ کرے بلکہ اشاعت علم کو اپنا مقصد سمجھنا چاہیے اور جو تنخواہ مل جائے اس کو اللہ کا عطیہ سمجھنا چاہیے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اغراض دنیا کی نیت سے علم حاصل کرنے سے بہت ہی زیادہ احتراز کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص علم دین کو دنیا کی غرض سے حاصل کرنا چاہے اس کو جنت کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔ حماد بن سلمہ کا مقولہ ہے: ''جو حدیث پاک کو غیر اللہ کے لیے پڑھے وہ اللہ کے ساتھ مکر کرتا ہے اللہ جل شانہ سے کثرت سے توفیق اور ''اعانت علی الصواب والسداد'' کی دعاء کرتا رہے اور اخلاق حمیدہ اپنے میں پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کرتا رہے اور اس کے بعد انتہائی انہماک سے طلب علم میں مشغول ہو کسی دوسری طرف ذرا بھی توجہ نہ کرے۔''

یحییٰ بن کثیر کا مقولہ ہے: ''بدن کی راحت کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔''

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ''وہ شخص کامیاب نہیں ہے جو علم کو کاہلی اور لاپروائی سے حاصل کرے بلکہ جو شخص نفس کی ذلت اور معاش کی تنگی کے ساتھ حاصل کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔''

اور یہ تو مثل مشہور ہے ''من طلب العلی سهر اللیالی'' جو اونچا مرتبہ حاصل کرنا چاہے وہ راتوں کو بیدار رہے۔

اور طالب علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ اپنے استادوں کا نہایت احترام کرے۔ مغیرہ

کہتے کہ ہم استاد سے ایسا ڈرتے تھے جیسے لوگ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں بھی یہ حکم ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان سے تواضع سے پیش آؤ۔

اپنے شیخ کو سب سے فائق سمجھے، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقولہ ہے:

''جو اپنے استاد کا حق نہیں سمجھتا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ استاد کی رضا کا ہر وقت خیال رکھے اس کی ناراضگی سے پرہیز کرے، اتنی دیر اس کے پاس بیٹھے بھی نہیں جس سے اس کو گراں ہوں، استاد سے اپنے مشاغل اور جو پڑھنا ہے اس کے بارے میں خاص طور سے مشورہ کرتا رہے اس سے نہایت احتراز کرنا چاہیے کہ شرم اور کبر کی وجہ سے اپنے ہم عمر یا اپنے سے عمر میں چھوٹے سے علم حاصل کرنے میں پس و پیش کرے۔''

اصمعی کہتے ہیں: ''جو علم حاصل کرنے کی ذلت نہیں برداشت کرے گا وہ عمر بھر جہل کی ذلت برداشت کرے گا۔''

یہ بھی ضروری ہے کہ استاد کی سختی کا تحمل و برداشت کرے یہ نہایت اختصار سے مقدمۃ اوجز سے چند اصول نقل کیے گئے ہیں اور یہ تو نہایت مشہور مقولہ اور نہایت مجرب ہے کہ استاد کی بے حرمتی سے علم کی برکات سے ہمیشہ محروم رہتا ہے اور والدین کی بے حرمتی کرنے والا روزی سے ہمیشہ پریشان رہتا ہے، لوگ آج کل بہت ہی بیروزگاری اور معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہیں لیکن وہ غور کریں تو اپنی جوانی کے زمانہ میں والدین میں سے کسی کی بے حرمتی کی ہوگی، مجھے تو اس کا بہت تجربہ ہے۔ محدثین اپنے استاد کی جلالت شان پر بہت ہی زور دیتے ہیں۔ (آپ بیتی)

مدرس کے حقوق و آداب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **"لقد من الله على المومنين (الى قوله تعالى) يعلمهم الكتاب والحكمة الآية"**

(البتہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر (الی قولہ) (سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت)

اس آیت کریمہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت بعثت پر منت

ہونے کی علت میں تعلیم کتاب وحکمت کو ذکر فرمانا صاف دلیل ہے کہ جوشخص کسی کو دین کی تعلیم کرے وہ اس شخص کے حق میں نعمت الٰہی ہے اور اس کی قدر وتعظیم اس پر لازم ہے اور اس تعلیم میں سبق پڑھانا اور مسئلہ بتلانا وغیرہ سب داخل ہیں کہ یہ سب تعلیم کے طریقے ہیں حتی کہ کسی کی تصنیف سے منتفع ہوجانا اس قاعدہ سے اس کے شاگردوں میں داخل ہوجانا ہے اس کے حقوق بھی مثل استادوں کے ثابت ہوجائیں گے۔

"قال له موسیٰ هل اتبعک الی آخر القصه"

حضرت موسی علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا کہ میں تمہاری پیروی کروں

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے اس سے چند حقوق وآداب ثابت ہوتے ہیں اول استاد کی خدمت میں خود شاگرد جایا کرے ان کو تکلیف نہ دے کہ آکر پڑھادیا کریں اگر استاد کسی اعتبار سے شاگرد سے رتبے میں کم بھی ہو تب بھی اس کا اتباع کرے۔

سوم۔ جس بات کے پوچھنے کو وہ منع کریں نہ پوچھا کرے اسکی مخالفت یا اس کو تنگ نہ کرے۔

چہارم۔ اگر کبھی غلطی سے اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوجائے تو معذرت کرلے۔

پنجم اس کے تنگ ہونے یا مرض وغیرہ سے کسل مند ہونے کے وقت سبق بند کردے۔

استاد کے ساتھ گفتگو کے آداب ملحوظ رکھنا

قرآن کریم میں ارشاد ہے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت کہو راعنا اور کہو انتظار کرو ہمارا اور سنو اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ استاد کے ساتھ گفتگو میں بھی ادب ملحوظ رکھے۔ تابمعاملات چہ رسد۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے "جز این نیست کہ مومن وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب ہوتے ہیں ساتھ رسول کے کسی اجتماعی بات پر تو نہیں جاتے جب تک اجازت نہ لے لیں۔

استاد کی خدمت میں بلا اجازت نہ جائے

اس آیت سے استاد کا یہ حق ثابت ہوا کہ اس کی خدمت سے بلا اذن نہ جاوے خواہ اذن صراحۃً ہو یا دلالۃً۔

تعلیم دین بھی احسان ہے

حدیث شریف میں ہے ''جو شخص تم پر احسان کرے اگر تم اس کی مکافات کر سکتے ہو تو کر دو ورنہ اس کیلئے دعا کرو یہاں تک کہ تم سمجھ لو کہ تم نے اس کی مکافات کر دی''۔

کیا کوئی شخص تعلیم دین کے معروف یعنی احسان ہونے سے انکار کر سکتا ہے جب اس کا احسان ہونا مسلم ہو گیا تو اسکے مکافات میں اس کی ہر قسم کی خدمت مال سے جان سے داخل ہو گئی جو حدیث ہذا میں مامور بہ ہے۔

اور جب کسی قسم کی استطاعت نہ رہے تو اس وقت اقل درجہ دعا ہی سے یاد رکھنا ضروری ہے۔

حدیث مبارکہ ہے ''جس نے آدمیوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر نہ ادا کیا''۔

اس حدیث کے عموم میں استاد بدرجہ اولیٰ داخل ہے کہ بہت بڑی نعمت یعنی علم دین کا واسطہ ہے اس کی حق شناسی میں کوتاہی کرنا بنص حدیث حق تعالیٰ کی ناشکری ہے جس کا محل وعید ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اگر تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ دیں گے اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو ہمارا عذاب شدید ہے''۔

یہ حدیثیں تو بعموم ہماد عا پر دال ہیں آگے خصوص کیساتھ دلالت کرنیوالی احادیث منقول ہیں۔

استاد اور شاگرد ایک دوسرے کو مغالطہ میں نہ ڈالے

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (علوم میں) مغالطہ دینی سے منع فرمایا ہے''۔

اس سے ایک ادب استاد کا ثابت ہوا وہ یہ کہ بعض طلباء کی عادت ہے کہ خواہ مخواہ کتاب میں احتمالات نکال کر استاد کے سامنے بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں اور خود بھی سمجھتے ہیں کہ مہمل اعتراض ہے مگر اپنی ذہانت جتلانے اور استاد کا امتحان کرنے کیلئے ایسی نامعقول حرکت کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ مغالطہ ہوا کہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ مقام مشتبہ ہے حالانکہ خود اپنے نزدیک بھی مشتبہ نہیں اور اسی سے شاگرد کا بھی ایک حق ثابت ہو گیا وہ یہ کہ بعض مدرسین کی عادت ہے کہ کسی مقام پر خود بھی شبہ ہے مگر شاگرد پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے کچھ گڑھ مڑھ کر تقریر کر دیتے ہیں۔ گویا اس کو دھوکا دیتے ہیں کہ اس مقام کی یہی تقریر ہے حالانکہ خود بھی یہ اطمینان نہیں؟

علم دین پڑھانے والا سب سے زیادہ سخی ہے

حدیث شریف میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ انہوں نے (از راہ ادب) عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا نبی دانائے حال ہے تو آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ سخی اللہ تعالیٰ ہے پھر تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ میں سخی ہوں اور پھر سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے. جس نے علم دین سیکھا اور اس کو پھیلایا یہ شخص قیامت میں تنہا بمنزلہ ایک امیر کے آئے گا۔ (بیہقی)

اس حدیث میں اللہ و رسول کے بعد سب سے زیادہ صاحب جود اس عالم کو فرمایا ہے. جو علم کو شائع کرے جس طریق سے بھی ہو خواہ تدریس سے یا وعظ و تلقین سے خواہ تصنیف سے اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی پر جود کرے اس کا کتنا حق ہوتا ہے پس یہ مشیعین للعلم جن لوگوں پر جود خاص کر رہے ہیں اور وہ متعلمین میں باقسامہم ان پر ان کا کیسا کچھ حق ہو جائے گا۔؟

اگر استاد کسی کتاب سے منع کرے تو شاگرد کو اس پر عمل کرنا چاہئے

حدیث شریف میں ہے "پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک امیر لشکر کو حکم نامہ لکھ کر دیا اور (ایک مصلحت کے سبب) یہ فرمایا کہ جب تک فلاں مقام پر نہ پہنچ جاؤ اس کو مت پڑھنا۔ چنانچہ اسی کے موافق عمل کیا۔ (بخاری)

اس حدیث سے ایک ادب ثابت ہوا جو طالب علموں پر لازم ہے وہ یہ کہ استاد اگر کسی کتاب پڑھنے سے کسی خاص وقت میں منع کرے مثلاً اس کے نزدیک شاگرد کی استعداد سے زیادہ ہے اس مصلحت سے اس وقت پڑھنے سے منع کرتا ہے تو طالب علم کو چاہئے اس پر عمل کرے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہر طرح مبارک ہی تھا اور اس کا پڑھنا اور جاننا ہر وقت عبادت تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مصلحت سے ایک وقت معین کے قبل تک اس کے مطالعہ سے منع فرمایا اور ان صحابی نے ویسا ہی کیا۔

شاگرد کے بے ڈھنگے سوال پر اگر استاد غصہ کرے تو صبر کرنا چاہئے

حدیث شریف میں ہے ”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے لقطہ (گری ہوئی چیز کے پانے کا) کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس کا سر بند اور ظرف پہچان لے اور سال بھر تک اس کی تعریف کرا اگر کوئی مالک نہ ملے (اور تو محتاج ہو) تو اس سے نفع اٹھا (ورنہ صدقہ کردے) پھر اگر اس کا مالک آئے تو اسکو دیدے اس سائل نے کہا کہ گمشدہ اونٹ کا کیا حکم ہے۔ اس سوال سے آپ پر آثار غصہ نمودار ہوئے حتی کہ رخسار ہائے مبارک سرخ ہوگئے۔ آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا کام ہے اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اور اس کے موزے پانی پر جا کر پانی پیتا ہے اور درختوں سے چارہ کھاتا ہے۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی بے ڈھنگے سوال پر استاد غصہ کرے تو شاگرد کو چاہئے کہ اس کو گوارا کرے مکدر نہ ہو جس طرح یہاں اس صحابی نے برا نہیں مانا۔

جہاں تک ہو سکے استاد کے ساتھ رہنے کی کوشش کریں

”ایک طویل حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے پیٹ بھر غذا ملنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہمیشہ رہتے تھے اس قدر اور لوگ حاضر نہ رہ سکتے تھے اور احادیث اس قدر یاد کرتے تھے کہ اور لوگ نہ یاد کر سکتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر پیٹ بھرائی کھانا مل جائے تو حتی الامکان استاد سے جدا نہ ہو کہ اس کی عنایت بھی بڑھ جاتی ہے اور فوائد علمیہ بھی حاصل ہوتے ہیں اور اس کی خدمت کا بھی موقع ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقع پر خدمتیں لینا بھی احادیث میں وارد ہیں۔

استاد کی تقریر کے وقت بالکل خاموش رہنا چاہئے

”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ کے وقت حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو چپ کراؤ“۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استاد کی تقریر کے وقت بالکل خاموش اور متوجہ رہنا چاہئے کسی سے بات نہ کرے کسی کی طرف التفات نہ کرے۔

اگر استاد کسی بات پر ناراض ہو تو ان کو خوش کرنا چاہیئے

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک نسخہ توراۃ کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نسخہ تورات کا ہے آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھنا شروع کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر رو دیں تجھ کو رونے والیاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور کو تو دیکھ کہ خوشی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھتے ہی فرمایا پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے غصے سے اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے غصہ سے۔ (دارمی)

اس حدیث سے ایک حق استاد کا یہ ثابت ہوا کہ اگر وہ کسی بات پر غصہ کرے تو شاگرد کو معذرت کرنا اور اس کو خوش کرنا ضروری ہے دوسرا حق شاگرد کا ثابت ہوا کہ اگر اس سے کوئی امر نامناسب صادر ہو تو اس کو متنبہ کرنا ضروری ہے اور اس سے اس کی اصلاح ہوتی ہے تیسرا حق شریک علم کا ثابت ہوا کہ اس کی غلطی پر جس پر وہ خود مطلع نہ ہوا خیر خواہی سے مطلع کر دے کہ وہ اس کا تدارک کرے اور وہ بھی اس کو قبول کرے جیسا حضرات شیخین سے واقع ہوا۔

اہل علم اور استاد کے ساتھ ادب و تواضع سے پیش آنا چاہیئے

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم سیکھو اور علم کیلئے سکینہ اور وقار اختیار کرو اور جس سے علم سیکھتے ہو اس کے ساتھ تواضع اور ادب سے پیش آؤ"۔ (ترغیب وترہیب)

اس حدیث میں ترغیب علم واختیار وضع اہل علم کے ساتھ استاد کے ساتھ ادب وتواضع سے پیش آنے کا صریح امر ہے۔

استاد کے حقوق کے متعلق مختلف کوتاہیاں

اب بعد قرآن وحدیث کے واقعات پر نظر کر کے کچھ کوتاہیاں اس باب کے متعلق عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سو جاننا چاہئے کہ جو لوگ استاد کے حقوق ضائع کرتے ہیں جیسا کہ تمہید مضمون میں بیان کیا گیا مختلف اقسام ہیں بعض تو خود زمانہ تحصیل علوم میں بھی کوتاہیاں کرتے ہیں پھر ان میں بعضے تو ظاہر حقوق میں بھی کوتاہی کرتے ہیں جیسے ان کا ادب کرنا مثلاً آنے جانے کے وقت سلام نہ کرنا اس کی طرف پشت کر کے بیٹھنا یا ادہر پاؤں پھیلا دینا اور جیسے اطاعت کم کرنا۔ مثلاً کوئی بات مان لی کسی بات کو ٹال دیا اور جیسے خلوص میں کمی کرنا مثلاً اس سے فریب کرنا، جھوٹ بولنا، اپنی خطاء کی تاویل کرنا اور جیسے خدمت میں کمی کرنا، خواہ بدنی ہو، مثلاً اس کو پنکھا جھلنا، اس کا بدن دابنا، و مثل ذالک، اور خواہ مالی ہو مثلاً حق تعالیٰ نے اپنے کو وسعت دی ہے اور استاد نادار ہے۔ اس وقت اس کی خدمت میں کچھ نقد یا متاع یا طعام بطور ہدیہ کے پیش کرنا۔ اس میں ایسے منکر ہیں کہ وہ بدنی خدمت کو عار اور ذلت سمجھتے ہیں اور بعض مال سے دریغ کرتے ہیں۔ خصوصاً اگر استاد ان کا تنخواہ دار ہو تو تنخواہ دے کر سب حقوق سے اپنے کو سبکدوش سمجھ بیٹھتے ہیں۔ واقعی پھر کوئی حق واجب تو نہیں رہتا لیکن کیا واجب کے بعد تطوع کا کوئی درجہ نہیں خصوص جبکہ اس میں اپنا ہی نفع ہو تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ استاد کا دل جس قدر خوش رکھا جائے گا اس قدر علم میں برکت ہوگی۔

استاد کا حق پورا نہ کرنے کے متعلق ایک عجیب حکایت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ کسی بہت بڑے عالم کی حکایت لکھی دیکھی ہے کہ ان کے استاد ان کے وطن کی طرف اتفاق سے آئے تھے سو سب شاگرد ان کی خدمت میں سلام کیلئے حاضر ہوئے اور یہ عالم بوجہ اس عذر کے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھے حاضر نہ ہو سکے۔ چونکہ ایسی مشغولی نہ تھی کہ حاضر ہونے سے ضروری خدمت میں کوئی جرح واقع ہوتا۔ کسی قدر سستی سے بھی کام لیا استاد کو یہ کم توجہی ناگوار ہوئی اور یہ فرمایا کہ بہ برکت خدمت والدہ کے ان کی عمر طویل ہوگی مگر ہمارے حقوق میں کمی کرنے کے سبب ان کے علم میں برکت نہ ہوگی۔ چنانچہ عمر تو بہت ہوئی لیکن تمام عمر گزر گئی نشر علم کے اسباب ان کیلئے جمع نہ ہوئے کچھ ایسے اتفاقات وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے کہ کبھی شہر میں رہنا ہی نصیب نہ ہوا ہمیشہ گاؤں میں رہتے تھے۔ جہاں نہ درس و تدریس کا

موقع ملانہ دوسرے طرق اشاعت علم کا۔

غرض کہ استاد کے تکدر سے علم کی برکت جاتی رہتی ہے اور اس کی خوشی سے برکت ہوتی ہے۔ پس جو حقوق واجب نہیں ہیں ان کی رعایت کرنے سے اپنا یہ نفع ہے۔

اور کہ غور کرنے کے قابل بات ہے کہ اگر استاد بھی اسی قاعدہ پر عمل کرے کہ تعلیم واجب سے زیادہ ایک حرف نہ بتلائے ایک منٹ زیادہ نہ دے۔ تقریر ایک بار سے زیادہ ہرگز نہ کرے تو کیا اس طرح اس کو علم حاصل ہو سکتا ہے وہ بے چارہ اس کی تعلیم و تفہیم میں واقعی خون جگر کھاتا ہے تو اس کو کیا زیبا ہے کہ اس کے حقوق میں ضابطہ سے ایک انگل نہ بڑھے۔ یہ تو نری بے حسی وقساوت ہے۔

کتابوں کا مطالعہ کرنا بھی استاد کے حقوق میں داخل ہے

اور بعضے ایسے موٹے موٹے حقوق کی تو رعایت کرتے ہیں لیکن ایسے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں جن کے سمجھنے میں سلیقہ کی ضرورت ہے مثلاً مطالعہ کم دیکھنا جس سے یا عبارت پڑھنے میں غلطیاں ہونے سے یا مقام کے کم سمجھنے کے سبب استاد کو کئی بار تقریر کرنے کی ضرورت واقع ہونے سے یا اسے کم سمجھنے کے سبب فضول سوال کرنے سے استاد کو تنگی وانقباض و پریشانی ہو تو کیا محسن کا یہی حق ہے کہ اس کو بلا ضرورت پریشان کیا جائے اور یہاں بلا ضرورت ہی ہے کیونکہ مطالعہ کے اہتمام سے یہ سب خلجانات رفع ہو سکتے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مطالعہ دیکھنے سے پھر عبارت میں غلطی یا فہم مطالب میں کمی نہیں ہوتی ضرور پھر بھی ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے استادوں کو ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے اپنی کوشش صرف کی ہے یا نہیں۔ پس باوجود بذل جہد کے جو کمی رہ جاتی ہے وہ چونکہ اس کی وسعت سے خارج ہے اس سے طبعاً تنگدلی نہیں ہوتی اس میں اس شاگرد کو معذور سمجھا جاتا ہے اور بے پروائی اور سستی معلوم ہونے سے بے حد ناگواری ہوتی ہے۔

استاد کی تقریر کے وقت ادھر ادھر نہیں دیکھنا چاہئے

اور مثلاً استاد کی تقریر کے وقت دوسری طرف التفات کرنا کہ استاد تو اس کی طرف

متوجہ اور یہ دوسری طرف متوجہ اس سے استاد کو بہت کوفت ہوتی ہے خصوص ایسی حالت میں جب کہ کوئی سوال بھی کرے ایسا کہ اگر توجہ سے تقریر سنتا تو پھر یہ سوال ہی نہ کرتا اس وقت استاد کو سخت شکایت ہوتی ہے کہ ناحق ہی مجھ کو پریشان کر رہا ہے۔

لغواور اپنی ذہانت دکھلانے کیلئے سوال نہیں کرنا چاہئے

اور مثال ایسا سوال کرنا جس کا جواب یا جس کی لغویت خود بھی معلوم ہے جس طرح بعض طلباء کی عادت ہے کہ محض اپنی ذہانت دکھلانے یا استاد کا امتحان لینے یا محض مشغلہ وتفریح کی غرض سے دوراز کار مہمل مہمل سوالات کیا کرتے ہیں۔

فراغت کے بعد کی کوتاہی

ایک قسم وہ ہے جو بعد مفارقت استاد کا کوئی حق اپنے اوپر نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہوں مگر عمل کا اہتمام نہیں کرتے اور اس بلا میں بہت زیادہ ابتلا ہے اور تو کیا کرتے کبھی خط بھیجنے کی اور استاد کی خیریت پوچھنے کی توفیق نہیں رہتی سمجھتے ہیں کہ اب کیا علاقہ رہا کیا صاحب محسن کا حق صدور احسان ہی کے زمانہ تک ہوتا ہے پھر نہیں رہتا؟ اگر یہ بات ہے پس بعد بالغ ہو جانے کے والدین کے حقوق بھی رخصت ہو جائیں گے۔

پھر یہ ہے کہ گو صدور احسان کا اس وقت استاد سے نہیں ہو رہا ہے لیکن اس احسان کے آثار کا ظہور وترتب تو اس وقت بھی ہو رہا ہے بلکہ زیادہ اسی وقت ہو رہا ہے کیونکہ جتنا کمال علمی اس وقت تمہارا ظاہر ہو رہا ہے اس کا منشاء ومبداء وہی انعام تعلیمی استاد ہی کا تو ہے۔

غرض یہ ناسپاسی ہی ہے کہ اپنا کام نکالا اور الگ ہوئے یہ تو پوری خودغرضی ہے سپاس گزاری یہی ہے کہ ہمیشہ جب تک جان میں جان ہے وہ وقت یاد رکھے کہ جب یہ اس کے سامنے کتاب رکھ کر بیٹھتا تھا اور یہی سمجھے کہ گویا ابھی اس کے پاس سے پڑھ کر اٹھ کر آیا ہوں اور پھر پڑھنے کیلئے جانا ہے تو اس وقت جتنے حقوق کو ضروری سمجھتا تھا جن کی بقدر ضرورت تفصیل بھی ہو چکی ہے وہی حقوق اب بھی باقی ہے ایسا کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً علوم وبرکات میں ترقی ہوگی۔

بلکہ ان حقوق کو ایسا مستمر سمجھے کہ استاد کی وفات کے بعد بھی وہ حقوق ملحوظ رکھے جو اس

وقت ادا کئے جاسکتے ہیں اوران کا خلاصہ دوامر ہیں۔ایک اس کیلئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرنا دوسرے اس کے اہل واقارب کی تعظیم خدمت کرنا اسی طرح استاد کے دوستوں اور معاصرین کا احترام کرنا اور اگران کو حاجت ہوتوان کی خدمت کرنا۔

احادیث میں اس قسم کے حقوق والدین کیلئے آئے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے جو بعد وفات نبویہ آپ کے اہل کی خدمت کریں گے اور آپ کی عزت سے محبت رکھیں گے اب صرف ان مضیعین حقوق استاد میں سے وہ لوگ رہ گئے جن کو میں نے تمہید میں بدنصیب کہا ہے یعنی جونفسانی اغراض سے استاد کے مخالف ہوجاتے ہیں ان کی شان میں تقریراً یا تحریراً گستاخی کر کے ان اشعار کا مصداق بنتے ہیں۔

از خدا جو یم توفیق ادب ۔۔۔ بے ادب محروم گشت از فضل رب
ہرکہ گستاخی کند اندر طریق ۔۔۔ باشد اودرلجہ حیرت غریق
بذر گستاخی کسوف آفتاب ۔۔۔ شدعز ازیلے زجرأت روباب

استاد تو وہ چیز ہے کہ اگر بضرورت دینیہ بھی اس کے خلاف کرنا پڑے تب بھی کافر باپ کی طرح دین کے باب میں تو اس کی موافقت نہ کرے لیکن ادب اور احترام اس کا ترک نہ کرے کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا یعنی روحانی باپ ہے گو تعارض حقوق کے وقت باپ سے یہ مرجوح ہو مگر حقوق غیر متعارضہ میں تو اس کا بھی وہی حکم ہے آخر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اسی تربیت روحانیت وتعلیم دینی ہی کے سبب تو یہ ارشاد ہوا ہے۔

النبی اولی بالمومنین من انفسھم وزواجہ امھاتھم وفی بعض القرآن وھواب لھم

پس استاد بھی آپ کا وارث ونائب ہے گو اس درجہ میں نہ سہی۔چنانچہ آپ کے حقوق علی الاطلاق آباءنسبیہ پر مقدم ہیں۔اس وجہ سے کہ آپ کے حقوق حقوق الٰہیہ ہیں۔

تنخواہ دینے سے استاد کے حقوق سے سبکدوش نہیں ہوجاتا

ان سب اقسام میں ایک ایک مشترک شکایت ہے وہ یہ کہ جو اساتذہ کسی مدرسہ سے تنخواہ پاتے ہیں ان کے حقوق اور بھی ضعیف سمجھتے ہیں افسوس یہ نہیں سمجھتے کہ جو بناء ہے ان حقوق کی وہ تنخواہ پانے سے منعدم نہیں ہوگئی تو مبنی کیسے مفقود ہوجائے گا اول تو تنخواہ کیا اس احسان کا بدل

ہو سکتی ہے دوسرے وہ تنخواہ انہوں نے بھی دی ہو اس سے زیادہ اس نے ان کو دیا۔

اور اگر کہا جائے کہ جب نیت اس کی دنیا کی تھی تو احسان کم ہو گیا یہ بھی محض غلط ہے۔ ثواب خواہ کم ہو جائے مگر احسان تو ویسا ہی ہے اور شاید اس مقام پر بعض کو یہ خیال ہو کہ ہم فلاں استاد کے بہت حقوق ادا کرتے ہیں تو تتبع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ نرا استاد سمجھ کر حقوق ادا کم کرتے ہیں جس استاد کے حقوق کچھ ادا ہوتے ہیں ان میں کوئی دوسرا کمال بزرگی وغیرہ کا سمجھ کر ایسا کرتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ جہاں نری استادی ہو وہاں کیا ہوتا ہے اگر وہاں بھی رعایت حقوق کی ہو تو قابل مدح و تحسین ہے اسی طرح بعض اساتذہ کو جاہ دنیوی حاصل ہونے سے اس کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے وہ بھی کوئی دلیل شاگرد کی خوبی کی نہیں۔ وہ اس سے خود اپنی بڑائی کا سامان کرتا ہے۔ چنانچہ اگر استاد جاہ شہرت میں شاگرد سے کم ہوتا ہے بعض ناخلف اپنے کو اس کی طرف منسوب کرتے ہوئے عار کرتے ہیں اگر ایسے استاد کا بھی حق ادا کرے تو مبارک حالت اور قابل قدر ہے۔ (اصلاح انقلاب امت)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے زمانہ طالب علمی کے معمولات

جب حضرت دارالعلوم دیوبند میں پڑھنے کیلئے آئے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے چار معمول تھے۔

پہلا تو یہ تھا کہ انہوں نے اپنے لئے کچھ ساتھی منتخب کر لئے تھے اور ان سے معاہدہ کر لیا تھا کہ نماز عشاء کے بعد نہ تکرار کریں گے نہ مطالعہ کریں گے بلکہ فوراً سو جائیں گے اور اخیر شب میں اٹھ کر تہجد پڑھیں گے اور اس کے بعد مطالعہ اور تکرار کریں گے چنانچہ ان کے سب ساتھی اس کے پابند ہو گئے۔

دوسرا معمول یہ تھا کہ منڈی میں جو دیوبند کا بازار ہے وہاں چوراہے پر تحصیل کے سامنے عصر کی نماز کے بعد روزانہ وعظ فرماتے تھے قرآن شریف کی تلاوت فرماتے اور ہر روز پابندی سے وعظ فرماتے ایک آدمی آ جائے جب بھی دس آدمی آ جائیں جب بھی بیس آدمی آ جائیں جب بھی سردی پڑ رہی ہو یا گرمی، بلاناغہ ہر جمعرات کو وعظ بیان کرنے کا معمول تھا اسی لئے حضرت نے طالب علمی ہی کے زمانہ میں پورے قرآن شریف کا وعظ وہاں سنایا۔

تیسرا معمول یہ تھا کہ جمعہ کا دن منتخب کر رکھا تھا اساتذہ کی خدمت میں حاضری کے

لئے مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں ایک گھنٹہ اور مولانا سید احمد صاحب دہلویؒ کی خدمت میں ایک گھنٹہ اور مولانا منفعت علی صاحبؒ کی خدمت میں ایک گھنٹہ غرض جتنے اساتذہ تھے جمعہ سے پہلے ایک ایک گھنٹہ ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا اور یہ اپنے اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرماتے کہ میرے متعلق جو خدمت ہو میں حاضر ہوں۔

کبھی مولانا منفعت علی صاحبؒ فرماتے کہ برسات آگئی ہے چھت پر مٹی پڑے گی ذرا مٹی ڈلوادو۔ یہ سنتے ہی حضرت مولانا جاتے اور گدھوں پر مٹی لاد کر لاتے اور چھتوں پر ڈال کر پیٹتے جب یہ کام انجام پا چکتا تو لکڑیوں کے ٹال پر جاتے وہاں سے لکڑیاں لاد کر لاتے طلبا کو بلاتے اور لکڑیاں لا کر ان کا چٹہ لگا دیا کرتے جس استاد نے جو کام بتا دیا وہ کام کر دیا اور اگر کوئی علمی بات معلوم کرنی ہوتی یا کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو پوچھ لیا کرتے یہ مولانا کا تیسرا معمول تھا۔

چوتھا معمول یہ تھا کہ حجرے میں ایک گھڑا رکھ چھوڑا تھا جو خط آتا بغیر پڑھے ہوئے اسی گھڑے میں ڈال دیا کرتے ایک سال میں جو دس بیس خط جمع ہو جاتے ان کو سالانہ امتحان سے فارغ ہو کر پڑھتے کسی میں یہ لکھا ہوتا کہ فلاں کا انتقال ہو گیا ہے فلاں کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ پھر تھانہ بھون پہنچ کر کسی کے یہاں تعزیت کے لئے حاضر ہوتے اور کسی کے یہاں تہنیت اور مبارکبادی کے لئے سب لوگ کہتے کہ بھائی ہم نے خط لکھا تھا مگر تم نے جواب بھی نہیں دیا تو حضرت فرماتے کہ میں پڑھنے گیا تھا کتابیں پڑھنا میرا موضوع تھا ان کو پڑھنا خطوط پڑھنا میرا موضوع نہیں تھا میں خطوط کو گھڑے میں ڈال دیتا تھا امتحان سے فارغ ہو کر ان کو پڑھا اب میں خدمت میں حاضر ہوا ہوں یہ چار معمول تھے اسی سے شغف معلوم ہوتا ہے علم کا، ان کو کتابوں کے پڑھنے سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ عزیز واقربا کے خطوط کو پڑھیں۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب فرمایا کرتے تھے۔

تم سے جہاں میں لاکھ سہی تم مگر کہاں ہم جس پر مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور

معمولات کی پابندی کا حیرت انگیز اہتمام

رمضان ۱۳۵۷ھ میں اطباء کے مشورہ سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بعد عصر شہر سے باہر تشریف لے جانے کا معمول بنایا تھا۔ بعض حاضرین خانقاہ نے ساتھ چلنے کی

اجازت لے لی تھی عصر کے بعد چہل قدمی کا یہ معمول حضرتؒ نے بنا رکھا تھا کہ نالہ کے ریلوے پل تک تشریف لے جاتے اور وہاں سے واپس آ جاتے تھے معمولات کی پابندی حضرت کی طبیعت ثانیہ بنی ہوئی تھی کسی روز طبیعت کسلمند ہوئی اور چلنے کو دل نہیں چاہتا پھر بھی اس معمول کا ناغہ نہ فرماتے تھے۔

ایک روز اس سفر کے منتہی ریلوے پل سے پہلے گائے بیل جانوروں کا ایک بڑا گلہ سامنے آ گیا اور گرد وغبار کی وجہ سے اس راستہ پر چلنا مشکل ہو گیا معمول کے مطابق جتنا چلنا تھا اس میں سو پچاس قدم کی کمی رہ گئی تو یہیں سے واپس ہو جانے کی بجائے راستہ بدل کر جتنے قدم کی کمی تھی اس کو پورا کرنے کے بعد واپس ہوئے۔

یہ پابندی ایسے امور سے متعلق ہے جو مقاصد نہیں زوائد میں سے ہیں اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مقاصد میں کس قدر پابندی ہوگی ایک روز اسی سیر کے درمیان فرمایا کہ جن معمولات کا تعلق کسی دوسرے سے ہو میں ان کی بہت پابندی کرتا ہوں اور جو خود میرے نفس سے متعلق ہیں ان میں بہت آزاد رہتا ہوں دوپہر کا آرام کبھی کرتا ہوں کبھی نہیں۔اسی طرح دوسری چیزیں ہیں۔

اسلاف کے مسلک کی پابندی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو اس کو خدا کا بڑا فضل اور بڑی نعمت سمجھتا ہوں کہ اپنے بزرگوں کے مسلک پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ مجھ کو علی گڑھ ایک جلسہ میں مدعو کیا گیا تھا امیر شاہ خان صاحب بھی آئے ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ کوئی تمہاری کسی بات کو دیکھ رہا ہے کوئی کسی بات کو۔ میں تو صرف ایک بات دیکھ رہا ہوں کہ کوئی بات اپنے بزرگوں کے مسلک اور مذاق کے خلاف تو نہیں۔ سو میں نے کوئی بات خلاف نہیں دیکھی اس پر میرا جی بڑا خوش ہوا اس لئے کہ وہ قریب قریب اپنے سب بزرگوں کی صحبت میں رہے ہوئے تھے۔

اوقات میں نظم کی پابندی

حضرت جب تک روز کی ڈاک روز ختم نہیں فرمالیتے چین نہیں پڑتا چنانچہ اکثر بعد مغرب بلکہ بعد عشاء بھی چراغ جلا کر لکھتے ہیں اور ختم کر کے گھر تشریف لے جاتے ہیں خواہ بوجہ وعظ وغیرہ قیلولہ بھی نہ کیا ہو اور سر میں درد بھی ہو۔ نیند کا غلبہ بھی ہو فرماتے ہیں کہ اگر میں

قبل کام ختم کر لینے کے سونا بھی چاہوں تو فضول ہے نیند ہی نہیں آسکتی کیونکہ کام کا خیال ہی سونے نہ دے گا اکثر سرداب داب کر کام کرتے دیکھا ہے۔ قلت نوم اور دردسر کی اکثر شکایت رہتی ہے مگر فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ سے کام میں بفضلہ حرج نہیں واقع ہوتا نہ تکلیف ہوتی ہے بلکہ ایک طرح کا نشہ اور سرور سارہتا ہے جس سے اور بھی یکسوئی کے ساتھ دماغ کام کرتا ہے اور ایسا ہو جاتا ہے جیسے سان رکھ دی گئی ہو ہر کام کے لئے اوقات مقرر ہیں خلاف اوقات کوئی کام لیتا ہے تو سخت کلفت ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ خلاف وقت جو ذرا بھی مخاطب کرتا ہے نہایت شاق ہوتا ہے۔ جلوت کا وقت ظہر کے بعد سے مغرب تک ہے یہی وقت کچھ پوچھنے پاچھنے یا کہنے سننے کا ہے دوسرے اوقات میں کوئی تحریری پرچہ بھی پیش کرنا گراں ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ میرے اوقات ایسے گھرے ہوئے اور بندھے ہوئے ہیں کہ اگر پانچ منٹ کا حرج بھی ہو جاتا ہے تو دن بھر کے کاموں کا سلسلہ گڑبڑ ہو جاتا ہے مغرب کے بعد عشاء کے بعد بعض لوگ سہ دری میں کام کرتے ہوئے دیکھ کر جا پہنچتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں فوراً اٹھا دیتے ہیں کہ یہ وقت جلسہ کا نہیں ہے۔ میں نے خود سب باتوں کی رعایت کر کے ہر بات کے لئے وقت مقرر کر دیئے ہیں تا کہ کسی کو تنگی نہ ہو چنانچہ ذاکر شاغل لوگوں کے لئے یہ کس قدر آسانی ہے کہ بعد عصر پرچہ دے کر جو کچھ چاہیں کہہ سن لیں اور اپنی تسلی کر لیں ورنہ اور جگہ مدت گزر جاتی ہے لیکن خلوت کا موقعہ نہیں ملتا ایک صاحب نے قبل عشاء کچھ گفتگو شروع کی برافروختہ ہو کر فرمایا کہ یہ کیسی بے انصافی کی بات ہے کہ کسی وقت بھی آرام نہ لینے دیں کوئی وقت تو ایسا دینا چاہئے کہ جس میں دماغ کو فارغ رکھ سکوں کیا ہر وقت آپ لوگوں کی خدمت ہی میں رہوں عقل نہیں انصاف نہیں رحم نہیں۔ کوئی لوہے کا پیر ڈھونڈ لو۔ لیکن وہ بھی سسرا گھس جاوے گا کسی کو میرا نصف کام کرنا پڑے تو معلوم ہو۔

فرمایا کہ ایک دفعہ میں بالا خانہ پر شرح مثنوی شریف کی لکھ رہا تھا پڑوس میں کسی کے گھر موسل سے چاول کوٹے جا رہے تھے اس کی آواز سے میرے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہوگئی کہ بے اختیار جی چاہتا تھا کہ خوب چلاؤں اور چیخوں، میں نے بہت ضبط کیا تب وہ حالت فرو ہوئی پھر فرمایا کہ الحمدللہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو بھی ایک بار موسل کی

آواز پر وجد آ گیا تھا ان سے مشابہت حاصل ہوگئی۔

یہ حضرات ہیں جن کو سماع جائز ہے لیکن پھر بھی بغرض حفاظت عوام احتراز کئے ہوئے ہیں ایک بار حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک صوفی سے کہا کہ مجاہدہ ہم لوگ کرتے ہیں کہ باوجود نہایت تقاضا ہونے کے پھر بھی سماع نہیں سنتے تم لوگ کیا مجاہدہ کروگے کہ جب جی چاہا لے بیٹھے اور سننے لگے۔ ایک بار حضرت قیلولہ فرمارہے تھے کہ احقر پیر داب رہا تھا دور کے حجرہ میں کوئی لڑکا کچھ گنگنا رہا تھا۔ احقر نے سنا تک نہیں حضرت کے کان میں سوتے ہوئے اس کی آواز پہنچ گئی۔ آدمی بھیج کر منع فرمایا کہ یہاں قوالی ہو رہی ہے؟ پھر کروٹیں بدلنے لگے اور فرمایا کہ دیکھئے ہم لوگ اس قدر پرہیز کرتے ہیں پھر بھی چشتیت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی میرے قلب میں حرکت پیدا ہوگئی چشتیہ کو سماع سے آخر مناسبت تو ہوتی ہے۔ ایک بار فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر میں قوالی سنتا ہوتا تو میری جان اسی میں جاتی۔ ایک بار ایک قوال کی تعریف فرمائی کہ ظالم ایسا خوش آواز ہے کہ کئی کا خون کر چکا ہے خونی مشہور ہے اس کی زبان سے اشعار سننے کو بہت جی چاہتا ہے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

طلباء کا طبقہ بڑا ہوشیار ہے

ایک طالب علم نے علمی سوال کیا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے اپنے اساتذہ سے حل کرو اگر پھر بھی کوئی اشکال باقی رہے تب دوسری جگہ سوال کرنے کا مضائقہ نہیں یہ طلبہ کا طبقہ بڑا ہوشیار ہوتا ہے اس کے جواب میں لکھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ اساتذہ سے تو سوال کیا تھا مگر ان کے جواب سے تشفی نہیں ہوئی۔ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ اپنا سوال اور اس پر استاد کی تقریر لکھ کر پھر اس میں جو اشکال ہے وہ لکھو تب جواب ملے گا بس اس پر ختم ہو جاتے ہیں۔

طلباء کیلئے ضروری دستور العمل

اس بارے میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ کی گراں قدر تعلیمات درج ذیل ہیں۔

ا۔ طلباء کرام کو چاہئے کہ اساتذہ کے ساتھ حسن ظن رکھیں اگر کسی طالب علم کے ساتھ خاص برتاؤ کیا کرے تو یہ سمجھ لے کہ وہ صاحب اسی لائق ہیں اور میں اسی لائق ہوں یا میرے

ساتھ یہی برتاؤ مصلحت ہے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ مصلحت ہے یا یوں سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ پر ان کا حساب ہے مجھے بدگمانی سے کیا نفع ہوگا میں انکے فیوض و برکات سے محروم رہوں گا اور آخرت میں بدگمانی کے وبال میں گرفتار ہوں گا اور مصلحت میں زیادہ غور وخوض نہ کرے بس اپنے دل میں یہ سمجھ لے کہ ہوگی کوئی مصلحت یہ طریقہ سرمایہ راحت دارین ہے۔

۲۔ استاد کی روک ٹوک اگر پڑھنے میں ہو تو اس کو برا نہ سمجھے اور نہ چہرہ پر شکن لائے نہ ملال ظاہر کرے اس لئے کہ اس سے استاد کے قلب میں انقباض پیدا ہو جائے گا اور دروازہ نفع کا بند ہو جائے گا کیونکہ یہ موقوف ہے انشراح دل اور مناسبت پر اور صورت مذکورہ میں دونوں باتیں نہیں (اسی طرح مرید کو اپنے مرشد کے معاملہ میں سمجھنا چاہئے)

۳۔ بہت بڑا قاعدہ اور جلد نفع کی کنجی یہ ہے کہ جس سے نفع حاصل کرنا ہو اس کے سامنے اپنے کو مٹادے اور فنا کردے اپنی رائے تدبیر کو بالکل دخل نہ دے پھر دیکھے کیسا نفع حاصل ہوتا ہے۔

تو مباش اصلا کمال ایں ست وبس رو درو گم شو وصال ایں ست وبس

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائے کیوں آپ اہل عشق کی محفل میں آئے

۴۔ طالب علم کو چاہئے کہ اگر اساتذہ کی بے ادبی یا نافرمانی یا ایذا رسانی ہو جائے فوراً نہایت نیاز و عجز سے معافی چاہے اور ندامت ظاہر کرے۔

۵۔ بچپن کے استاد کو بڑے ہونے پر بھی استاد سمجھنا چاہئے اور ان کا ادب و لحاظ اور بہت خدمت کرنی چاہئے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ادب کا حق پہلے والدین کا ہے پھر استاد ظاہری کا پھر پیر کا۔

۶۔ طلباء کو چاہئے کہ اپنے اساتذہ اور بڑوں کے سامنے ادب سے رہیں نہ زیادہ ہنسیں نہ زیادہ بولیں نہ ادھر ادھر دیکھیں ایسا رہے جیسے وہ شخص رہتا ہے جس کے سر پر پرندہ بیٹھ جاتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے ہی رہتے ہیں۔

۷۔ اگر اساتذہ کرام سے یا کسی بڑے سے کوئی بات خلاف مزاج پیش آجائے تو یہ سمجھ کر کہ ان سے مجھے دینی نفع بہت ہوا ہے معاف کر کے دل صاف رکھے بلکہ ان کے

متعلقین سے اگر کوئی بات پیش آجائے تو درگزر کردے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ آپ حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہیں تو یہ نامناسبت بات بھی نہ کہتا استاد کا درجہ پیر سے زیادہ ہے ان کا تو اور پاس ہونا چاہئے۔

طلبائے کرام کو اصلاح اخلاق کیلئے کسی بزرگ سے تعلق اصلاحی ضروری ہے یہ نعمت صرف کتابوں سے نہیں ملتی پہلے زمانہ میں طلباء کو اکابر بیعت نہ فرماتے تھے اور ان کو تعلیم میں ہمہ تن مصروف رکھتے تھے لیکن اب زمانہ بدل گیا اور پہلے جیسے صالح طلباء نہ رہے۔

حضرت اقدس پھولپوری رحمہ اللہ نے احقر کو اور ایک دوسرے ساتھی کو طالب علمی ہی میں بیعت فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ اب طالب علموں کو بیعت کر کے انہیں بھی کچھ مختصر سا ذکر بتا دینا چاہئے اور طالب علمی ہی سے ان کی اصلاح اخلاق کی فکر ہونی چاہئے کیونکہ اب وہ زمانہ نہ رہا جب اکابر طلباء کو بیعت نہ کرتے تھے کیونکہ ان کو یہ خوف ہوتا تھا کہ طلب علم سے ان کی توجہ ہٹ کر زیادہ اشتغال و ذکر کی طرف ہو کر علم کے حصول میں خلل ہوگا لیکن اس وقت کے طلباء اکثر اشراق و تہجد اور اوابین کے پابند ہوتے تھے۔ ان کا ظاہر اور باطن صالح ہوتا تھا اب تو طلباء کا حال ہی کچھ اور ہے الا ماشاء اللہ۔ اس لئے اب اس علمی اور عملی انحطاط و زوال کے دور میں طالب علمی ہی کے زمانے میں عملی اور اخلاقی اصلاح کیلئے انہیں کسی بزرگ سے تعلق اصلاح قائم کر لینا چاہئے مگر ان چار شرطوں کے ساتھ ہی نفع تام ہوتا ہے جس کو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کیلئے اطلاع و اتباع و اعتماد و انقیاد۔

حضرت اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ عملی کوتاہیاں ضعف ہمت سے ہوتی ہیں اور اللہ والوں کی صحبت سے ہمت کو قوت عطا ہوتی ہے دل کی بیٹری چارج ہو جاتی ہے جب موٹر کی بیٹری ڈاؤن ہو جاتی ہے تو پھر چل نہیں سکتی۔ اس لئے کسی ماہر کے پاس اس کی بیٹری چارج کراتے ہیں۔ اسی طرح دل کا حال ہے دل اگر درست ہو جائے تو تمام اعمال ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی ۔۔۔ چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تم کتنے ہی پتھر کی طرح سخت دل اور نا اہل ہو اگر کسی اللہ والے کے پاس بیٹھو گے تو موتی بن جاؤ گے۔ (مجالس ابرار)

قوت حافظہ کے لئے مفید عمل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے ایک لڑکا ہے۔ اس کو قوت حافظہ کی کمی کی شکایت ہے فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کے لئے یہ فرمایا کرتے تھے کہ صبح کے وقت روٹی پر الحمد شریف لکھ کر کھلایا جائے حافظہ کے لئے مفید ہے۔ میں نے اس میں بجائے روٹی کے بسکٹ کی ترمیم کردی ہے۔ کیونکہ بوجہ ملاست کے اس پر لکھنے میں سہولت ہوتی ہے۔ پھر ایک سوال پر فرمایا کہ حضرت کم از کم چالیس روز کھانے کو فرمایا کرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ان تعویذ گنڈوں میں عامل کی قوت خیالیہ کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے کلمات کی قید میں چنانچہ حضرت سید صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ تعویذ میں صرف یہ لکھ دیا کرتے تھے۔ خداوندا اگر منظور داری۔ حاجتش را براری۔ اور جس کام کیلئے دیتے تھے حق تعالیٰ پورا فرمادیتے ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت اگر اس عبارت کو یوں کردیا جاوے تو موزوں شعر ہوجاوے۔

خداوندا اگر منظور داری   بفضلت حاجت او را برآری

حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی تم شاعر ہو۔ تم اسی طرح کرلیا کرو۔ مگر ہم تو بزرگوں کے کلام میں تصرف کرنا خلاف ادب سمجھتے ہیں۔ ان کو حضرت نے بے ادب بتایا۔ مگر نہایت لطیف عنوان سے۔ (اشرفی بکھرے موتی)

امتحان میں کامیابی کیلئے

امتحان میں کامیابی کیلئے فرمایا روزانہ "یاعلیم" ۱۵۰ بار فجر کی نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔ اور امتحان کے روز اس کی کثرت رکھو (یعنی خوب پڑھو)۔ (ملفوظات اشرفیہ)

طالب علموں کا باوقار رہنا

فرمایا: میری رائے نہیں ہے کہ طلبہ گھروں پر کھانا لینے جائیں۔ کیونکہ اب اہل دنیا

طلبہ کو ذلیل وحقیر سمجھنے لگے۔ اگر طلبہ ان کے گھروں پر روٹی کے واسطے جائیں گے تو وہ اور زیادہ ان کو ذلیل سمجھیں گے۔ ہاں مؤذن اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ وہ اہل محلّہ سے اپنا حق وصول کرتا ہے اور اپنی خدمت کا معاوضہ طلب کرتا ہے۔ (النعم المرغوبہ)

دل چاہتا ہے کہ طالب علم بادشاہ بن کر رہیں

فرمایا کہ بڑے آدمیوں کے نماز پڑھنے میں یہ فائدہ ہے کہ آج جامع مسجد کے فرش کے ٹاٹ کیلئے ایک ہی صاحب نے دام دیدیئے انہیں صاحب نے یہ بھی کہا کہ جو کوئی کام ہوا کرے مسجد کے یا طالب علموں کے متعلق تو مجھے اطلاع دیدی جایا کرے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ طالب علموں کے کام تو خدا کے فضل وکرم سے چل ہی جاتے ہیں پھر دوسرے موقع پر فرمایا کہ خدا نہ کرے جو طالب علموں کی حاجت ان کے سامنے پیش کی جائے شرم آتی ہے طالب علموں کی بابت کسی سے کہتے ہوئے یوں دل چاہتا ہے کہ طالب علم بادشاہ بن کر رہیں تا کہ ان میں استغناء کی شان پیدا ہو اور دوسرے لوگ بھی اس استغناء کو دیکھ کر سبق حاصل کریں۔ (ملفوظات ج ۱۸)

والدین' اساتذہ اور پیر ومرشد کے حقوق میں ترتیب

فرمایا کہ استاد کا ادب کرے تو فائدہ ہوتا ہے میں نے طلباء سے دیوبند میں یہ کہا تھا کہ استاد کا ادب کرو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھر میں نے خود اس پر شبہ کیا کہ اگر تم کہو ہم حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کا ادب کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ استاد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ بزرگ ہونے کی وجہ سے ورنہ استاد اور بھی ہیں اور بزرگوں کا ادب اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کے ناراض ہونے سے نقصان ہوگا۔ میں نے ''اصلاح القلوب'' میں ثابت کیا ہے کہ والدین کا حق سب سے مقدم ہے اور بعد میں استاد اور پیر کا مگر لوگ برعکس کرتے ہیں سب سے اول پیر کا حق جانتے ہیں اس کے بعد استاد اور باپ تو نرا باپ ہے۔ (ملفوظات ج ۲۶)

منصب طالب علم

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ا۔ پڑھنے کے زمانہ میں وقت وصحت وفراغت کو غنیمت سمجھے کیونکہ یہ چیزیں نہایت بے

اعتبار ہیں اگر یہ موقع کھیل کود میں صرف کر دیا تو بعد کو موقع نہ ملے گا اور کف افسوس ملنا پڑے گا۔

۲۔ جس سے نفع دینی یا دنیوی حاصل کرنا چاہے اس کے سامنے اپنے کو مٹا دے یعنی اپنی شان وشیخی و پٹھانی طاق پر رکھ دے اور ادب اور اطاعت اور خدمت اپنا شعار بنا لے اشتیاق سے پڑھے اور پڑھا ہو خوب یاد رکھے ان باتوں سے انشاء اللہ تعالیٰ استاد ایسا مہربان وخوش ہوگا کہ پچاس روپے کے دینے سے بھی اتنا مہربان وخوش نہ ہوتا۔

۳۔ غلطی اگر کلام یا کام میں ہو جائے فوراً اپنی غلطی کا اقرار کرلے باتیں نہ بنائے کیونکہ یہ تکبر کی بات ہے۔

۴۔ جس سے پڑھے اس کی محبت اطاعت اور ادب کا بہت پاس رکھے اس سے بڑا نفع ہوگا۔

۵۔ ساتھ یاد کرنے میں ہمت اور شوق میں ترقی ہوتی ہے۔

۶۔ علم پر ناز نہ کرے بلکہ نعمت سمجھ کر شکریہ ادا کرتا رہے ورنہ نعمت چھن جائے گی اور عالم کا دماغ فالج سے خراب ہو گیا اور کل علم بھول گیا۔

۷۔ طلبہ کو چاہئے کہ اللہ والے بن کر رہیں تمام چیزیں اس کی بن کر رہیں گی اگر اللہ تعالیٰ سے پھر گیا تو سب چیزیں پھر جائیں گی۔

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

۸۔ طالب علم کو عموماً اور طالب دین کو خصوصاً گناہوں سے عموماً اور شہوت کے گناہوں سے خصوصاً سخت پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ گناہوں سے تمام اعضاء عموماً دل و دماغ خصوصاً بہت ضعیف ہو جاتے ہیں اور حسن بھی جاتا رہتا ہے اور چہرہ بدنما پیلا ہو جاتا ہے دیکھنے میں خراب معلوم ہوتا ہے دل بوجہ تردد اور خوف کے اور دماغ بوجہ مادہ منی کے نکل جانے کے کیونکہ سرمایہ راحت وصحت وقوت منی ہی ہے اور طالب علم کو زیادہ ضرورت انہی اعضاء کے درست رہنے کی ہے۔ کیونکہ اگر اعضاء ضعیف ہو گئے تو نہ پڑھ سکے گا اور نہ پڑھا ہوا یاد رکھ سکے گا کیونکہ قوت حافظہ بھی جاتی رہتی ہے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے استاد حضرت وکیع رحمہ اللہ سے سوء حفظ کی شکایت کی انہوں نے فرمایا گناہوں سے پرہیز کرو کیونکہ علم فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اور فضل اللہ تعالیٰ کا عاصی کو عطا نہیں ہے۔

اور گناہوں کے ترک کرنے کے متعلق یوں سمجھ لے کہ اگر میں نے گناہ کیا تو علم سے محروم رہوں گا اور صحت و عافیت سے محروم ہو جاؤں گا اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ دری کر دی (نعوذ باللہ من ذالک) تو مدرسہ سے خارج کر دیا جاؤں گا لوگوں میں ذلت و رسوائی ہوگی منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا اور یوں سمجھ لے کہ آدمی کی موت و بیماری کا کوئی وقت نہیں جب ہی مر جائے یا بیمار ہو جائے اور بیمار ہو کر اور مر کر تو (گناہ) چھوڑنا ہی پڑے گا۔ تو جو چیز مر کر یا بیمار پڑ کر چھوٹنے والی ہو اسے صحت و حیات ہی میں چھوڑ دینا چاہئے تاکہ تارک المعصیت ہو متروک المعصیت نہ ہو اور قابل اجر و مدح تارک ہے نہ متروک اور یہ ٹھان لے کہ میں شہوت کے کہنے پر عمل نہ کروں گا۔ نہ دیکھوں گا نہ بات کروں گا اور نہ بات سنوں گا اور لڑکوں اور عورتوں کی صحبت سے بہت سخت پرہیز کرے اگر کسی لڑکے کے ساتھ پڑھنے میں یا سبق کی تکرار میں یا دور میں ہو تو قدر ضرورت پر اکتفا کرے اور اگر اپنی طبیعت میں برا میلان پائے تو فوراً بہت جلد اس کا ساتھ چھوڑ دے اور تکرار وغیرہ سب بند کر دے علیحدہ پڑھے اور جلد سے جلد دو رکعت نماز توبہ پڑھ کر توبہ کرے کیونکہ اگر علیحدہ ہونے میں تاخیر کرے گا تعلق کی جڑ مضبوط ہو جائے گی اور علیحدہ ہونے کی ہمت کمزور ہو جائے گی اور پھر گناہ سے بچنا مشکل ہو جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے بعد مدت کے کبھی دستگیری بھی کی اور توبہ نصیب بھی ہوئی تب بھی برسوں اس کے خیالات اور وساوس نماز و کتاب کو خراب کریں گے اور سخت الجھن ہو جائے گی دل پریشان و تردد و مغموم، متفکر رہے گا اور جلدی تدارک کرنے سے ان سب باتوں سے نجات رہے گی اور دل میں فرحت و انبساط خوشی کا ایک بڑا عالم رہے گا۔

دل آرامے کہ داری دل درو بند　　　دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

(بیت) دل کز غیر اوندیشہ دارد　　　مگس جائے پری درشیشہ دارد

اور لڑکوں اور عورتوں کو دل میں جگہ دینا اور اللہ کو نکالنا کیا خراب بات ہے۔

کعبہ سے بت نکال دیئے تھے رسول نے　　　اللہ کو نکال رہے ہیں دلوں سے آپ

اور خدا عزوجل کے جمال بے مثال کو چھوڑ ان مردہ ناپائیدار اشکال پر عاشق ہوتا۔ کیا بے سمجھی کی بات ہے کہاں وہ نور آفتاب وہ کہاں یہ چراغ مردہ۔

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا — ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
مانصیحت بجائے خود کردیم — روز گارے دریں بسر بردیم
گر نیاید بگوش رغبت کس — بر رسولاں بلاغ باشد و بس

۹۔ طلبہ کو چاہئے کہ اُستاد کے ساتھ حسن ظن رکھیں اگر کسی طالب علم کے ساتھ کوئی خاص برتاؤ کرے تو یہ سمجھ لے کہ وہ صاحب اسی لائق ہیں اور میں اسی لائق ہوں یا ان کے ساتھ وہی برتاؤ مصلحت ہے اور میرے ساتھ یہی برتاؤ مصلحت ہے یا یوں سمجھ لے کہ اگر خدانخواستہ وہ خلاف ہی کرتے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ پر ان کا حساب ہے مجھے بدگمانی سے کیا نفع ہوگا دنیا میں ان کے فیوض و برکات سے محروم رہوں گا اور آخرت میں بدگمانی کے وبال میں گرفتار ہوں گا اور یہ خیال کرے کہ دوسرے کے کام کی فکر میں کیوں پڑوں۔ یکساں برتاؤ کرنا استاد کا کام ہے وہ اپنا کام کریں یا نہ کریں۔ وہ اپنے کام کے ذمہ دار ہیں اور میرا کام ہے حسن ظن اور اطاعت اور خدمت میں اپنا کام کروں اور بدگمانی کا یہ بھی نقصان ہے کہ تم کو استاد اور طالب علم محسود علیہ سے دشمنی ہو جائے گی اور دشمنی میں جانبین کا جان و مال عزت و آبرو معرض خطر میں ہو جاتا ہے قصہ حضرت یعقوب اور یوسف اور اخوۃ علی نبینا و علیہم السلام کا پیش نظر رکھنا چاہئے ہر چھوٹے بڑے کو یہ برتاؤ یاد رکھنا چاہئے۔ مثلاً پیر استاذ باپ کے ساتھ ان کے چھوٹوں کو جتنا حسن ظن رکھنا ضروری ہے استاد پر تسادی فی المعاملات وغیرہ اس سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ ان کا فعل انہی تک نہ رہے گا بلکہ ہر شاگرد کے رگ و ریشہ میں سرایت کرے گا اور ان کا اثر دوسروں میں پہنچے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بدگمانی سے بہت پرہیز اور مصلحت میں بھی زیادہ غور و خوض نہ کرے بلکہ اپنے دل میں یہ سمجھ لے کہ ہوگی کوئی مصلحت یہ طریقہ سرمایہ راحت دارین۔

۱۰۔ استاد کی روک ٹوک اگر پڑھنے میں ہو تو اس کو برا نہ سمجھے اور نہ چہرہ پر شکن پڑے نہ ملال ظاہر کرے اس لئے کہ اس سے استاد کے دل میں انقباض پیدا ہو جائے گا اور درروازہ نفع کا بند ہو جائیگا کیونکہ یہ موقوف ہے انشراح دل اور مناسبت پر اور صورت مذکورہ میں دونوں باتیں نہیں ہیں بہت بڑا قاعدہ اور جلد جلب منفعت کی کنجی یہ ہے کہ جس سے نفع

حاصل کرنا ہو خواہ خالق یا مخلوق سے اس کے سامنے اپنے کو مٹا دے اور فنا کر دے اور اپنی رائے وتدبیر کو بالکل دخل نہ دے پھر دیکھے کیسا نفع حاصل ہوتا ہے اور یہ بڑا کمال ہے۔

۱۱۔ طالب علم کو بڑی ضرورت فراغت قلب کی ہے یعنی قلب کا کسی چیز سے یا کسی شخص سے متعلق نہ ہونا یعنی حقہ یا پان تمباکو وغیرہ کا عادی نہ بنے اور نہ کسی امرد لڑکے یا عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرے ورنہ علم سے بوجہ آفات دینی ودنیوی کے محروم رہے گا اور رسوائی وذلت ہوگی۔ مدرسہ سے خارج کر دیا جائے گا۔

اور نہ کسی طالب علم سے دوستی پیدا کرے کہ جس سے کسی کو موقع بدگمانی کا ہو اور نہ دشمنی پیدا کرے کہ اس سے لڑنے جھگڑنے میں اوقات خراب ہو۔

۱۲۔ طالب علم کو چاہئے کہ بعد فارغ ہونے کے کسی اللہ والے کی خدمت میں رہ کر کچھ دنوں اصلاح ظاہر وباطن کی کرے۔

تب معلمی کرے تاکہ خود گناہ ظاہر وباطن سے اجتناب کرے اور اس کا اثر متعلمین میں یعنی شاگردوں پر پڑے۔

۱۳۔ پڑھنے میں نیت خدمت دین اور رضائے خداوندی کی رکھے اور عزت وجاہ دنیوی کی نیت ہرگز نہ کرے اچھی نیت سے اگر پڑھے گا تو زمانہ طالب علمی میں اگر مر جائے گا تو شہید ہوگا اور قیامت میں علماء کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور دن رات جو محنت کی دماغ وغیرہ خرچ کیا ہے اور پڑھا ہے۔ سب ان شاء اللہ تعالیٰ نامہ اعمال میں دیکھے گا اور دوسری نیت سے ان سب باتوں سے محروم رہے گا اور مستحق اور مورد عتاب خداوندی ہوگا نعوذ باللہ من ذالک۔

۱۴۔ طلبہ کو چاہئے کہ اپنا شوق اور طلب اور محنت استاد کو دکھائیں استاد خود مہربان ہو جائے گا اور ان شاء اللہ پوری توجہ کرے گا۔

۱۵۔ طالب علم کو چاہئے کہ حق پسندی اپنا شعار رکھے اور ہٹ دھرمی سے بہت اجتناب کرے سرمایہ راحت دنیا ودین میں یہی خصلت ہے۔

۱۶۔ طالب علموں کو چاہئے کہ جس مدرسہ میں جس مدرس سے پڑھنا چاہیں پہلے وہاں کے مدرسہ اور مدرس کے قوانین دریافت کر کے اپنے ذہن میں خوب غور کر لیں کہ ان قوانین کی پابندی مجھ سے ہو سکے گی یا نہیں اگر نہیں ہو سکتی تو پھر کوئی بات ہی نہیں اپنے گھر بیٹھے رہیں

اگر ہوسکتی ہے تو خوب پختہ ہوکر داخل ہوں اور ان قوانین کی پابندی کریں اور علم حاصل کریں پھر وہاں سے کہیں دوسری جگہ نہ جائیں یک در گیر محکم گیر پر عمل کریں اور ثم خیراً کا مرض نہ ہونے دیں یعنی یہاں سے وہاں اور وہاں سے وہاں نہ جائیں۔اس میں بہت سی خرابیاں ہیں ایک یہ کہ ہر استاد کی نظر سے اتر جائے گا اور سب کہیں گے کہ یہ ہرجائی ہے یہاں سے کہیں اور جگہ چلا جائے گا اور جہاں سے جائے گا پھر وہاں داخل نہ ہوسکے گا دوسرے یہ کہ ہر مدرسہ کے قوانین جدا ہوتے ہیں اس سے یہ خرابی ہوگی کہ پہلی پڑھائی بے کار ہوجائے گی۔

مزید وضاحت

مثلاً کسی مدرسہ میں یہ قانون ہے کہ تجوید ضرور پڑھائی جائے اور کہیں کا قانون یہ ہے کہ تجوید کا نام رہے اور تم تجوید والے مدرسہ سے کچھ تھوڑا ہی سا پڑھ کر چلے گئے تو یہ پڑھا ہوا کچھ کام نہ دے گا اور وہ بھی بھول بھال جائے گا غرض کہ تین خرابیاں ہیں۔استاد کے دل میں وقعت نہ ہونا۔اس کا مہربان نہ ہونا۔ پہلے مدرسہ میں پھر داخل ہونے کے قابل نہ رہنا۔پہلی پڑھائی کا بے کار ہوجانا اور ایک خرابی یہ ہوتی ہے کہ دوسری جگہ انتظام سکونت وخوراک وغیرہ میں دقت کا پیش آنا اور دل کا متردد رہنا اور تحصیل علم میں فراغت قلب اور جمعیت قلب اور نشاط قلب کی بہت ضرورت ہے اور اس ثم خیرا میں یہ سب باتیں کافور ہوجاتی ہیں اور متعدد شیوخ کے ہاتھوں پر بیعت ہونے میں بھی یہی خرابیاں ہیں شیخ بھی جانچ کر بنانا چاہئے تا کہ پھر کسی دوسرے کے یہاں نہ جانا پڑے اور اختلاف قوانین سے پریشانی نہ ہو اور دونوں کے یہاں سے محروم نہ ہو کیونکہ کسی شیخ کے دل میں تمہاری وقعت اور محبت نہ رہے گی۔نعوذ باللہ من ذالک۔

بے ادبی ونافرمانی پرفوراً معافی مانگنا چاہئے

۱۷۔طالب علم سے اگر استاد کی بے ادبی یا نافرمانی یا ایذارسانی ہوجائے فوراً نہایت نیاز و عجز سے معافی چاہے اور الفاظ معافی کے ساتھ اعضا سے بھی عاجزی و انکساری وندامت ٹپکے یہ نہیں کہ لٹھ ماردیا کہ اجی معاف کردو اگر دل میں ندامت ہوگی تو اعضاء سے بھی ندامت ٹپکے گی اگر نہ بھی ہو تو بناوٹ ہی کردے اصل نہیں تو نقل ہی سہی مگر تاخیر نہ

کرے کیونکہ اگر استاد دنیا دار ہوگا تو تاخیر کرنے سے اس کی کدورت بڑھ جائے گی اور تمہارا نقصان ہوگا اور اگر دیندار ہوگا تو گو وہ کدورت وغیرہ خرافات کو اپنے دل میں جگہ نہ دے گا۔

مگر رنج طبعی ہوگا اور یہ بھی طالب علم کیلئے مفر ہوگا کیونکہ اس حالت میں انشراح قلب نہ رہے گا اور بغیر انشراح قلب نفع نہ ہوگا اور تاخیر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ جتنی تاخیر ہوگی اتنا ہی حجاب بڑھتا جائے گا۔

۱۸۔ طالب علم دین کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عزت ہے اور بڑا مرتبہ ہے اسے گناہ پر جرأت نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ خلاف حیا اور خلاف مروت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ان کیلئے فرشتوں سے پر بچھوائیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے انہیں ناخوش کریں اور اللہ تعالیٰ ان کے عیوب کو چھپائیں اور یہ گناہوں کی کثرت کریں۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ جن کے رتبے زیادہ ہوتے ہیں ان کو زیادہ مشکل ہوتی ہے۔

۱۹۔ چھوٹے پن کے استاد کو بعد اپنے بڑے ہو جانے کے بھی استاد سمجھنا چاہئے اور ان کا ادب لحاظ خدمت بہت کرنی چاہئے۔ بڑے استاد سے بھی ان کا زیادہ ادب کرنا چاہئے کیونکہ چھوٹے نے تمہارے ساتھ زیادہ محنت کی اور بہت مغز مارا ہے۔ حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم اپنے شروع کے اساتذہ کا نام وعظ میں بیان فرماتے ہیں۔ تواضع ولیاقت اسی میں ہے۔ اس کے خلاف میں تکبر اور ناشکری ہے اور وعید ''من لم یشکر الناس لم یشکر الله'' میں داخل ہونا ہے اور حضرت مولانا تھانوی ترتیب رتبہ والدین استاد و پیر میں یوں فرماتے ہیں سب سے زیادہ رتبہ باپ کا ہے بعد کو استاد ظاہری کا پھر پیر کا۔ باپ موجد مادہ ہے استاد مادہ کا ترتیب دینے والا اور پیر مادہ مرتب پر نقشہ پھیرنے والا اور آراستہ کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ موجد مادہ کا مرتبہ زیادہ ہونا چاہئے۔

۲۰۔ کسی طالب علم کی سمجھ اور حافظہ وغیرہ پر حسد نہ کرے کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا ہاں دنیا و آخرت کا نقصان ہوگا دنیا کا نقصان یہ ہے کہ ہر وقت غم اور فکر میں رہے گا اور دل منتشر رہے گا اور انتشار قلب کے ساتھ نہ بات سمجھ میں آئے گی اور نہ پڑھی ہوئی یاد رہے گی۔ اس کیلئے فراغت قلب کی ضرورت ہے جس کو اس رسالہ میں بارہا لکھ چکا ہوں اور دین کا نقصان یہ ہے

کہ حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو اور حسد کرنا گویا کہ اللہ میاں کے کام میں عیب نکالنا ہے کہ فلانا اس قابل نہ تھا آپ نے غلطی کی۔ (نعوذ باللہ منہ) صاحبو دنیا کا دوست اپنے دوست کے غلط کام کو تاویل کر کے صحیح کرتا ہے تم کیسے دوست اللہ میاں کے ہو کہ اللہ میاں کے کام میں غلطی نکالتے ہو توبہ کرو اور اس خلق بد کا علاج کرو اور علاج یہ ہے کہ سوچو کہ یہ کام فضول ہے میرے حسد سے اس کی سمجھ اور حافظہ کم تو نہ ہوگا بجز تکلیف کے دوسرے علاج یہ ہے کہ جس چیز میں حسد ہو اس کیلئے اس میں ترقی کی دعا کرو کہ یا اللہ میں اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب ہو اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض جاتا رہے گا اگر نہ جائے کسی اللہ والے سے رجوع کر کے دوسرا علاج کرو اور اس کو نکالو اور اپنے اوپر رحم کرو۔ (مجالس ابرار)

ادب استاد

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پرانے لوگوں میں دین کا بزرگوں کے ادب کا پھر (بھی) بہت اثر تھا۔ اس وقت کے بگڑے ہوئے ان نئے سنورے ہوؤں سے اچھے تھے۔ مولوی شبلی صاحب کا واقعہ ہے کہ کانپور میں ان کا لیکچر ہوا تھا۔ مولوی فاروق صاحب جو ان کے استاد تھے۔ وہ اس وقت کانپور کے ایک مدرسہ میں مدرس تھے۔ وہ بھی اس بیان میں شریک تھے جب بیان ختم ہو چکا تو استاد کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ استاد نے محض سادگی سے پیر پھیلا دیئے کہ شبلی! پیر دکھ گئے ہیں ذرا دبا دیجئے۔ بس دبانے لگے اور کوئی اثر ناگواری کا ظاہر نہیں ہوا۔ یہ اثر تھا پرانے ہونے کا اور پہلے بزرگوں کی صحبت کا اب یہ باتیں کہاں! یورپ کے مذاق نے ناس کر دیا نہ ادب رہا نہ تہذیب' مسلمانوں نے بھی وہی طرز معاشرہ اختیار کر لیا حتی کہ اعتراف جرم پر بھی جو معافی مانگی جاتی ہے وہ بھی معافی نہیں صرف واپس لینے کے الفاظ پڑھ دیئے جاتے ہیں یہ اس تعلیم انگریزی کے کرشمے ہیں۔ (اشرفی بکھرے موتی)

طلباء کا مہتمم وغیرہ کی شکایت کرنا ان کی تحصیل علم میں مضر ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ مدرسہ دیوبند سے طلبا کا خط آیا مہتممین کی شکایت لکھی ہے اور لیاقت یہ کہ اپنا پتہ بھی نہیں لکھا تا کہ اس پتہ پر جواب

دوں اور طرز تحریر بھی بالکل نیچریہ ہے۔ یہ سب طلباء کے جلسوں میں شامل ہونے کی خرابی ہے اس کو نہیں سمجھتے کہ یہ شکایت کرنا ہماری اصلی غرض جو تحصیل علوم ہے اس کیلئے مضر ہے کیونکہ جب مدرسہ نہ رہے گا تو غرض کیسے پوری ہوگی راحت اور انتظام تو طلبہ کی اصلی غرض نہیں فرمایا کہ مہتمم کو چاہئے کہ قوت کو استعمال کرے اور سب کو نکال دے اور میں ضعیف ہوگیا ہوں ورنہ ایک دن جا کر سب کو ٹھیک کردوں اور یہ قاعدہ مقرر کردوں کہ جب کوئی طالب علم داخل کیا جائے یہ شرط ہو کہ کوئی کسی سے دوستی نہ رکھے جب دو آدمی دوستی کریں فوراً نکال دیئے جائیں۔ (ملفوظات ج ۲۶)

استاد اور شاگرد

فاتح عالم سکندر ایک بار اپنے استاد ارسطو کے ساتھ گھنے جنگل سے گزر رہے تھے راستے میں ایک بہت بڑا برساتی نالا آگیا نالا بارش کی وجہ سے طغیانی پر آیا ہوا تھا استاد اور شاگرد کے درمیان بحث ہونے لگی' خطرناک نالا پہلے کون پار کرے سکندر مصر تھا کہ پہلے وہ جائے گا کچھ ردوقدح کے بعد آخر ارسطو نے اس کی بات مان لی' پہلے سکندر نے نالا عبور کیا' پھر ارسطو نے' شاگرد کو احتراماً استاد کے پیچھے چلنا چاہئے لہٰذا نالا عبور کر کے ارسطو نے سکندر سے پوچھا کہ تم نے آگے چل کر میری بے عزتی نہیں کی؟ سکندر نے ادب سے جواب دیا نہیں استاذ! میں نے اپنا فرض پورا کیا ارسطو رہے گا تو ہزاروں سکندر تیار ہو جائیں گے لیکن سکندر ایک بھی ارسطو تیار نہیں کرسکتا ہے۔ (خزینہ)

تحصیل علم

جب حافظ الحدیث حجاج بغدادی شبابہ کے یہاں تحصیل علم کو جانے لگے تو انکی مقدرت کی کل کائنات یہ تھی کہ ان کی دل سوز والدہ نے سو کلچے پکائے جن کو وہ ایک گھڑے میں بھر کر ساتھ لے گئے' روٹیاں مہربان ماں نے پکادی تھیں' سالن ہونہار اور دلبر فرزند نے خود تجویز کرلیا اور اتنا کثیر ولطیف کہ آج تک صدہا برس گزرنے کے بعد بھی ویسے ہی تروتازہ موجود ہے وہ کیا؟ دجلے کا پانی۔ حجاج ہر روز ایک روٹی دجلے کے پانی میں بھگو کر کھالیتے اور استاد سے پڑھتے' جس روز وہ روٹیاں ختم ہوگئیں ان کو استاد کا فیض بخش دروازہ چھوڑنا پڑا۔ (خزینہ)

علم کی خاطر

فن حدیث کے عالی مرتبت امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں زمانہ طالب علمی میں چودہ برس بصرہ میں رہا ایک مرتبہ تنگ دستی کی یہ نوبت پہنچی کہ کپڑے تک بیچ کھائے جب کپڑے بھی نہ رہے تو دو دن بھوکا رہا۔ آخر ایک رفیق سے اظہار حال کیا خوش قسمتی سے اس کے پاس ایک اشرفی تھی، نصف اس نے مجھ کو دے دی۔

امام ابن جریر طبری نے تنگی خرچ کے سبب سے اپنے کرتے کی دونوں آستینیں بیچ کھالی تھیں۔ ابن ابی داؤد جب کوفہ طالب علمی کرنے گئے تو صرف ایک درہم پاس تھا، اس سے باقلا خریدا، باقلا کھاتے اور طالب علمی کرتے۔ شیخ الاسلام ابو العلاء ہمدانی کو بغداد میں کسی نے اس حال میں دیکھا کہ رات کو مسجد کے چراغ کی روشنی میں جو بلندی پر تھا کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے ظاہر ہے کہ اگر ان کو روغن خریدنے کی مقدرت ہوتی تو یہ تکلیف وصعوبت کیوں گوارا کرتے۔

حکیم ابو نصر فارابی جس کی ایک عالم میں شہرت ہے ان کی نسبت بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ وہ عہد طالب علمی میں تہی دستی کی بدولت چراغ کا تیل خریدنے سے بھی معذور تھا تاہم اس کا شوق بیکار رہنے والا نہ تھا رات کو پاسبانوں کی قندیلوں سے کام لیتا اور ان کی روشنی سے کتاب کا مطالعہ کیا کرتا اسی تنگ حالی میں وہ علمی ترقی کہ سارے جہاں میں اپنا نام روشن کر دیا۔ (علمائے سلف)

طالب علم کیلئے ضروری آداب

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: متعلم یعنی طالب علم کا ادب استاد کے ساتھ یہ ہے کہ وہ پہلے سلام کرے اور استاد کے سامنے بات چیت کم کرے جب تک پہلے اجازت حاصل نہ کرلے خود بات نہ کرے اور نہ کوئی مسئلہ پوچھے، جب وہ جواب دے تو اس پر اعتراض نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ فلاں شخص نے اس کے خلاف کہا ہے اور یہ بھی نہ کہے کہ اس کے خلاف مسئلہ زیادہ صحیح اور درست ہے اور اس کے سامنے کسی کے ساتھ راز دارانہ گفتگو نہ کرے۔ اپنی آنکھیں اپنے سامنے رکھے اگر وہ کوئی بات کہے تو صرف اس کی جانب نظر رکھے اور کسی طرف نہ دیکھے استاد کے سامنے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھے جیسے کہ نماز میں بیٹھتے ہیں۔ جب استاد کو

کوئی رنج وملال ہو تو سوال کرنا اور پڑھنا ملتوی کر دو۔ راستے میں سوال مت کرو۔ اگر استاد میں کوئی ایسی چیز دیکھو جو اسے زیبا نہ ہو تو تم اس کے بارے میں کوئی غلط خیال قائم نہ کرو اور یہی سمجھو کہ وہ تم سے بہتر جانتا ہے۔ اس کیلئے اس کے پاس کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی جس کا شاگردوں کو علم نہیں۔ قصہ خضر وموسیٰ علیہ السلام کو یاد کرو کہ کشتی میں سوراخ کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منکر معلوم ہوا لیکن جہاں تک حضرت خضر علیہ السلام کے علم کا تعلق ہے وہ منکر نہ تھا۔ اس لئے جو کچھ بزرگوں میں دیکھو انکے بارے میں ایسا ہی خیال کرنا چاہئے۔ (توشۂ آخرت)

آداب استاد وحقوق

حضرت مولانا ابرار الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

۱۔ استاد اور بڑوں کے سامنے ادب سے رہے نہ ہنسے نہ زیادہ بولے نہ ادھر تاکے۔ ایسا رہے جیسے وہ شخص رہتا ہے جس کے سر پر پرندہ بیٹھ جاتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے ہی رہتے تھے اگر اس سے یا بڑوں سے کوئی بات خلاف مزاج پیش آجائے تو یہ سمجھ کر ان سے مجھے دینی نفع بہت ہوا ہے معاف کر کے دل صاف رکھے بلکہ ان کے متعلقین سے اگر کوئی بات پیش آجائے درگزر کر دے حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ آپ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہیں تو یہ نامناسب بات بھی نہ کہتا استاد کا درجہ پیر سے زیادہ ہے ان کا تو اور پاس کرنا چاہئے۔

۲۔ اپنا استاد یا پیر کوئی بات بتلا دے تو اسکے مقابلے میں دوسرے کی بات بطور تردید کے نہ کہے کہ فلاں یہ کہتے ہیں اس سے اعتقاد واعتماد کی سستی معلوم ہوتی ہے۔

آداب رفقاء

۱۔ اگر کوئی ساتھی یا دوسرا طالب علم غلط الفاظ پڑھے تو ہنسنا نہ چاہئے کیونکہ اس نے غلطی اور ناواقفی کی وجہ سے پڑھا جس کی وجہ سے اس پر کوئی الزام نہیں اور تمہاری ہنسی پر دو الزام تکبر کا اور ایذائے مسلم کا یہ دونوں بڑے جرم ہیں۔

آداب درس

۱۔ اگر دوسرے سے سوال ہو رہا ہو تو خود کچھ نہ بولے۔

۲۔ پڑھنے میں کتاب کی عبارت کا صحیح مطلب کے سمجھنے کا خیال رکھے فضول سوال وجواب کے پیچھے نہ پڑے۔

۳۔ سبق تھوڑا پڑھے مگر یاد خوب کرے اور آموختہ کی بہت نگرانی کرے تا کہ حوصلہ بڑھے اور ہمت میں قوت ہو۔

۴۔ قرآن مجید جلد جلد اس غرض سے نہ پڑھے کہ میری غلطی وغیرہ پر سننے والا مطلع نہ ہو کیونکہ ایسی قرأت کرنے والے پر قرآن خود لعنت کرتا ہے اور اس میں تکبر کا شعبہ ہے اور قرآن پڑھنے میں چھ باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے نہ منہ چوڑا ہو۔ نہ منہ بند ہو نہ منہ بگڑے نہ مخارج میں سختی ہو۔ نہ ہر حرف پر سکتہ سا ہو نہ آواز میں لرزہ ہو۔

۵۔ اگر استاد یا کوئی بزرگ یا اور کوئی کچھ بیان کرے اور وہ بیان صحیح ہو خاموش ہو کر سنے بدن اور قلب سے متکلم کی طرف متوجہ رہے اپنی معلومات نہ بیان کرے اس میں تکبر و بے ادبی و دل شکنی ہے اور یہ تینوں بری خصلتیں ہیں۔

۶۔ اگر استاد کچھ سنا دے یا استاد کچھ تقریر کرلے یا کوئی دوسرا کچھ کلام کر رہا ہو تو توجہ متکلم کی طرف ہونا چاہئے کیونکہ بے توجہی میں بے قدری کلام و متکلم دونوں کی ہے۔

۷۔ عبارت پورے جملے کی ایک سانس میں پڑھے اور ترجمہ بھی ایک سانس میں کرے کاٹ کاٹ نہ پڑھے اور نہ ترجمہ کاٹ کاٹ کر کرے یہ عجیب کی بات ہے لیکن مجبوری میں رکاوٹ ہو جائے تو اور بات ہے۔

۸۔ سبق پر نشان رکھے تا کہ جلدی سے کھول لے۔ ایسا نہ ہو کہ تمام کتاب الٹنا پڑے کیونکہ اس میں کتاب کی بے ترتیبی اور بے انتظامی ہے۔

۹۔ سبق آگے جھک کر سنائے پیچھے تن کر نہ سنائے اس میں بے پروائی و بے ادبی ہے۔

۱۰۔ جب کہیں جائے کسی سے کچھ بات کرے یا سبق سنائے تو ایک کام طے کرے دوسرا شروع کرے مثلاً جب سبق پڑھ لے تب کوئی بات یا پیغام کہے۔

۱۱۔ سبق محض ذہن پر چڑھا کر استاد کو نہ سنا دے کیونکہ ایسا یاد کرنا بالکل نہیں ٹھہرتا سبق خوب رٹ کر یاد کرنا چاہئے تا کہ دل پر نقش ہو جائے اور ہمیشہ یاد رہے۔

۱۲۔ سوال سمجھ کر جواب دے بے سمجھے جواب نہ اڑانا شروع کر دے۔

۱۳۔ اگر استاد بہت سی باتیں تعلیم کرے یا بہت سے الفاظ پر قرأت میں روک ٹوک کرے تو چند باتیں اپنے ذہن میں نوٹ کر لے۔ اگر نوٹ شدہ زیادہ ہو جائیں تو ان میں سے بھی نوٹ کرے اور یہ بھی خیال رکھے کہ اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جائے یا کسی عالم کے وعظ میں شریک ہو تو وہاں بھی ان کے مضامین کا انتخاب کرے۔

۱۴۔ جن الفاظ کا ترجمہ بوجہ حیا کے نہ کر سکے ترجمہ میں وہ لفظ ہی کہہ لے اور نہ کسی سے ایسے الفاظ کا ترجمہ کرائے۔

۱۵۔ سبق ناغہ نہ کرے اس میں بے برکتی ہوتی ہے دل اکھڑ جاتا ہے پڑھا ہوا بھول جاتا ہے شوق میں کمی ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ قرآن مجید بنا کر باقاعدہ پڑھے اس سے قلب میں بہت نور اور صفائی ہوتی ہے گڑ بڑ پڑھنے سے قرآن مجید لعنت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی خوش نہیں ہوتے کیونکہ قرآن مجید پڑھنا اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی سے کوئی باتیں کرے اور بدتمیزی سے باتیں کرے تو مخاطب کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اور تمیز سے اگر باتیں کرے تو جی بہت خوش ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس باتمیز کو کیا انعام دے دوں اور باقاعدہ پڑھنے سے خود بھی عمر بھر لطف اٹھاتا ہے اور دوسرے بھی اور بے قاعدہ پڑھنے سے نہ خود مزہ پاتا ہے اور نہ دوسرا۔

۱۷۔ استاد اگر علم کے متعلق باتیں کرے یا اور کوئی بات عمدہ بیان کرے تو اسے خوب توجہ سے سنے اور کسی کاغذ میں نوٹ کرے اور اسے خوب یاد کرے اس بھروسہ پر نہ رہے کہ وہ تو میرے پاس رکھی ہوئی موجود ہے کیونکہ نہ معلوم تمہیں کب اور کہاں اس بات کی ضرورت پڑے تو اس کاغذ کو کہاں لئے پھرو گے اور اگر گم گیا تو تمہارا علم ہی گیا۔ اسی لئے کہا ہے کہ علم سینہ چاہئے علم سفینہ نہیں علم کی شان تو یہ ہے کہ نہ چور چرا سکے اور نہ وراثت میں تقسیم ہو سکے۔

۱۸۔ سبق پڑھنے کیلئے جب جگہ خالی ہو تب جائے تا کہ اژدہام سے تکلیف وانتشار نہ ہو۔

۱۹۔ طالب علم بغیر مطالعہ سبق نہ پڑھے کیونکہ بغیر مطالعہ پڑھنے سے پڑھتے وقت جب استاد کچھ تقریر کرتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتی اگر سمجھ بھی لے تو جلدی یاد نہیں ہوتی اگر یاد بھی ہو جاتی ہے ٹھہرتی نہیں اگر مطالعہ کر کے پڑھے گا تو ان آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

۲۰۔ پڑھتے وقت ادھر ادھر نہ دیکھے۔

۲۱۔ اگر سبق میں بہت سے شریک ہوں تو ناغہ نہ کرو بہت کوشش کرو ساتھ میں پڑھنے کی کیونکہ اگر بعد کو طلبہ سے تکرار کر لو گے تو استاد کی ساری تقریر کو طالب علم نہیں دہرا سکتا اگر استاد ہی سے پڑھو گے تو بھی مجمع میں جو مضامین استاد کے قلب میں آئے تھے وہ نہ آئیں گے اگرچہ استاد کوشش بھی کرے خلاصہ یہ کہ بہت سی باتوں سے اگر ناغہ کرو گے محروم ہو جاؤ گے۔

۲۲۔ طالب علم کو چاہئے کہ پڑھتا جائے اور مشق کرتا جائے تاکہ پڑھا ہوا خوب محفوظ رہے اگر عربی پڑھتا ہے تو قرآن مجید میں غور کیا کرے اگر کہیں قرآن مجید میں پڑھے ہوئے کے خلاف ملے تو قرآن مجید کی اصلاح نہ کرے بلکہ اس پڑھی ہوئی کتاب کو قرآن کے موافق کرے۔ یعنی جو قرآن شریف میں ہے اسی کو صحیح جانے۔

۲۳۔ طالب علم کو چاہئے کہ استاد کی تعلیم کے وقت مسکرائے نہیں اگرچہ مسکرانا اس وجہ سے ہو کہ وہ اسے اچھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ صورت بے ادبی اور بے قدری کی ہے۔

۲۴۔ استاد کی تقریر میں اگر کوئی لفظ فارسی یا عربی کا ہے اور اس کے معنی نہ معلوم ہوں یا کتاب میں کوئی لفظ آیا جو مشہور ہو اور اس کا ترجمہ نہیں کرایا گیا تو استاد سے اس کے معنی پوچھ لے غفلت اور شرم نہ کرے کہ سب ہنسیں گے کہ ایسے مشہور لفظ کے معنی نہیں جانتا کیونکہ اگر نہ پوچھے گا تو ہمیشہ جاہل ہی رہے گا۔ مثل مشہور ہے۔ یعنی جہل کی شفا سوال ہے۔

۲۵۔ اگر مسئلہ میں استاد کی تقریر ذہن میں نہ بیٹھے تو کچھ دیر تک استفادہ کے لہجہ میں خندہ پیشانی کے ساتھ اپنی تقریر کر لے اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو خاموش ہو جائے اور دل میں یہ رکھ لے کہ اس کی تحقیق کروں گا۔ بعد کو کتابوں سے علماء سے تحقیق کرے اور اگر اپنی رائے صحیح ہو اور استاد حق پسند ہو تو اس کتاب اور بڑے عالم کی تحقیق کو ان کے سامنے پیش کر دے اگر استاد کی تقریر صحیح ہو تو معذرت کرے کہ آپ صحیح فرماتے تھے میں غلطی پر تھا۔

استاد کے مقابلے میں مکابرہ مناظرہ مجادلہ کی صورت ہرگز نہ بنائے یعنی آنکھیں نہ چڑیں گفتگو میں تیزی نہ ہو پیشانی پر بل نہ ہوں۔ بڑوں کے مقابلے میں یہ بے ادبی ہے اور اوروں کے مقابلے میں گو مناظرہ نامناسب نہیں مگر بعض وجہوں سے وہ بھی ناجائز ہو جاتا ہے مثلاً فریق مخالف نے حق بات کہی اس نے ہٹ دھرمی سے رد کر دیا یا مجمع کی شرم سے فی الحال نہیں مانا یہ دونوں امر ناجائز ہیں لہٰذا وہ امر جائز بھی ناجائز ہو جائے گا۔

۲۶۔ اگر استاد کو تقریر کے وقت اپنی طرف زیادہ متوجہ کرنا چاہے شوق وطلب زیادہ پیدا کرے کیونکہ طالب ہی کی طرف مطلوب پہنچتا ہے۔

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود　　　ہر کجا دردے شفا آنجا رود

۲۷۔ قاعدوں کی اور مسئلوں کی تقریر آپس میں استاد کے سامنے کر لیا کریں تاکہ قواعد محفوظ ہوں اور زبان میں گویائی آئے ورنہ زبان سے مطلب کو ادا نہ کر سکے گا۔

متفرق آداب مدرس

۱۔ سوال وجواب میں مطابقت ہونا چاہئے نہ جواب بڑھے نہ سائل کا سوال دہرائے۔ نہ جواب میں سوال کے الفاظ آئیں بجز ان الفاظ کے جن سے تعرض ضروری ہے۔

۲۔ جب نماز اکیلا پڑھے یا وہ نماز پڑھے جس میں آہستہ پڑھا جاتا ہے تو قرآن مجید کو بنا کر پڑھے اور جیسی سورتیں پڑھنی مسنون ہیں ویسی سورتیں پڑھے کیونکہ اس کے خلاف میں تلاوت خدا کیلئے نہیں ہوتی بلکہ آدمیوں کیلئے ہوتی ہے اس لئے کہ جب زور سے پڑھتا ہے تو بنا کر پڑھتا ہے اور آہستہ پڑھتا ہے تو بگاڑ کر پڑھتا ہے تو مدنظر آدمیوں کو سنانا ہوا۔

۳۔ الفاظ انگریزی ہرگز استعمال نہ کرے اس میں بوحب دنیا کی پائی جاتی ہے کہ دنیا نہ ملی تو دنیا داروں کے الفاظ ہی سے جی خوش کر لیں اور لباس وپوشاک میں بھی یہی بات ہے اگر الفاظ بوجہ پسند ہونے کے کہنا ہے تو مسلمان آدمی کو الفاظ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کے کیوں نہ پسند ہوئے جب سب زبانوں سے اچھی زبان ہے بڑی غیرت کی بات ہے کہ جس کو ہم پیشوا مانیں ان کا نام نماز میں التحیات میں درود میں لیں۔ اپنے کو ان کا جانثار کہیں اور لباس پوشاک اور بول چال ان کی نہ پسند کریں ہاں اگر مجبوری ہو کہ کوئی انگریزی

دان عربی اردو الفاظ نہ سمجھے اس کے سمجھانے کیلئے ڈکٹیشن وغیرہ بول دے تو مضائقہ نہیں۔

۴۔ اگر اپنا کہنا بیان کرنا ہو تو یوں کہے کہ میں نے عرض کیا تھا اور اگر بڑے کا کہنا بیان کرنا ہو تو یوں کہے آپ نے فرمایا تھا۔

۵۔ سوال کے جواب میں تاخیر نہ کرے جلدی سے جو دل میں ہو کہہ دے اور نہ جواب دینے میں باتیں بنائے۔

۶۔ جس سے کچھ نفع دینی یا دنیوی حاصل کرنا چاہتا ہو اس کا مطیع بنے ورنہ ہرگز نفع نہ ہوگا۔

۷۔ اگر کوئی شخص سوال کرے تو اس کے جواب میں ہر پہلو پر نظر کرے اور ہر مصالح پر بھی اگر تمہارا کام ہو تو خود سوچ کر جواب دے دو یوں نہ کہو کہ جیسا آپ کہیں مثلاً استاد کسی سے سوال کرے کہ کتنے دن میں آموختہ مناؤ گے یا امتحان دو گے یا کتنے دن قیام کرو گے تو اس میں اپنی مہلت وقوت حافظہ وغیرہ کو تم خود سوچ کر جواب دو سائل کیا جانے یعنی تمہارے حافظہ وغیرہ کو۔ (مجالس ابرار)

علمی بات اگر سمجھ نہ آئے تو اساتذہ سے سمجھو

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا کہ لوگوں کو چاہئے میری کوئی علمی بات اگر ان کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اپنے اساتذہ سے دریافت کریں یہ مجلس قیل وقال کی نہیں ہے یہ اس پر فرمایا تھا کہ ایک صاحب نے کسی بات کو دوبارہ دریافت کیا اور بات علمی تھی پھر بھی اس کی سمجھ میں نہ آئی اور حضرت نے دریافت بھی فرمایا کہ سمجھے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے اس پر یہ گزشتہ جملہ فرمایا۔ (ملفوظات ج ۲۶)

ساتھیوں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''عبادت کرو اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنے قرابتیوں اور یتیموں اور فقیروں اور قرابتی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور جو تمہارا ہم صحبت پاس بیٹھنے والا ہو ان سب کے ساتھ احسان کرو''۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا اس آیت سے شرکاء تعلم کا حق دو طرح

ثابت ہوتا ہے ایک اس لفظ سے **والجار الجنب** اور دوسرا اس لفظ سے **والصاحب بالجنب** کیونکہ اس کا جار ہونا بھی ظاہر ہے اور صاحب بالجنب ہونا بھی ظاہر ہے۔ چنانچہ مفسرین نے شریک فی التعلم کے ساتھ اس کی تفسیر بھی کی ہے۔

ہمسایہ سے بھائیوں جیسا معاملہ کرنا چاہئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑ لو اور متفرق مت ہو اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہے جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی نعمت سے بھائی ہو گئے اور تم دوزخ کے کنارے پر تھے تم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بچایا''۔ الخ۔

ظاہر ہے کہ تعلم علوم دینیہ اعتصام بحبل اللہ ہے اور یہاں ایسی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہ کو اخوان فرما رہے ہیں کہ وہ معتصم بحبل اللہ اور تعلم دین میں شریک تھے جب یہ اعتصام اور شرکت مقتضی ہوگئی اخوۃ کو پس جو حقوق اخوان کے ہوں گے وہ اس تعلق میں بھی قابل رعایت ہوں گے۔

ساتھیوں کے ساتھ رعایت کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جب کہا جائے تم کو کشادگی کر دو مجلس میں تو فوراً کشادگی کر دو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کر دے گا (یعنی دنیا و آخرت میں) اور جب کہا جائے تم کو اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو درجے بلند کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے جو تم میں سے ایمان لائے اور ان لوگوں کے جن کو علم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرکاء تعلیم کو بیٹھنے کی جگہ دینے کیلئے اہتمام کرنا چاہئے جو امکان میں ہو۔

ناغہ شدہ سبق کا ساتھی سے تکرار کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اور ایک شخص میرا پڑوسی انصاری عوالی مدینہ میں کچھ فاصلہ پر رہا کرتے تھے اور باری باری جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ایک دن میں اور ایک دن وہ جس دن میں جاتا تو جو سن کر آتا اس

سے بیان کر دیتا اور جس دن وہ جاتا تو جو سن کر آتا مجھ سے بیان کر دیتا (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنا شریک فی التعلم اگر کسی سبق میں حاضر نہ ہو تو ناغہ شدہ سبق کا اس کو تکرار کر دیا جائے اور یہ اس کا حق ہے اور یہاں سے مدارس میں باری باری پڑھنے کی بھی اصل نکلتی ہے۔

حضرت ابوشریح رحمہ اللہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ احکام بیان فرمائے اور بعد میں فرمایا کہ جو لوگ حاضر ہیں اور وعظ سنا ہے وہ غائبوں کو پہنچا دیں۔ (بخاری)

اس حدیث سے بھی مثل حدیث سابق حق بالا ثابت ہوتا ہے۔

مجلس میں بعد میں آنے والوں کے متعلق نصیحت

حضرت ابوواقد لیثی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع کچھ آدمیوں کے مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ناگاہ تین آدمی آئے دو تو مجلس میں بیٹھ گئے ایک کنارہ پر سب کے پیچھے اور ایک مجلس میں کشادگی پا کر اندر بیٹھ گیا اور تیسرا چلا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا ان تین شخصوں کے حال کی اطلاع نہ دوں ایک شخص نے تو اللہ کی طرف سے ٹھکانہ ڈھونڈا اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹھکانہ دیدیا۔ ایک نے شرم کی اور کنارہ پر بیٹھ گیا۔ اللہ نے اس سے شرم کی اور تیسرے نے اللہ سے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔ (رواہ البخاری)

اس حدیث سے شرکاء مجلس علم کا یہ حق معلوم ہوا کہ بعد میں آنے والے کو چاہئے کہ دیکھ لے کہ حلقہ میں گنجائش ہے یا نہیں اگر گنجائش ہو تو برابر میں بیٹھ جانا مضائقہ نہیں ورنہ لوگوں کو پریشان نہ کرے ان کے پیچھے بیٹھ جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیچھے بیٹھنے سے عار کرنا سبب ہے اعراض حق تعالیٰ کا۔ (بخاری)

اگر کوئی ساتھی دیر سے آئے تو اس کو جگہ دینا چاہئے

حضرت واثلہ بن خطاب سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے آپ اس کیلئے ذرا سرکے کہ جگہ فراغ ہو جائے تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جگہ وسیع ہے تو آپ نے فرمایا کہ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ جب اس کو دیکھے تو اس کیلئے کچھ ہلے اور جنبش کرے۔ (شعب الایمان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریک فی التعلم کا بدرجہ اولیٰ یہ حق ہے کہ اس کے آنے کے وقت ضرور اس کو بیٹھنے کی جگہ دے بعض طلباء اس میں بہت مروتی کرتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو مذی بہت آتی تھی (اس کا مسئلہ پوچھنا تھا خود) تو (بسبب شرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا نہیں) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مذی نکلنے سے وضو آتا ہے۔ (یعنی غسل نہیں آتا) (بخاری)

اس حدیث سے یہ حق معلوم ہوا کہ اگر کوئی اپنا ہم سبق استاد سے کوئی بات پوچھتا ہوا شرمائے اور اس سے پوچھنے کی درخواست کرے تو خود غرضی کو چھوڑ کر پوچھ لے البتہ اگر نامعقول سوال ہو تو عذر کر دے یا استاد کسی مصلحت سے کہے کہ جس کا سوال ہے وہ خود کرے تو اس وقت ہی پر عمل کرے یہ تو چند نصوص قناعت اجمالیہ طالب کیلئے اس باب میں نقل کر دیئے گئے ہیں باقی اس کی تفصیل و تکمیل کیلئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل باب معاشرت میں دیکھ لینا کافی ہے۔ اب تو ادائے حقوق درکنار بعضے سلسلوں میں تو مصرع۔

مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان

پر بھی عمل نہیں رہا بلکہ استاد بھائیوں اور پیر بھائیوں میں باہم تحاسد و تباغض اور تنافر و تزاحم اغراض ہیں اور استاد یا پیر سے ایک دوسرے کی چغلی اور غیبت اور دوسروں کے سامنے تحقیر و تنقیص کرتے ہیں الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کو ہمارے بزرگوں کی برکت سے اس بلا سے تو بہت کچھ محفوظ رکھا ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھے۔ (اصلاح انقلاب امت)

ایک طالب علم کی عقل پر اظہار افسوس

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک طالب علم کا خط آیا ہے لکھا ہے

کہ علم کی محبت بڑھانے کیلئے کوئی تعویذ یا دوا تحریر فرمائیں میں نے صرف یہ لکھا ہے کہ افسوس اس عقل پر پھر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ذہن میں دعا ہوگی لیکن دوا لکھا گیا مگر میں نے تو دوا ہی کی بناء پر جواب لکھا ہے۔ (ملفوظات ج ۶)

طلباء کیلئے ضروری ارشادات

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

۱۔ طلبائے کرام آپس میں ایک دوسرے کی دعوت نہ کیا کریں اس میں تعلیمی خلل اور نقصان کے علاوہ ذلت بھی ہے چنانچہ مشاہدہ کیا گیا کہ دعوتوں کی زیر باری سے طلبا کو اپنی بحرالرائق فروخت کرنی پڑی اور اپنا بستہ تک کسی دکاندار کے یہاں رہن رکھنا پڑا۔

۲۔ اساتذہ کرام کی سخت اور ڈانٹ کو نعمت سمجھیں مشہور ہے جو استاد بہ از جور پدر (ترجمہ۔ استاد کی سختی بہتر ہے باپ کی سختی سے)

۳۔ باوضو رہنے کا اہتمام کیا جائے بالخصوص مطالعہ باوضو کیا جائے علامہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے ایک رات میں ۱۷ بار وضو کیا کیونکہ دستوں کی وجہ سے وضو ٹوٹا جاتا تھا لیکن مطالعہ بدون وضو گوارا نہ کیا۔

۴۔ مطالعہ اپنے ذمہ لازم کرلیں مطالعہ کا حاصل تمیز المعلوم من المجہول ہے یعنی اگر سب نہ سمجھ میں آئے تو نہ گھبرایئے کم از کم اتنا تو نفع ہوگا کہ معلوم ہو جائے گا کہ اتنا حصہ سبق کا سمجھ میں آگیا اور اتنا سمجھ میں نہ آیا پھر استاد سے سبق پڑھتے وقت مجہول بھی معلوم ہو جائے گا مطالعہ میں بڑی برکت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔

۵۔ استاد کا خوب ادب کرے استاد کا دل اگر مکدر کر دیا پھر ایسے شاگرد کو سبق سمجھ میں نہ آئے گا عقل سے برکت اٹھ جائے گی۔

۶۔ اپنے کمروں کے سامنے اور احاطہ مدرسہ میں کاغذ کے ٹکڑوں کو اٹھا لیا کریں کاغذ آلہ علم ہے اس کا ادب ضروری ہے نظافت وصفائی بھی دین میں مطلوب ہے۔

۷۔ چارپائی بستر اور ظروف قاعدے سے رکھئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "ہر چیز میں اعتدال اور جمال مطلوب ہے"۔

۸۔ تکبیر اولیٰ سے نماز کا اہتمام ہونا چاہئے ایک رئیس اذان سن کر ترازو اٹھائے ہوئے تھے فوراً رکھ دیا اور گاہک سے کہہ دیا یا بعد نماز تولوں گا مسجد گئے اور اسی وقت ایک دکان پر ایک مولوی صاحب اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے نماز جماعت سے نہ ادا کی ان کی وقعت اس دکاندار کے قلب سے نکل گئی حالانکہ اس نے خود بھی نماز جماعت سے نہیں ادا کی تھی لیکن اس نے کہا کہ ہم تو عامی ہیں یہ تو عالم ہیں کچھ خاص اعمال ایسے ہیں جن سے عوام الناس طلباء اور علماء سے جلد بدگمان ہو جاتے ہیں۔

۹۔ بال ہپی (انگریزی باتوں کا سٹائل) جیسے نہ ہوں۔

۱۰۔ پائجامے ٹخنے سے نیچے نہ ہوں۔

۱۱۔ طلباء کرام کا اصلی نام طالب العلم والعمل تھا پھر تخفیف کر کے طالب علم رہ گیا علم کا مقصد عمل ہے۔

۱۲۔ اذان سنتے ہی مسجد میں جایئے اور مسجد میں باتیں ہرگز نہ کریں درود شریف پڑھتے رہیں اعتکاف کی نیت کرلیں۔

۱۳۔ اذکار مسنونہ کو زبانی یاد کریں اور اپنے اپنے وقت پر ان دعاؤں کو پڑھ لیا کریں۔ (مجالس ابرار)

شاگرد ہو تو ایسا

امام شعبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگتے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ رکاب تھام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ (صحابی) نے مجاہد رحمہ اللہ (تابعی) کی رکاب تھامی۔ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ' امام زہری رحمہ اللہ کی رکاب تھامتے تھے۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی ہیبت ہم پر ایسی ہوتی تھی جیسے بادشاہ کی ہوتی ہے اور یہی حال امام مالک رحمہ اللہ کے شاگردوں کا امام مالک رحمہ اللہ کے ساتھ تھا۔ (آداب شرعیہ)

امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) ساتویں گلی میں استاد کے گھر کی طرف کبھی پاؤں کر کے نہیں سوئے۔ (مخزن اخلاق، تعلیم المتعلم)

حماد بن سلیمان کی ہمشیرہ عاتکہ رحمہا اللہ کا بیان ہے ''امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) ہمارے

گھر کی روئی دھنتے تھے، ہمارا دودھ اور ترکاری خریدتے تھے اور اسی طرح کے بہت سے (گھریلو) کام کرتے تھے۔ علامہ کوثری رحمہ اللہ اس بیان کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ طالِ علمی میں اسلاف اس طرح خدمت گزاری کرتے تھے اور اسی سے انہوں نے علم میں برکت پائی۔ (مقدمہ نصب الرایہ)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاد امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے ورق بہت آہستہ الٹتا تھا کہ اس کی آواز ان کو سنائی نہ دے۔ (مخزن اخلاق، آداب متعلمین)

امام احمد رحمہ اللہ ادب کی وجہ سے کبھی اپنے استاد کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ کنیت سے ذکر کرتے تھے۔ (مخزن اخلاق، آداب متعلمین)

امام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے استاد امام شافعی رحمہ اللہ کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرأت نہ ہوئی۔ (آداب متعلمین)

استاد کی ٹوپی بھگو کر پی گئے

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضل رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی مرزا صاحب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ (ٹوپی) جو پندرہ برس تک آپ کے عمامے کے نیچے رہ چکی تھی مجھے عنایت فرمائی میں نے رات کے وقت گرم پانی میں وہ ٹوپی بھگودی صبح کے وقت وہ پانی املتاش کے شربت سے بھی زیادہ سیاہ ہوگیا تھا میں اس پانی کو پی گیا۔ اس پانی کی برکت سے میرا دماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا رسا (تیز) ہوگیا کہ کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی۔ (مقامات مظہری ص ۲۹)

استاد کا درجہ ماں باپ سے بڑھ کر!

سکندر سے کسی نے پوچھا کہ آپ استاد کو باپ پر کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ جواب دیا "اس لئے کہ باپ تو مجھے آسمان سے زمین پر لایا اور میرا استاد ارسطو مجھے زمین سے آسمان پر لے گیا۔ باپ سبب حیات فانی اور استاد سبب حیات جاودانی ہے۔ باپ نے میرے جسم کی پرورش کی ہے اور استاد نے میری جان و روح کی۔ (مخزن اخلاق)

جوتیاں سر پر رکھیں

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا تو روانگی سے قبل حضرت مولانا قاسم صاحب رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے دہلیز کے پاس کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اماں جی مجھے اپنی جوتیاں عنایت فرمادیں چنانچہ ان کی جوتیاں سر پر رکھ کر دیر تک روتے رہے اور فرمایا کہ میں اپنے استاد کا حق کما حقہ ادا نہ کر سکا شاید میرا یہ عمل اس کوتاہی کی تلافی کر سکے۔

استاد کی شخصیت اور ان کا وجود عظیم نعمت ہے، اس نعمت کی قدر و قیمت کا اندازہ صحیح طور پر اسی وقت ہوتا ہے، جب یہ سایہ عاطفت سر سے اٹھ جاتا ہے پھر چومنے اور سر پر رکھنے کیلئے جوتیوں کو غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ (تربیتی واقعات)

احترام اساتذہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی نصیحتیں

برکۃ العصرہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) آپ بیتی میں ایک مقام پر فرماتے ہیں: ''ہم نے اعتدال میں بھی اس مضمون پر طویل کلام لکھا ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ طے شدہ امر ہے اور عادت اللہ ہمیشہ سے یہی جاری ہے کہ اساتذہ کا احترام نہ کرنے والا کبھی بھی علم سے منتفع نہیں ہو سکتا جہاں کہیں ائمہ فن طالب علم کے اصول لکھتے ہیں اس چیز کو نہایت اہتمام سے ذکر فرماتے ہیں اور محدثین نے تو مستقل طور پر آداب طالب کا باب ذکر کیا ہے جو اوجز المسالک کے مقدمہ میں مفصل مذکور ہے۔ اس میں اس چیز کو خاص طور پر سے ذکر کیا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے بھی احیاء العلوم میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ استاد کے ہاتھ میں کلیتاً اپنی باگ دے دے اور بالکل اسی طرح انقیاد کرے جیسا کہ بیمار، مشفق طبیب کے سامنے ہوتا ہے۔ علامہ زرنوجی رحمہ اللہ نے تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ میں طلبا کو دیکھتا ہوں کہ وہ علم کے منافع سے بہرہ یاب نہیں ہوتے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے شرائط اور آداب کا لحاظ نہیں رکھتے اسی وجہ سے محروم رہتے ہیں اس سلسلے میں انہوں نے ایک مستقل فصل اساتذہ کی تعظیم کے ضروری ہونے میں لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ طالب علم، علم سے منتفع ہو ہی نہیں سکتا جب تک علم اور علماء اور اساتذہ کا احترام نہ کرے جس شخص نے جو کچھ حاصل کیا

وہ احترام سے کیا ہے اور جو گرا ہے وہ بے حرمتی سے گرا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ آدمی گناہ سے کافر نہیں ہوتا البتہ دین کی کسی جز کی بے حرمتی کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ امام سدید الدین شیرازی فرماتے ہیں کہ میں نے مشائخ سے سنا ہے جو شخص چاہے اس کا لڑکا عالم ہو جائے اس کو چاہیئے کہ علماء کا اعزاز و اکرام بہت کرتا رہے اور ان کی خدمت کثرت سے کرے اگر بیٹا عالم نہ ہو تو پوتا ضرور عالم ہو جائے گا''۔ (آپ بیتی)

آداب مجلس

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں: ایک صاحب نے چھینک کر زور سے **الحمدللہ** کہا حضرت خطوط لکھ رہے تھے **یرحمک اللہ** کہہ کر پھر فرمایا کہ بھلے مانس چپکے ہی سے کہہ لیا ہوتا۔ اب سب کام چھوڑ چھاڑ کر آپ کی چھینک کا حق ادا کریں پھر فرمایا کہ ایسے موقع پر جب کہ دوسرے لوگ کام میں مشغول ہوں چھینکنے کے بعد **الحمدللہ** آہستہ سے کہنا چاہیئے میں ہمیشہ آہستہ سے کہتا ہوں کہ دوسروں پر خواہ مخواہ جواب واجب نہ ہو اسی طرح حضرت سجدہ کی آیت کو آہستہ سے تلاوت فرماتے ہیں ایک بار فرمایا کہ جب مجلس جمی ہوئی ہو اور گفتگو ہو رہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہیئے نہ مصافحہ کرنا چاہیئے۔ بعضے لوگ بیچ میں السلام علیکم کہہ کر لٹھ سا مار دیتے ہیں اور پھر ایک طرف سے مصافحہ کرنا شروع کر دیتے ہیں جس سے گفتگو کا سارا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور تمام مجمع پریشان ہو جاتا ہے یہ آداب مجلس کے خلاف ہے اس سے دوسروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے فرمایا کہ کام کی مشغولی میں گو سلام کا چھینک کا جواب دینا واجب نہیں لیکن پھر بھی جواب نہ دینا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر جواب نہ دیا جائے تو دل شکنی ہوتی ہے اور اگر کچھ دیر کے بعد دیا جائے تو اتنی دیر تک تو دل شکنی ہوئی عرض کیا گیا کہ کیا یہ ہر قسم کی مشغولی میں سلام کا جواب واجب نہیں۔ (ملفوظات ج ۱۷)

استاد کے ساتھ بے وفائی کی ایک صورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے زمانہ طالب علمی میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے یہاں گنگوہ میں دورہ حدیث ہوتا تھا اور صحاح ستہ کا درس خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دیتے تھے۔ دیوبند سے اکثر طلباء دورہ حدیث سے پہلے کی کتابیں پڑھ

کر دورہ حدیث کیلئے گنگوہ چلے جاتے تھے۔ دیوبند میں کم رہ جاتے تھے مجھے چونکہ حضرت مولانا یعقوب صاحب سے گہری محبت تھی مجھے بے وفائی معلوم ہوئی کہ میں دورہ حدیث کیلئے ان کو چھوڑ کر جاؤں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے حدیث میں بھی اپنے دوسرے ساتھیوں سے کم نہیں رکھا۔ (مجالس حکیم الامت)

تنہا حجرہ میں تکرار کرنا

میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قصہ ہے کہ علامہ قطب الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کیلئے اس وقت پہنچے جب وہ پیر فرتوت (بہت بوڑھے) ہو چکے تھے علامہ نے بڑھاپے کا عذر کیا اور اپنے شاگرد مبارک شاہ کے پاس بھیج دیا یہ مبارک شاہ قطب الدین کے غلام تھے بچپن سے انہوں نے مبارک شاہ کو پالا پوسا اور پڑھایا یہاں تک کہ وہ مدرس ہو گئے اور ہر علم وفن میں فاضل و ماہر تھے۔

عام طور پر لوگ ان کو مبارک شاہ منطقی کے نام سے موسوم کرتے تھے خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ مبارک شاہ نے میر سید صاحب کو اپنے حلقہ درس میں صرف بیٹھنے اور سننے کی اجازت دی پوچھنے اور قرأت کرنے کی اجازت نہ دی ایک دن مبارک شاہ رات کو یہ دیکھنے کیلئے کہ طلبہ کیا کر رہے ہیں چپ چاپ نکلے سید صاحب جس حجرہ میں رہتے تھے وہاں سے آواز آرہی تھی کہ کتاب کے مصنف نے تو یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے اور استاد نے یوں بیان فرمایا ہے اور میں اس مسئلہ کی تقریر یوں کرتا ہوں مبارک شاہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر سننے لگے میر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا انداز اتنا دلچسپ تھا کہ مبارک شاہ کو وجد آ گیا۔ (مفتاح)

استاد کا شاگرد سے سبق پڑھوانا

اس سے قبل کے دور میں اساتذہ اپنے شاگردوں کے تکرار پر بہت زور دیتے تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ طلبہ کو پڑھنے ہی کے زمانہ میں اتنی مہارت ہو جاتی تھی کہ بے پڑھی کتابوں کے اسباق اساتذہ ان سے پڑھواتے۔

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی خودنوشت سوانح حیات میں تحریر

فرماتے ہیں کہ جس کتاب کے پڑھنے سے فارغ ہوتا اس کو پڑھانا شروع کر دیتا' آگے چل کر فرماتے ہیں کہ تمام علوم میں میری لیاقت پختہ ہوگئی اللہ حی وقیوم کی اعانت سے مجھے کسی کتاب کے سمجھانے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی تھی خواہ کوئی سی بھی کتاب ہو اور کسی فن کی ہوحتیٰ کہ اس مشق کی بنیاد پر ایسی کتابیں بھی میں نے پڑھا دیں جنہیں استاد سے نہیں پڑھا تھا مثلاً طوسی کی شرح اشارہ' رفق المبین' طب میں قانون شیخ اور عروض کے رسالے۔

ظاہر ہے کہ یہ معمولی استعداد کا نتیجہ نہیں ہوسکتا پھر اس زمانہ کے طلبہ کو پڑھانا جس زمانہ میں بغیر مباحثہ اور ردوقدح کے کوئی طالب علم سبق نہ پڑھتا تھا ایسے دور میں ان سب کو مطمئن کر دینا کوئی آسان بات نہ تھی۔

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ "جس طریقہ سے میں طلبہ کو پڑھایا کرتا تھا اس طرز سے طلبہ کو اپنے درس سے خوش رکھتا تھا' حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے تھے سوا آخری کتابوں کے باقی سب کتابیں اپنے شاگرد ہی سے پڑھواتے تھے۔ (مثالی استاد)

اسباق کو باوضو پڑھنا چاہئے

طلباء کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ اگر ہوسکے تو حتی الامکان درس میں باوضو ہوکر استاد کے پاس حاضری دیں خصوصاً تفسیر اور قرأت اور حدیث کے اسباق میں بغیر وضو کے حاضر نہ ہوں' جیسے سلف صالحین نے کیا۔

۱۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث شریف کو لکھنے سے پہلے غسل کرتے اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے پھر اس حدیث کی صحت کے بارے میں استخارہ کرتے اس کے بعد اس حدیث کو اپنی صحیح بخاری شریف میں درج فرماتے اسی کی برکت ہے کہ آج پوری دنیا میں تمام مدارس دینیہ میں داخل درس ہے۔

۲۔ چنانچہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ الشیوخ سے نقل کیا ہے کہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر خوب سویرے پڑھ کر پڑھانے کیلئے بیٹھ جاتے اور صرف یہ کہہ کر "جو پہلے آیا ہو وہ پڑھے" شروع کر دیتے تھے اس کے بعد الاسبق فالاسبق قرأت ہوتی تھی ایک روز

موصوف نے خلاف عادت یوں کہا کہ ''جو دوسرے نمبر پر آیا ہو وہ پڑھے'' اس نے قرأت شروع کردی اور جو پہلے آیا تھا وہ پڑھنے سے رہ گیا اب حاضرین میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ اس سے کون سا قصور سرزد ہوا ہے مگر اسے یاد آیا کہ رات کو احتلام ہو گیا تھا شرکت درس کے باعث یاد نہیں رہا وہ بے چارہ فوراً غسل کر کے حاضر ہوا تو امام صاحب نے کہا جو سب سے پہلے آیا تھا وہ پڑھے۔وضو کے فضائل احادیث میں کثرت سے آئے ہیں دو حدیثیں حسب ذیل ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتے ہیں اور درجات بلند کرتے ہیں، دل نہ چاہنے کے باوجود مکمل وضو کرنا، مسجدوں کی طرف جانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا گویا اس نے اللہ کے راہ میں جہاد کیلئے گھوڑے باندھے ہیں۔(مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے، پھر اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا کر کہے '' **اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله**'' تو جنت کے آٹھوں دروازے اس کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔(ابوداؤد)

صاحب مصابیح تمام عمر تصنیف و تالیف اور حدیث وفقہ کے درس میں مشغول رہے ہمیشہ باوضو درس دیتے اور زہد و قناعت کی زندگی گزارتے تھے۔

شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو جو علم حاصل ہوا اس میں علم کی عظمت کا بڑا دخل ہے میرا یہ حال تھا کہ کبھی کسی کتاب کو بلا وضو نہیں چھوتا تھا۔

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ باوجود ریاحی امراض میں مبتلا ہونے کے بغیر وضو کے ساتھ میں کتاب نہ اٹھاتے تھے ایک بار مطالعہ کے درمیان میں ان کو سترہ مرتبہ تقریباً وضو کرنا پڑا اور عقلی وجہ اس کی یہ ہے کہ اصل میں علم نور ہے اور وضو بھی نور لہٰذا علم کا نور وضو کے نور کی وجہ سے زیادہ ہو جائے گا۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک دینیات کی کسی کتاب کا مطالعہ بے وضو نہیں کیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علم دین کی بے حد تعظیم وتوقیر فرمایا کرتے تھے جب کوئی حدیث بیان کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے وضو کرتے مجلس درس کے صدر مقام پر تشریف رکھتے داڑھی کے بالوں میں کنگھی کرتے خوشبو لگاتے پر وقار طریقے پر بیٹھتے پھر حدیث بیان کرتے' لوگوں نے اس اہتمام حدیث سے متعلق استفسار کیا تو فرمایا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتا ہوں۔

صحیح بخاری میں ابو واضح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ کے کسی راستے میں دیکھا چونکہ میں جنبی تھا اس لئے چھپ گیا پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوا' آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم کہاں تھے؟ عرض کیا مجھے نہانے کی ضرورت تھی اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا۔

سلطان محمود پر اپنے تقویٰ اور کسر نفسی کی وجہ سے حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا غلبہ رہا وہ اپنی زبان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک لانے میں حد درجہ احترام کرتا تھا اس کے ایک ندیم صاحب کا نام محمد تھا' وہ اس کو ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا ایک روز اس نے اس کو تاج الدین کہہ کر پکارا وہ آیا اور شاہی حکم کی تعمیل کر کے گھر گیا' تو تین دن تک سلطان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا' سلطان نے اس کو گھر سے بلا بھیجا اور اس غیر حاضری کا سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ آقا مجھے ہمیشہ محمد کے نام سے پکارا کرتے تھے اس روز خلاف عادت مجھے تاج الدین کے نام سے پکارا گیا تو میں سمجھا کہ مجھ سے کوئی بدگمانی پیدا ہو گئی ہے اس لئے میں نے اپنی صورت نہیں بتائی اور یہ تین دن میں نے بڑی بے چینی اور بے قراری سے گزارے۔ سلطان نے اس کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ میں تم سے بدگمان نہیں ہوں لیکن جب میں نے تاج الدین کہہ کر پکارا تھا اس وقت میں باوضو نہ تھا مجھے شرم آئی کہ محمد کا نام بے وضو لوں۔

کیا زمانہ تھا کہ وقت کا بادشاہ ادب واحترام کی اس بلندی پر تھا کہ بے وضو نام لینا بھی بے ادبی سمجھتا تھا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کیلئے وضو کرنا شرط نہیں لیکن ادب جب غلبہ حال کے درجہ میں آتا ہے تو ادب وتادب کے وہ محتملات سامنے آتے ہیں کہ ظواہر شریعت میں نشان بھی نہیں ہوتے بہر حال اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ بلا وضو کہتا نہیں تھا' پس طلبہ کو چاہئے کہ باوضو کتابوں کو پڑھیں۔

باوضو رہنے کی برکت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا بلال کیا عمل کرتے ہو کہ میں نے تمہارے جوتوں کی آواز جنت میں سنی' عرض کیا ہمیشہ باوضو رہتا ہوں اور جب نیا وضو کرتا ہوں تو دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھ لیتا ہوں۔

وضو بارعب بناتا ہے

فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلاف کعبہ کا کپڑا خریدنے کے واسطے کسی کو مصر بھیجا' ملک شام سے گزرتے ہوئے کسی راہب کا عبادت خانہ دکھائی دیا وہ صحابی ملاقات کیلئے ان کے پاس تشریف لے گئے دروازہ پر دستک دی' کافی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور ملاقات ہوئی اور انہوں نے راہب سے تاخیر کی وجہ معلوم کی' راہب نے کہا آپ کو دور سے آتا دیکھ کر ہم سب پر ایسی ہیبت طاری ہوئی جیسی کسی بادشاہ کی ہوتی ہے اس سے ڈر گئے اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگے اس کے بعد دروازہ کھولا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا اگر کسی بادشاہ کا خوف ہوا کرے تو وضو کر لیا کرو اور سب گھر والوں کو بھی وضو کرا دیا کرو' باوضو آدمی میری حفاظت میں ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا باوضو سبق پڑھنا

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ نے ارشاد فرمایا میرا ایک ساتھی اور دوست محمد حسن مرحوم تھا اس سے زیادہ صالح میں نے اپنے بچپن میں کسی اور ساتھی کو نہیں دیکھا ہم دونوں نے طے کر رکھا تھا کہ بے وضو کسی حدیث کو استاد کے سامنے نہیں پڑھنا ہے اور یہ کہ کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے' ہم دونوں سبق میں توأمین (جڑواں) کی طرح بیٹھتے تھے' کبھی وضو کی ضرورت ہوتی تو کہنی مار کر وہ اٹھ جاتا تو میں کہتا حضرت یہاں پر ایک اشکال ہے تاکہ سبق آگے نہ بڑھے وہ بھی وضو کر کے آجائے اسی طرح میں بھی کرتا تھا' چنانچہ ایک مرتبہ میں نے اشکال کیا کہ حضرت فتح القدیر میں یوں لکھا ہے تو حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارے فتح القدیر سے میں اپنی جگہ نمٹتا رہوں گا۔ پہلے ایک قصہ

سنائے دیتا ہوں' میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سبق میں اشعار و قصے بھی سنایا کرتے تھے اور میرے حضرت مجسم و باوقار تھے میرا بھی سبق میں معمول تھا کہ ششماہی تک والد صاحب کا تابع رہتا تھا اور اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا (مولانا خلیل احمد صاحب) کیونکہ کتاب ختم کرانی ہوتی محمد حسن مرحوم کا خط بھی بہت زیادہ پاکیزہ تھا۔ (صحبتے با اولیاء)

علم حدیث کا ادب ضروری ہے

حضرت علامہ محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے سنایا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی کے والد ماجد حضرت مولانا احمد سعید خان صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ حضرت تدریس حدیث میں جو انوار و برکات پہلے حاصل ہوتے تھے وہ کیفیت اب نہیں رہی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کل اس کا جواب دوں گا۔ اگلے دن حضرت نے فرمایا کہ بعض طلباء جنابت کی حالت میں درس حدیث میں شامل ہو جاتے ہیں اور وہ خود کو صرف سماع حدیث تک محدود رکھتے ہیں اس لئے انوار و برکات میں کمی آجاتی ہے۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے طلبا کے سامنے اس بات کا ذکر کیا تو بعض طلباء نے اقرار کیا۔

اس میں طلباء کا اکرام بھی ہے کہ وہ شوق حدیث میں ایسا کرتے ہیں اور سبق کے ناغہ سے بچنا چاہتے ہیں۔ (از مرتب)

بارش ہونے کے باوجود سبق کا ناغہ نہ کرنا

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا کرتے تھے' شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ہر وقت غمزدہ رہتے تھے ایک رات خواب میں دیکھا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ تم رنجیدہ نہ ہو اور شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ ان سے جا کر علم حاصل کر لو' علمی انہماک اور درس کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ کی تعطیل کے علاوہ کبھی گھر نہ جاتے تھے اور نہ خطوط پڑھتے اور نہ جواب دیتے' پانی پت

دہلی سے دور نہیں اکثر لوگوں کی آمد ورفت رہتی تھی، اگر ملاقاتی یا رشتہ دار مل گیا تو سلام اور اس کے جواب کے علاوہ کوئی بات نہ کرتے تھے اور فرماتے یہاں تو مجھے فرصت نہیں جب پانی پت آنا ہوگا تو وہاں بات کریں گے قیام گاہ مدرسہ سے دور تھی ایک مرتبہ سخت بارش ہو رہی تھی قریب کے طلبہ مدرسہ پہنچ گئے قاری صاحب کے انتظار میں حضرت شاہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے، طلبہ نے کہا: آج بارش بہت ہے قاری صاحب نہ آسکیں گے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے اتنے میں قاری صاحب گھڑے کے اندر کتاب لئے بھیگتے ہوئے پہنچ گئے، سردی کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ حضرت شاہ صاحب مسرور ہوئے طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا میں سمجھ رہا تھا کہ قاری صاحب سبق کا ناغہ نہ کریں گے اس کے بعد فرمایا: تم قاری صاحب کو نہیں سمجھتے! الفاظ حدیث میں ان کو پڑھاتا ہوں اور حدیث کی روح خود ان سے حاصل کرتا ہوں۔

آج کل کے طلبہ کو عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ ایسی تنگی کے باوجود کہ چھتری تک کا انتظام نہیں کر سکے اور اتنی دور رہنے کے باوجود سبق کا ناغہ نہ کیا' آج معمولی سی بارش میں مدرسہ کی چار دیواری کے اندر رہنے والے طلبہ کمرے سے درسگاہ تک جانا پسند نہیں کرتے اور مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ پورے مدرسہ کی تعطیل کر دی جائے' اگر کسی طالب علم کا ذہن ادھر نہیں گیا تو اساتذہ طلبہ سے درخواست دلاتے ہیں، سچ ہے نہ پہلے جیسے طلباء ہیں نہ اساتذہ پھر مدارس میں خیر و برکت کہاں سے آئے۔

سبق میں حاضری کا شوق

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سبق میں پہنچنے کیلئے اس قدر جلدی کرتا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے میری سانس پھولنے لگتی تھی، امام ثعلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پچاس برس سے برابر ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مجلس میں حاضر پاتا ہوں کبھی انہوں نے ناغہ نہیں کیا۔

سبق کے نہ ہونے پر حسرت و افسوس

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگ دہلی میں جب پڑھتے تھے تو استاد مولانا مملوک علی

رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ سلم پڑھا دیجئے' انہوں نے فرصت نہ ہونے کی وجہ سے انکار کردیا' آخر شاگردوں کے اصرار پر ہفتہ میں دو دن مقرر ہوئے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آنکلے اور ان کو دیکھ کر حضرت استاد مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع تمام مجمع کے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ لو بھائی حاجی صاحب آگئے' حاجی صاحب آگئے اور (مولانا رشید احمد صاحب سے) مخاطب ہوکر فرمایا کہ ''لو بھائی رشید اب سبق پھر ہوگا'' مجھے سبق کا بہت افسوس ہوا اور میں نے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ''بھائی یہ اچھا حاجی آیا ہمارا سبق ہی رہ گیا'' مولانا قاسم صاحب نے کہا ہاں ایسا مت کہو یہ بزرگ ہیں اور ''ایسے ہیں ایسے ہیں''، ''ہمیں کیا خبر تھی کہ یہی حاجی ہمیں مونڈ لیں گے'' اول زیارت مجھے اس وقت ہوئی تھی اس کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم دونوں کا حال دریافت فرمایا کرتے اور یوں کہا کرتے تھے کہ سارے طالب علموں میں وہ دو طالب علم (مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) ہوشیار معلوم ہوتے ہیں اور بس۔ (تذکرۃ الرشید)

مجلس میں بیٹھنے کے مختلف آداب

۱۔ جب مجلس جمی ہوئی ہو اور کوئی گفتگو ہو رہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہئے' بعض لوگ بیچ میں السلام علیکم کہہ کر لٹھ سا مار دیتے ہیں جس سے گفتگو کا سارا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور تمام مجمع پریشان ہو جاتا ہے۔

۲۔ ہمیشہ یاد رکھو پڑھتے ہوئے طالب علم کے پاس کبھی نہیں بیٹھنا چاہئے۔

۳۔ کام کی مشغولی کے وقت سلام اور چھینک کا جواب دینا واجب نہیں۔

۴۔ جس موقع پر سلام کرنے سے قلب مشوش ہو جائے اس موقع پر سلام نہ کرو۔

۵۔ مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو دیکھو مت کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر بھی مت بیٹھو۔

۶۔ جب جگہ میں وسعت ہو تو کسی کی طرف پشت کر کے نہ بیٹھنا چاہئے جگہ نہ ہو تو مجبوری ہے

مسلمان کا احترام اتنا ہے کہ بجز امامت کی ضرورت کے اس کی طرف پشت نہ کرنا چاہئے حتی کہ جواذ کار نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں ان میں بھی پشت نہ کرنا چاہئے گوخانہ کعبہ کی طرف پشت ہو جائے۔

۷۔ کسی کے پاس بیٹھنا ہو تو اس قدر مل کر نہ بیٹھو کہ اس کا دل گھبرائے اور نہ اس قدر فاصلہ پر بیٹھو کہ بات چیت کرنے میں تکلف ہو۔

۸۔ مجلس میں کسی کی طرف پاؤں نہ پھیلاؤ۔

۹۔ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھو۔

۱۰۔ جو شخص اپنی جگہ سے چلا جائے پھر جلدی آ کر بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ جگہ اس کا حق ہے دوسرے شخص کو وہاں نہ بیٹھنا چاہئے۔

۱۱۔ اگر کسی ضرورت سے مجلس سے اٹھنا اور پھر آ کر بیٹھنا منظور ہو تو اٹھتے وقت کوئی چیز رومال وغیرہ وہاں چھوڑ دے تا کہ حاضرین کو معلوم ہو جائے۔

۱۲۔ جو دو شخص قصداً مجلس میں ایک جگہ جمع ہوں انکے درمیان بلا انکی اجازت کے مت بیٹھو۔

۱۳۔ جب مجلس میں جاؤ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جاؤ یہ نہیں کہ تمام حلقے کو پھاند کر ممتاز جگہ پہنچ جاؤ۔

۱۴۔ مجلس میں ناک بھویں چڑھا کر مت بیٹھو۔ جمائی کو حتی الامکان روکو اگر نہ رکے تو منہ ڈھانک لینا چاہئے۔

رفقاء کے ساتھ ہمدردی

طالبعلم کو چاہئے کہ اپنے رفیقوں اور ساتھیوں کا احترام کرے اور ان کے حقوق کا لحاظ رکھے اور ساتھیوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

کمرے میں رہنے والے ساتھیوں کا بھی خیال رکھے' ان سے جھگڑا فساد نہ کرے' ان سے کوتاہی یا کسی قسم کا نقصان ہو جائے تو اس کو برداشت کرے' ان میں جو غریب ہوں حسب استطاعت اس کی امداد کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بزرگان دین کے واقعات کو سامنے رکھے کہ ان حضرات کے اندر کس قدر ایثار اور ہمدردی کا جذبہ تھا ایک غزوہ میں ایک صحابی کے چچازاد

بھائی کو کافی زخم لگا جس سے وہ گر گئے یہ صحابی ان کی تلاش میں نکلے دیکھا ایک جگہ پڑے ہوئے ہیں، جانکنی کا عالم ہے پانی مانگا، یہ پانی لے کر گئے تو قریب میں ایک دوسرے ساتھی پڑے تھے، وہ بھی پانی مانگ رہے تھے، ان کے بھائی نے اشارہ کیا کہ ان کو پلا دو، ان کے پاس لے کر گئے تو ایک تیسرے ساتھی نے جو وہاں پر زخمی پڑے تھے، پانی مانگا ان دوسرے صحابی نے اشارہ کیا کہ ان کو پلا دو، جب پلانے کیلئے گئے تو ان کا انتقال ہو چکا تھا، دوسرے کے پاس آئے تو ان کی بھی روح پرواز کر چکی تھی، بھائی کے پاس آئے تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے، یہ ایثار تھا کہ دوسرے کی ہمدردی میں سب نے پیاس کی حالت میں جان دے دی۔

بجلی کے استعمال میں احتیاط کرنا

طلبہ کو چاہئے کہ بجلی و لائٹ استعمال کرنے میں احتیاط کریں مدرسہ کی طرف سے جتنی دیر لائٹ استعمال کرنے کی اجازت ہو اس سے زیادہ استعمال نہ کریں اور کمروں سے نکلتے وقت لائٹ بند کر دیں بشرطیکہ کمروں میں کوئی موجود نہ ہو اسی طرح پنکھوں کے استعمال میں احتیاط رکھیں اور بلا ضرورت پنکھوں کو جاری نہ رکھیں۔

ایک طالب علم کی احتیاط کا واقعہ

ایک طالب علم نے بعد نماز عشاء تھوڑی دیر کے بعد ایک چراغ بجھا کر دوسرا چراغ جلایا اور مطالعہ کیلئے بیٹھ گیا، ایک بزرگ جو وہاں اتفاق سے موجود تھے اس کی وجہ دریافت کی، طالب علم نے کہا یہ مسجد کا چراغ تھا، جتنی دیر اس کے جلنے کی اجازت ہے اتنی دیر اس کو جلاتا ہوں بعد میں اپنا تیل جلا کر مطالعہ کرتا ہوں، اس بزرگ نے دریافت کیا آپ کا کسی سے اصلاحی تعلق ہے؟ طالب علم نے کہا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ سے، بزرگ نے کہا: اس کا اثر ہونا چاہئے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لالٹین جلانے میں احتیاط

ایک سفر میں کسی چھوٹے اسٹیشن پر بارش کی وجہ سے اسٹیشن ماسٹر نے حکیم الامت کو گودام میں ٹھہرا دیا جب رات ہوئی تو ریلوے کے کسی ملازم کو اس میں لالٹین جلانے کا حکم بھی

دے دیا، حضرت کو شبہ ہوا کہ کہیں ریلوے کمپنی کی لالٹین نہ ہو، لیکن اس خیال سے منع فرمانے میں بھی تامل ہوا کہ یہ ہندو ہے، دل میں کہے گا کہ اسلام میں ایسی تنگی اور سختی ہے، اس کشمکش میں دل ہی دل میں دعا شروع فرمادی، کہ یا اللہ آپ ہی اس سے بچایئے، اس کے بعد ہی بابو نے ملازم سے پکار کر کہا کہ دیکھو اسٹیشن کی نہیں ہمارے لالٹین جلانا حضرت نے اللہ کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اسٹیشن کی لالٹین تھوڑا ہی جلنے دیتا، اندھیرے ہی میں بیٹھا رہتا۔

حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کا احتیاط زمانہ طالب علمی میں

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ کو زمانہ طالب علمی میں مہتمم صاحب دارالعلوم نے کسی کام سے تھانہ بھون حضرت حکیم الامت کی خدمت میں بھیجا، کرایہ کیلئے پیسے دیئے کچھ پیسے بچ گئے، آپ نے جا کر مہتمم صاحب کو واپس کر دیئے ایک مقام پر قیام تھا، سامنے نیم کا درخت تھا، جس کے کئی حصہ دار تھے، مسواک کی ضرورت ہوئی تو آپ نے سب شرکاء سے اجازت لینے کے بعد مسواک لی۔

جاہل شاگرد کیلئے استاد کی نصیحت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب سے ان کے شاگرد فارغ ہو کر وطن جانے لگے تو انہوں نے استاد سے کہا کہ مجھے تو کچھ آتا نہیں اگر لوگوں نے مجھ سے کچھ پوچھا تو میں کیا جواب دوں گا۔ ان مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم یہ کہہ دیا کرنا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے چنانچہ ان سے جو جو مسائل بھی کسی نے پوچھے سب کا جواب انہوں نے یہی دیا کہ اس میں اختلاف ہے اس میں اختلاف ہے اس کے سوا بس اور کچھ زبان سے نکالتے ہی نہ تھے۔

لوگوں نے خیال کیا کہ واقعی یہ بڑے زبردست عالم معلوم ہوتے ہیں کہ جو ہر مسئلہ مختلف فیہ بتلاتے ہیں اور متدین بھی ہیں کہ جو اختلاف کے لفظ کے سوائے اور کچھ زبان سے نہیں نکالتے ایک شخص چلتے ہوئے تھے سمجھ گئے کہ انہیں کچھ آتا جاتا معلوم نہیں ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے ان سے یہ سوال کیا کہ حضرت آپ توحید باری تعالیٰ کے مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں مولوی صاحب کے شاگرد نے مثل اور سوالوں کے جوابات کے اس کا بھی وہی

جواب دیا کہ (نعوذ باللہ منہ جامع عفی عنہ) اس مسئلہ میں اختلاف ہے بس اس جواب سے ان کا سب بھید کھل گیا اور حقیقت معلوم ہوگئی کہ یہ کچھ بھی نہیں جانتے۔

بُری باتوں سے احتراز

طالب علم کو چاہئے کہ اپنے نفس کو رذیل عادات اور بری صفات سے پاک کرے جھوٹ غیبت، بہتان، سرقہ، فضول گفتگو، سینما بینی، ٹی وی بینی، داڑھی کٹوانے، غیر شرعی بال رکھنے فیشن والا لباس پہننے لواطت کرنے، بغیر کرایہ ادا کئے سفر کرنے سے اپنے کو بچاتا رہے، اس لئے کہ علم دل کی عبادت ہے، جو ایک باطنی شئے ہے پس جس طرح نماز جو ظاہری اعضاء کی عبادت ہے بغیر طہارت کے درست نہیں ہوتی اسی طرح علم جو باطنی عبادت ہے بغیر طہارت باطنی کے حاصل نہیں ہوتی۔

طلباء کیلئے ایک اہم فکر انگیز حدیث

تعلیم المتعلم میں ایک حدیث نقل کی ہے، ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص زمانہ طالب علمی میں گناہوں سے احتیاط نہیں کرتا خدا تعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا کرتا ہے، یا تو وہ عین جوانی میں مرجاتا ہے یا پھر باوجود فضل وکمال کے ایسی جگہوں پر مارا مارا پھرتا ہے جہاں اس کا علم ضائع ہوجاتا ہے اور علم کی اشاعت نہیں کرپاتا یا کسی بادشاہ یا رئیس کی خدمت میں ذلتیں برداشت کرتا ہے، طالب علم اگر پرہیزگار ہوگا تو اس کے علم سے لوگوں کو بھی نفع ہوگا اور خود اس پر عمل کی راہیں کھلیں گی۔

ایک فقیہ زاہد نے ایک طالب علم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو غیبت سے بچتے رہنا اور بے ہودہ گو طلبہ کے ساتھ ہرگز نشست وبرخاست نہ کرنا جو شخص بے ہودہ گوئی میں لگا رہتا ہے وہ اپنا اور تیرا دونوں کا وقت ضائع کرتا ہے، گناہ گار اور مفسد لوگوں سے اجتناب اور صلحاء کی صحبت بھی تقویٰ کی ایک قسم ہے۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرتے ہوئے روتے رہا کرو کیونکہ تم فقط علم حاصل نہیں کررہے ہو بلکہ اپنے اوپر حجت الٰہی کو اچھی طرح قائم کررہے ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جس طرح چراغ بلا جلائے روشنی نہیں دیتا اسی طرح علم بھی بلا عمل کے فائدہ نہیں دیتا۔

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین باتوں پر عمل کئے بغیر فائدہ نہیں ہوتا خواہ اسی صندوق کتابوں کے پڑھ (۱) دنیا سے محبت نہ رکھے کیونکہ یہ مسلمان کا گھر نہیں۔ (۲) شیطان سے دوستی نہ کرے کیونکہ یہ مسلمان کا رفیق نہیں (۳) کسی کو تکلیف نہ دے کیونکہ یہ مسلمان کا پیشہ نہیں۔

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: علم پڑھنا اور اس کا پڑھانا بے فائدہ ہے جب تک کہ اطاعت اور خوف بھی ساتھ ساتھ نہ بڑھے' حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم کے کام سے کلکتہ گئے' احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہاں کسی عزیز سے ملنے کیلئے گئے تو رکشے کے پیسے اپنے پاس سے دیئے حالانکہ ان کے ملنے میں مدرسہ کا بھی فائدہ تھا۔

مولانا عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مظاہر علوم سہارنپوری اور مولانا خلیل احمد صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ کی کوئی چیز اپنے اوپر استعمال نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ مدرسہ کے فرش پر بھی مدرسہ کے کام کے علاوہ نہ بیٹھتے تھے۔

اس قسم کے سینکڑوں واقعات اپنے اکابر کے ہیں جو دیانت' امانت تقویٰ کے ساتھ کام کر کے دنیا کیلئے ایک بہترین نمونہ چھوڑ گئے' آج کل مدارس کی چیزوں کو مال غنیمت سمجھا جاتا ہے' جس کے قبضہ میں جو چیز آ گئی ہو اس کو اپنی میراث سمجھتا ہے۔

تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو تو جب انسان اپنی تعلیم کو ملائکہ کے ذریعہ حاصل کرتا ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اخلاق ذمیمہ جو معاصی کہلاتے ہیں ان سے پرہیز کرے تاکہ یہ بری عادتیں اس کے علم کی رکاوٹ نہ بن سکیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ آداب وسنن کے معاملہ میں سستی و کاہلی سے کام نہ لے کیونکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ جو شخص آداب میں کوتاہی کرتا ہے وہ سنتوں میں کوتاہی کرے گا اور سنتوں میں کوتاہی کا اثر یہ ہوگا کہ اس سے فرائض چھوٹیں گے اور

ادائیگی فرض میں ذرا سی بھی غفلت آخرت کی نعمتوں سے محرومی کی علامت ہے طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ نماز کثرت سے پڑھتا رہے اور خشوع اور خضوع کا خاص طور سے خیال رکھے یہ چیز حصول علم میں مددگار اور برکتوں کا باعث ہوتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سیر وتفریح سے اجتناب

شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ العالی رقم طراز ہیں کہ والد صاحب (مفتی محمد شفیع) کو بچپن میں بھی کھیل کود کا شوق نہیں ہوا اسکے بعد جب دوسرے بچے کھیل کود یا سیر وتفریح میں لگتے والد صاحب حضرت شیخ الہند یا اپنے کسی دوسرے استاد کی مجلس میں جا بیٹھتے تھے پھر جب والد صاحب کا رشتہ تلمذ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا تو جو علمی مذاق گھٹی میں پڑا ہوا تھا اسے اور جلا ملی اور وسعت مطالعہ تحقیق وتدقیق اور کتب بینی کا صرف ذوق ہی نہیں بلکہ اس کی نہ مٹنے والی پیاس پیدا ہوئی۔ (میرے والد میرے شیخ)

طلباء نظافت کا خیال رکھیں

طالبعلم جب بیت الخلاء میں جائے تو اپنی حاجت سے فارغ ہونے کے بعد پانی ڈال کر گندگی صاف کردے اور ڈھیلے نالیوں میں نہ ڈالے اور لوٹوں کو حفاظت سے رکھے۔

غلاظت صاف کرنے کے بارے میں ایک واقعہ

حضرت قاری صدیق باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں مسجد کے سامنے بارہ عدد بیت الخلاء بنے ہوئے تھے' جو طلبہ واساتذہ کے بھی استعمال میں رہتے تھے' باندہ کے دیہاتی طلبہ جس جس طرح ان کو گندہ کر سکتے تھے کرتے تھے' لیکن صبح کے وقت سب بیت الخلاء روزانہ بالکل دھلے ہوئے ہوتے تھے کسی دھونے والے کا پتہ نہ چلتا تھا ایک مرتبہ تقریباً ڈھائی بجے مجھے بیت الخلاء جانے کی ضرورت محسوس ہوئی' جب میں کسی قدر قریب پہنچا تو دیکھا کہ کوئی صاحب مسجد کے وضوخانے کا پانی جس گڑھے میں جمع ہے اس سے بالٹی میں

پانی لے کر بیت الخلاء دھو رہے ہیں، غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو ہمارے حضرت قاری صدیق قدس سرہ ہی ہیں، کہاں کا تقاضا، خاموشی سے آ کر چار پائی پر لیٹ گیا اور حضرت کو یہ کرتے ہوئے دیکھتا رہا، آگے بڑھ کر حضرت کے ساتھ شریک ہونے کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ حضرت کو راز فاش ہو جانے پر افسوس ہوگا اور حضرت کو یہ سب کرتا دیکھ کر نیند کا کیا سوال اس کام سے فارغ ہو کر مسجد کے قریب کنوئیں پر جو نل لگا تھا وہاں جا کر غسل فرمایا اور مسجد کے صحن میں تہجد کی نماز شروع کر دی، اللہ ہی جان سکتا ہے کہ اس کے یہاں ان کاموں کا کیا اجر ملے گا اور اس تہجد کی نماز پر اس کو کتنا پیار آتا ہوگا؟ اپنے کمرے کے سامنے صحن اور برآمدہ میں جھاڑو دے لینا تو کوئی بات ہی نہ تھی، یہ تو روزمرہ کا کام تھا۔

بہت ہی معزز مہمانوں کیلئے حضرت کے کمرہ کے قریب دو بیت الخلاء بنے ہوئے تھے ایک مرتبہ مدرسہ میں ایک بہت محترم بزرگ آنے والے تھے کہ اس بیت الخلاء کا ٹینک بھر گیا مولوی منظور اور مولوی انیس احمد کو جو حضرت کے قریبی لوگوں میں ہیں بلایا اور فرمایا ایک کام ہے ہم ہی لوگ کر سکتے ہیں، بتلاؤ کرو گے؟ ان لوگوں نے عرض کیا ضرور، فرمایا یہ کام ہے، ان نوجوانوں کو بھی شاباش ہے کہ ان لوگوں نے حضرت کے ساتھ یہ کام کیا، انہی دونوں کی روایت ہے، حضرت بھی بالٹیاں بھر کر غلاظت وہاں سے لے کر دور کھیت میں ڈال کر آتے تھے۔ (پیغام محمود)

طلبہ سیاست میں حصہ نہ لیں

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے "یورپ میں انگریزوں نے بتادیا ہے کہ طلبہ سیاست میں حصہ نہ لیں سبحان اللہ جہاں سے یہاں کے لوگوں نے سیاست سیکھی وہیں کے لوگوں نے طلبہ کو سیاست میں حصہ لینے سے منع کر دیا ہے' یہ اس لئے کہ وہ عقلمند لوگ ہیں جانتے ہیں کہ اگر طلبہ تحصیل علم کے زمانہ میں سیاست میں مشغول ہوں گے تو علم سے کورے کے کورے رہ جائیں گے اور اپنے قیمتی اوقات کو لغویات میں ضائع کر دیں گے اس لئے طلبہ کو اپنے قلب اور وقت کو فساد اور ضیاع سے بچانا بہت ضروری ہے تا کہ فوز و کامرانی تک پہنچ سکیں۔

طلبہ کو وہ ملکی سیاست جس کی بنیاد ہی مکر و فریب وغداری و کذب پر ہے اس سے اجتناب کرنا چاہئے اس لئے کہ اس سے سکون' طمانیت' تنہائی و یکسوئی فوت ہو جاتی ہے جو تحصیل علم کیلئے بے حد مضر ہے اسی طرح ناولیں' فحش لٹریچر سے دور رہیں بلکہ اخبار بینی میں زیادہ انہماک سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

انجمن سازی کا مرض

حتیٰ کہ آج کل جو انجمنیں قائم ہوتی ہیں اور ناکام رہتی ہیں ان کا زیادہ تر سبب یہی ہے کہ یہ زمانہ مل کر کام کرنے کا نہیں ہے کیونکہ آج کل ہر کوئی دوسروں سے اپنی رائے کا اتباع چاہتا ہے اور جہاں بظاہر کثرت رائے پر فیصلہ کا مدار ہے جس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ نفع اختلاط کا ایسا ہے جو خلوت و وحدت میں نہیں وہ کثرت بھی حقیقت میں وحدت ہی ہوتی ہے کیونکہ وہاں ایک ہی شخص اپنے اثر سے اپنی تائید کے لئے پہلے سے ایسے لوگوں کو سبق پڑھا پڑھا کر لاتا ہے جن کو اس معاملہ کی سمجھ تو کیا ہوتی ہے لفظ بولنا بھی نہیں آتا پس کثرت برائے نام ہی ہوتی ہے۔ پھر اس کثرت کا

مدار بھی کسی لیاقت پر نہیں ہوتا محض تمول پر ہوتا ہے یعنی اپنے مقاصد و آراء کی تائید بھی ایسے لوگوں سے کرائی جاتی ہے جو زیادہ مالدار ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے اصل ضرورت فہم کی ہے۔

اسی طرح آج کل صدارت بھی مالداروں کو دی جاتی ہے چاہے وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ صدر کس کو کہتے ہیں۔ کانپور میں ایک جلسہ تھا ایک صاحب کو اس میں اپنی رائے کو قوت دینا تھا تو وہ اپنی تائید کے لئے ایک سیٹھ کو ساتھ لائے اور ان کو راستہ میں خوب پڑھا دیا کہ جب میں تقریر کر چکوں تو تم کھڑے ہو کر اتنا کہہ دینا کہ میں اس کی تائید کرتا ہوں وہ بے چارہ بالکل جاہل تھا اتنا لفظ بھی اسے نہ آتا تھا کہ اس کو رٹتا اور یاد کرتا رہا تا کہ ذہن سے نہ نکل جائے اور دل میں دعا کرتا ہوگا کہ تقریر جلدی ختم ہو تو میں اس لفظ کو ادا کر کے چین سے بیٹھوں۔ چنانچہ خدا خدا کر کے تقریر ختم ہوئی تو سیٹھ صاحب کھڑے ہو کر فرماتے ہیں میں بھی اس کی تردید کرتا ہوں غریب کو بجائے تائید کے تردید یاد رہ گیا اس پر مقرر نے چپکے سے کہا کہ نہیں تائید! تو آپ نے کہا میں اس کی تائیر کرتا ہوں یہ بالکل ہی مہمل لفظ تھا۔ مقرر نے پھر لقمہ دیا کہ تائید کہو تائید تو آپ نے تیسری دفعہ تاکید کہا۔ خیر! اس کو لوگوں نے غنیمت سمجھا کیونکہ یہ تائید کے قریب ہی تھا تو صاحبو! اول تو کثرت رائے میں احمقوں کو جمع کیا جاتا ہے ان کی کثرت تو حماقت ہی کی طرف ہوگی پھر ان سے بھی پہلے اپنی رائے منوالی جاتی ہے اور سبق کی طرح پڑھا دیا جاتا ہے کہ ہم یوں کہیں گے تم یوں کہہ دینا جیسے وکیل گواہوں کو پڑھایا کرتے ہیں۔ اب وہ کثرت کیا خاک ہوئی وہ تو ایک ہی شخص کی رائے ہوئی جس کے اب لوگ مقلد ہوتے ہیں باقی شریعت میں تو کثرت رائے کوئی چیز نہیں۔ وقت میں گنجائش نہیں ورنہ اس کو بھی بیان کر دیتا۔ تو آج کل ہر شخص اپنی رائے کا اتباع دوسروں سے کرانا چاہتا ہے۔ اسی لئے انجمنوں کا کام نہیں چلتا۔ کیونکہ اراکین انجمن جو اوروں سے اپنا اتباع کرانا چاہتے ہیں اکثر ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے اخلاق کی اصلاح تک نہیں ہوئی ان میں کوئی کسی سے چھوٹا بن کر رہنا گوارہ نہیں کرتا اس لئے بہت جلد ان میں اختلاف ہو جاتا ہے پھر ہر اک اپنی رائے پر ضد کرتا ہے تو چار دن ہی میں انجمن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو کام تنہا ہو سکے

وہ مجمع کے ساتھ مل کر ہرگز نہ کرو۔ اکثر دیکھا ہے کہ مجمع میں کام بگڑ جاتا ہے۔ دنیوی کامیابی بھی اکثر نہیں ہوتی اور اگر کبھی دنیا مل بھی گئی تو دین کا تو ستیاناس ہی ہو جاتا ہے۔ اور جو کام تنہا نہ ہو سکے مجمع ہی کے ساتھ ہو سکے اس کے لئے اگر دینداروں کا مجمع میسر ہو جائے تو کرو۔ بشرطیکہ سب دیندار ہوں یا دینداروں کا غلبہ ہو اور اگر غلبہ دنیاداروں کا ہو اور دیندار مغلوب یا تابع ہوں تو ایسے مجمع کے ساتھ مل کر کام کرنا واجب نہیں اس وقت آپ اس کام کے مکلف ہی نہ رہیں گے کیونکہ یہ مجمع بظاہر مجمع ہے اور حقیقت میں یہاں تشتت ہے وہی حال ہوگا۔ **تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتی** تو یوں کہنا چاہئے کہ مجمع میسر ہی نہیں پھر جو کام اس پر موقوف تھا وہ واجب یا فرض کیونکر ہوگا۔ (خطبات حکیم الامت ج ۱۹)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میری رائے ہے کہ کسی بھی تحریک میں طالب علموں کو شرکت کی اجازت نہ ہونی چاہئے' آئندہ کیلئے اس میں سخت مضرت ہے جو اس وقت محسوس نہیں ہوتی آخر میں پوچھتا ہوں وہ پڑھنے پڑھانے میں جب کوئی مشغول نہ رہے گا تو پھر کام کرنے والے یہ علماء کی جماعت کہاں سے پیدا ہوگی' تم سب کچھ ہو علماء ہو' مقتدا ہو' پیشوا ہو' جو کرنا ہے تم ہی کرو مگر طلبا کو تو اپنے کام میں لگا رہنے دو تا کہ آئندہ دین کے احکام بتلانے والی جماعت کا سلسلہ جاری رہے' کیا یہ خیال ہے کہ آئندہ دین کی ضرورت ہی نہیں رہے گی جیسا کہ کہتے ہیں کہ مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے کوئی ان حضرات سے پوچھے کہ آپ جو مقتدا پیشوا بنے وہ لکھنے پڑھنے ہی کی بدولت بنے اور اب اس کی جڑ کاٹ رہے ہو۔ (الافاضات)

طلبا کو اس قسم کی کمیٹیوں اور جلسوں میں شرکت کی اجازت ہرگز نہ دینا چاہئے سخت مضر ہے کیا ان کاموں کیلئے طلباء ہی رہ گئے ہیں اور مسلمان کچھ کم ہیں ان سے کام لو۔ (الافاضات)

طلبا کی نصیحت کیلئے ایک اہم واقعہ

حضرت مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ اور مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ دونوں ہمدرس ساتھی تھے۔ ایک مرتبہ کسی جگہ امیر شریعت رحمہ اللہ کی تقریر تھی جس میں چنیوٹی صاحب نے جانے

کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ بخاری شریف کو چھوڑ کر بخاری صاحب کی تقریر سننے جاتے ہو۔ اس پر چنیوٹی صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس جلسہ میں نہ گیا۔ علم سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا کہ شاہ جی رحمہ اللہ کی معیت میں کئی جلسوں میں تقریریں کرنے کا موقع ملا۔ طلباء کی علمی کامیابی کیلئے اکابر کی یہی نصیحت ہے کہ دوران طالب علمی ہر قسم کی سیاست اور دیگر دینی اجتماعات وجلسوں سے کنارہ کش رہنا چاہئے۔ (از مرتب)

طلباء کو سیاست سے دور رہنا چاہئے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اب تو یہ حالت ہے کہ اور اس کی فکر ہے کہ میدان میں آنا چاہئے میدان میں آنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حجرہ بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور میدان بھی ہاتھ نہیں آتا۔ پھر ان لوگوں کے نزدیک میدان میں آنے کے نہ کچھ شرائط ہیں نہ حدود ہیں۔ دیوانوں کی سی ایک بڑ ہے کہ میدان میں نکلنا چاہئے' آنا چاہئے۔ جو لوگ ایسے ہیں' وہ خود تو کسی کام کے رہے ہی نہیں۔ اس پر غضب یہ ہے کہ خود تو مبتلا ہوئے ہی تھے۔ بیچارے طالب علموں کو جو پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھے' ان کو بھی اس بلا میں مبتلا کر دیا اور میدان میں لا کھڑا کیا۔ یہ ایسا چٹیل میدان ہے کہ دانہ ہے نہ پانی' نہ دنیا ہے نہ دین' اس بدنظمی اور بے ڈھنگے پن کی کوئی حد ہے؟ میری یہ رائے ہے کہ کسی تحریک میں بھی طالب علموں کو شرکت کی اجازت نہ ہونی چاہئے اس میں تختہ مضرہ ہے۔ آئندہ کیلئے جو کہ اس وقت محسوس نہیں ہوتی' آخر میں پوچھتا ہوں کہ پڑھنے پڑھانے میں جب کوئی مشغول نہ رہے گا تو پھر یہ جماعت علماء کی آئندہ کام کرنے والی کہاں سے پیدا ہوگی تم تو سب کچھ ہو' علماء ہو' مقتدا ہو' پیشوا ہو' تم ہی کرو جو کرنا ہے' مگر طلباء کو تو اپنے کام میں لگا رہنے دو تا کہ آئندہ دین کے احکام بتلانے والی جماعت کا سلسلہ جاری رہے۔ (ملفوظات حضرت تھانویؒ ج۱)

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی ہمارے سامنے ہے سیاست تقویٰ اور علمی فضل وکمال آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے دار العلوم دیوبند میں قیام کے

دوران بھی آپ سیاسی سرگرمیوں میں مصروف رہے جو آپ ہی کی ذات کا کمال تھا اور اس بارہ میں آپ مؤفق من اللہ تھے کہ سارا دن سفر میں گزرتا اور رات کو بخاری شریف کا درس ہوتا ایک بزرگ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اب نقل کرنے والے آپ کی سیاست کو تو لے لیتے ہیں لیکن آپ کا تقویٰ اور مدرسہ کے متعلقہ حقوق کو فراموش کر دیتے ہیں۔ مدرسہ اور طلباء کی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی خواہش یہی رہتی کہ طلباء دوران علم کسی سیاسی تحریک کا حصہ نہ بنیں اور ہمہ تن علم کے حصول میں مصروف رہیں۔ ایک مرتبہ بعض طلباء نے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (جن کے حضرت مدنی رحمہ اللہ سے سیاسی اختلافات تھے) سے ناروا سلوک کیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے مدرسہ کے تمام طلباء کو جمع کر کے بیان میں پہلے حضرت عثمانی رحمہ اللہ کے فضائل ومناقب بیان کئے اور پھر فرمایا کہ جن طلباء نے علامہ عثمانی رحمہ اللہ کی گستاخی کی ہے وہ فوراً ان سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں بصورت دیگر میں ایسے طلباء کیلئے تہجد کے وقت بددعا کرونگا۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کی اتنی سخت تنبیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی طلباء کیلئے سیاست میں حصہ لینے کے حق میں بالکل نہ تھے۔ کیونکہ طلب علم کے زمانہ کی قدر انہی حضرات کو تھی۔ (مرتب)

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ کی نصیحت

حضرت مولانا مفتی عالمگیر صاحب مدظلہ لکھتے ہیں: شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ کا ہدف اور تمام محنتوں اور کاوشوں کا نچوڑ نظام تعلیم وتربیت کا استحکام تھا اس لئے آپ ہر ایسے اقدام یا عمل کو سخت ناپسندیدہ سمجھتے تھے جو طلبہ کی تعلیم وتربیت میں کمزوری کا ذریعہ ہو۔ اسی لئے آپ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کو ملکی سیاسیات اور ملک میں موجود ہر قسم کی مذہبی اور سیاسی جماعتوں سے عملاً موافقت یا مخالفت' اس کا لٹریچر' سٹیکر' پمفلٹ یا بیج وغیرہ اشیاء کو ایک لمحے کے لئے بھی جامعہ گوارا نہیں فرماتے تھے۔

آپ طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ملک میں جتنی بھی دین کا کام کرنے والی مذہبی یا سیاسی

تنظیمیں یا جماعتیں ہیں یہ سب ہماری اپنی ہیں' ان کے رہنماؤں کے ساتھ ہمارے قریبی اور گہرے ذاتی تعلقات بھی ہیں اور وہ جو بھی دینی خدمات انجام دے رہی ہیں وہ سب ان کا ہم پر احسان بھی ہے لیکن اس سب کے باوجود مدرسہ کی چار دیواری میں رہتے ہوئے آپ کو اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں صرف اور صرف علم پر لگانی چاہئیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ان تحریکات یا تنظیموں میں حصہ لینے کے لئے بہت وقت ہے' فراغت کے بعد جس کا میلان جس طرف ہو وہ ادھر چلا جائے' لیکن تعلیم حاصل کرنے' علم میں رسوخ اور علمی استعداد بڑھانے کا یہی ایک وقت ہے۔ اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو اس کی تلافی ناممکن ہے۔ آپ نے پوری زندگی خود بھی اس پر عمل کر کے دکھایا ہے اور طلبہ واساتذہ کو بھی اسی کی تاکید کی ہے۔

اپنے اسی نقطۂ نظر کے پیش نظر جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے داخلہ فارم میں جس عہد نامہ پر طلبہ سے دستخط کروائے جاتے ہیں اس میں آپ نے دیگر شقوں کے ساتھ درج ذیل دو شقیں بھی درج کروائی ہوئی ہیں۔

☆......اپنی تمام تر توجہ علمی ترقی اور اصلاحِ اعمال واخلاق پر مرکوز رکھتے ہوئے ہر قسم کے غیر تعلیمی اور لا یعنی مشاغل سے مجتنب رہوں گا۔ بالخصوص کسی جلسے یا جلوس میں بلا اجازت شرکت' ٹیوشن پڑھانے اور امامت وغیرہ کرانے سے بالکلیہ اجتناب کروں گا۔

☆......ملک میں جتنی جماعتیں یا تنظیمیں کام کر رہی ہیں ان سے علمی طور پر موافقۃً یا مخالفۃً منعزل رہوں گا۔ کسی جماعت کا لٹریچر' پمفلٹ' بیج یا اشتہار وغیرہ یہاں نہیں رکھوں گا' نہ ہی تقسیم کروں گا' نہ ہی زبانی طور پر کسی کی موافقت یا مخالفت کی تحریض کروں گا۔ (خطبات شیخ الحدیث)

طلباء کیلئے چند اہم ہدایات

طلباء کیلئے گانا سننا سم قاتل ہے

گزر گاہ قرآن و پنداشت گوش　　　بہتان و باطل شنیدن مکوش

کان قرآن اور نصیحت کی گزر گاہ ہے　　　بہتان اور باطل سننے کی کوشش نہ کر

طلبا کو گانا سننے سے احتراز کرنا چاہیئے گانا بجانا جس میں آلات موسیقی استعمال کیئے جائیں یا نامحرم عورتوں کی آواز ہو نہ صرف حرام ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے مقصد کے خلاف ہے' آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے مومنین کیلئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باجوں اور تانتوں کو مٹاؤں اور صلیب اور جاہلیت کی رسوم کو ختم کروں۔(احکام القرآن)

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا میری امت کے کچھ گروہ زنا' ریشم' شراب اور باجوں کو حلال کرنے کی کوشش کریں گے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے گانا دل میں اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی اگاتا ہے' لہٰذا ان تمام احادیث سے گانا سننے کے بارے میں عدم جواز ثابت ہوتا ہے طلباء کو بہت دور رہنا چاہیئے گانا سننے سے اور گانا گانے سے۔

سینما بینی ترک کرنا طلباء کیلئے ازحد ضروری ہے

اسلام کے مخالف اور دشمن طاقتوں نے اسلامی معاشرہ کو نیست و نابود کرنے اور مسلمان نوجوان اور طلباء کو حرام کاری میں مبتلا کرنے کیلئے بہت سعی کی اور مسلم نوجوانوں میں عریانیت' بے حیاء زنا کاری' فحاشی' بے ہودگی پھیلانے کی بہت کوشش کی اور اب بھی کررہے ہیں سینما (فلم)

بیک وقت کئی گناہوں کا مجموعہ (۱) تصویر کشی بغیر عذر اور ضرورت کے ناجائز اور حرام ہے جیسا کہ فتاویٰ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ (۲) گانا بجانا یہ بھی ناجائز وحرام ہے جیسا کہ اس کے بارے میں چند حدیثیں مذکور ہو چکی ہیں۔ (۳) رقص وسرور کے خلاف شریعت ہونے میں کیا شبہ ہے۔ (۴) نامحرم کو دیکھنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں پر یعنی دیکھنے والے پر اور جسے دیکھا جائے اس پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ ''جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں پر چرچا ہو ان کیلئے دنیا وآخرت میں دردناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے''۔

مجرمانہ ذہن سازی

فلموں نے نوجوانوں اور طلبہ کے ذہن بگاڑنے، ان میں مجرمانہ ذہنیت پیدا کرنے اور ملک کے اندر جرائم پھیلانے اور مدارس کے ماحول کو گندہ کرنے میں جو افسوس ناک کردار ادا کیا ہے وہ کسی ہوش مند پر مخفی نہیں ہے، لہٰذا طلبہ کو فلم بینی سے احتراز کرنا چاہئے۔ جو طلبہ سینما بینی میں مبتلا ہیں وہ مدارس میں رہنے کے لائق نہیں وہ تو اخراج کے قابل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آنکھیں برائیوں کے دیکھنے کیلئے نہیں دی ہیں بلکہ ارض وسماء کائنات کو دیکھ عبرت حاصل کرنے کیلئے دی ہیں۔

جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

دو چشم از پئے صنع بادی نکوست زعیب برادر فرو گیر ودوست
دونوں آنکھیں اللہ کی کاریگری دیکھنے کیلئے بھلی ہیں بھائی اور دوست کے عیب سے بند کرلے

تو گر شکر کردی کہ بادیدہ وگرنہ تو ہم چشم پوشیدہ
اگر تو نے شکر ادا کیا تو آنکھوں والا ہے ورنہ تو بھی اندھا ہے

طلبہ کو ٹی وی، ویڈیو اور سینما بینی سے احتراز کرنا چاہئے

جگہ جگہ سینما ہال ہی مسلم معاشرہ کی تباہی کیلئے بہت تھے، لیکن اسلام کی دشمن طاقتوں کے ارادہ اس سے بھی خطرناک تھے کہ ہر گھر فحاشی، عریانیت اور بے ہودگی کا اڈہ بن جائے، رشتوں کے تقدس پامال ہوں اور ہر گھر مستقل ایک سینما ہال بن جائے، اس کیلئے اسلام کے

دشمنوں نے ٹی وی، ویڈیو، وی سی آر کی لعنت کو ہر گھر میں پہنچانا شروع کر دیا اور اسٹار ٹی وی نے تو اخلاقی کردار اور حیا کی تمام بنیادیں ہی ہلا کر رکھ دیں اور اسے اتنا عام کر دیا کہ آج نام نہاد مہذب گھرانوں کی پہلی ضرورت ہوگئی، اس روایت کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب گانے والوں کی کثرت ہو جائے، ہر جگہ گانے بجانے کا رواج عام ہو جائے، شراب خوب پی جائے اور اپنے بزرگوں پر لعنت کی جائے تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین میں دھنسنے، صورتوں کے مسخ ہونے اور آسمان سے پتھر برسنے کا انتظار کرو۔ (ترمذی)

حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان (یعنی اہل ایمان) جنت میں ہیں اور بے حیائی بدی ہے اور بدی (یعنی بدی والا) جہنمی ہے۔ (ترمذی)

سینما اور ٹی وی کے جملہ پروگراموں کے ذریعہ جو اثرات اور نتائج مرتب ہو رہے ہیں وہ ہر لحاظ سے اس لائق ہیں کہ اس پر حقیقت پسندی اور ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیا جائے، ایک جدید ٹی وی سویلائزیشن کے طلوع ہونے کی خطرناکی کو تو آرٹ وفن کے دلدادہ بھی تسلیم کرتے ہیں اس نئی تہذیب کی بنیاد ہی نفس پرستی اور شہوت پرستی پر قائم ہے، جس سے بے حیائی اور فواحشات کا دور دورہ ہو رہا ہے طلباء کی زندگی کا معیار قرآنی احکامات اور اسوہ نبی نہ ہو کر نئی تہذیب کے داعی اور ان کا مکروہ عمل ہو گیا ہے، طلباء کے معیار زندگی کا اسٹائل، وضع قطع، رہن سہن، آرائش وزیبائش، لباس طرز تکلم، انداز گفتگو، معاملات، تعلقات غرض کہ زندگی کے تقریباً تمام گوشوں میں سینما، ٹی وی کی چھاپ نظر آتی ہے۔

ٹی وی اور سینما کے چلن سے جو فواحشات و منکرات کا دور دورہ نظر آتا ہے اس کے متعلق احادیث میں پیشین گوئیاں بھی ملتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ ہر گھر سے ناچ اور گانے کی آواز آئے گی اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جس گھر میں جاندار کی تصویریں ہوں اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (مشکوۃ)

شہوت رانی سے اجتناب کرنا چاہئے

طالب علم کو چاہئے کہ شہوت رانی سے سخت پرہیز کرے اس لئے کہ اس سے تمام اعضاء

خصوصاً دل ودماغ بہت ضعیف ہوجاتے ہیں اور طالب علم کو دل ودماغ میں قوت کی بہت زیادہ ضرورت ہوا کرتی ہے کیونکہ ان کے ضعف سے مطالعہ کتب نہیں کرسکتا اور نہ مضامین یاد رہ سکتے ہیں اور حافظہ ضعیف ہوجاتا ہے تو یہ طالب علم کیلئے کتنا بڑا خسارہ ہے' اسی لئے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے ان کو عین وفات کے وقت یہ نصیحت فرمائی اور رحمت فرما گئے۔

کہ شہوت آتشش است ازوے بہ پرہیز بخود برآتش دوزخ مکن تیز

داراں آتش نداری طاقت سوز بصبر آبے بریں آتش زن امروز

شہوت ایک آگ ہے اس سے پرہیز کرنا' دیکھو اس میں مبتلا ہوکر اپنے اوپر دوزخ کی آگ کو تیز نہ کرنا اس لئے کہ وہ آگ بہت ہی سوزش والی ہے جس کا برداشت کرنا بہت دشوار ہے' لہٰذا اس آتش شہوت پر آج صبر کا پانی ڈال کر اس کو بجھادو تاکہ جہنم کی آگ سے نجات پاجاؤ۔

طلبہ کو سوچنا چاہئے کہ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو قرآن وحدیث کے علم میں مشغول رکھا ہے جس کا شکر بجالانا چاہئے نہ کہ اس نعمت کا کفران' یہ تو بہت ہی بے حیائی کی بات ہے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات کبریٰ'' میں ایک بزرگ کا قول نقل فرمایا ہے کہ جب قاری قرآن معصیت کے قریب جاتا ہے تو قرآن اس کے سینہ سے یہ ندا دیتا ہے کہ ''واللہ تم نے مجھ کو اس لئے حفظ نہیں کیا تھا' پس اگر اس ندا کو گنہگار سن لے تو اللہ سے حیا وشرمندگی کی وجہ سے مر ہی جائے' گناہوں کا وبال یہ ہی کیا کم ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی علم سے محروم ہوجاتا ہے' چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

''میں نے اپنے استاذ وکیع سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ معاصی کو ترک کردو اس لئے کہ علم اللہ کا فضل ہے اور اللہ کا فضل نافرمانوں کو میسر نہیں ہوتا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سادگی

حضرت عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے امیر المومنین! آپ اپنے قمیص پر پیوند کیوں لگاتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے دل میں تواضع پیدا ہوتی ہے اور مومن اس کی اقتداء کرلیتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تکلف و تصنع سے دور تھے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سادگی و بے تکلفی کے آئینہ دار تھی' بودو باش رہن سہن طرز معیشت آپسی ملنساری اور دیگر تمام گوشہائے زندگی اسی سادگی' بے تکلفی اور پاک باطنی کا نمونہ تھی' عملی زندگی پر نظر ڈالئے تو یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' جو ٹاٹ کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں اور یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں کہ چودہ پیوند لگے ہوئے لباس کو اس شان سے پہنے ہوئے ہیں کہ دل یاد خدا سے معمور ہے یہ فلاں صحابی ہیں جو ادنیٰ درجہ کے لباس سے ستر پوشی کا کام لے رہے ہیں' بعض صحابہ کھانے میں اس درجہ سادگی و بے تکلفی اختیار کئے ہوئے ہیں جس کی کوئی مثال نہیں ملتی گویا ان میں کا ہر فرد سادگی بے تکلفی کی منہ بولتی تصویر ہے کسی کے پیر میں جوتے ہیں کسی کو یہ بھی میسر نہیں وہ ننگے پیروں سے قدم زنی کرنے میں ذرا بھی عار محسوس نہیں کرتے' بہر حال کھانے پینے کی جو چیز بھی میسر آجاتی جس وقت میں بھی بشرطیکہ وہ حلال اور شرعی دائرہ حدود میں ہوتی اسے صبر و شکر کے ساتھ کھا پی لیتے' کبھی عمدہ لذیذ کھانا مل گیا اسے تناول کرلیا ادنیٰ اور گھٹیا درجہ کا ملا اس سے شکم سیری اختیار کرلی نہ ملا تب بھی جذبہ تشکر و امتنان میں معمولی کمی نہ ہوتی۔

جمعہ کے دن کیا کرنا چاہئے

ایک مرتبہ حضرت مولانا قاری صدیق قدس سرہ نے طلبہ سے فرمایا کہ جمعہ کا دن سیر و تفریح اور کھیل کود کیلئے نہیں ہوتا یہ تو اس لئے ہوتا ہے کہ ہفتہ بھر کے جو کام رکے ہوئے تھے جن کے کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا' ان کو اب کرلیا جائے' کپڑے دھونا' سینا' صفائی کرنا کسی کو خط لکھنا یا جو معمول قرآن شریف وغیرہ پڑھنے کا ہو اس میں جو ناغہ اور نقصان ہو گیا ہو اس کی تلافی آج کے دن کرلینا چاہئے اور طلبہ کو چاہئے کہ ہفتہ بھر میں جتنے اسباق پڑھے ہیں ان سب کا تکرار اور اعادہ جمعہ کے دن کرلیں۔

اس کے بعد حضرت نے اپنی زمانہ طالب علمی کا واقعہ بیان کیا کہ جب جمعہ کا دن آتا تو جمعہ کی شب کو ہم اور ہمارے بعض ساتھی ایک مسجد میں جمع ہوتے اور سب مل کر رات بھر پڑھتے' ہفتہ بھر میں جتنے اسباق پڑھے ہیں سب کا تکرار رات بھر میں کرلیتے صبح ہوتی تو چائے بنتی اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے اس میں بھگو دیئے جاتے اور اس کا ناشتہ کرتے اور جمعہ کا

دن بھی ہم لوگوں کا پڑھنے اور اساتذہ کی خدمت میں گزرتا۔

حضرت نے فرمایا کہ میرا معمول تھا کہ جمعہ کے دن اپنے تمام اساتذہ کے پاس جاتا اور دھونے کیلئے ان سے کپڑے مانگتا ان کی خدمت کرتا' مدرسین میں سے بعض کا کھانا مدرسہ کے مطبخ سے جاری تھا' حضرت اقدس مطبخ سے ان کا کھانا لاتے اور بعض اساتذہ کا کھانا ان کے گھر سے دونوں وقت پابندی سے لایا کرتے تھے اور کبھی اگر بازار سے سامان وغیرہ لانا ہوتا تو وہ بھی حضرت ہی لاتے تھے' اساتذہ کی خدمت میں خود حاضر ہوتے اور عرض کرتے حضرت کچھ کام ہو تو حکم فرمائیے۔

طلباء کیلئے صحت وقوت کی حفاظت

طلبہ کیلئے ضروری ہے کہ اپنی صحت وقوت کی حفاظت کریں' پڑھنے لکھنے میں محنت ضرور کریں مگر اس میں اعتدال رکھیں اس لئے کہ بعض علماء کو دیکھا گیا کہ زمانہ طالب علمی میں اتنی محنت و جانفشانی کی کہ صحت ہی خراب ہوگئی جس کی وجہ سے بعد فراغت کچھ کام نہ کر سکے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسمانی صحت کیلئے بھی مستقل دعا فرمائی ہے' چنانچہ آپ کی یہ دعا ہے ''اے اللہ میں تجھ سے صحت' پاکدامنی' امانت' اچھے اخلاق اور رضا بالقدر کا سوال کرتا ہوں' نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''طاقتور مومن بہتر ہے کمزور مومن سے'' اس سے بھی صحت کی مطلوبیت معلوم ہوئی چنانچہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ دیکھو! تم کو وصیت کرتا ہوں کہ طلبہ سے پڑھنے میں اس قدر محنت نہ لینا کہ ان کی صحت ہی خراب ہو جائے' بہر حال ہر معاملہ میں اعتدال کا لحاظ ضروری ہے۔

بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس کو ایمان اور صحت دونوں چیزیں مل جائیں یوں سمجھو ان کو دنیا و آخرت کی اعلیٰ نعمتیں مل گئیں' آخرت کیلئے ایمان دنیا کیلئے تندرستی۔

تنگ دستی اگر چہ ہو غالب' تندرستی ہزار نعمت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو نعمتوں پر اکثر لوگ دھوکہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں (اترانے لگتے ہیں)

۱-صحت ۲-فراغت صحت کی حفاظت کی تدبیر اختیار کرنا مستحب سے مقدم ہے۔
میرے نزدیک صحت کی حفاظت ضروری ہے چاہے اعمال نافلہ کی توفیق نہ ہو لیکن جب آرام و محبت میں رہے گا تو حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہوگی۔

صحت کا دارومدار دو چیزوں پر ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو چیزوں کا ہمیشہ خیال رکھو معدہ کا اور دماغ کا ان کی بہت ہی حفاظت کرنا، تندرستی کا دارومدار انہی پر ہے۔ بغیر تندرستی کے آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا اور اگر تندرستی ہو تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ (حسن العزیز)

سر میں تیل ڈالنا

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سر میں تیل ڈالنا اس نیت سے کہ یہ سرکاری کلیں ہیں ان کو تیل دے کر ان سے کام لیا جائے گا موجب اجر ہے امید ہے کہ حق تعالیٰ اس پر اجر عطاء فرمائیں گے۔ (العلم والعلماء)

اوقات کی پابندی

طلبہ کو چاہئے کہ اگر کسی ضرورت سے خارج مدرسہ جانا ہو تو منتظمین سے چھٹی لیں لیکن حتیٰ الامکان جہاں تک ہو سکے مدرسہ میں رہنا چاہئے، ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ افریقی طلبہ جلال آباد سے آئے ہوئے تھے انہوں نے آکر عرض کیا کہ ہم یہاں ۴ بجے تک کیلئے حاضر ہوئے ہیں کیونکہ مدرسے سے اتنے ہی وقت کیلئے ہم نے چھٹی لی ہے اس پر حضرت نے مسرت کا اظہار فرمایا کہ حضرت سہارنپوری سے جتنے دن کی چھٹی لے کر میں کاندھلہ جاتا ٹھیک وقت پر واپس آجاتا کبھی اس کے خلاف نہیں کیا چاہے کوئی اہم بات پیش آجائے۔ (صحبتے با اولیا)

مدارس عربیہ اور ان کے طلباء کیلئے ایک خاص نصیحت

ارشاد فرمایا کہ ہمارے زمانے میں طلباء پر اپنے اساتذہ کے سوا کسی کا رنگ و اثر نہ جمتا تھا طلبا

کو اپنے اساتذہ سے خاص عقیدت ومحبت اور اساتذہ کو ان پر خاص شفقت ہوتی تھی۔اب مزاج و مذاق بدل گئے۔طلباء واساتذہ میں وہ تعلق قائم نہیں رہا۔اس لئے علمی ذوق اور علمی رنگ بھی ان میں پیدا نہیں ہوتا اور کسی رنگ میں پختہ نہیں ہوتے۔علمی استعداد اور عملی تربیت سب ہی کمزور ہوگئیں۔اس لئے مدارس میں طلباء کی عملی تربیت اور اساتذہ کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا اور ایسے طریقے اختیار کرنا بہت ضروری ہیں کہ طلباء واساتذہ میں باہم ربط ومناسبت پیدا ہو اور استعداد کی کمی پوری کرنے کیلئے فرمایا کہ میرے نزدیک اس وقت بہت ضروری ہے کہ ہمارے مدارس میں تفسیر جلالین سے پہلے قرآن مجید کا ترجمہ التزام سے پڑھایا جائے۔(مجالس حکیم الامت)

خدمت استاد کی برکات

مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ سنایا کرتے تھے:

ایک طالب علم بڑا ذکی تھا' اسے اپنے علم وذہانت پر بڑا ناز تھا اس کا ایک کلاس فیلو (ہم درس ساتھی) تھا جو کہ بڑا کمزور تھا لیکن اپنے اساتذہ کی خدمت میں پیش پیش رہتا تھا استاد کے استنجاء کیلئے مٹی کے چھوٹے چھوٹے ڈھیلے اور پانی کا لوٹا لیکر آتا تھا ایک دفعہ اس ذکی نے (جس کو اپنی ذہانت پر بڑا ناز تھا) اس خدمت گزار غبی وکمزور سے حقارت آمیز لہجے میں کہا' چل بے چل' تو تو کمزور سا ہے تو کیا کرے گا؟ اس کی یہ بات استاد نے سن لی' اس وقت کے استاد بھی پہنچے ہوئے استاد ہوا کرتے تھے یہ سن کے انہیں جوش آیا اس ذکی لڑکے کو بلایا اور کہا تیرا کیا خیال ہے یہ جو میرے لئے لوٹے بھرتا ہے میرے استنجاء کیلئے ڈھیلے بنا کے لاتا ہے یہ سب کچھ یوں ہی چلا جائے گا؟ بس استاد نے اتنی سی بات کہی۔حضرت مولانا جالندھری فرمایا کرتے تھے کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ ناز وگھمنڈ کرنے والا آگے مدرس نہ بن سکا کسی کو پڑھا نہ سکا' ڈھیلے بنا کے لانے والے اور استاد کی خدمت میں پیش پیش رہنے والے کمزور کند ذہن کے پاس سینکڑوں شاگرد بیٹھے تھے' یہ استاد کے احترام وخدمت کی برکت ہے۔(ماہنامہ الخیر)

طلبا کو نصیحت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں فرمایا میں طلباء کو

نصیحت کرتا ہوں کہ زیادہ توجہ فقہ وحدیث پر کریں کہ یہی علوم مقصودہ ہیں انہی سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا علم ہوتا ہے اور معقول وادب میں بقدر ضرورت توجہ کریں کیونکہ عربی دان ہونا کچھ کمال نہیں خدادان ہونا چاہئے اگر عربی دانی کوئی چیز ہوتی تو ابوجہل حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے افضل ہوتا کیونکہ وہ قریشی فصیح ہے اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں جو ابوجہل کے برابر ہرگز فصیح وبلیغ نہ تھے۔ مگر دیکھ لیجئے کہ عربی دانی اس کے کیا کام آئی کچھ بھی نہیں بلکہ وہ ابوجہل ہی رہا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت میں اپنے آگے آگے چلتا دیکھا تھا اسی کو ایک بزرگ کہتے ہیں

حسن ز بصرہ بلالؓ از حبش صہیب ز روم ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

یہاں سے معلوم ہوا کہ محض عربی دانی کوئی چیز نہیں اور نہ ایسا شخص عالم ہے بلکہ ابوجہل کی طرح جاہل ہے۔ اصل علم وہ ہے جس کو حق تعالیٰ اس آیت میں فرماتے ہیں۔

کونوا ربانیین ''اللہ والے ہوجاؤ خدا تعالیٰ سے علاقہ پیدا کرو''۔

بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ''تم کتاب پڑھاتے اور پڑھتے ہو اس میں ایک مقتضی کا ذکر ہے کہ طبیعت سلیم ہو تو معلم وناصح ہو کر انسان سب سے پہلے خود اپنی تعلیم پر عمل کرتا ہے۔ (العبد الربانی)

تمہارا یہ فعل خود اس کو مقتضی ہے کہ تم کو اللہ والا بننا چاہئے اور ''کونوا ربانیین'' کے بعد اس مقتضی کا بیان فرمانا ہم کو شرم دلانے کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم ہمارے کہنے سے ''ربانی'' نہیں بنتے تو اپنے کئے ہی کی شرم کرو اور ابھی سے ربانی بن جاؤ۔ یہ طرز ایسا ہے کہ جیسا کوئی شخص حریص لالچی ہو اور کسی وقت بیٹوں کا باپ بن جائے تو اس سے کہا کرتے ہیں کہ میاں تم اب باپ بن گئے ہو اب تو بچپن کی سی حرص کو دبانے دو غرض جب مخاطب میں کسی امر کا مقتضی موجود ہو اور پھر بھی وہ اس کو اختیار نہ کرے تو اس مقتضی کو بیان کر کے زیادہ عار دلایا کرتے ہیں۔ اسی طرح یہاں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تمہاری درس وتدریس خود مقتضی تم ہے ربانی بننے کی پھر حیرت ہے کہ باوجود مقتضی کہ تم ربانی نہ بنو۔ (العبد الربانی)

مطالعہ کتب کے لئے ایک ہدایت

حکیم الامت نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی کتاب کے مطالعہ کا ارادہ کرو تو پہلے اس کے نام کو دیکھو اگر نام ہی اصل مضمون کتاب کے مناسب نہ ہو تو اس کو چھوڑ دو پھر تمہید کو دیکھو اگر وہ مضمون کتاب کے مناسب نہیں ہے تو چھوڑ دو۔ اس کے مطالعہ میں وقت ضائع نہ کرو جب نام اور تمہید تناسب دیکھ لو تب آگے بڑھو۔ (ملفوظات ج ۲۴)

طلباء کی ذہانت

ایک سلسلہ گفتگو میں حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ طلباء کا طبقہ نہایت ذہین ہوتا ہے اساتذہ تک کو پریشان کر دیتے ہیں بعض طلبہ یہاں پر سوال لکھ کر بھیجتے ہیں میں لکھ دیتا ہوں کہ اپنے اساتذہ سے پوچھو پھر لکھتے ہیں کہ پوچھا تھا تسلی نہیں ہوئی میں لکھتا ہوں کہ وہ تقریر لکھو کہ تم نے کیا سوال کیا اور انہوں نے کیا تقریر کی بس گم ہو جاتے ہیں اس وقت ایک طالب علم کی ذہانت کی حکایت یاد آئی ہے میں جس وقت کانپور مدرسہ میں تھا تو ایک غلطی پر میں نے اس طالب علم کی روٹی بند کر دی اس پر اس نے ایک رقعہ مجھ کو لکھا اور یہ شعر لکھا

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم کہ جرم بیند و نان برقرار میدارد

(اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بزرگواری اور حلم ثابت ہے جو جرم دیکھتا ہے اور روٹی بند نہیں کرتا)

میں نے لکھا کہ میاں تم نے تو خود ہی جواب دے دیا مجھے سوچنے اور غور و فکر کرنے کی بھی تکلیف نہ ہوئی کہ یہ تو خدا ہی کا کام ہے کہ باوجود جرم اور قصور کے بھی بندہ کا رزق بند نہیں کرتا پھر مخلوق سے اس کی کیوں توقع رکھتے ہو۔ (ملفوظات ج ۴)

استاد کا ادب

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: استاد کا ادب کرنے سے بڑی برکت ہوتی ہے میں نے دیوبند کے وعظ میں طلباء کو اس کی کمی پر متنبہ کیا تھا پھر میں نے خود ہی اس پر شبہ کیا کہ اگر تم کہو کہ ہم تو حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ادب کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ ادب ان کے استاد ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بزرگ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ استاد اور بھی

تو ہیں لوگ عام طور پر بزرگوں کا ادب اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کے ناراض ہونے سے نقصان ہوگا۔ میں نے اصلاح انقلاب میں ثابت کیا ہے کہ سب سے مقدم والدین کا حق ہے بعد میں استاد کا اس کے بعد پیر۔ لوگ الٹا کرتے ہیں سب سے زیادہ پیر کا حق جانتے ہیں اس کے بعد استاد کا پھر باپ کا اور اب تو باپ لوگوں کے نزدیک نرا پاپ ہی ہے۔ (ملفوظات ج ۱۴)

علم کیسے آئے؟

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ایک مرتبہ سورت کے رئیس مولوی محمد سورتی شہرت سن کر تشریف لائے۔ کئی نوکر اور بہت کچھ سامان ان کے ساتھ تھا' نہایت شان و شوکت کا ایک عمدہ مکان کرایہ پر لے کر رہائش کا انتظام کیا اور روزانہ لباس بدل کر سبق کے لیے آتے' ملازم کتاب لیے ساتھ ہوتا تھا' اسی طرح چند روز گزرے۔

حضرت مولانا نور الحسن نے جب ان کو ذکی اور ہونہار پایا تو ایک دن فرمایا کہ صاحبزادے! باپ کی دولت اس طرح ضائع نہ کرو' اگر علم حاصل کرنا ہے تو یہ کپڑے اور پیالہ لو اور مسجد میں دیگر طلبہ کے ساتھ رہو' کھانا دونوں وقت گھر سے مل جایا کرے گا' اگر یہ نہیں ہوسکتا تو بے کار وقت اور دولت ضائع نہ کرو۔ اس شان وشوکت کے ساتھ علم دین کی دولت ہاتھ نہیں آ سکتی۔ انہوں نے پیالہ اور کپڑے ہاتھ میں لیے اور مسجد میں جا کر لباس کو تبدیل کیا اور ملازمین اور تمام سامان کو گھر واپس کر دیا' پھر چند سال رہ کر تکمیل تعلیم کی۔ (مشائخ کاندھلہ)

ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے کہ حضرت نانوتوی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حیدر آباد کے دو نواب زادے پڑھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ حضرت کبھی کبھی ان سے پاؤں دبوایا کرتے تھے۔ ایک بار فرمایا: ''مجھ کو تو اس کی ضرورت نہیں کہ ان سے پاؤں دبواؤں مگر علم اسی طرح آتا ہے۔'' (ارواح ثلاثہ: ص ۲۷۶)

شوق علم

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سفر حج میں تھے۔ اس سفر میں آپ کا جہاز ایک بندرگاہ پر ٹھہر گیا۔ مولانا کو معلوم ہوا کہ یہاں جہاز چند روز قیام کرے گا چونکہ آپ کو معلوم ہوا کہ

یہاں سے قریب کسی بستی میں ایک بہت معمر عالم اور محدث رہتے ہیں اس لیے جہاز سے اتر کر ان کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ جب ان کی خدمت میں پہنچے اور گفتگو ہوئی تو مولانا کو ان کی شہرت علم کی تصدیق ہو گئی اور آپ نے ان سے حدیث کی سند کی درخواست کی۔ ان عالم صاحب نے دریافت کیا کہ تم نے کس سے حدیث پڑھی ہے' مولانا نے فرمایا شاہ عبدالغنی صاحب سے وہ عالم شاہ عبدالغنی صاحب کو نہ جانتے تھے اس لیے دریافت کیا کہ شاہ عبدالغنی صاحب نے کس سے پڑھی ہے۔ مولانا نے فرمایا شاہ اسحاق صاحب سے وہ شاہ اسحاق صاحب سے بھی واقف نہ تھے' اس لیے پوچھا کہ شاہ اسحاق صاحب نے کس سے پڑھی ہے' مولانا نے فرمایا شاہ عبدالعزیز صاحب سے' وہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے واقف تھے' جب ان کا نام سنا تو فرمایا کہ اب میں تم کو سند دوں گا اور یہ بھی فرمایا:

"شاہ ولی اللہ طوبیٰ کا درخت ہے۔"

پس جس طرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے اور جہاں اس کی شاخیں نہیں ہیں وہاں جنت نہیں۔ یوں ہی جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں وہاں جنت نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا کو حدیث کی سند دے دی۔ (آپ بیتی)
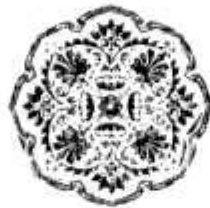
مطالعہ کب مفید ہوتا ہے

۱۔ایک دفعہ دیکھنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ روزانہ مطالعہ رکھیں میں تجربہ کی بات بتلاتا ہوں کہ ایک دفعہ کا دیکھا ہوا بہت کم یاد رہتا ہے۔ بلکہ اکثر ذہن سے نکل جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے ایک دفعہ دیکھ کر کتاب کو اٹھا کر طاق میں رکھ دیا تو اس کو دیکھنے سے کیا نفع ہوا۔

غرض خورد و نوش کی طرح روزانہ اس کا بھی دور (معمول) رکھو، اگرچہ قلیل ہی مقدار میں ہو۔(دعوات عبدیت)

۲۔کتابیں دیکھیں دو چار ورق روزانہ بالالتزام مطالعہ کریں اور خلجان کے موقع میں خودرائی سے کام نہ لیں بلکہ جس مقام پر شبہ ہو وہاں پنسل وغیرہ سے نشان بنا کر اس وقت اس کو چھوڑ دیں۔اور جب کبھی ماہر عالم میسر ہو اس سے تحقیق کر کے حل کر لیں۔یا کسی عالم کے پاس لکھ کر بھیج دیں وہ اس کا مطلب لکھ کر بھیج دے گا۔ (اصلاح انقلاب دعواتِ عبدیت)

ہر نئی کتاب یا مخالفین کی کتابیں نہ دیکھنا چاہیے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں خیر خواہی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ نئی کتابیں نہ دیکھا کیجئے خواہ مخواہ کوئی شبہ دل میں بیٹھ جائے گا جس کا حل آپ سے نہ ہو سکے گا تو کیا نتیجہ ہوگا لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پکے خیال کے آدمی ہیں ہمارے اوپر کیا اثر ہو سکتا ہے مگر اس قصہ میں ان کو غور کرنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ کو توریت اچھی معلوم ہوئی اور لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگے بتایئے کہ اس میں کیا خرابی تھی حضرت عمر جیسے کامل الایمان جن کی شان میں وارد ہے **الشیطن یفر من ظل عمر** کہ شیطان حضرت عمر کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے۔

ان کے اوپر شیطان کے اثر ہونے کے کیا معنی جس مجلس میں وہ موجود ہوں وہاں

شیطان بھی نہیں ٹھہرتا اور توریت جیسی آسمانی کتاب تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھی گئی کہ اگر مضمون کی خرابی بھی ہو جائے تو اس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلاح فرما دیتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ناگوار ہوا۔ حضرت عمر کو جب حضرت ابوبکر نے آگاہ کیا کہ دیکھتے نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کیا اثر ہے تو حضرت عمر کانپ گئے اور بہت توبہ استغفار کی اور معافی مانگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس ایک سہل ملت اور پکی اور صاف لایا ہوں اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو سوائے اس کے کہ میری اتباع کرتے کچھ نہ ہوتا یعنی پھر کیا ضروری ہے کہ اس کتاب کو دیکھو جس میں تحریف ہو چکی ہے توریت میں آمیزش تھی تحریف کی جب اس کے دیکھنے سے منع کیا گیا تو جو کتابیں صرف الحاد و زندقہ کی ہوں انکا حکم ظاہر ہے اور جب حضرت عمر کو منع فرمایا گیا تو ہم کیا ہیں اور نہ معلوم کیوں دیکھتے ہیں لوگ۔ اپنے یہاں تو اتنے علوم ہیں کہ عمر بھر بھی ان کو دیکھنے سے فرصت نہ ملے اپنی کتابوں کو دیکھئے۔ (حسن العزیز)

اہل باطل کی مفید کتابیں دیکھنے سے بھی ضرر ہوتا ہے

اہل باطل کی تصانیف جو بظاہر مفید ہوں باطل کی جھلک ہوتی ہے اور اہل حق اس کا پردہ فاش کر دیتے ہیں اسی لئے باطل کی مفید تصانیف کا دیکھنا بھی مضر ہے۔ (حسن العزیز)

فرمایا عجیب تجربہ کی بات ہے کہ بددین آدمی اگر کسی اور کی بات نقل بھی کرے مثلاً بددین شخص نحو کی کوئی کتاب لکھے گو اس میں کوئی مسئلہ بددینی کا نہیں ہے مگر اس کے دیکھنے سے بھی بددینی کا اثر دل میں ہوگا۔ (حسن العزیز)

باطل مسلک کی کتابیں نہ دیکھنا چاہیے

غیر علماء کی کتابیں انکی نظروں سے گزرنا بھی جرم ہے جیسا کہ کوئی شخص باغیانہ کتابیں اپنے گھر میں رکھے ظاہر ہے کہ قانون سلطنت کی رو سے یہ بڑا جرم ہے اور حکومت ایسے شخص کو سزا دے گی۔

علماء پر جو تعصب کا الزام لگاتے ہو تو یہ بھی سوچو کہ اس قانون میں علماء کی ذاتی کیا غرض ہے ظاہر ہے کہ انکی اس میں کچھ غرض نہیں بلکہ غرض تو عوام کی موافقت میں ہے طبیب اگر تلخ دوا دے تو بتلاؤ اس میں اس کی کیا مصلحت ہے؟ یقیناً کچھ نہیں بلکہ سراسر مریض کی مصلحت

ہے پس جو علماء ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں جن میں لوگوں کو مزہ آتا ہے سمجھ لو کہ وہ محض خیر خواہی سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ان باتوں میں زہریلا اثر مشاہدہ کرتے ہیں۔

واللہ! اہل باطل کی کتابوں کا اثر بعض علماء پر بھی ہو جاتا ہے تو عوام کی ان کے مطالعہ سے کیا حالت ہوگی لہذا عوام کو کوئی کتاب علماء کے مشورہ کے بغیر ہرگز نہ دیکھنا چاہیے اور اگر کوئی کہے کہ میں رد کے لئے دیکھتا ہوں تو یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ کام علماء کا ہے تمہارا کام نہیں اور اس میں آپ کی توہین نہیں۔ (التبلیغ وعظ الفاظ القرآن)

مطالعہ صرف محققین کی کتابوں کا کرنا چاہیے

جو محققین کی تصنیف ہیں ان کو مطالعہ میں رکھیے ہر زید و عمر و بکر کی تصنیف کا مطالعہ نہ کیجئے کیونکہ آج کل آزادی کا زمانہ ہے ہر شخص کا جو جی چاہتا ہے لکھ مارتا ہے آج کل ایسے ایسے شخص بھی ہیں کہ میں نے ایک رسالہ میں یہ مضمون لکھا ہوا دیکھا کہ سود حرام نہیں ہے مسلمانوں کو سود کے ذریعہ ترقی کرنا چاہیے اور قرآن میں جو ربو آیا وہ ربا بضم الرا ہے ربودن سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے غصب کو حرام کیا ہے آج کل ایسی بھی تحقیقات ہیں اور ایسے ہی محقق ہیں اور یوں ہی اسلام کے پرتوڑے جائیں گے تو پھر اسلام کی خیر نہیں۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہر کتاب کے دیکھنے میں کیا حرج ہے اگر ہم اپنے مسلک میں جمے رہیں تو کسی کتاب کے دیکھنے میں کیا مضائقہ ہے سو بات یہ ہے کہ میں ہر شخص کی تصنیف کے مطالعہ سے نہیں روکتا اگر اس کا برا اثر نہ دیکھتا مگر جب میں لوگوں کو متاثر ہوتا ہوا دیکھتا ہوں تو منع کرتا ہوں پس آپ کی خیر اسی میں ہے کہ صرف محققین کے رسالے دیکھئے اور نئے نئے خودرو مصنفوں کے رسالے ہرگز نہ دیکھئے۔ (التبلیغ اسباب الفتنہ)

اکابر کا ذوق مطالعہ

حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ آپ کے حالات میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے صاحبزادے سے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا مجھے خوب یاد ہے میں چھ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوا، کبھی راستہ میں بچوں کے ساتھ نہ کھیلا اور نہ زور سے ہنسا، سات برس کی عمر میں جامع مسجد کے سامنے میدان میں

چلا جاتا' وہاں کسی مداری یا شعبدہ باز کے حلقہ میں کھڑا ہو کر تماشا دیکھنے کے بجائے محدث کے درس میں شریک ہوتا وہ حدیث و سیرت کی جو بات کہتا وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی پھر گھر جا کر اسے لکھ لیتا' دوسرے لڑکے دجلہ کے کنارے کھیلا کرتے اور میں کسی کتاب کے اوراق لے کر کسی طرف چلا جاتا اور الگ تھلگ بیٹھ کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا محبوب مشغلہ کتابوں کا مطالعہ تھا وہ ہر موضوع پر کتابیں پڑھتے اور آسودگی نہ ہوتی تھی۔

مدرسہ نظامیہ اور بغداد کے مشہور کتب خانوں کا مطالعہ

حضرت علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے مدرسہ نظامیہ کے پورے کتب خانہ کا مطالعہ کیا جس میں چھ ہزار کتابیں ہیں' اسی طرح (بغداد کے مشہور کتب خانے) کتب الحنفیہ' کتب الحمیدی' کتب عبدالوہاب' کتب ابی محمد وغیرہ جتنے کتب خانے میری دسترس میں تھے سب کا مطالعہ کر ڈالا۔''

مطالعہ ہی میں مسرت وراحت

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے' طبیب نے کہا مطالعہ نہ کرنا صحت پر برا اثر پڑے گا' فرمانے لگے ''صحت پر اثر پڑے گا لیکن اچھا' آپ ہی بتا دیں کہ جس کام میں مریض کو راحت محسوس ہو اس میں مشغول رہنے سے مرض میں افاقہ نہیں ہوتا؟'' طبیب نے کہا ''ضرور ہوتا ہے۔'' فرمانے لگے ''تو میرا جی علم و مطالعہ میں ہی مسرت و راحت محسوس کرتا ہے۔'' طبیب بولے بھائی! یہ مرض پھر ہمارے دائرہ علاج سے باہر ہے۔''

حضرت جاحظ بصری رحمہ اللہ

آپ مشہور امام اللغت ہیں اور مشہور و معروف عالم ہیں آپ کے مطالعہ کے ذوق و شوق کا حال بھی عجیب ہے تمام عمر مطالعہ میں کھپا دی' آخر عمر میں جب آپ مفلوج (فالج زدہ) ہو گئے تو بھی اس حالت میں کتابیں آپ کے چاروں طرف لگی رہتی تھیں اور آپ مطالعہ میں منہمک رہتے' ایک دن کتابیں آپ پر گر پڑیں اور آپ ان کے نیچے دب کر مر گئے۔ کیا ذوق تھا مطالعہ کا؟ اور کیسی دھن تھی علم کی۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا دماغ ایک کتب خانہ

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شاہ صاحب رحمہ اللہ کا دماغ تو ایک کتب خانہ ہے، جس علم کی جس وقت کوئی کتاب اپنے دماغ کے کتب خانہ سے اٹھانا چاہتے ہیں بے تکلف اٹھا لیتے ہیں۔''

مطالعہ کرنے کا طریقہ

اور خود حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک کبھی دینیات کی کتاب کا مطالعہ میں نے بے وضو نہیں کیا۔'' ادب سراسر دین ہے، ادب چراغ مبین ہے، ادب رضاء رب العالمین ہے، ادب ہے تو دین ہے، ادب نہیں تو کچھ نہیں، ادب سارے کا سارا راہ حق بلکہ یہ ایک مثال مشہور ہے کہ کوئی بے ادب خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

جب آپ آخری عمر میں مسلسل بیماریوں کے حملوں سے نیم جام ہو رہے تھے، ایک روز حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جس کتاب کا سرسری طور پر بھی مطالعہ کر لیتا ہوں تو پندرہ سال تک بقید صفحات اور اس کے مضامین محفوظ رہ جاتے ہیں۔'' (محاسن اسلام)

علمی حمیت

فنِ ادب کے مشہور امام کسائی ایک مجلس علماء میں اکثر جایا کرتے تھے ایک دن جو وہاں پہنچے تو بہت خستہ ہو گئے تھے اپنی خستگی ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے کہا ''عییت'' (بالتشدید) یعنی میں تھک گیا۔ اہل مجلس نے ٹوکا کہ تم غلط لفظ استعمال کر رہے انہوں نے وجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ اگر تمہاری مراد ماندگی ہے تو اعییت کہو اور اگر در ماندگی کا اظہار مقصود ہے تو لفظ عییت (بالتخفیف) استعمال کرو۔ کسائی کے دل پر اس اعتراض سے چوٹ لگی، اور فوراً مجلس سے باہر نکل آئے اور یہ تہیہ کر لیا کہ وہ فن سیکھنا چاہئے جس سے پھر آئندہ ایسی خفت کسی محفل میں حاصل نہ ہو، یہ عزم کر کے فن ادب کے استاد یگانہ خلیل بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پڑھنا شروع کیا مگر جو مرتبۂ امامت ان کو اس فن میں ملنے

والا تھا اس کے حصول کے لئے خلیل کی مجلس کافی نہ تھی۔ ایک دن ایک بدوی نے ان پر طعن کیا کہ تم کانِ ادب بنی تمیم اور بنی اسد کو چھوڑ کر عربیت حاصل کرنے بصرہ آئے ہو۔ یہ چبھتا ہوا فقرہ کسائی کے دل پر اتر گیا اور اپنے علامہ استاد سے کسی موقع پر انہوں نے پوچھا کہ آپ نے فن ادب کہاں سے سیکھا' استاد نے جواب دیا کہ حجاز' تہامہ اور نجد کے جنگلوں میں۔ یہ سن کر کسائی کے سر میں تازہ سودا پیدا ہوا اور شہر چھوڑ کر صحرا کی راہ لی اور قبیلہ در قبیلہ اتنے پھرے کہ اس فن کے امام بن گئے' جس کے نہ جاننے سے شرمندہ ہونا پڑا تھا۔

کیا مبارک تھی کسائی کی غلطی جس نے لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو صحیح عربی پر قادر کر دیا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگلے مسلمانوں کی علمی حمیت کیسی حساس تھی جس کو جوش میں لانے کے لئے ادنیٰ تحریک کافی ہوتی تھی۔ (خزینہ)

مطالعہ کا ذوق

بزرگوں اور اکابر علماء کا علمی ذوق کیا تھا؟ اس کے لئے ہم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطالعہ کا ذوق نقل کرتے ہیں تاکہ ہم سب کے لئے بزرگوں کے عمل سے راہ نمائی حاصل کرنا آسان ہو اور ان بزرگوں کے اعلیٰ اخلاق اور محنت اور مجاہدے کے حالات کو پڑھ کر ہمیں بھی توفیق ہو کہ ہم ان کی اتباع یا کم از کم اتباع کی نقل کی کوشش کریں۔ یہ حالات ان کے صاحب زادے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے تحریر کئے ہیں۔ لہٰذا ان کی کتاب سے حضرت کے ہی الفاظ میں نقل کئے جاتے ہیں' پڑھنے سے پہلے دعا فرمالیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے طلبہ و طالبات کو مطالعہ کا ذوق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے خالص جذبے سے علم حاصل کرنے اس پر عمل کرنے اور اس کا نور چار دانگ عالم میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

''حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: دوپہر کو جب مدرسے میں کھانے اور آرام کا وقفہ ہوتا تو میں اکثر دارالعلوم کے کتب خانے میں چلا جاتا تھا' وہ وقت ناظم کتب خانہ کے بھی آرام کا ہوتا تھا لہٰذا ان کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ میری وجہ سے چھٹی کے بعد بھی کتب خانے میں بیٹھے رہیں۔ چنانچہ میں نے انہیں با اصرار اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ دوپہر کے

وقفے میں جب وہ گھر جانے لگیں تو مجھے کتب خانے کے اندر چھوڑ کر باہر سے تالا لگا جائیں۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرتے اور میں ساری دوپہر علم کے اس رنگا رنگ باغ کی سیر کرتا رہتا تھا۔

فرماتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے کی کوئی کتاب ایسی نہیں تھی جو میری نظر سے نہ گزری ہو اگر کسی کتاب کو میں نے نہیں پڑھا تو کم از کم اس کی ورق گردانی ضرور کر لی تھی یہاں تک کہ جب تمام علوم وفنون کی کتابوں کی الماریاں ختم ہوگئیں تو میں نے ان الماریوں کا رخ کیا جنہیں کبھی کوئی شخص ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ یہ "اشتات" (متفرقات) کی الماریاں تھیں اور جن کتابوں کو کسی خاص علم وفن سے وابستہ کرنا ناظم کتب خانہ کو مشکل معلوم ہوتا تھا وہ ان الماریوں میں رکھ دی جاتی تھیں۔ ان کتابوں میں چونکہ موضوع کے لحاظ سے کوئی ترتیب نہ تھی اس لئے اس جنگل میں داخل ہونا لوگ بے سود سمجھتے تھے کہ یہاں سے کوئی گوہر مطلوب حاصل کرنا تریاق از عراق سے کم نہ تھا لیکن جب ساری الماریاں ختم ہوگئیں تو میں نے اشتات کے اس جنگل کو بھی کھنگالا اور اس کے نتیجے میں ایسی ایسی کتابوں تک میری رسائی ہوئی جو گوشۂ گم نامی میں ہونے کی بناء پر قابل استفادہ نہ رہی تھیں۔

کتب خانے کے اس سروے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتنے وسیع وعریض کتب خانے میں مجھے بحمد اللہ یہ معلوم رہتا تھا کہ کون سی کتاب کس موضوع پر ہے اور کہاں رکھی ہے؟ چنانچہ بسا اوقات جب ناظم کتب خانہ کسی کتاب کی تلاش سے مایوس ہو جاتے تو مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ فلاں کتاب کہاں ملے گی؟

فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دورہ حدیث ہی کے سال میں اس بات کی تاکید فرمائی تھی کہ فارغ التحصیل ہو جانے کو کبھی منتہائے مقصود نہ سمجھنا' فراغت کا حاصل صرف اتنا ہے کہ اس کے بعد انسان میں قوت مطالعہ پیدا ہو جاتی ہے اور علم کا دروازہ کھل جاتا ہے اب یہ فارغ ہونے والے کا کام ہے کہ وہ علم کی چند کلیوں پر قناعت کرنے کے بجائے اس دروازے میں داخل ہو اور اس وقت مطالعہ کو کام میں لا کر علم میں وسعت وگہرائی پیدا کرے۔ چنانچہ فراغت کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے زیر ہدایت ہم نے کامل دو سال کتب بینی میں صرف کئے۔

کتاب سے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عشق کا عالم یہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند میں جب بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا تو ابتدائی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہانہ مقرر ہوئی اور جب

۱۳۶۲ھ میں آپ نے دارالعلوم سے استعفاء دیا تو اس وقت ترقی ہوتے ہوئے پینسٹھ روپیہ ماہانہ تک پہنچے تھے، اس تنخواہ کے ساتھ آپ نے اپنا جو ذاتی کتب خانہ جمع کیا وہ تقریباً بارہ طویل و عریض الماریوں میں سماتا ہے۔ (مطالعہ کی اہمیت)

مطالعہ کی اہمیت

اساتذہ کو چاہیۓ کہ مطالعے کا اہتمام فرمائیں۔ سبق پڑھانے سے پہلے اس سبق کا اچھی طرح مطالعہ کریں، اس لئے کہ یہ تدریس امانت ہے۔ اس میں معمولی کوتاہی بھی خیانت ہے۔ طلبہ کی جماعت اور ان کے والدین اور ادارے کے ذمہ دار احباب نے آپ پر اعتماد کیا ہے کہ آپ درسگاہ میں داخل ہونے سے پہلے درس کی پوری تیار کر کے آئیں گے۔ یعنی اس بات کی پوری تیاری کر کے آئیں گے کہ درسگاہ کے کمزور سے کمزور بچے کو کس طرح سمجھائیں۔ یہی ایک اچھے استاذ کا کمال ہے۔ اُس کا طرہ امتیاز ہے کہ اس میں سمجھانے کی اعلیٰ استعداد ہو۔ خود سمجھ لینا ایک کمال ہے لیکن دوسروں کو سمجھانا اور پھر جس عمر کا جو بچہ ہے اسی کے معیار پر استاد کو نیچے آنا اور اس کی زبان میں بولنا یہ اعلیٰ کمال ہے جو محنت، شوق اور لگن سے حاصل ہوا کرتا ہے۔

اکابر کا مطالبہ میں انہماک

لکھا ہے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ رات کو بہت کم سوتے تھے اکثر حصہ درس و تدریس میں اور مطالعہ میں گزرتا تھا۔

بعض احباب نے کم خوابی اور زحمت کشی کی وجہ دریافت کی تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً عجیب جملہ ارشاد فرمایا جو اس زمانے میں ہر استاد و معلّمہ کو یاد کر لینا چاہیۓ اور لکھ کر اپنے کمرے کے کسی نمایاں جگہ میں لٹکا دینا چاہیۓ کہ ہر وقت اس پر نگاہ پڑے۔ فرمایا:

”کیف أنام، و قد نامت عیون المسلمین، توکلا علینا یقولون: اذا وقع لنا أمرا رفعنا، الیه فیکشفه لنا، فاذا نمت ففیه تضییع الدین“

ترجمہ: ”میں کس طرح میٹھی نیند سوؤں، حالانکہ مسلمانوں کی آنکھیں تو ہمارے بھروسے پر سو رہی ہیں، مسلمان یہ سوچتے ہیں ہمیں جب کوئی مسئلہ پوچھنا ہوگا ہم ان (امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس جا کر پوچھ لیں گے اب اگر میں بھی سو جاؤں (اور دینی کتابوں کا

مطالعہ نہ کرو) تو اس میں (ان کے) دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔"

امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعے کے وقت یہ عالم ہوتا کہ ادھر ادھر کتابیں ہوتی تھیں اور وہ ان کے مطالعے میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی، بیوی کو کب گوارہ تھا کہ اس کے سوا کسی اور طرف اس قدر التفا ہو، ایک روز بگڑ کر کہا: **و الله هذه الكت اشد على من ثلث ضرائر.**

"قسم ہے رب کی! یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔"

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر شاگرد امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاذ کی ایک کتاب کا پچاس برس مطالعہ کیا اور خود ہی ناقل ہیں کہ ہر مرتبہ کے مطالعہ میں مجھ کو نئے نئے فوائد حاصل ہوئے۔

شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی طالب علمی کا حال درج کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں: "دراثناء مطالعہ کے وقت از نیم شب درمی گذشت والد قدس سرہ مرا فریادمی زد بابا چہ می کنی۔"

یعنی آپ اتنی دیر تک مطالعہ میں مشغول رہتے کہ والد ماجد کو رحم آجاتا اور فرماتے کہ کب تک جاگو گے، اب آرام کرو۔ شیخ فرماتے ہیں کہ "والد صاحب کی آواز سن کر فی الحال میں لیٹ جاتا اور جب والد صاحب سو جاتے تو پھر اٹھ کر مطالعہ کرنے لگتا۔" اسی محنت نے تو ان کو محدث بنا دیا تھا۔

قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں لکھا ہے کہ مطالعہ میں ایسا انہماک ہوتا تھا کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اٹھا کر لے جاتا تو آپ کو خبر بھی نہ ہوتی۔

اسی محنت کا اثر تھا کہ زمانہ طالب علمی ہی میں آپ نے بڑی بڑی کتابوں کا سبق پڑھایا، حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر العلوم نے فرمایا کہ فراغت کے بعد بھی میرے مطالعے کا اوسط ایک ہزار صفحات یومیہ ہوتا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عرصہ سے صرف ایک وقت دو پہر کو کھانا کھاتے تھے شام کو کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ قریبی رفقاء فرماتے ہیں کہ ہم نے متعدد بار حضرت سے سنا کہ میری ایک مشفق ہمشیرہ تھیں میں شام کو مطالعہ میں مصروف ہوتا تھا اور وہ لقمہ میرے منہ میں دیا کرتی تھیں اس طرح مطالعہ کا حرج نہ ہوتا تھا

لیکن جب سے ان کا انتقال ہوگیا اب کوئی میری اتنی ناز برداری کرنے والا نہیں رہا اور مجھے اپنی کتابوں کا نقصان گوارا نہیں اس لئے شام کا کھانا ہی ترک کر دیا۔

حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کتب بینی سے اتنا شغف تھا کہ بیماری کی حالت میں بھی سرہانے کتابیں رکھی رہتیں اور فرماتے میری بیماری کا علاج ہی کتب بینی ہے۔ اپنے شغف کا اظہار بھی عربی اشعار میں فرمایا ہے۔ **نفحة العرب** ادب میں ان کی کتاب ہے اس میں **باب النظم** میں وہ اشعار موجود ہیں۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا بعض خدام سے سنا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے کبھی سو جاتے جب بیدار ہوتے تو پھر مطالعہ شروع کر دیتے۔ مطالعہ سرسری نہ کرتے بڑے امعان کے ساتھ کرتے، طالب علمی ہی کے زمانے میں اکثر کتابیں زبانی یاد تھیں۔

علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی طالب علمی کے زمانے میں صرف روٹی لیتے تھے سالن نہ لیتے تھے۔ روٹی جیب میں رکھ لیتے تھے جب موقع ہوتا کھا لیتے، فرماتے: روٹی سالن کے ساتھ کھانے میں مطالعہ کا نقصان ہوتا ہے۔

حضرت مولانا منہاج رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے پایہ کے عالم تھے۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے وعظ میں بیٹھتے تھے۔ یہ لاہور سے دہلی علم حاصل کرنے کے لئے آئے اور بڑی بڑی سختیاں جھیل کر علم کی دولت حاصل کی۔ ان کے واقعات میں ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں تھوڑا سا آٹا اور گھی دکانوں سے لیا کرتے تھے، آٹے کا چراغ بنا کر اس میں گھی ڈالتے اور اس کی روشنی میں رات بھر مطالعہ میں مشغول رہتے، دن میں اس کی ٹکیاں پکا کر کھا لیتے اور اسی پر قناعت کرتے بعد میں سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت میں دہلی کے مفتی مقرر ہوئے۔

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں "مئو" ضلع اعظم گڑھ میں پڑھتا تھا تو وہاں کچھ ساتھی ایسے مل گئے تھے جن کو مطالعہ کا ذوق تھا، اکثر ایسا ہوتا کہ ہم لوگ رات کو دو تین بجے تک مطالعے اور مذاکرے میں مشغول رہتے، دن بھی اسی انہماک میں گزرتا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ امتحان کے زمانے میں تمام کتابیں یاد رہتی تھیں اسی محنت کا نتیجہ تھا

کہ دورۂ حدیث کے امتحان میں کئی کتابوں کے سوالات کے جواب میں مستقل رسالے تحریر کئے تھے فرمایا کہ مہتمم صاحب سے میں نے اجازت لے لی تھی کہ جواب کے لئے جو وقت مدرسہ نے مقرر کیا ہے وہ کافی نہیں، مجھ کو زائد وقت دیا جائے۔ چنانچہ مہتمم صاحب نے ایک نگراں مقرر کیا تھا اور وقت میں اضافہ کر دیا۔

حضرت مولانا عبدالوحید صاحب مدظلہٗ العالی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں بسا اوقات ایسا ہوتا کہ پوری رات مطالعے میں گزر جاتی۔ مولانا کی ذہانت اور استعداد ہمارے اطراف میں مشہور ہے۔ اسی محنت کا اثر تھا کہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ڈابھیل میں حدیث شریف پڑھانے کے لئے اصرار کیا مگر خدمت والدین کی وجہ سے نہ جا سکے اور تقریباً تیس سال تک صدر مدرسی کے فرائض مدرسہ اسلامیہ فتح پور میں انجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا عجب نور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اکثر ایسا ہوتا کہ میں عشاء کے بعد مطالعہ شروع کرتا اور فجر تک اس میں مشغول رہتا۔ اس محنت کا نتیجہ تھا کہ تمام کتابیں حفظ پڑھاتے تھے، شاید ہی کسی جگہ کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش آتی۔ (مطالعہ کی اہمیت)

مطالعہ اور کتب بینی

طالب علم کے لئے مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے جیسے کھیتی کے لئے پانی، کھیتی بغیر پانی کے اگتی نہیں اسی طرح مطالعہ کے بغیر علمی استعداد اور صلاحیت پیدا نہیں ہو سکتی، طالب علم کو چاہئے کہ گھنٹوں کے علاوہ دوپہر میں اور رات میں کتب بینی میں مشغول رہے کوئی بھی اس کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔

سمندر میں جس طرح غوطہ لگانے والا اس کی گہرائیوں میں پہنچ کر قیمتی موتی حاصل کرتا ہے اسی طرح دریائے علم میں غوطہ لگانے والا یعنی مطالعہ اور کتب بینی کرنے والا علم و حکمت کے بیش قیمت گوہر اپنے دل و دماغ میں بھر لیتا ہے مطالعہ اور کتب بینی سے علم میں وسعت پیدا ہوتی ہے استعداد ٹھوس اور مضبوط ہوتی ہے طالب علم کی قوت فکریہ تیز ہوتی ہے اور علم کے دروازے کھلتے ہیں بہت سی نامعلوم چیزیں معلوم ہوتی رہتی ہیں مطالعہ کر کے سبق پڑھنے پڑھانے میں سبق خوب اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے اور اس کی یاد دیر تک باقی رہتی ہے مطالعہ کرنے سے تحقیق کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور لاعلمی دور ہوتی ہے۔

مطالعہ کرنے سے مطالعہ کرنے والوں کو ایسی مسرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ دنیا کی دولت اور بادشاہت کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں مطالعہ کرنے سے طالب علم عقل مند ہوتا ہے، مطالعہ کے شوق سے کتابوں کے سربستہ راز کھلتے ہیں اور مشکل مقامات حل ہوتے ہیں کتابوں کے معانی ومطالب پر عبور حاصل ہوتا ہے، ذہن کو جلا اور ترقی حاصل ہوتی ہے اور طالب علم درجہ کمال تک پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ طالب علم علم کا آفتاب اور ماہتاب بن جاتا ہے اور انسانی معاشرہ میں اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہے۔

مطالعہ کرنے کا طریقہ

حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب شروانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

مطالعہ طلوع سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں نکلنا اور باب مفاعلہ کا ایک خاصہ ہے تعدیہ یعنی متعدی بنانا، لہذا مطالعہ بمعنی نکالنا ہوا ایک خاصہ باب مفاعلہ کا مبالغہ ہے اس اعتبار سے مطالعہ خوب خوب نکالنے کے معنی اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

اس لئے نقوش کتاب جو پہلے سے ذہن ودماغ پر مختلف وجود سے مخفی ہیں اور سمجھنے اور جاننے کے لئے مختلف قسم کا غور وفکر کرنا اور فکر وسوچ کی محنت کرنا ضروری ہے اول تو لغت اور صرف کے اعتبار سے سوچنا اور سمجھنا ضروری ہوگا کہ کون سا صیغہ اور کیا معنی ہیں دوسری محنت علم نحو اور ترکیب کے اعتبار سے دیکھنا اور سوچنا ہوگا کہ ترکیب میں کیا واقع ہے اور اعرابی لحاظ سے کس طرح پڑھا جائے تنوین کے ساتھ یا بلا تنوین حرکات ثلاثہ میں سے کس حرکت کے ساتھ پڑھنا صحیح ہوگا، تیسری فکری محنت یہ ہوگی کہ ماقبل ومابعد کے اعتبار سے ترجمہ کس طرح کرنا صحیح ہوگا اور اس جگہ اس کا کیا مطلب ہوگا، مصنف کیا بتلانا اور سمجھانا چاہتے ہیں تو مختلف احتمالات نکالتے ہوئے ان تینوں مرحلوں کو طے کرنے کا نام مطالعہ ہے صرف کتاب کے نقوش پر نگاہ ڈالنا اور بے سوچے سمجھے کیفما اتفق زبان سے تلفظ کر لینے کا نام ہرگز مطالعہ نہیں اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے مطالعہ کیا جائے اس کے لئے جتنا ذہن یکسو ہوگا اتنی ہی سوچ وفکر صحیح ہوگی۔

اس طرح غور وفکر سے کام لینے میں طالب علم کو اول اول بہت تعب (تھکن) ومشقت محسوس ہوگی اور وقت زیادہ خرچ کرنے کے باوجود کام کی مقدار بہت کم ہوگی یعنی کافی دیر میں

ایک آدھ سطر حل ہو سکے گی لیکن کرتے کرتے روز بروز قوت فکریہ میں تیزی وترقی اور مقدار میں بھی روز بروز اضافہ اور زیادتی ہوتی چلی جائے گی نیز اس طرح مطالعہ کر کے سبق پڑھنے میں لطف اور مزہ بھی آتا چلا جائے گا اور سبق ذہن نشین اور محفوظ رہے گا' استعداد علمی حاصل ہونے کا اور ترقی کا ذریعہ یہی مطالعہ ہے اس لئے اس پر محنت ضروری ہے سستی اور آرام طلبی کو اس پر قربان کر دینا چاہئے اور حتی الامکان کوئی سبق بلا مطالعہ نہ پڑھے۔ (رسالہ اسٹرائک)

چراغ کا تیل نہ ہونے کے باوجود مطالعہ کرنا

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طالب علم کا واقعہ لکھا ہے جو بہت مشہور ومعروف ہے کہ ایک غریب اور نادار طالب علم دہلی میں تھا اور مطالعہ کے لئے چراغ کا تیل نہ ہونے کی وجہ سے بہت پریشان تھا ایک دکاندار سے کہا کہ میں تمہاری دکان کا رات کو پہرہ دیا کروں گا میرے لئے رات بھر کے تیل کا انتظام کر دیا جائے' دکاندار خوش ہوا کہ اتنی کم اجرت پر آدمی مجھے مل گیا اور یہ طالب علم خوش ہوئے کہ میرے مطالعہ کا انتظام ہو گیا ایک رات یہ طالب علم مطالعہ کر رہا تھا کہ بادشاہ کی سواری بہت بڑے لشکر کے ساتھ مع باجے گاجے کے اس طرف سے گذری جس کے دیکھنے کے لئے ایک جم غفیر شہر اور اطراف سے جمع ہوا تھا' سواری گذر جانے کے بعد کچھ لوگ جو دور سے یہ جشن دیکھنے کے لئے آئے تھے اس طالب علم کے پاس آ کر دریافت کیا کہ بادشاہ کی سواری گذر گئی؟ طالب علم نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم لیکن ایک شور ضرور تھا۔

(۲) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے طالب علمی کے زمانہ میں چراغ کے تیل کا انتظام نہیں تھا تو مطالعہ کے لئے بازار کی لالٹین جہاں جلتی تھی تشریف لے جاتے اور وہاں مطالعہ کرتے۔

(۳) حکیم جالینوس سے پوچھا گیا تم نے اپنے ساتھیوں سے زیادہ حکمت کیسے حاصل کر لی؟ جواب دیا میں نے کتب بینی کے لئے چراغ پر اس سے زیادہ خرچ کیا جتنا لوگ شراب پر خرچ کرتے ہیں۔

(۴) ابو العلاء ہمدانی کو بغداد میں ایک شخص نے اس حال میں دیکھا کہ مسجد کے

چراغ کی روشنی میں جو بلندی پر تھا کھڑے کھڑے لکھ رہے ہیں ظاہر ہے کہ اگر ان کے پاس تیل کے لئے پیسے ہوتے تو یہ تکلیف کیوں گوارہ کرتے۔

(۵) ابوالمنصور فارابی رحمۃ اللہ علیہ زمانہ طالب علمی میں اتنے تہی دست تھے کہ چراغ کا تیل نہیں خرید سکتے تھے رات کو پاسبانوں کی قندیلوں کی روشنی میں مطالعہ کرتے۔

(۶) ایک طالب علم کی حکایت کتابوں میں لکھی ہے کہ ایک رات ان کے گھر میں چراغ کا تیل نہ تھا بڑے پریشان ہوئے اتفاق سے بادشاہ کا جلوس اس طالب علم کے سامنے سے گذرا جس کے ساتھ مشعلیں تھیں، یہ اس کے ساتھ ہو لئے اور ہاتھ میں کتاب لے کر مطالعہ کرتے چلے گئے یہاں تک کہ جلوس شاہی محل میں داخل ہوا یہ بھی ساتھ ساتھ چلے گئے بادشاہ کی نظر ان پر پڑی اس نے خدام کو کہہ دیا تھا کہ ان کو روکا نہ جائے یہاں تک کہ جلوس خاص خلوت گاہ میں پہنچا یہ بھی وہیں پہنچ گئے اور برابر مطالعہ میں مشغول رہے بادشاہ ان کو دیکھتا رہا مگر ان کو خبر نہ ہوئی جب مطالعہ سے فارغ ہوئے اور اپنے کو خاص خلوت گاہ شاہی میں دیکھا تو قرائن سے سمجھ گئے کہ میں شاہی محل کے اندر ہوں اب یہ ڈرنے لگے بادشاہ نے تسلی دی کہ ڈرو نہیں مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے کافی وظیفہ مقرر کر دوں تاکہ تم فراغ قلب کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول رہو طالب علم نے کہا کہ حضور یہ تو جھگڑا ہے میں تنخواہ وغیرہ لینے کا پابند نہیں ہو سکتا کیونکہ آزادی میں خلل پڑتا ہے ہاں اگر آپ مجھے راحت دینا چاہتے ہیں تو کسی بنئے سے کہہ دیجئے کہ مجھے تیل دے دیا کرے اور ماہانہ آپ کو حساب دکھلا کر تیل کے دام آپ سے لے لیا کرے مجھ سے کچھ نہ مانگا کرے چنانچہ بادشاہ نے ان کے واسطے تیل کا انتظام کر دیا۔ (حقیقت تصوف وتقویٰ: ص ۷۵)

(۷) حضرت مولانا قاری صدیق کا پورا زمانہ طالب علمی نہایت افلاس وتنگدستی میں گذرا، حضرت اقدس فرماتے تھے کہ مدرسہ گھر آنے اور گھر سے مدرسہ جانے کے لئے کرایہ کا انتظام مشکل سے ہوتا تھا بسا اوقات میرے پاس چراغ کے لئے تیل کے بھی پیسے نہ ہوتے تھے تاکہ کتابوں کا مطالعہ کر سکوں مظاہر علوم میں اس وقت رات کو صرف ایک شمع (لالٹین کے مانند) روشن کر دی جاتی تھی جو رات بھر جلتی تھی میں اسی کی روشنی میں رات بھر

کھڑا کھڑا کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا ایک مرتبہ فرمایا کہ سڑک پر بجلی کے ستون میں ایک بلب لگا ہوا تھا میں کھڑے کھڑے کئی گھنٹے اس روشنی میں کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔

عصر کے بعد بھی پچاس صفحوں کا تکرار

حضرت مولانا قاری صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا ایک ساتھی تھا ان کا حال مجھ سے ملتا جلتا تھا میں بھی غریب تھا وہ بھی غریب تھے ناشتہ نہ وہ کرتے تھے نہ میں کرتا تھا مٹی کا ایک پیالہ میرے پاس تھا اوران کے پاس بھی تھا ساتھ رہتے پڑھتے لیکن ادھر ادھر کی باتیں کبھی نہ کرتے عصر کے بعد میں اور وہ دونوں دار قدیم کے مسجد کلثومیہ میں بیٹھ جاتے اور ہدایہ کا تکرار اس طرح کرتے کہ ایک صفحہ عبارت وہ پڑھتے جاتے اور میں آنکھ بند کر کے سنتا اور سمجھتا رہتا صورت مسئلہ اختلاف' دلائل سب ذہن نشین ہوتے جاتے پھر ایک صفحہ عبارت میں پڑھتا اور وہ آنکھیں بند کر کے سنتے اس طرح ہدایہ کے پچاس صفحے پڑھتے جاتے ہدایہ اتنی ازبر ہوگئی تھی کہ اب تک مجھے یاد ہے کہ فلاں مسئلہ اور فلاں عبارت کس صفحہ میں کس جگہ ہے۔ (مثالی شاگرد)

مطالعہ کی ضرورت

حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ اپنے تجربہ کی بناء پر طلبہ کو یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ تم تین باتوں کا التزام کرلو' پھر میں ٹھیکہ لیتا ہوں اور ذمہ دار ہوتا ہوں کہ تمہیں استعداد علمی حاصل ہو جائے گی۔ اول یہ کہ جو سبق پڑھنا ہو اس کا مطالعہ ضرور کر لیا جائے اور مطالعہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ مطالعہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ معلومات اور مجہولات متمیز ہو جائیں۔ بس اس سے زیادہ کاوش نہ کرے پھر سبق کو استاد سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لے۔ بلا سمجھے آگے نہ چلے۔ اگر اس وقت استاد کی طبیعت حاضر نہ ہو تو پھر کسی دوسرے وقت سمجھ لے اس کے بعد ایک بار خود بھی مطلب کی تقریر کرے بس ان تینوں التزامات کے بعد پھر بے فکر رہے چاہے یاد رہے یا نہ رہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ استعداد ضرور پیدا ہو جائے گی' یہ تینوں باتیں تو درجہ وجوب میں ہیں اور ایک بات درجہ استحباب میں ہے وہ یہ کہ کچھ آموختہ بھی روزانہ دہرا لیا کرے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی طلباء کیلئے نصائح

کس قدر تحصیل علم دین فرض عین ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض دیہات آپ دیکھ لیجئے کہ جنازہ کی نماز کا کوئی پڑھانے والا نہیں ملتا، استغفر اللہ جب علم دین اس درجہ ضروری ہے اس کی تحصیل وحفاظت واجب ہوئی پھر جامعیت ہوئی تو سبحان اللہ اور وہ فرض کفایہ ہے اگر اس قدر مہلت نہیں تو اچھا فرض عین ادا کرلو اور ہندی یا عربی یا فارسی جس میں ہو سکے حاصل کرو۔

لوگوں کا گمان ہے کہ راہ نجات کافی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں سارے اخلاق اور عقائد آگئے ہیں بفضلہ تعالیٰ علم دین کی ضرورت ثابت ہو چکی اس سے تو کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس ہیئات مروجہ کی ضرورت نہیں تو بہتر مجھے کوئی اور ہیئات بتا دیجئے اور دکھا دیجئے کہ وہ مفید ہے میں کچھ مانگتا نہیں ہوں ہاں ضرورت ثابت کئے دیتا ہوں اگر ثابت نہ ہوئی ہو تو آپ کے نزدیک تو میں آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ آپ میرے مقدمات دلیل کی غلطی ظاہر کر دیجئے میں اپنے حجرے میں بیٹھ کر نہیں کہتا ہوں۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۴)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے بچپن کے چند واقعات

میرٹھ کا ذکر ہے والد صاحب نے میرے استاد کو جن سے میں قرآن شریف یاد کرتا تھا علیحدہ کرنا چاہا ہمیں حفظ کا شوق ہو گیا تھا، نہایت شاق گزرا۔ بس شور واویلا کرنا شروع کر دیا ہر چند والد صاحب نے سمجھایا کہ دوسرے حافظ جی بلا دیں گے ڈانٹا بھی لیکن ایک نہ سنی کہ میں

تو انہیں سے پڑھوں گا آخر عاجز ہو کر چلے گئے کہنے لگے کہ خدا جانے لونڈے کو کیا کھلا دیا ہے کہ مسخر ہی ہو گیا۔ غرض مغلوب ہو کر ہار کر چلے گئے حالانکہ وہ حافظ جی ایسے خفا ہوتے تھے کہ اس زمانہ میں جبکہ مولویت کا نام بھی ہو گیا تھا اور سچ مچ کی مولویت تو اب بھی نصیب نہیں ہوئی۔ میں ایک دفعہ میرٹھ گیا تھا اور ان کو دور میں کلام مجید سنا رہا تھا۔ متشابہ لگا، حافظ جی کو جوش آ گیا، بس اٹھ کر ایک زور سے دھپ دیا منہ پر الحمدللہ ذرا نا گوار نہیں ہوا۔ نیچی نگاہ کئے چپ بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد حافظ جی ہاتھ جوڑ کر سامنے بیٹھ گئے کہ للہ معاف کر دو میں نے سخت بے ادبی کی تم مولوی ہو، میں نے کہا حضرت یہ آپ کیا فرماتے ہیں یہ جو کچھ حاصل ہوا ہے سب آپ ہی کا طفیل ہے آپ کو ساری عمر مارنے کا حق ہو گا واقعی مجھے مطلق نا گوار نہیں گزرا۔ لیکن حافظ جی بیچارے ایسے شرمندہ تھے کہ نگاہ نہیں اٹھتی تھی۔ میں نے بہت کچھ عرض و معروض کیا مگر نہیں مانے، معاف ہی کرا کر چھوڑا تو جناب میں نے اس پٹنے پر ایسا فخر کیا کہ آج اپنی اس ذلت کو سب کے سامنے بیان کر رہا ہوں، محض یہی بات تھی کہ جس چیز کے سبب یہ سب کچھ ہوا اس کا شوق تھا اگر اس سے زیادہ بھی کر لیتے سب گوارا ہوتا۔ ہندی مثل بھی تو ہے کہ دودھ دیتی گائے کی لات بھی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عطار اسی کو فرماتے ہیں۔

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر

(گرم کہے سرد کہے خوش رہتا ہے)

جس شخص کو کسی ایسی چیز کی طلب ہو جس کو وہ ضروری سمجھتا ہے اس کو اس کے حاصل کرنے کے لئے سب ہی کچھ گوارا ہو گا۔ بچوں کے ساتھ یہ گھیر گھار تو جبھی تک ہے جب تک انہیں سمجھ نہیں جب اپنا نفع سمجھنے لگے تو پھر خود پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اس کے قبل تو کچھ لالچ ہی دینے سے رستہ پر آ سکتا ہے۔ جب فہم درست ہوئی تو پھر ضرورت ہی کیا ہے۔ لالچ دینے کی پھر ضابطہ کا برتاؤ ہوتا ہے۔

پھر ہم کیوں خوشامد کریں اور کیوں ان کے پیچھے پھریں انہیں کی غرض ہے، وہی ہماری خوشامد کریں چنانچہ حق تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں تعلیم کے اندر تدریج کا بہت اہتمام فرمایا ہے۔ اول میں مضامین اور طرح کے ہیں یعنی احکام بہت ہی کم بس تھوڑے اور کہیں

کہیں ہیں شروع میں تو عقیدوں کی درستی کی گئی ہے پھر آہستہ آہستہ جس قدر سہار ہوتی گئی، احکام نازل ہوتے گئے، جیسے اول بچہ کو دودھ دیتے ہیں پھر کچھ دن جب معدہ میں قوت آ چلی تو کچھ حلوا دینے لگے پھر کچھ روز روٹی چور کر کھلائی اتنے میں دانت نکل آئے اور کچھ چلے اب ایک آدھ ریشہ بوٹی کا بھی دینا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ خوب گوشت روٹی پلاؤ زردے سب ہی کچھ کھانے لگا۔ پھر تو ماشاء اللہ یہ حالت ہو گئی کہ جو کچھ بھی اور جتنا کچھ بھی کھالیا بس بیٹھے بیٹھے سب ہضم اگر اول ہی بچہ کو حلوا اور گوشت روٹی کھلا دی جائے تو بجز اس کے کہ غریب کی امعا پھٹ جائیں اور کیا ہوگا اسی طرح حق تعالیٰ نے تعلیم میں نہایت تدریج اختیار فرمائی جیسا مزاج مکلّف کا دیکھا ویسی ہی اس کو ترغیب دی۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۲)

دور قدیم کے طلباء

ایک حکایت ہے کہ ایک بادشاہ و وزیر میں گفتگو ہو رہی تھی۔ بادشاہ کہتا تھا کہ طلباء عربی بہت عاقل ہوتے ہیں وزیر کہتا تھا کہ ان سے بڑھ کر بیوقوف کوئی نہیں۔ اتفاق سے ایک طالب علم جوتیاں چٹخاتے خستہ حال سامنے سے گزرے بادشاہ نے ان کو بلایا اور وزیر سے کہا کہ ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

دیکھو یہ طالب علم اتفاق سے میرے سامنے آ گیا میں نے اس کو انتخاب کر کے نہیں بلایا اب میں اس کی عقل کا امتحان کر کے تم کو دکھلاتا ہوں کہ عربی طلبا کیسے عاقل ہوتے ہیں طالب علم کو بادشاہ نے عزت سے بٹھایا اور سامنے ایک حوض تھا۔ اس کی طرف اشارہ کر کے اول وزیر سے سوال کیا۔ کہ بتلاؤ اس میں کتنے کٹورے پانی کے آ سکتے ہیں۔

وزیر نے کہاں بدوں شمار کے اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ حوض کو خالی کیا جائے اور کٹورہ بھر بھر کر پانی کا اس میں ڈالا جائے تو اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس میں کتنے کٹورے پانی آ سکتا ہے۔

بادشاہ نے اس کے بعد طالب علم صاحب سے دریافت کیا کہ مولانا آپ بتلائیں کہ اس میں کتنے کٹورے پانی آ سکتا ہے طالب علم نے کہا کہ یہ سوال مہمل ہے۔ پہلے کٹورا تو متعین ہونا چاہئے کہ وہ کٹورا کتنا بڑا ہے اگر کٹورا حوض کے برابر ہے تو ایک کٹورا پانی آ سکتا ہے اگر اس سے آدھا ہے تو دو کٹورے، اگر تہائی ہے تو تین اگر سواں حصہ ہے تو سو کٹورے

اگر ہزارھواں حصہ ہے تو ایک ہزار کٹورے اور اگر لاکھواں حصہ ہے تو ایک لاکھ کٹورے، غرض جو نسبت مساحت میں حوض کے کٹورے کو ہوگی اسی نسبت سے اس میں کٹورے آسکیں گے۔ اس لئے اول کٹورا متعین کرنا چاہئے اس کے بعد سوال کرنا چاہئے۔

بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اب انصاف کی بات تو یہ ہے کہ تم قلم دان وزارت اس طالب علم کے حوالے کردو اور خود جا کر طالب علمی کرو۔ مگر تمہارے خاندان میں وزارت چلی آرہی ہے اس لئے معاف کرتا ہوں اور تم کو اس عہدہ پر بحال کرتا ہوں۔ اس کے بعد مولوی صاحب سے کہا کہ مولانا آپ کو بہت تکلیف دی گئی معاف کیجئے گا اب آپ جا سکتے ہیں۔

وہ سلام کر کے چلتے ہوئے اور ان کے دل میں وزارت کی ذرا بھی ہوس پیدا نہ ہوئی حالانکہ بادشاہ ان کی قابلیت وزارت کو تسلیم کر چکا تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں طلباء کو دنیا کی ہوس نہ تھی۔

قدیم طلباء کا ذوق

طلباء اس زمانہ میں سب صوفی ہوتے تھے۔ اسی لئے پہلے زمانہ میں خانقاہوں کی اور تعلیم تصوف کی ضرورت نہ تھی کیونکہ سب ماں کے پیٹ سے صوفی ہی پیدا ہوتے تھے اور ان کا وہی مذاق ہوتا تھا جو حضرت غوث اعظمؒ کا اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک سنجر...... بادشاہ ملک نیمروز نے آپ کے مصارف کے لئے آپ کو ایک معتد بہ حصہ ملک کا پیش کرنا چاہا آپ نے رباعی میں جو لکھا۔

چوں چتر سنجری درا بختم سیاہ باد   در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانکہ یافتم خیر از ملک نیم شب   من ملک نیمروز بیک جونمی خرم

سنجر کے جھنڈے کی طرح میرے بخت کا منہ کالا ہوا اگر میرے دل میں ملک سنجر کی آرزو ہو جب سے مجھے آدھی رات کو اٹھنے کا چسکا لگا۔ ملک نیمروز کو میں ایک جو کے بدلے بھی نہیں خریدتا۔"

ایک عالم کی حکایت

ایک عالم کی حکایت رسالہ القاسم دور قدیم میں لکھی تھی کہ وہ خدمت دین میں مشغول رہا کرتے تھے کسب معاش کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ایک نانبائی آپ کو معتقد تھا۔ اور جان نثار تھا اور ایسے شخص سے مانگ کر کھانا بھی جائز ہے اس سے آپ نے کہہ رکھا تھا کہ بھائی جب کبھی ہم کو بھوک ستائے

گی ہم بے تکلف تمہارے پاس آجایا کریں گے مگر ایک شرط ہے وہ یہ کہ ہمارے سامنے وہ ٹکڑے رکھ دینا جو مسافروں کے آگے سے بچ جاتے ہیں۔ اگر سالم روٹی دو گے تو ہم نہ کھائیں گے۔

نانبائی نے اس خیال سے یہ شرط منظور کر لی کہ اس کے خلاف میں مولانا کو تکلیف ہو گی اور ٹکڑوں سے بھی رہ جائیں گے چنانچہ جب بھوک لگتی مولانا صاحب اس کی دکان پر پہنچ جاتے اور وہ مسافروں کے سامنے کے ٹکڑے بچے ہوئے ان کے آگے رکھ دیتا۔ ان کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے اور پھر علمی...... مشغلہ میں مشغول ہو جاتے۔

اتفاق سے ایک دن جو گئے تو نانبائی نے کہا کہ آج تو ٹکڑے نہیں ہیں یا تو مسافروں نے ٹکڑے چھوڑے نہیں یا کوئی بہت کھانے والا آ گیا ہو گا جو ٹکڑے بھی کھا گیا۔ تو مولوی صاحب خوش خوش فرماتے ہوئے واپس آ گئے۔

تلک اذا کرۃ خاسرۃ کہ آج کی واپسی تو بڑے خسارہ کی ہوئی۔

''آپ کو فاقہ میں بھی لطیفہ سوجھا کیونکہ قرآن سے اقتباس کرنا تو لطائف میں سے ہے۔''

طلباء کی حکایتیں

طلباء کی حکایتیں اس قسم کی بہت سی ہیں۔ ایک حکایت تو والد صاحب سے سنی ہے کہ طلباء ایک گھڑا بنا لیا کرتے تھے جس کا منہ تنگ کر دیا کرتے۔ جو خط گھر سے آتا اس کو بغیر دیکھے پڑھے گھڑے میں ڈال دیتے۔ اسی طرح برابر گھڑے میں خطوط ڈالتے رہتے۔ یہاں تک کہ جب سات آٹھ سال میں علم سے فارغ ہوتے اس وقت وہ گھڑا توڑا جاتا۔ اور تمام خطوط پڑھتے۔ کسی میں رنج کی خبر ہوتی تو اس کو دیکھ کر رو لیتے۔ کسی میں خوش خبری ہوتی اس کو دیکھ کر ہنس لیتے۔

که گریم و گه خندم دیوانه چنیں باشد

کبھی روتا ہوں کبھی ہنستا ہوں دیوانے ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ایک حکایت اور سنی ہے کہ ایک دن ایک طالب علم کے پاس تیل نہ تھا تو وہ بڑے پریشان ہوئے۔ اتفاق سے اسی وقت ایک رئیس کا جلوس نکلا جس میں مشعلیں اور فانوس وغیرہ بہت روشن تھے۔ آپ کتاب ہاتھ میں لے کر اس جلوس کے ساتھ ہو لئے اور مطالعہ کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جلوس رئیس کے محل تک پہنچا۔ آپ بھی اس کے ساتھ مل

میں چلے گئے۔ خدام نے روکنا چاہا مگر رئیس نے منع کر دیا۔ یہاں تک کہ روشنی کے فانوس وغیرہ خاص آرام کے کمرہ میں پہنچے۔ آپ وہاں بھی چلے گئے اور ایک تخت پر بیٹھ کر کتاب دیکھتے رہے اور ایسے مستغرق تھے کہ نہ کسی عورت کی طرف نظر اٹھائی نہ باندی کی طرف۔

رئیس ان کے اس استغراق پر محو ہو گیا۔ جب مولوی صاحب مطالعہ سے فارغ ہوئے اس وقت ہوش آیا اور کتاب بند کر کے ادھر ادھر دیکھ کر گھبرا گئے کہ میں کہاں آ گیا اور کس طرح آ گیا۔

رئیس نے ان کی پریشانی دیکھ کر عرض کیا کہ مولانا آپ ذرا پریشان نہ ہوں آپ نے تو مجھے اپنا گرویدہ بنالیا ہے واقعی علمی شوق اسی کا نام ہے جو آپ کے اندر دیکھا۔ اب میری درخواست یہ ہے کہ آپ میرے ہی غریب خانہ پر مقیم رہیں۔ یہیں کھانا کھایا کریں۔ میں آپ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھوں گا۔ مولوی صاحب بولے کہ میں اس قید کو پسند نہیں کر سکتا۔ میں آزاد رہنا چاہتا ہوں۔ ہاں البتہ مجھے اس کی تکلیف ہے کہ بعض دفعہ میرے پاس تیل نہیں ہوتا جس سے مطالعہ کا حرج ہوتا ہے اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے پس اگر آپ اتنا کر دیں تو عنایت ہوگی کہ کسی بنیے سے کہہ دیجئے کہ جب میں تیل لینا چاہوں تو مجھے تیل دے دیا کرے اور آپ کے حساب میں دام لکھ دیا کرے مجھ سے داموں کا مطالبہ نہ کیا کرے اس سے زائد کی مجھے ضرورت نہیں چنانچہ رئیس نے تیل کا انتظام کر دیا ایسے ہی لوگوں کی بابت کوئی بزرگ فرماتے ہیں۔

خاکساراں جہاں رابحقارت منگر ــــــ توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

دنیا کے خاکساروں کو حقارت سے نہ دیکھ تو کیا جانتا ہے کہ اس گرد میں شاید کوئی سوار ہو۔

اور شیرازی فرماتے ہیں۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں ــــــ کہ ناز برفلک و حکم برستارہ کنم

میں میکدے کا گدا ہوں لیکن مستی کے وقت آسمان پر ناز اور ستاروں پر حکم چلاتا ہوں۔ (خطبات حکیم الامت ج ۹)

علم سے متعلق کوتاہیاں

اکثر لوگ علم حاصل تو کرتے ہیں مگر بے ڈھنگے طور پر چنانچہ بعضوں نے تو یہ سمجھ لیا کہ علم نام صرف عربی پڑھنے کا نہیں ہے ہر زبان میں آ سکتا ہے کیونکہ علم کے معنی ہیں جاننا۔ جاننا عربی زبان سے

بھی ہوسکتا ہے اور اردو سے بھی ہوسکتا ہے۔ اور صرف زبانی تعلیم سے بھی ہوسکتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ آج کل کتابیں اردو کی بکثرت موجود ہیں عربی کا مشغلہ ہی چھوڑ دیا جائے جو بجائے خود ایک کمی ہے کون نہیں جانتا کہ اردو کی کتابیں ہر فن کی موجود ہیں۔ مثلاً ڈاکٹری کا فن بقدر کفایت اردو میں موجود ہے پھر آپ خود اس کو دیکھ کر ماہر کیوں نہیں بن جاتے اور ماہرین نے اس کی تحصیل کے لئے انگریزی وغیرہ کی قید کیوں لگائی ہے۔ ڈاکٹری کے کالجوں میں اردو کی کتابیں کیوں نہیں پڑھا دیتے۔ معلوم ہوا کہ عقلاء کے نزدیک یہ مسئلہ مسلم ہے کہ کسی فن کی اعلیٰ درجہ کی تکمیل اسی زبان میں ہوسکتی ہے جس زبان میں وہ فن مدون ہے، ترجموں سے تکمیل نہیں ہوتی۔ پھر حیرت ہے کہ دنیا کے فنون میں تو یہ مسئلہ مسلم ہو اور دین کے فنون میں مسلم نہ ہو۔ دین کے لئے صرف اردو دانی کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے حتیٰ کہ دین میں داخل رہنے کے لئے وہ لوگ بھی تیار ہوجاتے ہیں جن کو صرف اردو دانی آتی ہے بلکہ اردو بھی صحیح طور سے نہیں آتی اور تلفظ اور املاء بھی ان کا صحیح نہیں۔ ایسے لوگ اہل فن یعنی علماء سے بحث مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ خیر اس جھگڑے کو چھوڑو، لو میں تنزل کرتا ہوں اور مطالعہ کو منع نہیں کرتا، اردو ہی میں دین کی کتابوں کا مطالعہ کرو مگر اس کا طریقہ تو سیکھ لو محض اردو دانی کو کتاب کے سمجھنے کے لئے کافی مت سمجھو بلکہ ان ہی اردو کی کتابوں کو کسی معتبر معالج سے سبقاً سبقاً پڑھ لو جہاں سینکڑوں کاموں کے لئے وقت صرف کرتے ہو ایک آدھا گھنٹہ اس کے لئے بھی صرف کیا کرو۔ دیکھئے کوئی شخص اردو کی قانون کی کتاب دیکھ کر ایک عرضی دعویٰ بھی نہیں لکھ سکتا۔ یہ کام بھی وکیل ہی سے پوچھ کر کیا جاتا ہے اور اگر قانون کا علم پورا بھی حاصل نہ کرنا ہو بلکہ بقدر ضرورت ہی حاصل کرنا ہو وہ بھی اسی طرح آسکتا ہے کہ قانون کی کتاب وکیل سے سبقاً سبقاً پڑھو۔ گو قانون کی کتابیں اردو میں موجود ہیں لیکن زبان کے آسان ہونے سے یہ کہاں لازم آیا کہ وہ فن بھی آسان ہے۔ فن تو ایسا مشکل ہے کہ انگریزی داں اور پاس شدہ وکیل بھی ایک دم کام نہیں کرسکتے۔ پاس ہونے کے بعد کسی وکیل کے پاس کام سیکھتے ہیں تب وہ کام کے قابل ہوتے ہیں۔ اسی طرح دین کی کتابوں کی اردو تو آسان ہے مگر فن تو آسان نہیں۔

بس اردو سے آپ کو اتنی سہولت ہوگئی کہ آپ عبارت پڑھ سکتے ہیں زبان کے سیکھنے کے لئے جتنا وقت عربی پڑھنے میں لگتا وہ نہیں لگے گا لیکن اس سے فن کہاں آسان ہوگیا اور علماء سے استغناء کیسے ہوگیا۔ بس طریقہ صحیح یہی ہے کہ اردو کی کتاب بھی اگر دیکھنا ہو تو اس کو کسی عالم سے سبقاً

سبقاً پڑھ لو مگر میں دیکھتا ہوں کہ دین کی طرف سے اتنی لاپروائی ہے کہ اس کے لئے بھی کوئی تیار نہیں ہوگا کہ کتاب سبقاً سبقاً روزمرہ جا کر پڑھا کرے۔ اس لئے میں ایک اور اس سے زیادہ سہل تدبیر بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ کتاب کا مطالعہ بطور خود ہی سہی لیکن جہاں سمجھ میں نہ آئے اس پر پنسل سے نشان لگا دو اور ہفتہ میں ایک دفعہ یا پندرہ دن میں ایک دفعہ کسی عالم کے پاس جا کر ان مقامات کو حل کر لو۔ ان مقامات کے سمجھنے میں خود اجتہاد نہ کرو۔ اب بتائیے کہ اس سے کونسا معاش میں حرج ہوا۔ اب کوئی عذر آپ کے پاس علم کے حاصل نہ کرنے کے لئے نہیں ہے۔ یہ ڈھنگ ہے علم کے حاصل کرنے اور بے ڈھنگا کام تو بے ڈھنگا ہی ہوتا ہے۔ آج کل تعلیم یافتہ اصحاب علم کا شوق رکھتے ہیں اور بعض وقت دین کی کتابیں بھی دیکھتے ہیں لیکن صحیح طریق سے نہیں دیکھتے۔ لہٰذا کوئی نتیجہ کارآمد اس سے نہیں نکلتا۔ صحیح طریق وہی ہے جو میں نے عرض کیا۔ (خطبات حکیم الامت ج ۲۲)

احترام اساتذہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں، انہیں فقہی مسائل میں خنزیر کے بارے میں تحقیق کرنی تھی۔ اس کی تحقیق بھنگی سے زیادہ کسی دوسرے سے نہیں ہوسکتی تھی، وہی خنزیر پالتے ہیں تو جب حضرت کے گھر کا بھنگی آیا تو اس سے پوچھا کہ فلاں بات خنزیر کے بارے میں کس طرح سے ہے؟ اس نے کہا کہ صاحب! یہ ہے اس وقت سے یہ کیفیت تھی کہ: ''جب وہ کمانے آتا اگر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کو ہدایات بھیجتے تھے اس کی خدمت کرتے تھے۔''

اور فرماتے تھے کہ: ''فلاں مسئلے کی تحقیق مجھے اس بھنگی سے ہوئی وہ بمنزلہ استاد کے بن گیا عمر بھر اس کا ادب کیا۔

ف:۔ اس قصے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص ایک حرف سکھا دے تو وہ استاد کا مقام حاصل کر لیتا ہے اور اس کی عزت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ علم میں برکت و ترقی استاد کا ادب و احترام کرنے سے ہی ہوتی ہے۔ طالب علم کتنا ہی ذہین اور قابل ہو لیکن استاد کا ادب و احترام ملحوظ نہیں رکھتا تو اس سے علم کا فیضان جاری نہیں رہ سکتا۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۴ ص ۴۳)

ارشادات وملفوظات

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ

حضرات اساتذہ کی برکت

حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مولوی عبدالحئی صاحبؒ حیدر آباد سے آئے ہیں (یہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے پوتے ہیں وہاں عربی کے پروفیسر ہیں) میں نے ایک بار ان سے ذکر کیا کہ میں نے صرف درسی کتابیں دیکھی ہیں اور کتابیں نہیں دیکھیں الا بعض مقامات بضرورت وقتیہ۔ تو انہوں نے تعجب سے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ کم از کم ہزار کتابیں تو ضرور دیکھی ہوں گی اور یہ سب حضرات اساتذہ کی برکت ہے کہ ضروری چیزیں کان میں اتنی پڑ گئیں جس سے وسعت مطالعہ کا شبہ ہو جاتا ہے (پھر فرمایا) کہ میرا حافظہ طالب علمی میں تو اچھا تھا پھر اچھا نہیں رہا۔ اسی واسطے زیادہ کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا کہ جب یاد نہ رہے گا تو مطالعہ سے کیا فائدہ۔ (ملفوظات ج ۱۴)

سبق کی پابندی

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے مبارک ملفوظات:

مجھے ایسے شخص سے بہت اذیت ہوتی ہے جو طلباء کا حرج کرتا ہے۔ مجھے تو سالہا سال گزر جاتے تھے، میری چھٹی کی درخواست نہیں ہوتی تھی بیمار رہتا تھا اس کے باوجود پڑھاتا تھا، محض اس اندیشہ سے کہ طلباء کا حرج نہ ہو۔ (فقیہ ج ۲)

حضرت شیخ کی سبق کی پابندی

حضرت شیخ کے چچا (حضرت مولانا الیاس صاحبؒ) حجاز سے سہارنپور واپس تشریف

لا رہے تھے اور ٹرین ایسے وقت پہنچ رہی تھی کہ وہ وقت حضرت شیخ کے سبق کا تھا، چنانچہ حضرت شیخ اسٹیشن تشریف نہیں لے گئے کہ طلباء کا حرج ہوگا۔

طالب علم کا نصب العین

طالب علم کی نیت یہ ہونی چاہئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے جو ہدایات دے کر بھیجا تھا ان کی تفصیلات معلوم کریں تا کہ اپنی زندگی ان کی زندگی کے موافق بنائیں، کیونکہ رنج وخوشی دونوں ہی قسم کے حالات پیش آتے ہیں طالب علم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان حالات میں میرا نصب العین کیا ہوگا، وسوسے تو آتے ہی ہیں ان کا علاج بس یہی ہے کہ ان کی طرف توجہ نہ کی جائے، تسبیحات جس قدر دل لگا کر ادا کی جائے گی اسی قدر نفع ہوگا طالب علم کو یہ نیت کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون کو معلوم کریں کہ وہ کن باتوں سے ناراض ہوتے ہیں اور کن باتوں سے راضی ہوتا ہے راضی ہونے والی باتوں پر عمل کریں، ناراض ہونے والی باتوں سے پرہیز کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے آپ کو بھی مجھے بھی۔

ایک حدیث کا حرج

میں جب دیوبند میں پڑھتا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ شیخ کی طبیعت خراب ہے تو میں نے خط لکھا کہ معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے جی چاہتا ہے کہ آکر دیکھ لوں، صرف ایک سبق کا حرج ہوگا، تو حضرت شیخ نے جواب دیا کہ سبق کا حرج تو بہت ہے صرف ایک حدیث کا بھی استاذ کی نظروں سے چھوٹ جانا میرے نزدیک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

والد صاحب کی پابندئ اسباق

میرے والد صاحب بیمار تھے لوگ آتے رہتے تھے۔ اس کے باوجود بھی گھر ہی پر سبق پڑھاتے تھے، طلباء گھر آجایا کرتے تھے، صرف اس وجہ سے کہ طلباء کا حرج نہ ہو۔ (م۔ فقیہ ج ۲)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا جیل میں ختم قران کیلئے ٹھہرنا

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ جیل میں تھے وہاں ایک شخص کو قرآن شریف شروع کرادیا تھا، قرآن ابھی کچھ باقی رہ گیا تھا جیل سے رہائی کا مولانا کو پروانہ مل گیا اور

جیل والوں نے کہہ دیا کہ آپ جاسکتے ہیں اس پڑھنے والے نے کہا کہ اگر آپ چلے جاؤ گے تو میرے قرآن کا کیا ہوگا؟ تو فرمایا کہ نہیں، میں ٹھہروں گا، چنانچہ اس کا قران شریف پورا کرایا، اس کے بعد جیل سے تشریف لے گئے۔

قرآن پاک یاد کرنے کی عمدہ تدبیر

سوال:۔ حضرت قرآن پاک حفظ کیا تھا اب اس کو دہرا رہا ہوں دعا فرمادیں۔

جواب:۔ اس پران کو دعا دے کر فرمایا بہت آسان ہے جتنا پارہ یاد کرلیں اسی کو نفلوں میں پڑھ لیا کریں اس سے ان شاء اللہ جلد پختہ ہو جائے گا (اور اجر بھی کافی بڑھ جائے گا۔

طالب علم کے مال کے لئے فولاد کا پیٹ

طالب علم کا مال کھانے کے لئے فولاد کا پیٹ چاہئے، (مطلب یہ ہے کہ طالب علم قابل رحم ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی امداد کی جائے، نہ یہ کہ اس سے کچھ لیا جائے، پس اس کی چیز لینے میں یا اس کا مال کھانے میں احتیاط چاہئے)

طالب علم کا بلا وجہ مدرسہ چھوڑنا

جس طالب علم نے دوسرے مدرسہ میں داخلہ لے لیا ایسے مدرسہ کو چھوڑ کر جہاں اس کو اساتذہ کی تقریر بھی سمجھ میں آتی تھی، آب وہوا بھی وہاں کی موافق تھی، کھانا بھی اس کو ملتا تھا، تو گویا اس نے حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی ناشکری کی جس کی بنا پر حق تعالیٰ شانہ نعمتیں چھین لیتے ہیں، ارشاد ہے ’’لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید‘‘ اگر تم شکر کروگے تو تم کو زیادہ نعمتیں دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے)

غیر رمضان میں ہر روز نصف قرآن اور رمضان میں پورے قرآن کا معمول

ایک طالب علم سے پوچھا جو قرآن پاک حفظ کرتے تھے کہ کتنا پارہ سناتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ آدھا پارہ اس پر فرمایا کہ میں نے مدت دراز تک نصف قرآن ہر روز نماز میں پڑھا اور رمضان میں ہمیشہ ہر روز ایک قرآن پورا کرنے کا معمول ہے۔ (ملفوظات فقیہ الامت)

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کا

دارالعلوم دیوبند کے طلباء سے خطاب

''طلبائے عزیز! کیا تم نے اس پر کبھی غور کیا ہے کہ تم جو تعلیم حاصل کرر ہے ہو اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ علم مقصود ہے یا وسیلہ؟ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو وسیلہ ہیں، اصل مطلوب نہیں، البتہ جو مطلوب ہیں وہ ان کے بغیر نہیں مل سکتیں، اس لئے وسیلہ بھی مطلوب ہو جائے گا، مثلاً سکہ چاندی سونے کا چلتا ہے، دولت کمانے کا یہی ذریعہ ہے مگر ہماری زندگی کی ضرورتوں میں یہ سونا چاندی کس کام آتا ہے اگر پیاس لگی ہو تو کیا چاندی سے بجھ جائے گی؟ بھوک میں کیا سونا بھوک بجھادے گا؟ مگر جب تک یہ سامان نہ ہو کھانے پینے کی چیزیں نہیں مل سکتیں، اس لئے چاندی سونا بھی ضروری ہو گیا ہے۔ گورنمنٹ نے کرنسی نوٹ چلائے ہیں کاغذ کا پرچہ ایک چھدام کا بھی نہیں ہے مگر گورنمنٹ نے اس پر چھاپ دیا ہے ایک ہزار روپے، اب یہ وسیلہ ہے اسی کاغذ کے ذریعہ سے روپیہ اور اشرفیاں مل جاتی ہیں یہ کاغذ وسیلہ ہو گیا ہے ایک ہزار روپے وصول کرنے کا، اب لوگ ہزار روپے کی اشرفیاں یا چاندی کے سکے نہیں رکھتے بلکہ کاغذ کا یہ پرزہ رکھ لیتے ہیں جو چیزیں وسائل کا حکم رکھتی ہیں ان میں استقرار ضروری نہیں ہے لیکن جو چیزیں مقاصد میں داخل ہیں ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی بھوک میں غذا مقصد ہے وسیلہ اس کو بدل نہیں سکتا!

تم نے اپنے گھروں اور عزیز و اقارب کو چھوڑا اور یہاں آئے ملک میں تعلیم کے دوسرے طریقے بھی رائج ہیں لوگ ان کی طرف دوڑتے ہیں مگر تم نے اسکولوں اور کالجوں سے آنکھیں بند کیں تاکہ دینی علوم میں مہارت حاصل کرو، بڑا مبارک ارادہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جس علم کو تم سیکھ رہے ہو وہ علم وسیلہ ہے یا مقصد؟ تمہارے ذہن نے اگر اس کو نہ سمجھا تو میں متنبہ کروں گا کہ تم صحیح کام نہیں کر رہے ہو اور قوموں نے ہمیشہ علم کو وسیلہ سمجھا ہے مگر مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے علم کو وسیلہ نہیں مقصد سمجھا ذریعۂ معاش نہیں سمجھا! ہندوستان میں ۲۴ یونیورسٹیاں ہیں کالج ہیں اور لاکھوں اسکول ہیں جن کا دامن دیہات تک پھیلا ہوا ہے ان میں جو تعلیم ہوتی ہے اس کو وسیلہ سمجھا جاتا ہے مقصد نہیں سمجھا جاتا، ان میں صرف اس لئے تعلیم

حاصل کی جاتی ہے کہ سرکاری ملازمتیں مل سکیں اور اونچے عہدے حاصل کئے جاسکیں جو شخص وہاں جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جب تک یہاں کی ڈگری موجود نہ ہو وہ معاش حاصل نہیں کرسکتا مگر میں تمہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جس علم کی خاطر تم زانوئے ادب طے کررہے ہو وہ علم مقصد ہے! وسیلہ نہیں ہے اس کو کسی وسیلے کے طور پر حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے! مسلمانوں نے ہمیشہ علم کو علم کے لئے سیکھا ہے، وسیلے کے طور پر نہیں، انہوں نے کبھی علم کو اس لئے حاصل نہیں کیا کہ اس کے ذریعے سے معیشت حاصل کریں، مسلمانوں نے ذریعۂ معیشت کسی اور چیز کو بنایا جنہوں نے علماء کے افسانے سنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ جنہوں نے علم فقہ مدون کیا جس پر کروڑوں مسلمان عمل کرتے ہیں وہ بزاز تھے انہوں نے اپنے وسیع علم کو ذریعۂ معیشت نہیں بنایا، معروف کرخی موچی تھے آج تم اس پیشے کو بھی سننے کے لئے تیار نہیں وہ، کرخ میں نکل جاتے، بازار میں بیٹھتے، راہ چلتے آدمیوں کے جوتے سیتے، اور اس کی اجرت سے گزر بسر کرتے، شمس الائمہ کا نام ہی حلوائی پڑ گیا تھا اور اتنا بڑا عالم اپنا ذریعۂ معیشت حلوہ فروشی بنائے ہوئے تھا۔

اسی طرح اسلام کے مشہور علماء نے علم دین کے چشمے بہائے مگر کبھی علم دین کو ذریعۂ معیشت نہیں بنایا وہ علم کو علم کے لئے حاصل کرتے تھے، زخارف دنیوی کے لئے نہیں ان کے نزدیک یہ گناہ تھا کہ علم کو دنیا کے لئے حاصل کیا جائے وہ تشنگان علم کو علم کی روشنی سے سیراب کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے! یہ ہمارے علماء کا خاص شیوہ رہا ہے کہ دین کی خدمت اور علوم دینیہ کی اشاعت کو انہوں نے اپنا فریضہ سمجھا ہے انہوں نے اس کے لئے خرید و فروخت بازار گرم نہیں کیا اس حقیقت کو اگر تم نے سمجھ لیا تو اپنی پوری زندگی کی تاریخ ڈھال لی!

اللہ نے تمہیں علم دین کی توفیق دی ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کی صدا ہر شخص کے کانوں تک پہنچادو، کچھ دنوں کے بعد تم تعلیم کے مرحلوں کو طے کرکے فراغت حاصل کرو گے، اور ایک عالم دین کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش ہوگے اس وقت تمہارے سامنے یہی فریضہ ہونا چاہئے اگر تم نے یہ کرلیا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو علم تم حاصل کررہے ہو اس آسمان کے نیچے اس سے اونچا عزت کا کوئی اور مقام نہیں ہوگا۔

میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق بخشنے میں امید کرتا ہوں کہ مجھے انشاء اللہ بار بار اس قسم کی تقریبات میں شرکت کا موقع ملے گا۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند)

خدمت استاد اور تواضع کا دلچسپ واقعہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ آپ بیتی میں لکھتے ہیں:

ایک عجیب قصہ بڑی عبرت کا میں نے اپنے والد صاحب سے کئی مرتبہ سنا۔ ایک بادشاہ تھا۔ اس کو کیمیا کی دھت تھی اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ جس کو کیمیا کا مرض پڑ جاتا ہے اس کی عقل و ہوش شطرنج کے کھلاڑی سے بھی زیادہ کھو جاتا ہے۔ میں نے اپنے کئی دوستوں کو دیکھا جن کو اس کا چسکا تھا۔ جب ان کا راستے میں کہیں ساتھ ہو جاتا وہ قدموں پر نگاہ جمائے کبھی اِدھر کبھی اُدھر دیکھتے جایا کرتے اور جہاں کہیں شبہ ہو جاتا وہاں کھڑے ہو کر اور بوٹوں کو دیر تک مل مل کر سونگھتے تھے۔ بادشاہ بھی اسی فکر میں ہر وقت رہتا' وزراء کا ناطقہ بند رکھتا۔ ایک وزیر نے کہا کہ حضور اتنے متفکر رہتے ہیں۔ حضور کی سلطنت میں تو فلاں سقہ فلاں جگہ رہتا ہے' بڑا ماہر ہے اسے خوب بنانی آتی ہے۔ بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی' کہنے لگا ہماری سلطنت میں اس کا جاننے والا ہے اور ہم اتنے پریشان ہو رہے ہیں۔ چار سنتری بھیج دیئے کہ اس سقے کو پکڑ لاؤ' سقہ پیش ہوا' کپڑے پھٹے ہوئے' لنگوٹا بندھا ہوا بدن پر' بجائے کرتے کے ایک گاڑھے کی کمری بہت پھٹی ہوئی۔ بادشاہ کو اس کی صورت دیکھتے ہی بہت نفرت ہوئی۔ اس سے پوچھا کہ تجھے کیمیا بنانی آتی ہے؟ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور تو بادشاہ ہیں' سمجھ دار ہیں' دنیا کے حاکم ہیں' اگر مجھے کیمیا آتی تو میرا یہ حال ہوتا جو حضور دیکھ رہے ہیں' میں بھی کوئی محل ایسا ہی بناتا جیسا حضور کا ہے۔" بات معقول تھی بادشاہ کی بھی سمجھ میں آ گئی' چھوڑ دیا اور اس وزیر کو بلا کر ڈانٹا۔ وزیر نے قسم کھائی کہ حضور مجھے تو خوب تجربہ ہے' اسے خوب آتی ہے۔ بادشاہ نے سلطنت کا انتظام ولی عہد کے سپرد کیا' بدن پر بھبھوت ملا تاکہ پہچانا نہ جائے اور اس وزیر کو ساتھ لے کر سقہ کے گھر پہنچا' جب اس نے گھر کا نشان بتایا وزیر کو چلتا کر دیا۔ "حب الشئی یعمی ویصم" چیز کی محبت آدمی کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔ جب وہ سقہ گھر سے نکلا یہ بیٹھا رہا' جب وہ شام کو پانی ڈالنے جانے لگا تو اس

کے ساتھ ہولیا' کہنے لگا بڑے میاں آپ تو بہت بوڑھے ہو گئے ہیں' آپ کو تو بڑی دقت ہو گی' میں تو گھر سے فالتو مارا مارا پھرتا ہوں' اگر آپ مجھے ٹھکانے بتا دیں تو میں ہی گھروں میں پانی ڈال آیا کروں' سقہ نے کہا نہیں بھائی میری تو روزی اسی میں ہے تو اپنا کام کر' کہنے لگا بڑے میاں تم مجھے کچھ اچھے ہی بہت لگے ہو' میں تو تمہاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں' تم سے کچھ مانگنے کا نہیں' نہ مجھے روٹی چاہیے اور نہ کچھ۔

شام کو سقہ نے جب وہ روٹیاں مانگ کر لایا' بادشاہ کی تواضع کی مگر اس نے انکار کر دیا کہ مجھے بالکل بھوک نہیں' غمزدہ ہوں' پریشان ہوں' میں تو کئی کئی دن کا فاقہ کرتا ہوں' سقہ نے بڑے اصرار سے دو چار لقمہ کھلائے۔

غرض بادشاہ نے سقہ کی بہت ہی خدمت کی۔ دن بھر اس کا پانی بھرتا' رات کو جب سقہ لیٹتا اس کا خوب بدن دباتا' ہٹا کٹا' جوان' قوی' سقے کو بھی پانچ سات دن میں وہ مزہ آیا کہ لطف ہی آ گیا۔ دو تین مہینے سقے نے خوب ٹٹولا خوشامد کی کچھ کھا لے' کچھ پیسے مقرر کر لے۔ بادشاہ نے کہا اجی! میاں مجھے مزدوری کرنی ہوتی تو دنیا میں بہت مزدوریاں' مجھے تو تم اچھے لگتے ہو' میں تو راستے میں بیٹھ گیا تھا تمہاری صورت مجھے کچھ اچھی لگی۔ اگلا شعر تو میں نے اپنے والد سے نہیں سنا مگر واقعہ کے مناسب تھا یاد آ گیا۔

گرے میری نظروں سے خوبان عالم — پسند آ گئی تیری صورت کچھ ایسی
دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا — مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں
گورے کالے پر نہیں موقوف — دل کے آنے کے طریقے نرالے ہیں
دید لیلیٰ کے لیے دیدہ مجنوں ہے ضرور — میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشا ان کا

غرض بادشاہ نے وہ محبت کے جذبے دکھائے کہ سقہ بھی سوچ میں پڑ گیا کہ یہ بڑھاپے میں عاشق زار کہاں سے پیدا ہو گیا' کبھی کہتا ابا جی لنگی باندھ کے کپڑے دے دو میں دھلا لاؤں' ارے بھائی میں تو خود دھولوں گا' اجی تم بڑھاپے میں کہاں تکلیف اٹھاؤ گے' ان میں جوئیں ڈھونڈتا' خوب پڑے پر چھیت چھیت کر صاف کرتا' کچھ پیسے تو ضرور ساتھ ہوں گے' بڈھے کو جھانسہ دے کر کچھ اِدھر اُدھر سے کھا لیتا مگر بڈھے کے سامنے اپنے

فقر و فاقہ اور زہد کا زور دکھاتا۔ چار پانچ مہینے بڈھے نے کہا ’’ارے لونڈے مجھے کیمیا آتا ہے، بادشاہ نے بھی مجھ سے پوچھا تھا، میں (سخت گالی دے کر) اس کو بھی انکار کر آیا، تجھے ضرور بتاؤں گا۔‘‘ بادشاہ کی جان میں جان تو آ گئی مگر زبان سے اتنی سختی سے انکار کیا کہ کیمیا کی ایسی کی تیسی، مجھے تو تمہاری محبت نے مار رکھا ہے۔

آٹھ دس دن تک سقہ اصرار کرتا رہا، بادشاہ انکار کرتا رہا۔ ایک دن بڈھے نے کہا، میں بڈھا ہو گیا ہوں یہ اِلم (علم) میرے ساتھ ہی چلا جائے گا، کسی اور کو تو میں بتانے کا نہیں تجھے ضرور بتاؤں گا، بھائی محبت سے محبت ہوتی ہے مجھے بھی تجھ سے محبت ہو گئی ہے۔ اگر چہ تو نے مجھے اپنا حال تو بتایا نہیں، کون ہے کہاں سے آیا ہے؟

ابا جی! کیا اپنا حال بتاؤں، لاوارثی ہوں، یونہی مارا مارا پھرتا ہوں، گھر بھی بھول بھال گیا کہ کہاں تھا، اب تو تم ہی اپنا بیٹا بنا لو۔ (غرض میں تو آدمی گدھے کو بھی باپ بنا لیتا ہے یہ تو بہر حال آدمی تھا) ایک صبح ہی صبح سقہ بادشاہ کو ساتھ لے کر جنگل کی طرف گیا اور پچیس تیس بوٹیاں اس کو دکھائیں اور اسی سے توڑوائیں اور گھر آ کر اسی سے کیمیا بنوائی۔ بادشاہ تو اس پر مر ہی رہا تھا، خوب غور سے دیکھا اور رات ہی کو بھاگ گیا، اگلے دن سقہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ ’’کمبخت بہت ہی دھوکہ باز تھا، بے ایمان، یوں کہے تھا مجھے تجھ سے محبت ہے، انجان آدمی سے تو کبھی منہ نہ لگائے۔‘‘

اپنے تخت پر پہنچ کر ان ہی سنتریوں کو بھیجا وہ پکڑ لائے، بادشاہ نے پوچھا ارے سقے سنا تجھے کیمیا آتی ہے۔ اجی میاں! آپ نے تو پہلے بھی پوچھا تھا، مجھے کیمیا آتی تو میں یوں مارا مارا پھرتا مگر پانچ چھ مہینے جس نے پاؤں دبائے ہوں وہ کہاں چھپ سکے تھا۔ سقہ اس کے منہ کو گھورتا رہا، بادشاہ نے کہا مجھے بھی پہچان لیا۔ سقہ نے کہا میاں خوب پہچان لیا۔ بادشاہ نے کہا، تو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ سقہ نے کہا میاں کیمیا تو پاؤں دبانے سے آتی ہے بادشاہ بن کر نہیں آتی ’میاں کیمیا کے واسطے تو سقہ بننا ضروری ہے۔ سنا ہے بادشاہ بہت ہی خوش ہوا اور اسے بہت ہی انعام دیا۔ اگلا شعر بھی میرا سنا ہوا نہیں، میری ہی طرف سے اضافہ ہے۔

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

سرخرو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد رنگ لاتی ہے حنا پتھر سے پس جانے کے بعد

سقے نے بات تو بہت ہی صحیح اور پتہ کی کہی' خاکساری' تواضع اور خوشامد سے جو ملتا ہے وہ بڑائی اور تکبر سے نہیں ملتا۔ اس قسم کے قصے تو اپنے بڑوں سے بہت سن رکھے ہیں مگر رسالے میں نمونے ہی لکھوائے ہیں۔

مپندار جانِ پدر گر کسی کہ بے سعی ہرگز بجائے رسی

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محنت' جفا کاری' پستی کے بڑے قصے سنایا کرتے تھے۔ اللہ انہیں بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ او کما قال صلی اللّٰہ علیه وسلّم"

ترجمہ: "جو اللہ کے لیے تواضع کرے اللہ اس کو بلند درجے عطا فرماتے ہیں۔"

یہاں تو تواضع بھی اللہ کے لیے نہیں تھی غرض کے واسطے تھی مگر تواضع اور سقہ کے پاؤں دبانے نے کیمیا سکھادی۔ (آپ بیتی)

کتابوں کی طرف پیر دراز نہ کرے

طالب علم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کتاب کی طرف پیر دراز نہ کرے اس سے کتاب کی بے ادبی ہوتی ہے اور تفسیر' حدیث' فقہ کی کتابوں کو بقیہ فنون کی کتابوں کے اوپر رکھے' کتاب ادب کے ساتھ اٹھائے' کسی کو دے تو پھینک کر نہ دے اس میں کتاب کی بے ادبی ہے۔

قلم خریدنا اور عاریتاً لینے کے بعد واپس کرنا

تحریر کے لئے بہترین قلم خریدنا چاہئے اور بعض طلبہ کھانے پینے چائے ناشتہ میں بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں لیکن قلم سستی اور بیکار خریدتے ہیں جس سے تحریر اچھی نہیں ہوتی' بعض طلبہ تو قلم بالکل رکھتے ہی نہیں البتہ ضرورت پڑی تو کسی کے پاس سے لے کر استعمال کرتے ہیں' بعض مرتبہ دینا بھول گئے تو واپس نہیں دیتے یہ غلط ہے واپس دے دینا چاہئے' عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ملک شام تشریف لے گئے' اپنا قلم ٹوٹ گیا ایک صاحب سے عاریتاً قلم لے کر کام چلایا' واپس کرنا بھول گئے' وطن لوٹ کر آئے تو سامان میں قلم نظر

آیا' فوراً مرو (ایک جگہ ہے) سے ملک شام واپس گئے اور معذرت کے ساتھ قلم والے کو اس کا قلم واپس کیا' بہرحال اس معاملہ میں احتیاط پر عمل کرنا چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم لوگ نوے فیصد حلال چیزوں کو اس خطرہ کی وجہ سے چھوڑ دیا کرتے تھے کہیں ان کے ذریعہ حرام یا مشتبہ چیز میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

آلات علم کا ادب

طلبہ کو چاہئے کہ جس علم کو حاصل کر رہا ہے اس کی تو قدر ضرور کرے ہی اور ساتھ ساتھ علم کے آلات و ذرائع کی بھی قدر کرے مثلاً قلم' کاغذ' تپائیاں' درسگاہ' روشنائی خصوصاً کتابوں کا تو بہت ہی ادب واحترام ہونا چاہئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء میں تشریف لے گئے اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے پر روشنائی کا نقطہ لگا ہوا ہے جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لئے لگایا جاتا تھا' فوراً گھبرا کر باہر آ گئے اور دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو علم کے ساتھ تلبس ونسبت (لگاؤ) ہے اس لئے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں یہ تھا' آج کل تو اخبار ورسائل کی فراوانی ہے ان میں آیات واحادیث اور اسماء الٰہیہ ہونے کے باوجود گلی کوچوں غلاظتوں کی جگہوں میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں العیاذ باللہ العظیم' معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی دنیا جن عالمگیر پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے اس میں اس بے ادبی کا بھی بڑا دخل ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک چمڑے کا بیگ تھا کسی مخلص خادم نے بنوایا تھا اور چمڑا میں لفظ محمد اشرف علی کندہ کرا دیا تھا اس کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اتنا ادب کرتے تھے کہ حتی الامکان نیچے اور جگہ بے جگہ نہ رکھتے تھے۔

ایک لفافہ پر روشنائی گر گئی تھی اس پر یہ لکھ دیا "بلا قصد روشنائی گر گئی" اور وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لئے لکھ دیا کہ قلت اعتناء پر محمول نہ کریں جس کا سبب قلب احترام ہوتا۔ (مثالی شاگرد)

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی واقعہ

مفکر اسلام علامہ سید ابوالحسن علی ندوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان

فرمایا ہے جوانہی کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے جو کہ استاذ کے ادب واحترام بلکہ عظمت و محبت کی نادر مثال ہے: ''عرب صاحب سے پڑھنے کے زمانے میں ایک امتحان پیش آیا جو دیکھنے میں تو معمولی واقعہ تھا لیکن میرے کم سے کم عربی تعلیم اور زبان وادب کے حصول میں کامیابی کے سلسلے میں فیصلہ کن اثر رکھتا تھا۔ ہوا یہ کہ میری انگریزی کے استاد خلیل الدین صاحب ہنسوی نے جن کا عرب صاحب بڑا لحاظ کرتے تھے ان سے میرے ایک ایسے طرز عمل کی شکایت کی جس سے ان کو اپنی اہانت کا احساس ہوا تھا۔ یہ احساس محض غلط فہمی پر مبنی تھا کہ میں نے یہ کہنے کے بعد کہ آج فلاں عذر کی وجہ سے میرے لئے سبق پڑھنا مشکل ہے دروازہ ذرا زور سے بند کیا۔ عرب صاحب اس سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے بھائی صاحب سے اجازت لی کہ آج وہ میری اچھی طرح تنبیہ کریں گے۔ ان کے مزاج میں قدرے حدت بھی تھی اس واقعے نے ان کو مشتعل کر دیا انہوں نے مجھے اس پر اتنا زدوکوب کیا جو اس جرم اور واقعے کی نوعیت سے بہت بڑھ گیا۔ بعد میں ان کو احساس ہوا کہ اس میں کچھ بے اعتدالی ہوگئی جس کے لئے مجھ سے معذرت بھی کی۔ شُدہ شُدہ یہ خبر والدہ صاحبہ کو رائے بریلی پہنچی انہوں نے مجھ سے دریافت کیا اور کہا کہ معلوم ہوا ہے کہ عرب صاحب نے تم کو بہت مارا؟ اللہ تعالیٰ نے اس وقت توفیق دی اور میں نے عرب صاحب کی پوری وکالت اور ان کی طرف سے مدافعت کی اور ان کو اس تنبیہ وتادیب میں بالکل حق بجانب قرار دیا۔ والدہ صاحبہ مطمئن ہوگئیں اور میری تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے اس سعادت مندانہ رویے نے جو محض توفیق الٰہی کا نتیجہ تھا مستقبل میں میرے لئے عربی زبان وادب کا ذوق پیدا ہونے اور اس کے ذریعے سے دین وعلم کی خدمت کرنے کا فیصلہ کرادیا اگر صورتحال اس کے برعکس ہوتی اور میں اپنے کو بری اور مظلوم قرار دیتا اور اپنے محسن ومربی استاد کو حدود سے تجاوز کرنے والا تو شاید معاملہ برعکس ہوتا اور میں ہمیشہ کے لئے ان کے فیض تعلیم اور عربی زبان وادب میں کامیابی سے محروم کر دیا جاتا۔

هذا من فضل ربی لیبلونی أ اشکر أم اکفر ط (کاروان زندگی)

خدمت استاد کی برکات

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) (اکوڑہ خٹک) شیخ العرب والعجم

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''حضرت شیخ الہند (رحمۃ اللہ علیہ) کے تلامذہ بہت تھے، مداح بھی بہت تھے ہر شاگرد دل و جان سے نثار ہونا چاہتا تھا مگر ان میں جو مقام شیخ العرب والعجم حضرت شیخ حسین احمد مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) کو ملا وہ تو سب سے انوکھا اور نرالا ہے اور جتنا بھی فیض حضرت مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) کا پھیلا اس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آج برصغیر میں علم حدیث کی جو خدمت ہو رہی ہے یہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت شیخ مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) کے فیوض و برکات ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے استاذ کے ساتھ قرب و محبت، اخلاص و خدمت اور تعلق و اختصاص کا جو مقام حاصل کر لیا تھا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا۔ (صحبتے با اہل حق ص ۲۵۹)

ایک اور مقام پر حضرت مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) کے فیض عام رساں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یوں تو حضرت شیخ الہند (رحمۃ اللہ علیہ) کے شاگردوں میں بڑے بڑے جبال العلم اور جامع کمالات تھے اور دین کے ستون قرار پائے اور ان سے دین و علم کے چشمے جاری ہوئے مگر حدیث کا جو فیض اور افادہ ہمارے استاد و مرشد حضرت شیخ مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ذریعے ہوا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج برصغیر اور بیرون ملک میں ہزاروں تلامذہ کے ذریعے ان کا فیض جاری ہے۔ حافظہ اور ذہانت میں ان جیسے اور حضرات بھی تھے مگر اپنے شیخ کی محبت و جان نثاری جو ان میں تھی اس کی مثال نہ تھی۔ عمر بھر وفا شعار، غلام اور عاشق بنے رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں آپ نے اپنی اولاد، بیوی، والدین کی جدائی تک برداشت کی ان کی وفات کی اطلاعات تک پہنچیں مگر مالٹا کی جیل میں اپنے استاد کی رفاقت ترک نہ کی۔ ادب و محبت اور نیاز مندی کا کوئی نمونہ نہ تھا جسے قائم نہ فرمایا اور اسی خاص تعلق، محبت اور خدمت کے ثمرہ میں اپنے شیخ کے علوم اور فیض کا مورد بنے تصوف و ارشاد کا جو فیض جاری ہوا وہ اس کے علاوہ ہے۔'' یہ سب ادب اور محبت اور عاشق بننے کے نتائج ہیں اگر اساتذہ و شیوخ سے محض رسمی تعلق ہو کہ درس گاہوں میں انہیں اجیر (ملازم، نوکر) سمجھ کر رہے۔ کتاب ختم کی تو چلے گئے تو اس علم کی کوئی برکت نہ ہوگی۔ افسوس کہ آج یہ چیزیں ختم

ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اساتذہ وشیوخ سے رابطہ نہیں رہا' اتصال سند کی فکر نہیں رہتی حالانکہ انبیاء اولیاء اور شیوخ طریقت سے اپنے متبعین' شاگرد اور مریدین کو جو بھی فیض حاصل ہوا وہ عاشق' جان نثار اور فدائی بن کر حاصل ہوا۔ (میرے حضرت میرے شیخ' ۱۲۳)

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی سوانح حیات

مہر منیر سے ماخوذ اقتباسات

مولانا احمد حسن محدث کانپور سے ملاقات

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کانپور میں مولانا احمد حسن محدث کے پاس پہنچے وہ سفرِ حج کے لئے تیار بیٹھے تھے' فرمایا' میاں صاحبزادے میں آج سے آٹھویں روز حج پر روانہ ہو رہا ہوں' اس عرصہ میں دو چار سبق اگر پڑھ بھی لو گے تو اس سے کیا ہوگا چنانچہ آپ وہاں سے لوٹ کر علی گڑھ مولانا موصوف کے استاد حضرت مولانا لطف اللہ کے درس میں داخل ہو گئے۔

کافی عرصہ بعد جب قبلۂ عالمؒ کے علمی و روحانی کمالات کی شہرت ہوئی تو مولانا احمد حسنؒ بہت متاسف ہوئے کہ کاش آپ کو ایک آدھ سبق ہی پڑھایا ہوتا۔ آپ کی تصانیف ملاحظہ کر کے بالخصوص قادیانی معرکہ کے بعد جب حضرتؒ کے علم و کمال کا چار دانگ شُہرہ ہوا تو مولانا نے اس حسرت کی تلافی اس طرح کی کہ پیرانہ سالی میں محض آپ کی زیارت کے لئے پاک پتن شریف کا سفر اختیار کیا۔ حضرتؒ کی خدمت میں رہنے والے دو علمائے کرام جناب مولانا محمد غازیؒ و جناب قاری عبدالرحمٰن جونپوریؒ حضرت مولانا احمد حسنؒ کے شاگرد تھے چنانچہ ان حضرات کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ مولانا نے حضرتؒ سے ملاقات کی تقریب پیدا کی اور ایک سال جب آپ عرس حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز پاک پتن شریف میں تھے مولانا احمد حسنؒ بھی وہاں پہنچ گئے اور جس وقت حضرت قبلۂؒ عالم مزار شریف کی زیارت کے بعد خانقاہ معلیٰ کے شمالی دروازہ کی سیڑھیاں چڑھ کر کھلی جگہ پہنچے تو مولانا حضرتؒ کے سامنے آ کر اچانک ان کے قدموں کی طرف جھک پڑے۔ حضرت دیوان سید محمد صاحب سجادہ نشین پاک پتن شریف اور علماء و فقراء کا ایک جم غفیر حضرتؒ کی معیت میں تھا۔ علاوہ ازیں عوام کا اژدھام حضرتؒ کے پیچھے پیچھے تھا کسی نے حضرتؒ کے کان میں کہہ دیا کہ یہ مولانا احمد

حسنؒ کانپوری ہیں آپ نے فوراً مولانا کو اٹھایا اور بغل گیر ہوئے پھر ساتھ لے جا کر اپنی جائے قیام موتی محل کے نزدیک ان کی رہائش کا انتظام فرمایا۔ مولانا ہر روز صبح آپ کے پاس آتے اور مودبانہ دروازہ کے باہر ہی بیٹھ جاتے۔ حضرتؒ فوراً اٹھ کر انہیں اندر لے آتے اور اپنے برابر مصلیٰ پر بٹھلانا چاہتے۔ مگر مولانا بہ پاس ادب معذرت کرتے تو آپ خود بھی مصلیٰ ہٹا کر ان کے برابر بیٹھ جاتے۔ دیر تک علمی اور روحانی گفتگو کا سلسلہ رہتا۔ ایک روز مولانا نے کہا۔ ''قبلہ' میری تصنع کی عادت نہیں' جہاں دل مانتا ہے وہیں سر جھکاتا ہوں' میں تو آپ کی دید کو عبادت سمجھ کر حاضر ہوا ہوں۔ مجھے حسرت ہے کہ کاش میں آپ کو ایک سبق ہی پڑھا دیتا۔ اس لئے نہیں کہ آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتا بلکہ اس لئے کہ آپ کی دعاؤں میں شمولیت سے مشرف ہو جاتا لیکن افسوس مجھے کیا خبر تھی کہ آپ ایک روز کیا ہونے والے ہیں۔''

حضرت بابو جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی معمر بزرگ کو ایسی نورانی اور جاذب نظر شکل و شباہت کا نہیں دیکھا جیسے حضرت مولانا احمد حسن کانپوری تھے۔ شفاف گندمی رنگ' کشیدہ قامت' سفید ریش اور اعلیٰ درجہ کی نظافت پسندی گفتگو کے وقت گویا منہ سے پھول جھڑتے تھے اس شانِ علم پر اخلاص و انکسارِ بیحد۔ آپ کے نیاز کا ذکر فرماتے ہوئے جناب بابو جی کی طبیعت پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ مولانا نے مکہ معظمہ میں اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مزار پر چھ ماہ قیام کیا اور ہر روز اپنی ریش مبارک سے مزار کو صاف کیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ' اپنے وقت کے استاذ الکل کی اپنے شیخ کے ساتھ یہ نسبت' نیاز اور عقیدت' آج کل کے علماء و زعماء کے لئے مقام عبرت و نصیحت ہے۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے — بوسہ زن برآستان کا ملے

(اقبال)

کانپور میں مولانا احمد حسنؒ مسند آرائے تدریس تھے جو کہ استاذ الکل مولانا لطف اللہ علی گڑھ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ معقول کی مشہور کتاب حمد اللہ' اور مثنوی مولانا رومؒ کے حواشی سے آپ کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی کے مرید خاص تھے اور اگرچہ علمائے دیوبند کو بھی حضرت حاجی صاحبؒ سے شرف بیعت حاصل تھا اور اس لحاظ سے مولانا احمد حسنؒ کے پیر بھائی تھے۔

استاد الکُل مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمہ اللہ

علی گڑھ میں مولانا لطف اللہؒ کی ذات گرامی شہرہ آفاق تھی۔ آپ مفتی عنایت احمدؒ کے شاگرد تھے جو مولانا بزرگ علی گڑھی متوفی ۱۲۶۲ھ اور مولانا شاہ محمد اسحاقؒ دہلوی متوفی ۱۲۶۲ھ کے مشہور شاگرد تھے۔ مولانا شاہ محمد اسحاقؒ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کے نواسے اور جانشین تھے۔ مفتی صاحب کافی عرصہ علی گڑھ میں اپنے استاد مولانا بزرگ علیؒ کے مدرسہ میں تعلیم دیتے رہے اور اسی زمانہ میں مولانا لطف اللہؒ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے مفتی صاحبؒ بعد میں حکومت کی طرف سے بعہدہ منصف مقرر ہوگئے تھے اور آپ نے مولانا لطفؒ اللہ کو اپنا سر رشتہ دار مقرر فرمایا اس دوران میں تحریک آزادی ہند شروع ہوئی اور مفتی صاحب نے انگریز حکومت کے خلاف خان بہادر خان روہیل کھنڈی کا ساتھ دے کر جہاد میں حصہ لیا اور انگریزوں کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس پر انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں غدر کے دیگر مجاہدین کے ساتھ آپ کو بھی بطور سزا جزائر انڈیمان میں عمر قید کیلئے ملک بدر کردیا۔ جہاں آپ نے بغیر مطالعہ وحوالا جات کتب محض یادداشت سے چھ کتابیں تصنیف فرمائیں جو بہ تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) علم الصیغہ۔ (۲) وظیفہ کریمہ۔ (۳) تخیۂ بہار۔ (۴) احادیث الحبیب المتبر کہ۔

(۵) ترجمہ تقویم البلدان اور (۶) تواریخ حبیب اللہ۔ جن میں سے ''ترجمہ تقویم البلدان'' ایک انگریز افسر کو بہت پسند آیا اور یہی بات بظاہر آپ کی رہائی کا سبب ہوئی۔ آپ کی ہندوستان میں مراجعت پر آپ کے شاگرد مولانا لطف اللہ رحمہ اللہ نے یہ تاریخی رباعی لکھ کر پیش خدمت کی۔

چوں بفضل خالق ارض وسما اوستادم شد ز قید غم رہا
بہر تاریخ خلاص آں جناب برنوشتم ان استاذی نجا

ہندوستان میں آکر آپ نے کانپور میں مدرسہ ''فیض عام'' قائم کیا۔ ۱۲۷۹ھ میں بارادہ حج روانہ ہوئے۔ جدہ کے قریب جہاز ایک پہاڑی سے ٹکرا کر غرق ہوگیا جس میں یہ علم کا آفتاب بھی غروب ہوگیا۔ آپ ایک اعلیٰ پیمانہ کے مصنف و مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مدبر اور مجاہد بھی تھے۔

علی گڑھ کے درس میں تحصیل علم

علی گڑھ میں حضرتؒ نے قریباً اڑھائی برس تعلیم حاصل کی اور اپنی قابلیت، بلند اخلاق اور مثالی کردار کے باعث مولانا لطف اللہؒ اور دیگر اساتذہ کرام و ہم مکتبوں میں جو مقبولیت و توقیر آپ کو حاصل ہوئی اس کے چند ایک واقعات درج ذیل ہیں۔

یورپی ممتحن کا اعترافِ کمال

جناب مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور نے اپنے مسودات میں تحریر کیا ہے کہ میں نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی زبانی سنا تھا کہ اس زمانہ میں سرسید احمد خان نے خیال کیا کہ مدارس عربیہ کی اصلاح کی جائے اور جس مدرسہ کی تعلیم ناقص ہو اسے بند کر کے اس کا چندہ و آمدنی علی گڑھ کالج کے مصرف میں لائی جائے۔ چنانچہ انہوں نے مولانا لطف اللہؒ سے کہا کہ آپ اپنے مدرسہ کا سالانہ امتحان دلوایا کریں تا کہ ایک تو سال بھر کی تعلیم کا اندازہ ہو سکے، دوسرا امتحان کے خیال سے طلباء کو زیادہ محنت کرنے کی رغبت ہو چونکہ اکثر طلباء پنجابی اور پٹھان تھے جو اچھی طرح لکھائی نہ جانتے تھے اس لئے مولانا اس بارہ میں قدرے متامل ہوئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے کہا آپ فکر نہ کریں ہم تقریری یا تحریری ہر قسم کے امتحان کے لئے تیار ہیں۔ حضرتؒ خوش نویس تھے اور مشہور خوشنویس منشی غلام احمد سکنہ کھبکی سے باقاعدہ مشق کی ہوئی تھی۔ منشی غلام احمد تمام مروجہ خطوط سے واقف تھے اور ان پر عبور رکھتے تھے۔ یہ اپنی آخر عمر میں مجذوب ہو گئے تھے۔ حضرتؒ نے ان کی گذر اوقات کے لئے وظیفہ مقرر فرما رکھا تھا اور آخر وقت تک ان کی خبر گیری فرماتے رہے تھے۔ حضرتؒ کے اس فرمانے پر مولانا لطف اللہؒ بہت خوش ہوئے اور طلبا کا امتحان دلوانا منظور فرمایا۔ سرسید نے اپنے طور پر ایک یورپ کے رہنے والے عالم و فاضل کو امتحان لینے کے لئے بلوایا تھا۔ مولانا نے امتحان سے ایک روز قبل آزمائشی طور پر خود طلباء کا امتحان لیا اور حل کے لئے اقلیدس کا پرچہ دیا۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں نے اقلیدس کی شکل مسئولہ کا پہلے وہ جواب تحریر کیا جو اقلیدس میں دیا ہوا ہے پھر اس پر اپنی طرف سے اشکالات و اعتراضات کئے اور شکل مسئولہ پر اپنا حل تحریر کیا۔ مولانا نے میرے جوابات کو بے حد پسند فرمایا اور انہیں ایک لفافہ میں

بند کر کے ممتحن صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اگلی صبح تمام طلبا اجلے کپڑے پہنے کاغذ قلم و دوات لیے صف بنا کر ممتحن صاحب کے انتظار میں بیٹھے رہے مگر وہ تشریف نہ لائے۔ جب بہت دیر ہوگئی تو سر سید کو اطلاع دی گئی۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ ممتحن صاحب رات کو بغیر بتلائے چلے گئے ہیں اور پیغام چھوڑ گئے ہیں کہ جو طلباء اقلیدس پر اعتراض کر سکتے ہیں مجھ میں ان کا امتحان لینے کی اہلیت نہیں بلکہ اپنی سبکی کا اندیشہ ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ مولانا یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور مجھے بہت دعائیں دیں کہ تم نے ہمارے مدرسہ کو بچالیا ورنہ سر سید اسے ختم کرا دیتے۔

ایک مجذوب کا اظہارِ حیرت

حضرتؒ فرماتے تھے کہ ایک روز میں اپنی باری پر ہدایہ شریف کا سبق لینے مولانا کے کمرہ کی جانب جا رہا تھا چونکہ مطالعہ کا موقع نہ ملا تھا اس لئے جاتے ہوئے سر پر پگڑی بھی لپیٹتا جاتا تھا اور کتاب کھول کر مطالعہ بھی کرتا جاتا تھا۔ مسجد میں حوض کے کنارے ایک مجذوب پڑا رہتا تھا اس نے بآواز بلند پکار کر کہا ''پیر جی' مرغینانی نے اس کتاب کو اٹھارہ سال میں لکھا ہے اور آپ چلتے چلتے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔'' (مرغینانی سے ان کی مراد مصنف ہدایہ علامہ برہان الدینؒ مرغینانی تھا)

طالب علمی میں جود و کرم اور ریاضت و مجاہدہ کی شان

علی گڑھ آنے پر بڑے پیر صاحبؒ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کے لئے ساٹھ روپے ماہوار وظیفہ مقرر فرمایا تھا جو ماہ بماہ وقتِ معینہ پر پہنچتا رہتا مگر حضرتؒ اس قسم کو طلباء میں تقسیم فرما دیا کرتے اور خود اکثر روزہ یا فاقہ سے رہتے۔ آپ کے ہم جماعتوں میں سے کئی طلباء شہر کی مساجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے اور جمعرات کو بہت سا کھانا لا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتے کہ لے کھالے۔ مگر ہفتہ بھر کا فاقہ زدہ کھاتا تو کیا کھاتا۔ چند لقمے تناول فرما کر سب کچھ واپس کر دیتے۔ (مہر منیر)

امام شافعی رحمہ اللہ ہارون الرشید کے دربار میں

امام شافعیؒ نے طلب علم کے لئے ایک طویل سفر کیا ہے جس کا مستقل سفر نامہ ان کے

بعض تلامذہ نے ضبط کیا ہے۔اس سفر کے سلسلہ میں بغداد بھی تشریف لے گئے تھے۔آپ فرماتے ہیں کہ میں جس وقت بغداد داخل ہوا تو قدم رکھتے ہی ایک غلام میرے ساتھ ہولیا اور نہایت تہذیب و متانت کے ساتھ مجھ سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا ''محمد'' ''غلام نے والد کا نام دریافت کیا تو میں نے کہا ''شافعی'' غلام سے یہ سن کر کہا' آپ مطلبی ہیں' میں نے کہا کہ ''ہاں'' غلام نے یہ سب سوال و جواب ایک تختی پر لکھ لئے جو اس کے آستین میں تھی اور اس کے بعد مجھے چھوڑ دیا۔میں بغداد کی ایک مسجد میں جا کر ٹھہر گیا اور اس فکر میں تھا کہ غلام نے یہ تحقیق کیوں کی اور اس کا اثر کیا مرتب ہوتا ہے یہاں تک کہ جب آدھی رات گزر گئی تو مسجد کے دروازہ پر زور سے دستک دی گئی جس سے سب اہل مسجد مرغوب ہو گئے' دروازہ کھولا گیا تو کچھ لوگ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک ایک آدمی کے چہرے کو غور سے دیکھتے پھرنے لگے۔یہاں تک کہ وہ میرے پاس آئے' میں نے کہا فکر نہ کرو جس کو تم ڈھونڈتے ہو وہ میں ہوں' انہوں نے کہا کہ امیر المومنین (ہارون الرشید) نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔میں فوراً بلا کسی پس و پیش کے اٹھ کے ساتھ ہولیا۔

میں نے امیر المومنین کو دیکھا تو سنت کے موافق سلام کیا' امیر المومنین نے میرے طرز سلام کو پسند کیا اور محسوس کیا کہ درباری لوگ جو تکلفات میں سلام کرتے ہیں وہ خطا ہیں' سلام مسنون یہی ہے' مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا تزعم انک من بنی ھاشم (تم یہ زعم رکھتے ہو کہ میں بنی ہاشم میں سے ہوں) میں نے کہا امیر المومنین آپ لفظ زعم استعمال نہ کریں کیونکہ یہ لفظ قرآن میں جس جگہ آیا ہے سب جگہ زعم باطل کے لئے آیا ہے۔امیر المومنین نے اس قول سے رجوع کر کے تزعم کے بجائے تقول کا لفظ استعمال کیا۔تب میں نے جواب دیا کہ ہاں' امیر المومنین نے میرا نسب نامہ پوچھا' میں نے اپنا پورا نسب نامہ سنا دیا جو حضرت آدم علیہ السلام تک مجھے محفوظ تھا۔امیر المومنین نے کہا کہ اتنی فصاحت و بلاغت صرف بنی عبد المطلب ہی میں ہو سکتی ہے' اس کے بعد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو عہدہ قضا سپرد کر دوں اور اس کے عوض اپنی تمام سلطنت اور ذاتی جائیدادوں کا نصف حصہ آپ کو دوں۔سب پر آپ کا اور میرا حکم قرار دہ شرطوں کے مطابق چلے گا اور حکم کا مآخذ قرآن و حدیث اور اجماع امت ہوگا۔میں نے کہا امیر المومنین اگر آپ یہ چاہیں کہ اس

تمام مال وضال اور سلطنت وحکومت کے عوض میں محکمہ قضا کا صرف اتنا کام کر دیا کروں کہ صبح کو اس کا دروازہ کھول دوں اور شام کو بند کر دوں تو میں قیامت تک اس کے لئے بھی تیار نہ ہوں گا۔ ہارون الرشید یہ جواب سن کر رونے لگے کہ اچھا' آپ ہمارا کچھ ہدیہ قبول فرمائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ مضائقہ نہیں' لیکن نقد ہونا چاہئے' وعدے نہ ہوں' امیر المومنین نے میرے لئے ایک ہزار درہم کا حکم جاری فرمایا اور میں نے اسی مجلس میں اس پر قبضہ کر لیا' جب دربار میں واپس آیا تو وہاں کے حشم وخدم نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ اپنے انعام میں سے کچھ ہمیں بھی انعام دیجئے چونکہ مجھ سے سوال کیا گیا تھا تو میری مروت نے اس سے کم پر قناعت نہ کی کہ جتنے آدمی بھی تھے سب پر کل مال برابر تقسیم کر لیا اور اس میں ایک حصہ اپنا بھی اس قدر رکھا جتنا کہ ہر شخص کے حصہ میں آیا تھا۔ (ماخوذ از کشکول)

درس میں بیٹھنے کے آداب

طالب علم استاد کے سامنے اس طرح بیٹھے جس طرح بچہ قاری کے سامنے بہت تواضع' خشوع وخضوع اور ادب کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ اتنا قریب بیٹھے کہ استاد جو کچھ بھی کہے پوری طرح سن سکے اور کوئی چیز بھی مخفی نہ رہے۔ نیز خاموش رہے استاد کے کلام کی طرف متوجہ رہے نظریں استاد کی جانب ہوں اور مکمل ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھے انتہائی تعظیم یہ ہے کہ استاد اور طالب علم کے درمیان کمان کے برابر فاصلہ ہو اور بلاضرورت زیادہ قریب نہ بیٹھے۔ یہ بھی ادب ہے کہ استاد کے پاس اس طرح متوجہ ہو کر بیٹھے کہ استاد کو دوبارہ کسی بات کو دہرانا نہ پڑے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی بات کو دہرانے کے لئے استاد سے نہیں کہا جب بھی میرے کانوں نے کوئی بات سنی تو اس کو یاد کر لیا یعنی اتنی توجہ سے بیٹھتے تھے کہ بات یاد بھی ہو جاتی تھی اور کوئی بات چھوٹتی بھی نہ تھی۔ طالب علم کے لئے اتنی توجہ سے بیٹھنا کافی ہے۔ (حصول علم کے آداب)

کتاب کے انسان پر احسانات

کتاب کے بارے میں ایک مفکر کا مقولہ ہے کہ اگر مجھے بادشاہ بنا دیا جائے اور کتاب

پڑھنے کی اجازت، نہ ہو تو میں ایسی بادشاہت ہر گز قبول نہیں کروں گا۔

ایک جاہل بادشاہ سے وہ غریب بہتر ہے جو تنہا رہ کر کتاب پڑھتا ہو۔

دنیا کے تمام نظام کا دارومدار علم پر ہے اور علم کا دارومدار کتاب پر ہے۔

تمام حکماء اور عقلاء اس پر متفق ہیں کہ عقل سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور علم سے بڑھ کر کوئی کمال اور دولت نہیں۔

قرآن مجید بھی ایک کتاب ہے جو دنیا و آخرت کے تمام علوم کا خزانہ اور سرچشمہ ہے۔

تمام انسانی اعمال کے پیچھے کتاب اور علم کارفرما ہے۔

کتاب نے طالبانِ علم کی اعانت میں جو کردار ادا کیا ہے وہ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

کتاب کے بغیر کوئی بڑا عالم، مفتی، علامہ، محقق، مؤرخ، فلاسفر، مفکر، ریاضی دان اور سائنس دان پیدا نہیں ہو سکتا۔

ہر طالب علم کا مقصود ومطلوب کتاب ہے۔

ایک عالم کا قول ہے کہ دنیا پر درحقیقت کتابیں ہی حکمرانی کر رہی ہیں۔

کتاب ہی آپ کو ہزاروں اور لاکھوں انسانوں سے خاموش ملاقات کراتی ہے۔

ماہرین علوم وفنون کے سینکڑوں سال کے تجربات کا حاصل کتاب ہی بتا سکتی ہے۔

ایک سائنس دان اور عالم کی عمر بھر کی محنتوں اور کاوشوں کا نچوڑ چند لمحات میں کتاب ہی پیش کر سکتی ہے۔

موجودہ انسانی ترقی میں بھی کتاب کے اوراق کا بہت بڑا دخل ہے۔

کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ مختلف زمانوں میں برگزیدہ پیغمبروں کے ذریعہ کلامِ الٰہی نے کتاب ہی کی صورت میں خداوند تعالیٰ کے ساتھ بندوں کا رشتہ اور تعلق استوار کیا۔

کتاب کی اہمیت وفضیلت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس قرآن مجید کو لفظِ کتاب سے یوں شروع فرمایا: **الم ذالک الکتاب لا ریب فیه**

کتاب وہ روحانی مرکز ہے جو اپنے پرستاروں کے ساتھ خاموشی ہی خاموشی میں افادہ واستفادہ میں مصروفِ عمل ہے۔

کتاب وہ مرکز ہے جو آفتابِ علم کی پُر نور شعاعیں اور خوبصورت کرنیں انسان کے دل و دماغ تک پہنچانے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔

کتاب ہی دنیا و آخرت کے تمام مشکل مسائل کا حل ہے۔

کتاب کی بدولت ہی قوموں نے اپنی تاریخ کو بدل ڈالا۔

کتاب ہی نے لوگوں میں انقلابی روحیں اور اچھے جذبات پیدا کئے۔

کتاب ہی وہ چشمۂ صافی ہے جہاں انسانی ذہن علم و دانش سے سیراب ہوتا ہے۔ (محاسن اسلام)

مجلس علم میں حاضری کے آداب

طالب علم کو چاہئے کہ جب استاد کی مجلس میں جائے تو اپنی ہیئت کو درست کرے اور پاک صاف ہو کر وضو کر کے، خوشبو وغیرہ بھی لگا کر جائے مسواک بھی کر کے جائے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ جمعہ کے دن غسل کر کے اچھے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر مسجد جاتے تھے اور علم کا مذاکرہ کرتے تھے۔

اگر بال بنانے یا ناخن کاٹنے کی ضرورت ہو تو فارغ ہو کر جائے۔ یہ ضروری ہے کیونکہ یہ مجلس علم میں جانا ہے جو مجلس ذکر اور عبادت ہے۔

☆ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ علم کی نہایت تعظیم کرنے والے تھے جب درس حدیث کے لئے تشریف لاتے تو خوشبو لگا کر تشریف لاتے تھے اور وقار و ہیبت کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تھے۔

☆ دو رکعت نفل بھی پڑھ کر جائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی معمول تھا۔ استاد کے پاس جاتے وقت استاد کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے اور استاد کے بارے میں اعتقاد رکھے کہ وہ درجہ کمال پر فائز ہے۔

اسی طرح درس میں جانے سے قبل صدقہ بھی کر کے جائے (صدقہ ضروری نہیں کہ مالی ہو بلکہ تسبیح تہلیل درود پڑھ کر ہدیہ کر دے) بعض سلف سے منقول ہے کہ استاد کے پاس جانے سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ "الھم استر عیب شیخی و لا تذھب برکۃ علمہ عنی"

اے اللہ میرے استاد کے عیوب کی چشم پوشی فرما اور مجھے ان کے علمی برکات سے محروم نہ فرما۔

استاد کا انتظار کرنا: جب استاد کی خدمت میں حاضر ہو اور استاد وہاں موجود نہ ہو تو طالب علم کو چاہئے کہ (ادھر ادھر نہ جائے کہ استاد موجود نہیں ہیں تو یہ اپنا کام نکال لے) استاد کا انتظار کرے تاکہ درس چھوٹ نہ جائے کیونکہ جو درس بھی چھوٹ جاتا ہے اس کا کوئی بدل نہیں ہوتا۔ (از حصول علم کے آداب)

علم سے محرومی کا ایک سبب

ذہانت اور قابلیت دکھلانے اور استاد کو پریشان کرنے کے لئے سوال کرنے والوں کو کبھی علم نہیں آتا۔

ایک ادب استاد کا یہ ہے کہ بعض طلباء کی عادت ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ کتاب میں احتمالات نکال کر استاد کے سامنے بطورِ اعتراض پیش کیا کرتے ہیں اور خود بھی سمجھتے ہیں کہ یہ بے فائدہ اعتراض ہیں۔ مگر اپنی ذہانت جتلانے اور استاد کا امتحان کرنے کے لئے ایسی نامعقول حرکت کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ مغالطہ ہوا (یعنی یہ) کہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ مقام مشتبہ ہے حالانکہ خود اپنے نزدیک بھی مشتبہ نہیں۔

بعض طلباء کی عادت ہوتی ہے کہ محض اپنی ذہانت دکھلانے' یا استاد کا امتحان لینے یا محض مشغلہ وتفریح کی غرض سے دور از کار (بیکار) سوالات کیا کرتے ہیں ایسے طالب علموں کو کبھی علم نصیب نہیں ہوتا۔

جیسے ایک طالب علم کی حکایت سنی ہے کہ انہوں نے حدیث میں پڑھا کہ طلوع شمس کے وقت نماز نہ پڑھو تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ یہ حکم بھی عام ہے۔ اور طلوع شمس بھی عام ہے خواہ کسی مقام کا طلوع شمس ہو۔ اور یہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع ہوتا ہی رہتا ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی شخص کو کسی وقت بھی نماز پڑھنا جائز نہ ہو۔ ہر چند اس کو سمجھایا گیا کہ بھائی جہاں کا طلوع شمس ہو وہیں کے لوگوں کو اس وقت کے اعتبار سے یہ حکم ہے مگر ان بزرگ نے مانا ہی نہیں۔ یہی فرماتے رہے کہ نہیں صاحب دونوں ہی حکم عام ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ بھائی اس سے تو نماز کی فرضیت ہی لغو ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ خواہ کچھ ہو جائے انصاف یہی ہے۔ کیا یہ سوال پیش کرنے کے قابل ہے؟ اور کیا سچ مچ اس پاگل کو یہ شبہ

تھا محض فضول دق کرنے کے لئے اس نے یہ حرکت کی اور بجائے اس کے کہ اس کے زعم کے موافق اس کی ذہانت ظاہر ہوتی بلکہ الٹا اس کا کوڑھ مغز ہونا ثابت ہو گیا ایسے طالب علموں کو کبھی علم نصیب نہیں ہوتا۔ استاد کو کبھی پریشان نہ کرنا چاہئے۔ (تحفۃ العلماء)

یہ غلط فہمی ہے

شیطان ہر شخص کی نفسیات کے مطابق چالیں اختیار کر کے اس کو گمراہ کرتا ہے۔ علماء کو ایک طریقہ سے زاہدوں اور صوفیوں کو دوسرے طریقہ سے اور عوام کو کسی اور طریقہ سے گمراہ کرتا ہے۔

ایک طریقہ جو اہل قلم، اہل اصلاح اور اہل تبلیغ کا ہے۔ جو دوسروں کی اصلاح و تربیت میں اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ انہیں اس غلط فہمی میں مبتلا رکھتا ہے کہ ہم دوسروں کو بذریعہ تقریر و تحریر تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ ان سب کے اعمال و اجر میں ہمیں بھی بھرپور حصہ ملے گا جو انشاء اللہ نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ خود نفس کو مجاہدوں میں کھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ حدیث بھی یاد آ جاتی ہے۔ **الدال علی الخیر کفاعله** یعنی دوسروں کو نیکی کی تلقین کرنے والا نیکی کرنے والے کے برابر ہے حالانکہ انسان یہاں اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی نیکیوں و اعمال ہمارے لئے تب نجات کا ذریعہ بنیں گے جب ہم خود بھی اعمال صالحہ کا اہتمام اور گناہوں سے بچنے کی فکر رکھتے ہوں۔ ورنہ اوروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت والا معاملہ ہو جائے گا۔ دوسرے حدیث شریف میں آتا ہے کہ اہل جنت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جا کر پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے ہم تو جنت میں تمہاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (فضائل تبلیغ)

اسی طرح دینی خدمات کرنے والوں کو شیطان غیبت میں مبتلا کر دیتا ہے جس سے کی کرائی محنت دوسروں کو منتقل ہونا لگ جاتی ہے۔ اسی طرح حسد کے بارے میں آتا ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ حیوانی گناہ کرنے والوں کو تو گناہگار سمجھا جاتا ہے لیکن اس طرف خیال بھی نہیں آتا کہ شیطانی گناہوں کا مرتکب عنداللہ زیادہ گناہگار ہوتا ہے۔

اسی طرح تبلیغی و دینی خدمات (دوسروں کی اصلاح کے لئے) جتنا وقت نکالا جاتا ہے کیا اپنی اصلاح و تربیت کے لئے ذکر و تلاوت' نوافل و اوراد مسنونہ کے لئے بھی اتنا وقت نکالا جاتا ہے دینی خدمات کیلئے وقت نکالنا اور اپنی تربیت و معمولات کی ادائیگی کے لئے وقت نہ نکالنا اس بات کی علامت ہے کہ نفس مجاہدہ سے گھبراتا ہے۔ شیطان اسی غلط فہمی میں مبتلا رکھتا ہے کہ دینی خدمات سے دوسرے لوگوں کے عمل سے مجھے بھی حصہ ملے گا۔ وہی نجات کے لئے کافی ہے حالانکہ یہ شیطانی دھوکہ ہے حالانکہ سورۃ والعصر میں **و تو اصوا بالحق** (دوسروں کو تبلیغ) سے قبل **امنوا و عملوا الصلحت** (ایمان و عمل صالح) کے اہتمام کا امر ہے۔ اور **فاذا فرغت فانصب و الی ربک فرغب** کا اس طرح کی خدمات کرنے والوں کے لئے مستقل حکم ہے۔

مقصد اس تحریر کا صرف یہی ہے کہ دینی خدمات کے سلسلے میں اپنے فیض کو دور دور تک پھیلا ہوا دیکھ کر اپنی ذات سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔ دوسروں کی اصلاح کے لئے فکر مند حضرات کو اپنی اصلاح کا زیادہ اہتمام ہونا چاہئے۔ لہذا تبلیغ و دعوت' اصلاح و تربیت' وعظ و نصیحت اور نشر و اشاعت کے ذریعے دوسروں کے عمل پر آ جانے کو اپنی نجات کے لئے کافی سمجھنا اور خود عمل کا اہتمام نہ کرنا یہ غلط فہمی ہے اللہ تعالیٰ اس غلط فہمی سے مجھے اور ان تمام احباب کو جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں پوری پوری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

تعلیم کے ساتھ ضرورت اصلاح

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مراقبہ...... محاسبہ...... صحبت اہل اللہ اور کثرت ذکر کی ضرورت ہے۔

مراقبہ' محاسبہ' صحبت اولیاء اللہ اور کثرت ذکر سے علم و معرفت میں ترقی ہوتی ہے جس سے تقویٰ' خشوع اور تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے کثرتِ ذکر کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا:

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام ان کی تسبیح بیان کیا کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تیری زبان ذکر اللہ سے تر رہے۔ قرآن پاک میں ان جیسے خصائل سے آراستہ بندوں کے لئے فرمایا گیا ہے۔ جب ان کے سامنے

رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے یعنی کثرت ذکر اور مراقبات سے ان پر ایسی رقت قلب طاری ہو جاتی ہے کہ اپنے محبوب کی باتیں سن کر بے ساختہ سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

اور جگہ ارشاد ہے: وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ علم کثرتِ ذکر، محاسبہ، مراقبہ اور صحبت اولیاء اللہ پر۔ موقوف ہے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کئی روز تک مراقبہ اور تخلیہ کروانے کے بعد علم وعرفان سے آپ کو آراستہ فرمایا گیا۔

حقیقت علم منکشف ہونے کے لئے دردِ محبت کی ضرورت ہے اس درد کی بدولت ایسے علوم منکشف ہوتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر علماء امت کا یہی معمول چلا آ رہا ہے کہ وہ اشاعتِ دین کی متعدی خدمات کے ساتھ اپنے اوقات کا بڑا حصہ عبادت نافلہ اور ذکر وفکر میں صرف فرماتے تھے کیونکہ دوسروں کو تبلیغ اور ان کی اصلاح کی کوشش فرض کفایہ ہے مگر اپنی اصلاح فرض عین ہے۔

دوسرے آپ لوگ تو صرف علم دین کے محافظ و مبلغ ہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین پر تو مبلغ ہونے کے علاوہ حکومت کی ذمہ داریاں بھی تھیں۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا قیام فرماتے کہ پاؤں متورم (سوج) جاتے۔ نیز صحابہ کرام میں جذبۂ تبلیغ و احساس ذمہ داری کس حد تک تھا ہمارے وہم وگمان سے بھی خارج ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے چالیس سال تک مسلسل عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ ایک قرآن پاک روزانہ ختم فرماتے تھے۔ صاحب ہدایہ نے تیرہ سال تک مسلسل روزہ رکھا اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ ان اکابر کو یہ خیال کیوں نہ آیا کہ کثرتِ نوافل کے بجائے یہ وقت بھی تبلیغ علم دین میں صرف کرنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک تعلق مع اللہ حاصل نہیں ہوتا اس وقت تک تبلیغ واشاعت کا فریضہ ادا ہی نہیں ہو سکتا۔

جو لوگ اس لذت درد سے نا آشنا ہیں ان کو حقیقت علم کی کیا خبر۔ حالانکہ ذکر وفکر سے قلب کی صلاحیت بڑھتی ہے۔ محبت واخلاص میں ترقی ہوتی ہے اور محبت واخلاص میں جس حد تک ترقی ہوگی اسی درجہ میں اعمال کے اجر اور دوسروں کو تبلیغ کے اثر میں اضافہ ہوگا اور علم میں نور اور

تصنیف وتالیف میں برکت ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علماء جنہیں ذکر وفکر ومراقبات کا اہتمام ہے اُن کے کام اور تبلیغ میں جو برکت ہے وہ نفلی عبادات' ذکر وفکر سے جی چرانے والوں میں نہیں۔ لہذا ذکر' محاسبہ' مراقبہ اور کسی کامل کی صحبت کا کم از کم وہ درجہ فرض ہے جس سے ظاہری و باطنی گناہوں سے حفاظت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم حقیقی کی دولت سے نوازے۔ آمین۔

مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا ذکر خیر

مولانا سید ابوالحسن ندوی کی زندگی پر اہم اثرات

ڈاکٹر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ عظیم محقق مشہور زمانہ مایہ ناز ادیب صاحب طرز انشاء پرداز مفکر اسلام نے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں فرماتے ہیں اسی رمضان ۱۳۸۱ھ میں عالم ربانی حضرت مولانا شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ نے اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ ان کے متعلق بہت کچھ لکھا جائے گا وا قفین حال کی زبان سے بہت ایسے حالات وکمالات معلوم ہوں گے جن کی دنیا کو خبر نہیں۔ حضرت اقدس نے باوجود شہرت مرجعت مقبولیت عام اپنی بعض خصوصیات روحانی کمالات کو ایک طرح سے اخفا وگمنامی میں رکھا ساری عمر ان کمالات پر پردہ پڑا رہا عام طور پر لوگ ان کو ایک واعظ' خطیب مفسر قرآن کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن ان کے اصلی کمالات اور زندگی کے ان گوشوں کو جاننے والے بہت کم ہیں جن کی وجہ سے وہ سلف صالحین اور علماء ربانیین کی آخری یادگاروں میں نظر آتے ہیں۔ ان کے زہد وورع خلوص وللّٰہیت' ایثار وقربانی' استقامت' حق گوئی و بے باکی کی ان روایات سے پردہ اخفاء ان سے فیض یافتہ مستفید ہونے والے تلانذہ علماء و مشائخ اور عوامی حلقے اٹھائیں گے جن کو پڑھ کر اور سن کر ایک عالم ششدر وحیران رہ جائے گا جس سے ایک نئی ایمانی تازگی اور دینی اعتماد اور طمانیت قلب حاصل ہوگی (۱)۔ ماخوذ از شیخ التفسیر' حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء)

آپ کی زندگی کا مبارک دن

حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ نے ایک کتاب پرانے چراغ لکھی ہے جو مختلف

مشائخ، علماء، مبلغین، مصلحین، اساتذہ اور احباب کے متعلق موصوف کے تاثرات پر مشتمل ہے موصوف نے اس میں ایک مقالہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی شامل کیا ہے یہ مقالہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی ابتداء میں عنوان مندرجہ بالا کے تحت فرماتے ہیں۔

''میری زندگی میں وہ بڑا مبارک دن اور سعید گھڑی تھی جب مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ امیر انجمن خدام الدین لاہور سے نیاز حاصل ہوا۔ میری زندگی کے دو بڑے موڑ ہیں جہاں سے زندگی کا نیا راستہ (جہاں تک خیال ہے بہتر اور مبارک راستہ) اختیار کیا پہلا موڑ جب مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پیدا ہوا اور دوسرا موڑ اس وقت پیش آیا جب خدا نے مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچایا مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہ ہوتی تو میری زندگی اچھی یا بری بہر حال موجودہ زندگی سے بہت مختلف ہوتی اور شاید اس میں ادب تاریخ اور تصنیف و تالیف کے علاوہ کوئی اور ذوق رجحان نہ پایا جاتا خدا شناسی اور خدارسی، راہ یابی اور راست روی تو بڑی چیزیں ہیں مولانا کی صحبت میں کم سے کم خدا طلبی کا ذوق خدا کے نام کی حلاوت اور مردان خدا کی محبت اپنی کمی اور اصلاح و تکمیل کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا اور ہم عامیوں کے لئے یہی بڑی دولت و نعمت ہے بلکہ حقیقت شناسوں کے لئے یہی بڑی دولت ہے۔ (ماخوذ از صفحہ ۳۷ خدام الدین امام الاولیاء نمبر)

قرآن ہاتھ میں لیتا ہوں مجھے ہاتھ پکڑ کر مسجد سے نکال دو

ابتداء میں جب حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درس قرآن اور خطابت جمعہ سے اہل لاہور کو مستفید کرنا شروع کیا، اس وقت ایک اور عالم صاحب بھی دہلی دروازہ کے اندر مقیم تھے جو دیوبندی مکتب فکر کے علماء سے اختلاف رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں اہل لاہور پر ان مولانا صاحب کا خاصا اثر تھا کیونکہ سالہا سال سے وہ یہاں مقیم تھے۔

دہلی دروازہ والے مولانا صاحب کو یہ ناگوار گزرا کہ کوئی اور عالم ان کا حریف بن کر اہلیان شہر لاہور کو اپنی طرف مائل کرے۔ چنانچہ مولانا صاحب ...... نے حضرت لاہوری کے خلاف پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا اور جمعہ کی تقریر اور دیگر اجتماعات میں حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ علیہ کو وہابی بے دین وغیرہ کے خطابات سے یاد کیا جاتا۔

ادھر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ میں ایک جامع تقریر فرماتے۔قرآن پاک کی کسی آیت کی تفسیر ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسوہ حسنہ مستند احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ جات سے بیان کئے جاتے۔کبھی بھی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان مولانا صاحب کی بہتان طرازی کا جواب نہیں دیا۔یہ سلسلہ کافی دن تک چلتا رہا۔اس زمانہ کے لوگوں کی زبان پر یہ فقرہ چڑھ گیا: ''اگر قرآن سننا ہو تو شیرانوالہ دروازہ جا کر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے سن لو اور اگر گالیاں سننی ہوں تو دہلی دروازہ چلے جاؤ۔''

رفتہ رفتہ اہل لاہور پر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت واضح ہوگئی اور بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔جوں جوں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا توں توں وہ مولانا صاحب جو دہلی دروازہ کے اندر مقیم تھے ان کا جوش رقابت بڑھتا گیا۔ان کے معتقدین کی کافی تعداد شیرانوالہ دروازہ کے اندر رہتی تھی ان کی تقاریر کا جاہل مریدین پر خاص اثر ہوا اور انہوں نے مل کر کوشش کرنی شروع کر دی کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو شیرانوالہ دروازہ کی مسجد سے نکال دیا جائے۔

چنانچہ محلّہ شیرانوالہ کے کچھ لوگ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو فوراً مسجد سے نکال دیا جائے اور دوسری طرف حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین نے مزاحمت کی۔پہلے کچھ دن تو معمولی تکرار ہوتی رہی اور وہ بھی اس وقت جب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ درس دے کر چلے جاتے۔ایک دن بات طول پکڑ گئی اور حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ دنگہ فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔دونوں طرف سے لوگ لاٹھیاں وغیرہ اٹھائے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع کر دی کہ مسجد میں فساد ہونے والا ہے۔حضرت فوراً مسجد تشریف لائے، پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ معتقدین نے جواب دیا کہ: ''حضرت! یہ لوگ آپ کو مسجد سے بزور نکالنا چاہتے ہیں اور ہم یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ہم ان کا مقابلہ کریں گے''

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''میں تو دین سکھانے آیا ہوں، مسلمانوں میں فساد ڈالنے نہیں آیا۔آپ حضرات کو اگر واقعی مجھ سے محبت وعقیدت ہے تو چند منٹ کے لئے

مسجد سے نکل جائیں میں دوسرے حضرات سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آخر ہم سب مسلمان ہیں اور بھائی بھائی ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کی عزت اور جان و مال کا احترام کرنا چاہئے۔"

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے سب معتقدین مسجد سے باہر چلے گئے۔ حضرت نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور اپنے مخالفین سے نہایت اخلاق کے ساتھ گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ: "میں خانہ خدا میں باوضو کھڑا ہوں اور میرے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک ہے۔ میں اپنے خالق حقیقی کو حاضر ناظر جان کر رب العالمین کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں صرف آپ حضرات کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ میں کسی دنیاوی لالچ یا غرض سے اس مسجد میں نہیں آیا۔ اگر آپ حضرات مجھ سے بخوشی قرآن کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو میں اس سلسلہ میں درس کو جاری رکھوں گا اگر آپ حضرات مجھ سے قرآن پاک سننا نہیں چاہتے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا ہاں ایک عرض ہے کہ آپ میں سے صرف ایک آدمی اگر میرا دایاں ہاتھ جس میں قرآن پاک ہے پکڑ کر مجھے مسجد سے نکال دے میں پھر کبھی اس مسجد میں نہیں آؤں گا خواہ کوئی بھی مجھ سے یہاں رہنے کی درخواست کرے۔ آئیں کوئی صاحب اکیلے آ کر مجھے ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکال دیں کسی فتنہ فساد اور دھینگا مشتی کی ضرورت نہیں۔"

سب مخالفین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کو جرات نہ ہوئی کہ اس طرح قرآن پاک کو دھکا دیا جائے۔ کہنے لگے:

"اچھا مولانا! ہم سوچ کر پھر بتائیں گے فی الحال ہم جاتے ہیں۔"

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل پھیر دیئے اور آہستہ آہستہ سب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین میں شامل ہو گئے۔ اس طرح سے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اخلاق حمیدہ سے مخالفوں کو مطیع و فرمانبردار کر لیا۔ ان سب کے عقائد درست ہو گئے۔ (خدام الدین)

نسبت کے اثرات

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ساتھ ایک عمرے کے سفر میں حضرت لاہوریؒ کی

جماعت کے پولیس آفیسر' ڈی ایس پی مکۃ المکرمہ میں جمع ہو گئے۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کہتے ہیں کہ مجھے بڑی غیرت آئی کہ میں شیخ الحدیث کہلاتا ہوں' ہزاروں علماء کا استاد ہوں۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا شاگرد ہوں اور عمرے کے سفر پہ عبادت کے سفر پہ آیا ہوں اور عبادت میں ایک غیر مولوی' غیر استاذ' ایک عام آدمی مجھ سے آگے نکل جائے یہ تو بڑی بری بات ہے۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ کہتے ہیں جب میں بستر میں ہی تھا تو میرے اندر کے نفس نے کہا یوسف تو نے آج اپنے ہمسائے کو شکست دے دی۔ اس لئے کہ تیرا الارم بول گیا ہے تجھ میں اٹھنے کی ہمت بھی ہے۔ اللہ نے توفیق بھی دے دی ہے آج تو بحمد اللہ علماء کی جو عزت ہے وہ بچ گئی ہے اور میں مولویوں کا نمائندہ ہو کے اس دنیا دار سے پہلے اٹھ گیا ہوں چنانچہ حضرت بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اٹھا تو میں نے دیکھا کہ ان صاحب کا کمبل بستر پڑا تھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ سو رہے ہیں کہ جب میں غسل خانے میں گیا تو غسل خانہ گیلا تھا جیسے آدھ پون گھنٹہ پہلے کسی نے استعمال کیا ہو' کہا کہ جیسے ہی میں واپس آیا تو وہ صاحب کمرے کے باہر سے چائے کے دو گلاس اٹھائے آرہے ہیں اور مجھے چائے پیش کی اور سلام کے سوا کچھ نہ کہا اور خود نفلوں میں لگ گئے۔ مولانا کہنے لگے نفلوں سے فارغ ہو کر ہم مسجد چلے گئے' اشراق تک رہے پھر ہم نے طواف کئے۔ چاشت پڑھ کر جو ہم اپنی آرام گاہ پر واپس آئے میرا غصہ اپنی انتہا کو تھا کہ اس شخص نے مجھے شکست دینے کا ایسا پختہ انتظام کر رکھا ہے' ہاں میں یہ بتانا بھول گیا' اس کمبل میں کون تھا؟ مولانا نے کہا آپ چائے لینے گئے تھے تو یہ آپ کی جگہ سو کون رہا تھا۔ کہا کہ میں ابھی رات کو حرم کی طرف گیا تھا تو یہ ایک بوڑھا حبشی تھا' اس کو سردی لگ رہی تھی میں اس کو لے آیا کہ کھانا بھی کھالے اور میری جگہ آرام کرلے تو مولانا محمد یوسف بنوریؒ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو پکڑ لیا اور اس سے کہا یہ تو بتا تجھے اتنا سخت جاں کس نے بنایا ہے' کہا مولانا احمد علی لاہوریؒ نے' تو مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہا ہائے دنیا نے تو احمد علی لاہوریؒ کو پہچانا ہے اور ہم طبقہ علماء نے احمد علیؒ کی قدر نہ کی' تو عرض ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں جب آدمی بنتا ہے تو اس کی بڑی عجیب صورت ہوتی ہے۔ (صفحہ ۱۳ خدام الدین ۲۱ جنوری ۲۰۰۰)

اساتذہ وعلماء کے ادب کی ضرورت واہمیت

یہ اساتذہ عالم ہیں اور بڑے ہیں۔ان کا ادب اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ وارثانِ رسول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

یایها الذین امنوا لا تقدموا بین یدی الله ورسوله. ولا تجهر و اله بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون اور دوسری جگہ ارشاد ہے ۔ **لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا** اور ارشاد ہے **واذا کانوا معه علیٰ امر جامع لم یذهبوا حتی یستاذنوه.**

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش قدمی نہ کرو۔ اور آپ کے سامنے زور سے چلا چلا کر باتیں نہ کرو۔اور رسول کو اس طرح نہ پکارو جیسا آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہو (بلکہ ادب سے بات کرو) اور آپ کے پاس مجمع میں بیٹھے ہوئے ہو تو بغیر اجازت کے وہاں سے نہ اٹھو۔ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو حقوق بیان کئے گئے ہیں حضور کے بعد آپ کے خلفاء اور وارثانِ علم کے بھی وہی حقوق ہیں۔کیونکہ تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ جس حدیث میں تبجیل علماء کی تاکید ہے وہ ان احکام کے عموم پر دال ہے۔اسی واسطے سلف نے وارثانِ رسول کا وہی ادب کیا ہے جو ان آیات میں حضور کے لئے مذکور ہے۔ (التبلیغ کوثر العلوم)

علماء نے تصریح کی ہے کہ جو حضرات دین کی بزرگی رکھتے ہیں۔ان کے ساتھ بھی یہی ادب برتنا چاہئے گو سوءِ ادب کا وبال اس درجہ کا نہ ہو لیکن تاذی بلا ضرورت میں حرمت ہے۔ (بیان القرآن سورہ حجرات)

علماء کا ادب بہت ضروری ہے حدیث میں ہے **من لم یرحم صغیر نا ولم یوقر کبیر نا ولم یبجل عالمنا فلیس منا** ۔یعنی جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی تعظیم نہ کرے اور عالم کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں یہ کس قدر سخت وعید ہے مگر افسوس طلباء اس پر عمل نہیں کرتے۔ (التبلیغ)

شاگرد کتنا ہی بڑا ہوجائے استاد سے کم درجہ کا ہوگا

اگر تم سارے عالم کو عالم بنادو گے جب بھی تم ہی بڑے رہو گے کیونکہ پھر بھی استاد ہو گے اور سب لوگ تمہارے شاگرد ہوں گے۔ اور شاگرد چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہوجائے آخر رتبہ میں تو استاد سے کم ہی ہے۔ گو ظاہر میں بڑا معلوم ہو۔ جیسے کوئی شخص اپنے چھوٹے بھائی کو خوب دودھ گھی کھلادے تاکہ موٹا تازہ ہوجائے اور چند سال میں وہ ایسا ہوجائے کہ بڑا بھائی اس سے چھوٹا معلوم ہونے لگے تو کیا رتبہ میں بھی وہ چھوٹا ہوجائے گا۔ ہرگز نہیں، بڑا بھائی پھر بھی بڑا ہی رہے گا۔ (التبلیغ)

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ اتنے بڑے کیسے بن گئے

مولانا محمد یعقوب صاحب سے کسی نے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب پر علم کہاں سے کھلا مولانا نے فرمایا کہ اس کے اسباب متعدد ہیں ایک تو سبب یہ ہے کہ مولانا فطری طور پر معتدل القویٰ اور معتدل المزاج تھے۔ پھر ان کے استاد بے مثل تھے۔ پھر پیر کامل ملے جن کی نظیر نہیں ان کی وجہ سے فن کی حقیقت منکشف ہوگئی۔ اساتذہ کا ادب بہت کرتے تھے، اور متقی بہت تھے۔ جب اتنی چیزیں جمع ہوں پھر کیوں نہ کامل ہوں۔ (حسن العزیز)

مولانا قاسم صاحب رحمہ اللہ نانوتوی کے ادب کا حال

مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کے تفوق علمی کے بہت سے اسباب ہیں منجملہ ان کے ایک سبب یہ ہے کہ وہ اپنے استادوں کا ادب بہت کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ تھانہ بھون کا ایک گندہی (بھنگی) مولانا سے ملنے گیا اور کہا کہ میں تھانہ بھون کا رہنے والا ہوں بس یہ سن کر مولانا پر بے حد اثر ہوا اس کی خاطر و مدارت میں بچھے جاتے تھے محض اس لئے کہ وہ تھانہ بھون کا رہنے والا تھا جو وطن تھا اپنے مرشد کا۔ افسوس ہے کہ یہ حضرات تو اپنے اکابر کے جاہل ہم وطنوں کا اتنا ادب کرتے تھے اور آج کل خود اکابر کا بھی ادب نہیں کیا جاتا۔ (التبلیغ، کوثر العلوم)

حاجی امداد اللہ صاحب کے کمالِ ادب کا حال

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے ایک شخص نے سیاہ رنگ کا جوتا بھیجا تو حضرت نے اس کو پہنا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت لوگ تو آپ کے واسطے بھیجتے ہیں کہ آپ اس کو استعمال فرمائیں۔ فرمایا اس کا رنگ سیاہ ہے اور جب سے مجھ کو خانہ کعبہ کا غلاف سیاہ ہونا معلوم ہوا ہے تب سے میں نے سیاہ رنگ کا جوتا نہیں پہنا۔ اس لئے کہ خِلاف ادب معلوم ہوتا ہے۔ (دعوات عبدیت)

اساتذہ کے متفرق آداب وحقوق

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا جو قصہ قرآن میں مذکور ہے اس میں استاد کے کئی آداب وحقوق ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ استاد کی خِدمت میں خود شاگرد جایا کرے۔

۲۔ دوم اگر استاد کسی اعتبار سے مرتبہ میں شاگرد سے کم ہو تب بھی اس کا اتباع کرے

۳۔ جس بات کو پوچھنے کو استاد منع کرے نہ پوچھے۔

۴۔ چہارم اگر غلطی سے استاد کے خلاف مزاج کوئی بات ہو جائے تو معذرت کر لے۔

۵۔ اس کے تنگ ہونے یا مرض وغیرہ کی وجہ سے کسل مند ہونے کے وقت سبق بند کردے۔ (تحفۃ العلماء)

استاد کا حق پورا کرنے کے متعلق ایک حکایت

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ایک جگہ کسی بہت بڑے عالم کی حکایت لکھی دیکھی ہے کہ انکے استاد ان کے وطن کی طرف اتفاق سے آئے تھے سو سب شاگردان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے اور یہ عالم اس عذر کی وجہ سے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھے حاضر نہ ہو سکے چونکہ ایسی مشغولی نہ تھی کہ حاضر ہونے سے ضروری خدمت میں کوئی حرج واقع ہوتا۔ کسی قدر سستی (کاہلی) سے کام لیا۔ استاد کو یہ کم توجہی ناگوار ہوئی اور یہ فرمایا کہ والدہ کی خدمت کی برکت سے ان کی عمر تو طویل ہوگی مگر

ہمارے حقوق میں کمی کرنے کے سبب سے ان کے علم میں برکت نہ ہوگی چنانچہ عمر تو بہت ہوئی لیکن تمام عمر گزر گئی، نشر علم کے اسباب ان کے لئے جمع نہ ہوئے کچھ ایسے اتفاقات وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے کہ کبھی شہر میں رہنا ہی نصیب نہ ہوا ہمیشہ گاؤں میں رہتے رہے جہاں نہ درس تدریس کا موقع نہ دوسرے اشاعت علم کے طریقوں کا۔ (اصلاح انقلاب)

آج کل کے طلباء کا حال

کانپور کے ایک مدرسہ کے طالب علم نے مجھ سے خود بیان کیا کہ اس سال استاد نے تو تصریح پڑھنے کی رائے دی تھی مگر میری زبان سے شرح چغمنی کا نام نکل گیا تھا بس مجھے اس کی ضد ہوگئی اور وہی شروع کر کے چھوڑ دی۔

اسی طرح ایک مدرسہ میں کسی کتاب کے ختم پر طلبہ اور استاد کی یہ رائے ہوئی کہ شمس بازغہ ہونا چاہئے۔ ایک طالب علم کی یہ رائے ہوئی کہ نہیں صدرا ہونا چاہئے۔ خیر شمس بازغہ ہی ہونا طے ہوگیا تو آپ رات کو استاد کے پاس پہنچے۔ ان کو مکان سے باہر بلا کر کہتے ہیں کہ مولوی صاحب خیریت اسی میں ہے کہ صدرا ہو۔ انا للہ وانآ الیہ راجعون۔

بھلا اس حالت میں ان کم بختوں کو کیا علم حاصل ہوگا۔ بس کتابیں ختم کرلیں گے مگر علم جس کا نام ہے اس کی ہوا بھی نہ لگے گی۔ (التبلیغ)

استاد کے ضروری آداب

۱۔ استاد کی خدمت میں حاضری کے وقت اس کا لحاظ رکھے کہ صفائی ستھرائی کے ساتھ مِسواک کر کے حاضر ہو۔

۲۔ استاد کے سامنے باادب ہو کر بیٹھے۔

۳۔ استاد کی تعظیم کرے۔

۴۔ اور ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہے اور استاد جو کچھ کہے اس کو محفوظ کرلے۔

۵۔ جو بات محلِ اشکال ہو سمجھ میں نہ آرہی ہو اس میں قصور کی نسبت اپنی طرف کرے۔

۶۔ استاد کے مخالف کا کوئی قول استاد کے روبرو نقل نہ کرے۔

۷۔کسی موقع پر کوئی بات ہوتو استاد کی حمایت اوراس کی طرف سے دفاع کرے۔
۸۔اوراگراس پر قدرت نہ ہوتو وہاں سے علیحدہ ہو جائے۔
۹۔عمومی مجلس میں عالمِ اسلام کے بعد استاد سے خاص طور سے سلام کرے۔
۱۰۔اگر استاد گفتگو کر رہا ہوتو سلام نہ کرے۔
۱۱۔استاد کے پاس بیٹھ کر ہنسے نہیں۔اور زیادہ بات چیت بھی نہ کرے۔
۱۲۔استاد کی مجلس میں بیٹھ کر دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔
۱۳۔استاد کی سختیوں کو برداشت کرے۔اس کی سختی وترش مزاجی کی وجہ سے اس کو چھوڑ نہ دے۔
۱۴۔استاد کے ساتھ کسی معاملہ میں بدگمانی نہ کرے اس کے قابل اعتراض اقوال اعمال کی تاویل کرلیا کرے۔
۱۵۔استاد کی طبیعت اگر سست ہو وہ ملول تنگ دل ہو،اس کو نیند کا غلبہ ہو یا ناراضگی ہو یا بھوک پیاس اور کسی وجہ سے اس کا دل حاضر نہ ہوتو ایسے اوقات میں سبق پڑھانے پر مجبور نہ کرے۔
۱۶۔استاد کی غیر موجودگی میں یعنی پسِ پشت بھی مذکورہ بالا حقوق کا لحاظ کرے۔
۱۷۔خط وکتابت اور کبھی کبھی ہدیہ تحائف کے ذریعہ اس کے دل کو خوش رکھے۔
۱۸۔کبھی کبھی موقع نکال کر اس کی زیارت کیا کرے۔
۱۹۔اوراس کی زندگی میں اور موت کے بعد اس کے لئے دعاء کرے۔(تلخیصات عشر)

مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ کا کمال ادب

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء میں تشریف لے گئے۔اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی کا لگا ہوا ہے۔جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لئے لگالیا جاتا تھا۔فوراً گھبرا کر باہر آگئے اور دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو علم کے ساتھ ایک تلبس ونسبت ہے۔اس لئے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں یہ تھا ان حضرات کا ادب جس کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان کو درجاتِ عالیہ عطاء فرمائے تھے۔آج کل تو اخبار ورسائل کی فراوانی ہے ان میں قرآنی آیات،

احادیث، اور اسماء الٰہیہ ہونے کے باجود گلی کوچوں، غلاظتوں کی جگہوں میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں العیاذ باللہ العظیم۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی دنیا جن عالمگیر پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے اس میں اس بے ادبی کا بھی بڑا دخل ہے۔ (مجالسِ حکیم الامت)

اساتذہ کرام کی خدمت کرنے کی تین شرطیں

خدمت کرنے سے کس کو راحت نہیں ہوتی لیکن خدمت کے لئے تین شرطیں ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ خلوص ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت خدمت سے کوئی غرض نہ ہو محض محبت سے ہو اکثر لوگ خدمت کو ذریعہ بناتے ہیں حاجت کے عرض کرنے کا۔

۲۔ خدمت کی دوسری شرط یہ ہے کہ دل ملا ہوا ہو۔ ایک نئے آنے والے آکر بدن دبانے لگے۔ یا پنکھا جھلنے لگے تو لحاظ بھی ہوتا ہے، شرم بھی آتی ہے۔ آدمی سب کا تختہ مشق کیسے بنے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ کام بھی آتا ہو مثلاً بعضوں کو بدن دبانا نہیں آتا۔ اب ان سے کیسے منہ پھوڑ کر کہہ دیا جائے کہ آپ کو بدن دبانا نہیں آتا۔ آپ چھوڑ دیجئے مجبوراً چپ رہنا پڑتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدمت کررہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں ان کی خدمت کر رہا ہوں کہ کچھ بولتا نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے واسطے ہم تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ طالب علموں سے دل کھلا ہوا ہوتا ہے اور ان کو طریقہ بھی آتا ہے ان سے کچھ تکلف بھی نہیں چاہے پاؤں پھیلا دیئے جائیں۔ چاہے بیٹھ کر سو رہے۔ (حسن العزیز)

میں نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاؤں کی کبھی نہیں کی کہ شاید مجھ سے نہ آئے اور انہیں تکلیف ہو جائے۔ (حسن العزیز)

استاد کی تقریر سننے کے آداب

۱۔ استاد کی تقریر نہایت غور سے سننا چاہئے۔ اکثر طالب علم مدرس کی تقریر کے وقت خود بھی کچھ نہ کچھ سوچا کرتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ ۲۔ الفاظ پر نظر رکھنی چاہئے۔

۳۔ اور دھیان کے ساتھ تقریر کی طرف متوجہ ہو کر سننا چاہئے۔

۴۔ مثلاً جب میں تقریر ختم کر چکوں اگر سمجھ گئے ہو تو ہوں، ہاں کچھ نہیں کرنا چاہئے۔

اگر نہ سمجھے ہوں تو دوبارہ پوچھنا چاہئے۔

۵۔اگر کوئی بات مستقل پوچھنا ہو تو تقریر ختم ہو جانے کے بعد پوچھنا چاہئے۔

۶۔نیز میری تقریر کا فضول اعادہ نہ کیا جائے جیسا کہ بعض طلباء کی عادت ہوتی ہے کہ مدرس کی تقریر کا اعادہ کر کے پوچھتے ہیں کہ کیا اس طرح ہے؟

۷۔استاد جس ترتیب سے پڑھائے اور تقریر کرے اس کے تابع رہنا چاہئے۔

۸۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علوم میں مغالطہ دینے سے منع فرمایا ہے نھی عن الاغلوطات۔(ابوداوٴد)

بعض طلباء کی عادت ہوتی ہے کہ محض اپنی ذہانت دکھلانے، یا استاد کا امتحان لینے یا محض مشغلہ وتفریح کی غرض سے دوراز کار (بیکار) مہمل مہمل سوالات کیا کرتے ہیں ایسے طالب علموں کو کبھی علم نصیب نہیں ہوتا۔

جیسے ایک طالب علم کی حکایت سنی ہے کہ انہوں نے حدیث میں پڑھا کہ طلوع شمس کے وقت نماز نہ پڑھو تو آپ کیا فرماتے ہیں لاتصلوا بھی عام ہے۔اور طلوع شمس بھی عام ہے خواہ کسی مقام کا طلوع شمس ہو۔اور یہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع ہوتا ہی رہتا ہے۔تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی شخص کو کسی وقت بھی نماز پڑھنا جائز نہ ہو۔ہر چند کہ اس کو سمجھایا گیا کہ بھائی جہاں کا طلوع شمس ہو وہیں کے لوگوں کو اس وقت کے اعتبار سے لاتصلوا کا حکم ہے مگر ان بزرگ نے مانا ہی نہیں۔یہی فرماتے رہے کہ نہیں صاحب دونوں ہی میں عموم ہے۔ان سے کہا گیا کہ بھائی اس سے تو نماز کی فرضیت ہی لغو ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ خواہ کچھ ہو جائے۔انصاف یہی ہے۔کیا یہ سوال پیش کرنے کے قابل ہے؟ اور کیا سچ مچ اس پاگل کو یہ شبہ تھا؟ محض فضول دق کرنے کے لئے اس نے یہ حرکت کی۔اور بجائے اس کے کہ اس کے زعم کے موافق اس کی ذہانت ظاہر ہوتی اور الٹا اس کا کوڑھ مغز ہونا ثابت ہو گیا ایسے طالب علموں کو کبھی علم نصیب نہیں ہوتا۔استاد کو کبھی پریشان نہ کرے۔(اصلاح انقلاب)

استعداد اچھی بنانے کے لئے صرف تین باتیں کافی ہیں

بس طالب علم تین باتوں کا لحاظ رکھے اور ہمیشہ کے لئے ان پر دوام رکھے انشاء اللہ

اس کی استعداد اچھی ہوگی اور یہی تین باتیں اس کے واسطے کافی ہونگی۔

۱- ایک یہ کہ سبق سے پہلے مطالعہ کرے۔

۲- دوسرے سبق سمجھ کر پڑھے بغیر سمجھے آگے نہ چلے۔

۳- تیسرے یہ کہ سبق پڑھنے کے بعد ایک بار اس کی تقریر کرلی جائے خواہ تنہا یا جماعت کے ساتھ تکرار کر کے اس سے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں، کیونکہ زیادہ محنت کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ (التبلیغ، الحدود والقیود)

حقیقی طالب علم چور نہیں ہوسکتا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مدرسہ جامع العلوم میں ایک طالب علم نے کسی دوسرے طالب علم کی کتاب چوری کی ایک شخص کہنے لگے کہ دیکھو طالب علم بھی چوری کرتے ہیں، میں نے کہا ہرگز طالب علم چوری نہیں کرتے وہ کہنے لگے کہ آپ انکار کرتے ہیں صریح چوری ظاہر ہوئی، میں نے کہا طالب علم چوری نہیں کرتے بلکہ بعض چور طالب علمی کرتے ہیں جو طالب علم ہوگا وہ علم کا طالب علم ہوگا وہ چوری کیوں کرتا۔ حقیقت میں ذرا سا فرق ہے کہ اس کے پیش نظر ہونے سے اشتباہ ہوجاتا ہے جیسے زار روس سنا ہے کہ بائیسکل سے گرکر مر گیا تھا تو ڈاکٹروں میں اختلاف ہوا کہ گرکر مرا ہے یا مرکر گرا ہے۔ (اشرفی بکھرے موتی)

دینی مجالس کے آداب

فرمایا دینی مجالس میں بیٹھنے اور سننے کے بھی کچھ آداب ہیں۔ آپ جب ان مجالس میں پہنچیں تو نہایت نشاط وانبساط کے ساتھ ہشاش بشاش دل میں کسی چیز کا تکدر اور انقباض نہ ہو، ذہن میں کوئی گرانی اور بار نہ ہو۔ نیند اور اونگھ کا غلبہ نہ ہو۔ ایسے ماحول میں اگر آپ دین کی باتیں سنیں گے تو وہ باتیں یاد رہیں گی ذہن ودماغ پر ان کا اثر ہوگا۔

میں کہا کرتا ہوں کہ جو لوگ آنکھیں بند کر کے سنتے ہیں وہ میرے سامنے نہ بیٹھیں، جن پر نیند اور اونگھ کا غلبہ ہو وہ بھی سامنے نہ بیٹھیں۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر بیان کرنے والوں کے مضامین کا سلسلہ بند ہوجاتا ہے۔ خیالات کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بیٹھے ہوئے آپس میں

باتیں بھی نہ کریں۔ اس سے بھی ذہن منتشر ہوجاتا ہے۔ مجمع میں بار بار اٹھنے سے بھی ذہنی انتشار ہوتا ہے۔ وعظ اور دینی مذاکرہ کی مجلس کے قریب ٹیلیفون بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی گھنٹی سے بھی مجمع کی توجہ بٹتی ہے اور سلسلہ بیان میں خلل پڑتا ہے جس کسی پر نیند کا خمار اور غلبہ ہو اور وہ اس بارے میں مجبور ہو تو اسے چاہئے کہ وہ پیچھے بیٹھ جائے یا ایک گوشہ میں تاکہ بیان کرنے والے کی نظر اس پر نہ پڑے اور مضامین کی آمد بند نہ ہو۔ (مواعظ درد محبت)

استاذ کا احترام

یحیٰی اندلسی راوی ء مؤطا مالک فرماتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے سامنے کتاب کا ورق بہت آہستہ پلٹتا تھا کہ آپ کو اس کی آواز نہ سنائی دے اور مجھ سے آپ کی بے ادبی سرزد نہ ہوجائے۔ (تحفہ حفاظ)

علم سے مستفید ہونے کے شرائط

کہا گیا ہے کہ متعلم عالم کے کلام سے تب ہی مستفید ہوسکتا ہے جب اسمیں تین وصف موجود ہوں۔ علم پر حریص ہو۔ استاد کی تعظیم بجالانے والا ہو۔ اس کے اندر تواضع ہو۔ تواضع کے سبب علم اس کیلئے نفع بخش ثابت ہوگا بوجہ حرص کے علم کا استنباط کرتا رہیگا۔ بوجہ تعظیم کے اساتذہ کی عنایات اس پر منعطف ہوتی رہیں گی۔ (بستان العارفین)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سمجھ

امام بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جو کہ بھی بالغ نہیں ہوئے تھے یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ (نفع پہنچانے میں) مسلمان کی طرح ہے بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ وادی کے مختلف درختوں کے بارے میں بتلانے لگے اور سوچنے لگے۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ درخت کھجور کا ہے۔ لیکن شرم کی وجہ سے لب کشائی نہ کی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول آپ ہی ہمیں بتلا دیں کہ وہ کونسا درخت ہے؟ قال ھی النخلۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے ایک

روایت میں آتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہیں اس لئے میں نے بات کرنا مناسب نہ سمجھا پھر جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے اپنے والد ماجد سے اپنے دل میں آنے والا خیال ظاہر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تم یہ بات اس وقت کہہ دیتے تو مجھے سرخ اونٹوں کے حصول سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی۔ (تربیت اولاد کا اسلامی نظام ص: ۲۲۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی طالب علمی

ابراہیم بن جراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف سے خود سنا ہے فرمایا کہ ہم نے بھی طلب علم کیا اور ہمارے ساتھ اتنے لوگوں نے طلب علم کیا کہ ہم ان کو شمار نہیں کر سکتے۔ مگر علم سے نفع صرف اس شخص نے حاصل کیا جس کے قلب کو دودھ نے رنگ دیا تھا۔ مراد اس کی یہ تھی کہ طالب علمی کے وقت ابو یوسف رحمہ اللہ کے گھر والے ان کے لئے روٹی دودھ میں ڈال کر رکھ دیتے تھے وہی صبح کے وقت کھا کر حلقہ درس میں پہنچ جاتے تھے اور پھر واپس آ کر بھی وہی کھاتے تھے کسی عمدہ کھانے پکانے کا انتظار کرنے میں وقت ضائع نہ کرتے تھے اور دوسرے لوگ حلوہ وغیرہ تیار کرنے میں مشغول ہو کر سبق کے ایک حصہ سے محروم رہ جاتے تھے۔ (ثمرات الاوراق)

امام شافعی رحمہ اللہ کی طالب علمی

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس علم دین کو کوئی شخص مال و دولت اور عزت و جاہ سے حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ بلکہ اس میں صرف وہ شخص کامیاب ہوتا ہے جو تنگی عیش اور اساتذہ کے سامنے اپنے نفس کو حقیر کرنے اور علم و علماء کی عزت کرنے کو اختیار کرے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں بہت چھوٹی عمر میں یتیم ہو گیا تھا میری پرورش نہایت تنگی کے ساتھ میری والدہ کرتی تھیں۔ جب میں پڑھنے کے قابل ہوا تو میری والدہ نے مجھے مکتب میں بٹھلا دیا۔ مگر ان کو اتنی استطاعت نہ تھی کہ وہ میرے استاد کی کوئی مالی خدمت کر سکتیں۔ اس لئے میں نے ان کو اس پر راضی کیا کہ جس وقت آپ کہیں جائیں یا

کسی ضرورت کی وجہ سے تعلیم نہ دے سکیں تو میں خلیفہ مکتب کے طور پر آپ کا کام کیا کروں۔ اس طرح میں نے قرآن مجید ختم کیا۔ (ثمرات الاوراق)

طالب علم کا کھانا

حافظ الحدیث حجاج بغدادی جب حضرت شبابہ محدث کے یہاں علم حدیث پڑھنے کے لئے جانے لگے تو ان کی پونجی کی کُل کائنات اتنی ہی تھی کہ ان کی غریب ماں نے ایک سو کلچے پکا دیئے تھے جس کو وہ ایک مٹی کے گھڑے میں بھر کر اپنے ساتھ لے گئے۔ روٹیاں تو ماں نے پکا دی تھیں ہونہار طالب علم نے سالن کا خود انتظام کرلیا اور سالن بھی اتنا کثیر ولطیف کہ سینکڑوں برس گزرنے کے باوجود کبھی کم نہیں ہوا اور ہمیشہ تازہ ہی رہا۔ وہ کیا؟ دریائے دجلہ کا پانی۔ روزانہ ایک کلچہ دریا کے پانی میں تر کر کے کھالیتے اور شبانہ روز انتہائی محنت کے ساتھ سبق پڑھتے رہتے۔ یہاں تک کہ جب کلچے ختم ہو گئے تو مجبوراً استاد کی درسگاہ کو خیر باد کہنا پڑا۔ (مثالی بچپن)

بڑوں کی تعظیم وتکریم کرنا

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر انسان کو لازم ہے کہ اپنے سے بڑے کا حق پہچانے اور اس کی توقیر و تعظیم کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ کوئی نوجوان کسی بوڑھے کی جب تعظیم وتوقیر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کسی نوجوان کو مقرر کردیتا ہے جو اس کی تعظیم وتوقیر کرتا ہے۔ لیث بن ابی سلیم فرماتے ہیں کہ میں طلحہ بن مطرف کے ساتھ چلتا تو وہ میرے آگے چلتے۔ اور یہ بھی فرماتے کہ مجھے اگر یہ معلوم ہو کہ تو مجھ سے ایک رات کے بقدر عمر میں بڑا ہے تو میں کبھی تیرے آگے نہ چلوں۔ (بستان العارفین)

حافظہ اور خوش آوازی کیلئے بعض غذائی چیزیں

۱- زہری فرماتے ہیں کہ تم پر شہد لازم ہے کیونکہ یہ حافظہ کے لیے بہترین چیز ہے۔

۲- پودینہ کو جوش دیکر اس میں کلونجی کے تیل کے چند قطرے اور خالص شہد کا ایک بڑا چمچ ملادیں اور صبح کو نہار منہ اس کو پی لیں۔ پورا دن حافظہ اور طبیعت ہشاش بشاش رہے گی۔

۳-شہد کو کلونجی کے تیل کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا خوش آوازی، اور بلغم نکالنے کے لیے انتہائی مفید و مُجرب ہے۔

۴-ہاشمی کا قول ہے کہ جو شخص حدیث شریف کو حفظ کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ کشمش استعمال کرے۔ (صبح کو نہار منہ صاف ستھری کشمش کے اکیس دانے استعمال کریں)

۵-ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور بھولنے کی بیماری کی شکایت کی فرمایا کہ گائے کا دودھ لازم کر لے کیونکہ وہ دل کو بہادر بناتا ہے اور بھولنے کی بیماری کو دور کرتا ہے۔

۶-قوت حافظہ کی نیت سے زمزم کا پانی پیئں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ زمزم کا پانی جس غرض سے پیا جائے حاصل ہوتی ہے۔ سلف صالحین میں سے متعدد حضرات نے مختلف نیتوں سے زمزم کا پانی نوش کیا۔ اور ہر ایک کو اس کی غرض و نیت حاصل ہوئی۔

۷-دکتور حسان شمسی پاشا کا قول ہے کہ تازہ مچھلی میں ایسے وٹامنز پائے جاتے ہیں جو دماغ کو قوت بخشتے ہیں۔

۸-غذا کم مقدار میں استعمال کی جائے کیونکہ بسیار خوری اور بدہضمی سے حافظہ میں ضعف اور افکار میں ڈھیلا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے قدیم مشائخ میں یہ محاورہ معروف رہا ہے کہ اَلْبِطْنَةُ تُذْهِبُ الْفِطْنَةَ۔ یعنی پیٹ بھر کر کھانا ذہانت کو ختم کر دیتا ہے۔ (ماخوذ از کیف تحفظ القرآن ص ۱۲۵ تا ۱۲۷)

نالائق شاگرد

ایک شخص کشتی لڑنے کے فن میں مشہور تھا۔ وہ تین سو ساٹھ داؤ پیچ جانتا تھا اور ہر روز ان میں سے ایک داؤ کے ساتھ کشتی لڑتا تھا۔ ایک شاگرد پر وہ بہت مہربان تھا۔ اس کو تین سو انسٹھ داؤ سکھا دیئے اور صرف ایک داؤ اپنے پاس رکھا۔ وہ نوجوان کچھ عرصہ میں زبردست پہلوان بن گیا اور دور دور تک اس کی شہرت پھیل گئی۔ ملک بھر میں کسی پہلوان کو اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک دفعہ اس نوجوان نے اپنی طاقت کے زعم میں بادشاہ وقت سے کہا کہ استاد کو مجھ پر جو فوقیت حاصل ہے وہ اس کی بزرگی اور تربیت کے حق کی وجہ سے ہے ورنہ میں قوت اور فن میں اس سے کم نہیں ہوں۔ بادشاہ کو اس کی یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے استاد

اور شاگرد میں کشتی کرانے کا حکم دیا۔ مقررہ دن کو اس دنگل کے لئے شاہانہ انتظامات کئے گئے اور اسے دیکھنے کے لئے خود بادشاہ، حکومت کے عہدیدار، دربار کے افسر اور ملک بھر کے پہلوان جمع ہوئے۔ نوجوان مست ہاتھی کی طرح دنگل میں آیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پہاڑ کو بھی اکھاڑ سکتا ہے۔ بوڑھا استاد سمجھ گیا کہ نوجوان شاگرد قوت میں اس سے بڑھ چکا ہے۔ تاہم وہ اس داؤ سے جو کہ اس نے اپنے پاس رکھا تھا نوجوان کے ساتھ بھڑ گیا۔ وہ اس داؤ کا توڑ نہیں جانتا تھا۔ استاد نے اس کو دونوں ہاتھوں سے سر پر اٹھالیا اور پھر زمین پر پٹخ دیا۔ ہر طرف واہ واہ کا شور مچ گیا۔ بادشاہ نے استاد کو خلعت اور بیش بہا انعام سے سرفراز کیا اور نوجوان کو ملامت کی کہ تو نے اپنے محسن استاد سے مقابلہ کیا اور ذلیل ہوا۔ (گلستان سعدی)

اپنے وقت کا رازی بچہ

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ بچپن میں ایک دفعہ منطق اور نحو کے چند رسائل کا مطالعہ کر رہے تھے اتفاقاً ایک بڑے عالم اس وقت آپ کے پاس آ گئے ان عالم نے ان کتابوں کو اٹھا کر دیکھا کتابوں پر خود حضرت مرحوم کے حواشی لکھے ہوئے تھے بچپن کے زمانہ کی اس ذکاوت، تیز طبع، جودتِ فہم اور طبیعت کی دور رسی کا اندازہ کر کے بے اختیار انہوں نے کہا کہ یہ بچہ اپنے وقت کا رازی اور اپنے زمانہ کا غزالی ہوگا۔ (بڑوں کا بچپن صفحہ:۶۸)

تعلیمی اخراجات خود کمانے والا طالبعلم

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی کا حافظہ بہت تیز تھا اور آپ بلا کے ذہین تھے، اس لئے اسباق میں بہت کم محنت کرنے کے باوجود امتحانوں میں اپنے ہم سبقوں سے آگے بڑھ جاتے تھے کیونکہ آپ اساتذہ کے حلقہ درس میں جو پڑھتے تھے وہ اسی وقت یاد کر لیتے تھے اور باقی وقت اپنے تعلیمی اخراجات پورا کرنے کے لئے ٹوپیوں کے بُننے میں مصروف رہتے تھے۔ (بڑوں کا بچپن صفحہ:۷۵)

امتحان میں محنت اور نیند دور کرنے کا نسخہ

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایامِ امتحان میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ رات کو کتاب ابتداء سے اخیر تک مطالعہ کرتا تھا اور تمام رات میں صرف ایک

گھنٹہ یا اس سے بھی کم سوتا تھا۔ نیند کے دور کرنے کے لئے نمکین چائے کا انتظام کرتا تھا۔ جب بھی نیند غالب آجاتی اس چائے کو پیتا جس سے گھنٹہ دو گھنٹہ کو نیند جاتی رہتی تھی کیونکہ میں ہمیشہ سے نیند سے مجبور رہتا ہوں اور بالخصوص کتب بینی کے وقت تو نیند بہت ہی غالب آجاتی ہے اس طریقہ پر عمل کرنے کی وجہ سے مجھ کو امتحان کی مشکلات پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ (بڑوں کا بچپن صفحہ:۸۸)

آدھے صفحہ کا وزن

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہم اللہ اور اپنی طالب علمی کے دور کا ایک واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں نے کوشش کی کہ اپنے ہم سبقوں میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کروں۔ امتحان کے موقع پر ''میر زاہد'' کا پرچہ تھا، ایک سوال کا جواب میں نے نہایت عمدگی کے ساتھ دو صفحے میں لکھا اور اسی سوال کا جواب مفتی صاحب نے آدھے صفحہ میں لکھا۔ حضرت شیخ الہند اس پرچہ کے ممتحن تھے آپ نے دونوں کو برابر نمبر دیئے یعنی آدھے صفحے کا مضمون اپنے وزن کے لحاظ سے دو صفحے والے مضمون سے کم نہ تھا۔''

حضرت مفتی صاحب بالعموم رات کو زیادہ مطالعہ نہیں کرتے تھے اس کے باوجود وہ ہر امتحان میں اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوتے تھے۔ (بڑوں کا بچپن صفحہ:۷۵)

استاذ العلماء مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی طلباء کو نصیحتیں

ہر سال اسباق کے آغاز پر یہ نصیحت ضرور طلبہ سے فرماتے کہ جو طالب علم طلب علم کے دوران تقویٰ کو نہیں اپناتا تو اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ضرور ایک بات میں اسے مبتلا کر دیں گے۔

(۱) یا تو جوانی کی موت اُسے دیں گے بطور سزا

(۲) یا دنیاوی کاروبار میں دکان، زمین داری وغیرہ میں لگا دیں گے۔

(۳) یا حکومت کا پرزہ اُسے بنائیں گے یعنی سرکاری ملازمت میں پھنس جائے گا پھر حق بات وہ نہیں کر سکے گا۔ ڈر کی وجہ سے کہ نوکری کو خطرہ ہے یا تبادلہ ہو جائے گا۔

کردار اور عمل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ العلم العمل کہ علم عبارت ہی عمل سے ہے۔ مجھے ایک فوج کے میجر صاحب نے جو بڑے نیک اور نمازی تھے

بتلایا کہ لوگوں میں دین کا شوق ہے مگر نمونہ نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ علم کے ساتھ عمل کی توفیق دیں اس لیے کہ لوگ عمل ہی کو دیکھتے ہیں اور نمونے کو دیکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ مکے کے لوگوں پر اپنا عمل اور کردار پیش کردیں۔ (درنایاب)

باپ اور پاپ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: استاد کا ادب کرے تو فائدہ ہوتا ہے۔ میں نے طلباء سے دیوبند میں یہ کہا تھا کہ استاد کا ادب کرو اس سے فائدہ ہوتا ہے پھر میں نے خود اس پر شبہ کیا کہ اگر تم کہو ہم حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ادب کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ استاد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ بزرگ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ استاد اور بھی ہیں اور بزرگوں کا ادب اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کے ناراض ہونے سے نقصان ہو گا۔ میں نے ''اصلاح القلوب'' میں ثابت کیا ہے کہ والدین کا حق سب سے مقدم ہے اور بعد میں استاد اور پیر کا۔ مگر لوگ برعکس کرتے ہیں۔ سب سے اول پیر کا حق جانتے ہیں اس کے بعد استاد اور باپ تو نرا پاپ ہے۔

طالب علم کی شان

فرمایا: خدا نہ کرے کہ طالب علموں کی حاجات امرا کے سامنے پیش کی جائیں۔ دل چاہتا ہے کہ طالب علم بادشاہ بن کر رہیں تا کہ ان میں استغناء کی شان پیدا ہو اور دوسرے لوگ ان کو دیکھ کر سبق حاصل کریں۔

امارد سے اختلاط

ایک کوتاہی طلبہ میں یہ ہے کہ امارد (بے ریش لڑکوں) کی طرف نظر کرنے اور ان کے ساتھ اختلاط (میل جول) کرنے سے نہیں بچتے حالانکہ یہ تقویٰ کے لئے سم قاتل ہے، آخرت کا مواخذہ تو شدید ہے ہی، اس سے دنیا میں بھی اہل علم کی سخت بدنامی ہوتی ہے، علم دین پڑھنے والوں کو اس باب میں سخت احتیاط کرنا چاہیے۔

ارشاد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

طلباء کو دوران وعظ فرمایا کہ آپ حضرات کو ابھی اس نعمت خداوندی کی قدر نہیں کہ اس نے آپ کا تعلیمی رشتہ دیوبند سے منسلک کردیا جب آپ اس بسم اللہ کے گنبد سے باہر نکلیں گے اور کتاب وسنت اور فقہی مسائل ہی کی تعبیر میں آپ کو افراط وتفریط کا ایک بھیانک منظر سامنے آجائے گا اس وقت معلوم ہوگا کہ دیوبند اور اس کا معتدل مسلک کیسی عظیم نعمت ہے۔ (اصلاح دل)

حفظِ مراتب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حفظ مراتب کا بڑا اہتمام ہے۔ ہر شخص سے اس کے درجے کے موافق سلوک کرتا ہوں۔ کتابیں رکھتے وقت سب سے اوپر حدیث کی نیچے فقہ پھر تصوف اسی طرح اوپر عربی پھر فارسی پھر اردو کتب۔ دینی کتاب کے اوپر کچھ رکھنا خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ اللہ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی میرے دل میں بڑی قدر رہتی ہے کاغذ کے ٹکڑے فیتہ تاگا معمولی بھی محفوظ کرلیتا ہوں۔ وقت پر بہت کام دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کے اجزائے کثیرہ سے اپنی ضرورت اور لذت پوری ہوتی ہو اس کے اجزائے قلیلہ کو تکلف کرتے ہوئے دل لرزتا ہے۔ (اصلاح دل)

ارشادات حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (تمہیں سکھانے والے) عالم کا یہ حق ہے کہ:

۱۔ تم اس سے سوال زیادہ نہ کرو اور اسے جواب دینے کی مشقت میں نہ ڈالو، یعنی اسے مجبور نہ کرو۔

۲۔ اور جب وہ تم سے منہ دوسری طرف پھیر لے، تو پھر اس پر اصرار نہ کرو۔

۳۔ اور جب وہ تھک جائے تو اس کے کپڑے نہ پکڑو۔

۴۔ اور نہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو اور نہ آنکھوں سے۔

۵۔ اور اس کی مجلس میں کچھ نہ پوچھو۔

۶۔ اور اس کی لغزش تلاش نہ کرو۔

۷۔اور اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے تو تم لغزش سے رجوع کا انتظار کرو۔

۸۔اور جب وہ رجوع کرلے تو تم اسے قبول کرلو۔

۹۔اور یہ بھی نہ کہو کہ فلاں نے آپ کی بات کے خلاف بات کہی۔

۱۰۔اور اس کے کسی راز کا افشاء نہ کرو۔

۱۱۔اور اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو۔

۱۲۔اس کے سامنے اور اس کے پیٹھ پیچھے دونوں حالتوں میں اس کے حق کا خیال کرو۔

۱۳۔اور تمام لوگوں کو سلام کرو لیکن اسے بھی خاص طور سے کرو۔

۱۴۔اور اس کے سامنے بیٹھو۔

۱۵۔اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو دوسرے سے آگے بڑھ کر اس کی خدمت کرو۔

۱۶۔اور اس کے پاس جتنا وقت بھی تمہارا گزر جائے تنگدل نہ ہونا...... کیونکہ یہ عالم کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے ہر وقت کسی نہ کسی فائدے کے حاصل ہونے کا انتظار رہتا ہے......اور یہ عالم اس روزہ دار کے درجہ میں ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو...... جب ایسا عالم مر جاتا ہے تو اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہو سکتا۔

اور آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے ساتھ اکرام کیلئے چلتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۶۲)

مجالس حدیث کے آداب

۱۔افضل درجہ تو یہ ہے کہ غسل کرلیا جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم باوضو ہو کر شامل مجلس ہونا۔

۲۔جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگانا ۳۔دوزانو ہو کر بیٹھنا۔

۴۔پڑھنے والے کے لئے حدیث مبارک اونچی جگہ پر بیٹھ کر پڑھنا۔

۵۔جب حدیث مبارک پڑھی جائے تو آواز کو پست رکھنا۔

۶۔سننے والوں کے لئے حدیث مبارک خاموشی سے سننا۔

۷۔حدیث مبارک پڑھنے یا پڑھانے کے دوران اگر کوئی مہمان بھی آ جائے تو اس کی تعظیم کے لئے نہ اٹھنا۔

۸۔ اگر کوئی حدیث مبارک پہلے پڑھی یا سنی ہو تو اسے بھی اس طرح پوری توجہ سے سننا جیسے پہلی مرتبہ سن رہا ہو۔

حدیث شریف کے ادب سے متعلق چند واقعات

پہلا واقعہ:۔ ایک شخص نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو سبز رنگ کا نہایت خوبصورت جوتا ہدیہ پیش کیا، آپ نے ہدیہ کو سنت کی نیت سے قبول تو فرمالیا مگر جوتے کو استعمال نہ کیا۔ کسی کے پوچھنے پر فرمایا: قاسم کو زیب نہیں دیتا کہ گنبدِ خضریٰ کا رنگ بھی سبز ہو اور میرے جوتے کا رنگ بھی سبز ہو، سبز رنگ کا جوتا پہننا میرے نزدیک بے ادبی ہے۔

دوسرا واقعہ:۔ کسی شخص نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک کپڑا پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ مدینہ منورہ سے لایا ہوں۔ آپ نے اس کپڑے کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ ایک طالب علم نے کہا: حضرت! یہ تو غیر ملکی کپڑا ہے، مدینے کا بنا ہوا تو نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا: جس ملک کا بھی بنا ہوا ہو، اسے دیارِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوا تو لگی ہے۔ عشق نبوی اور ادب نبوی کی کتنی عمدہ مثال ہے۔

تیسرا واقعہ:۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد امام عبدالرحمٰن بن مہدی (المتوفی ۱۹۸ھ) کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے سامنے حدیث پاک پڑھی یا سنائی جاتی تو وہ لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے **لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** کہ اپنی آوازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو، اور یہ بھی فرماتے کہ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے وقت خاموش رہنا اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ کے دنیا میں ارشاد فرماتے وقت لازم تھا۔ (مدارج النبوۃ)

چوتھا واقعہ:۔ رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۹۳ ہجری) بیمار ہونے کی وجہ سے ایک پہلو پر لیٹے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص نے ان سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا، وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔ سائل نے کہا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ فرمایا: میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی حدیث کروٹ کے بل لیٹے لیٹے بیان کروں۔ (مدارس النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۵۴۱)

پانچواں واقعہ:۔ جب لوگ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے آتے تو ایک خادمہ ان لوگوں سے پہلے دریافت کرتی کہ حدیث مبارک کے لئے آئے ہو یا فقہی مسائل معلوم کرنے کے لئے؟ اگر وہ کہتے کہ مسائل معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں تو امام مالک فوراً نکل آتے، اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث مبارک کی سماعت کے لئے آئے ہیں، تو امام مالک غسل کر کے خوشبو لگاتے اور نیا لباس زیب تن کر کے باہر تشریف لاتے۔ آپ کے لئے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ حدیث بیان فرماتے۔ اثنائے روایت مجلس میں عود (خوشبو) کی دھونی دی جاتی۔ کسی طالب علم نے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس طرح سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔

چھٹا واقعہ:۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ درس حدیث میں مشغول تھے کہ انہیں سخت پیاس کی وجہ سے حلق اتنا خشک محسوس ہوا کہ بولنا بھی مشکل ہو گیا۔ انہوں نے ایک طالب علم سے فرمایا: پانی لے آؤ۔ طالب علم جب گھر پہنچا اور پینے کے لئے پانی طلب کیا تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور فرمایا: ''افسوس! ہمارے خاندان سے علم رخصت ہو گیا۔'' اہلیہ صاحبہ نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں، چنانچہ انہوں نے پانی کے گلاس میں سرکہ ملا کر بھیجا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے پی لیا اور انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے۔ جب شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ صورتحال معلوم ہوئی تو فرمایا: الحمدللہ ''ابھی ہمارے خاندان میں علم باقی ہے۔''

ساتواں واقعہ:۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ادب کی وجہ سے امام اعظم بنے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی والدہ کا بہت ادب واحترام کیا کرتے تھے، جب کبھی ان کی والدہ صاحبہ کو مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ ایک سن رسیدہ فقیہ سے دریافت کرتیں، ایسے مواقع پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی والدہ کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود نکیل پکڑ کر پیدل چلتے۔ جب لوگ دیکھتے تو ادب واحترام کی وجہ سے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر سلام کرتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ ان سے مسئلہ دریافت کرتیں، کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ معمر فقیہ کو مسئلہ کا

صحیح حل معلوم نہ ہوتا تو وہ زیر لب امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیتے۔ پھر اونچی آواز سے آپ کی والدہ کو بتادیتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تواضع اور ادب کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی اپنی والدہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جو مسائل آپ ان سے پوچھتی ہیں وہ میں ہی تو بتاتا ہوں۔ یہ سب اس لئے تھا کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت جس طرح مطمئن ہوتی ہے ہونی چاہئے، اس ادب واحترام کے صدقے ہی امام اعظم بنے۔

دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہم سب کو حدیث اور صاحب حدیث کا ادب کرنے کی بھرپور توفیق عطا فرمائے، اس لئے کہ ادب ہی سے انسان درجہ کمال کو پہنچتا ہے اور بے ادب محروم رہتا ہے۔

بڑوں کا مثالی بچپن

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ جس زمانے میں نحو میر، شرح مائۃ عامل پڑھتے تھے۔ اس زمانے میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی خانقاہ امدادیہ کے سامنے ایک نالہ بہتا ہے اس سے آگے میدان میں ایک ٹیلہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہیں خوبصورت نورانی چہرہ ہے لوگ جوق در جوق زیارت کو آرہے ہیں اور پوچھتے ہیں یارسول اللہ! ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا ؟ آپ نے سب کو یہی جواب دیا فی الجنة فی الجنة پھر آپ ٹیلے سے اتر کر خانقاہ امدادیہ کی طرف چلے اور وہاں سے حضرت حکیم الامت کے مکان پر پہنچے میں نے دوڑ کر حضرت کو اطلاع دی فوراً باہر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کے بعد معانقہ فرمایا پھر ایک خادم کو حکم دیا کہ پلنگ پر بستر بچھادے اور تکیہ رکھ دے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں۔

حکم کی تعمیل کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر آرام فرمانے لگے اس وقت مجمع نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف یہ عاجز (ظفر احمد عثمانی تھانویؒ) تنہا تھا میں نے موقع تنہائی کا پاکر عرض کیا:۔ یارسول الله این انا (اے اللہ کے نبیؐ میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ فی الجنت (جنت میں ہوگا)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پڑھتے ہو؟ میں نے اپنے اسباق

گنوائے۔ فرمایا پڑھتے رہو اور پڑھ کر ہمارے یہاں بھی آؤ گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اشتیاق بہت ہے آپ دعا فرمائیں فرمایا ہم دعا کریں گے۔

بندہ (مولانا ظفر احمد عثمانیؒ) نے صبح کو یہ خواب حضرت حکیم الامتؒ سے عرض کیا۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:۔ ان شاء اللہ اب اس بستی سے طاعون ختم ہو جائے گا (اس وقت بستی میں طاعون کا بہت زور تھا)

چنانچہ بحمد اللہ اس خواب کے بعد کسی کے مرنے کی خبر نہ آئی۔

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں دینیات اور درسیات سے فارغ ہوتے ہی اسی سال حج اور زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نصیب ہوگئی۔ (انوار النظر فی اثار الظفر ص ۱۴)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خدمت دین کیلئے قبول فرمائیں۔

الحمد للہ ''تحفۃ المدارس'' کی دوسری اور آخری جلد مکمل ہوئی اللہ پاک اس مجموعہ کو شرف قبولیت سے نوازیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

والسلام

محمد اسحٰق ملتانی

ضمیمہ

امداد المدرسین

زیر نظر کتاب اشاعت کے مراحل میں تھی کہ
حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب
رحمہ اللہ کا رسالہ "امداد المدرسین" ملا جو
حضرت کی علمی، عملی، تدریسی واہتمام کے حوالہ
سے پوری زندگی کا نچوڑ ہے۔ اور حضرات
مدرسین کیلئے نہایت نافع ہے اس لئے معمولی
تلخیص کے بعد یہ رسالہ کتاب کے آخر ضمیمہ
کے طور پر دے دیا گیا ہے۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقطہ نظر تبدیل فرمائیں

حضرت مولانا لکھتے ہیں کہ ""معلم"، تعلیمی ڈھانچے کا ایک اہم عنصر ہے۔ معلم ہی وہ ہستی ہے جس کے ذریعے سے تمام تعلیمی مواد متعلم تک پہنچایا جاتا ہے۔ معلمی پیشہ پیغمبری ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے معلم ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے "انما بعثت معلما " اس لئے ضروری ہے کہ ایک معلم استاد اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک ہو۔ اب آپ کی زندگی کا ایک نیا مرحلہ شروع ہو رہا ہے۔ استاد ہونے کا لیبل آپ پر لگ رہا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے تصورات کو تبدیل کریں نقطہ نظر کو درست فرمائیں کیونکہ اس کا کردار پر بڑا اثر پڑتا ہے۔

اب تک آپ طالبعلم تھے۔ طالب علمی کے فضائل اپنی جگہ بہت ہیں۔ لیکن اس میں لا ابالی پن میں لاپرواہی کے اثرات ہوتے ہیں۔ جب آپ کا نقطہ نظر یہ ہوگا کہ اب ہماری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم معلم ہیں۔ استاد ہونے کا لیبل ہم پر لگ رہا ہے۔ ان شاء اللہ اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ آپ اپنی عادات، معاشرت، معاملات، معیار تعلیم، معیار تربیت کردار اور گفتار ایسا رکھنے کی کوشش کریں گے جو کہ ایک معلم اور استاد کے شایان شان ہے۔

تعلیمی ترقی کیلئے معاون کتب

اس نقطہ نظر اور اسکے اثرات کو باقی رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ اکابر اسلاف کی ایسی کتب جو اس سلسلہ میں آپ کی رہنمائی کر سکیں۔ ہمیشہ اپنے پاس رکھیں اور وقتاً فوقتاً ان کا مطالعہ کرتے رہیں تا کہ معلمانہ صفات و اطوار میں مداومت و پختگی حاصل ہو جائے۔ اکابر کی بہت سی کتب اس موضوع پر دستیاب ہیں۔

ذوق مطالعہ

ذوق مطالعہ ہر انسان کیلئے بالخصوص معلم کیلئے ایک بہت بڑی خوبی ہے بلکہ تمام خوبیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ معلم کی اصل ذمہ داری معلومات اور انوار علم' احسن اسلوب سے شاگردوں میں تقسیم کرنا ہے۔ جو مواد تلامذہ کو دینا ہے۔ جو موتی ان میں تقسیم کرنے ہیں۔ جو پھولوں کے ہار ان کے گلے میں ڈالنے ہیں۔ ان سب کی تحصیل کا ذریعہ مطالعہ ہے۔ مطالعہ ناقص ہو اور پھر یہ توقع رکھنا اور دعوی کرنا کہ میری تعلیم کامل ہے۔ دھوکہ دہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ تکمیل مطالعہ' تکمیل علم کیلئے اور معیار تعلیم کو بلند کرنے کیلئے سب سے بڑا موقوف علیہ ہے۔ جہاں سکولوں اور کالجوں کا معیار تعلیم ناگفتہ بہ ہے۔ وہاں ہمیں بھی اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہئے کہ ہمارے ہاتھوں تعلیمی معیار کی بلندی کا جنازہ نکل چکا ہے۔ قوم پوری فیاضی سے کروڑوں روپے مدارس پر خرچ کر رہی ہے لیکن سب بے ثمر درخت بنتے جا رہے ہیں یا کم از کم قلیل الثمر تو کہنا ہی پڑے گا۔ اسکے وجوہ اور بھی ہوں گے لیکن بڑی وجہ ذوق مطالعہ کا نہ ہونا ہے اگر مطالعہ کرتے بھی ہیں تو انتہائی سطحی قسم کا۔

جب مطالعہ کا ذوق ہوگا تو یہ معلم کے اطوار میں نمایاں امتیاز پیدا کریگا۔ پہلی امتیازی شان تو یہ ہوگی کہ تکمیل مطالعہ کیلئے غیر ضروری اشغال اور تمام فضولیات کو ذوق مطالعہ ایک ہی ضرب سے اڑا کر رکھ دے گا۔ مطالعہ کے بغیر اس کی تسکین نہیں ہوگی۔ اس لئے غیر تعلیمی مشاغل میں وقت کٹی سے اسے بہت زیادہ تنفر پیدا ہو جائیگا۔ آپ کے اندر اگر ذوق مطالعہ ہے تو یقین کیجئے کہ حق تعالیٰ آپ کو محروم نہیں رکھیں گے۔ آپ کے فیوض نمایاں نظر آئیں گے۔ اگر آپ کے اندر یہ وصف نہیں ہے تو پھر مدرسے کی ملازمت ایک دنیاوی تجارت ہے۔ جب تک چاہیں کرتے رہیں۔ معلم کیلئے ذوق مطالعہ کا پہلا ثمر تفریغ الاوقات للمطالعہ ہے اور یہی آپ کے ذوق کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔

مراحل مطالعہ

اوپر گزارش کی گئی ہے کہ کامیاب مدرس کیلئے کامل مطالعہ بہت ضروری ہے۔ تکمیل مطالعہ کے لئے کن مراحل سے گزرنا پڑے گا؟ سادہ الفاظ میں ان کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

۱- جمع معلومات

جس کتاب کا جتنا سبق پڑھنا ہے اس حصہ کی عبارت ٹھیک کی جائے' ترجمہ ٹھیک کیا جائے' اس کا مطلب سمجھا جائے' کوئی اشکال ہے تو اس کا حل نکالا جائے۔ اگر کسی دخل مقدر کا جواب ہے تو اس دخل مقدر اور سوال سمجھا جائے کہ وہ کیا ہے؟ یہ عبارت اس کا جواب کیسے بنتی ہے؟ غرض یہ کہ اس حصہ کی صرفی' نحوی تحقیق' صحت ترجمہ' متعلقات ترجمہ' اس عبارت کا نفس مطلب یہ ساری باتیں حل کر لینا' یہ مطالعہ کا پہلا مرحلہ ہے۔ اولاً آپ اتنے حصہ متن میں غور کریں ان سب امور کو سمجھنے کیلئے اپنا دماغ استعمال کریں۔ مدرسہ نے آٹھ سال میں آپ کو عالم نہیں بنایا۔ البتہ علمی مہم کیلئے آپ کا دماغ تیار کیا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے دماغ استعمال کریں۔ اپنے دماغ سے بالکل کام نہ لینا اور سارا بوجھ کسی شرح یا حاشیہ پر ڈال دینا۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ آپ اپنا دماغ استعمال کریں۔ آخر آپ کا دماغ کب کام آئیگا۔ ان معلومات میں درک فہم وہی ہے جو آپ کے دماغ نے غور کرنے کے بعد لے لیا ہے۔ محض حواشی اور شروح پر قناعت کرنا یہ تو مستعار لباس پہننے کی طرح ہے۔ آپ کا اپنا کیا ہے؟ وہ وہی ہے جہاں آپ کا دماغ پہنچا ہے۔ وہی آپ کا علم ہے۔

البتہ مذکورہ باتوں پر زور دماغ استعمال کرنے کے بعد کمی کا تدارک کرنے کیلئے ضروری ہے کہ کسی کا تعاون حاصل کر لیا جائے۔ چاہے وہ تعاون حاشیہ اور بین السطور سے ہو چاہے شرح یا کسی ماہر فن استاد کی کاپی سے ہو۔ لیکن ان کا درجہ اپنے دماغ کا زور لگانے کے بعد ہے۔ اب ان حواشی و شروح کی طرف مراجعت کرنے سے آپ کے فہم کی غلطیاں نکلیں گی کہ میں نے جو سمجھا تھا وہ ٹھیک نہیں تھا بات تو کچھ اور نکلی' فہم کی خامیاں دور ہونگی۔ اس مضمون کے کئی شعبوں کی طرف دماغ پہنچا نہیں تھا۔ ان معاونین نے پہنچا دیا۔ اس میدان میں کئی شیر سوئے ہوئے تھے۔ جھاڑیوں میں چھپے رہ گئے' ان معاونین نے توجہ دلا دی۔ اس ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ نہ صرف شروح و حواشی پر اکتفا کیا جائے اور نہ صرف اپنے زور دماغ پر بلکہ ان دونوں کی آمیزش سے صحت عبارت' صحت ترجمہ' صحت فہم مطلب اور صحت متعلقات سب چیزوں کو منقح کر کے جمع کر لیا جائے۔

۲- ترتیب معلومات اور ضبط معلومات

پہلے مرحلہ میں جو مال آپ نے اکٹھا کیا ہے اس کو حسن ترتیب سے اپنے ذہن میں محفوظ کریں جیسے مسافر سفر پر جانے سے پہلے اپنے سامان ترتیب سے بریف کیس میں رکھتا ہے اور ہر چیز اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ذہن میں ان معلومات کو ترتیب دیں اور ان معلومات مرتبہ کو بار بار دماغ میں تازہ کریں۔ اگر اشارات مرتب کر کے کسی کاغذ پر نوٹ کرلیں تو اس ترتیب کو ذہن میں پختہ کرنے اور جمانے میں مدد مل جائے گی۔ ایسے نوٹس کیلئے ایک کاپی مستقل طور پر بنالی جائے تو بہتر ہے۔

۳- تلاش تعبیرات حسنہ

آپ نے معلومات جمع کر کے ان کو مرتب کرلیا ہے اور ذہن میں ان کا بار بار اعادہ بھی کرلیا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ معیار تعلیم کو بلند کرنے کیلئے اتنی بات کافی نہیں ہے۔ ابھی ایک اہم مرحلہ باقی ہے۔

اس مرحلہ میں آپ نے موازنہ کرنا ہے کہ آج کے سبق کی معلومات' کس وزن کی ہیں؟ اور جو جماعت صبح میری مخاطب ہوگی اس کی ذہنی سطح کیا ہے' اس کی ذہنی پرواز کہاں تک ہے؟ اس کے مطابق اپنی آسان اور سہل تعبیرات تلاش کریں اور ایسی چسپاں تمثیلات تیار کریں کہ آپ کی زبان سے بات نکلتی جائے اور بڑی جلدی اور سرعت سے طالبعلموں کے ذہنوں پر نقش ہوتی جائے۔ طلبہ سبق کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔

استاد کی تعبیرات کئی قسم کی ہوسکتی ہیں' ایسی تعبیر بھی ہوسکتی ہے' جو بدیہی مسئلہ کو نظری بنادے اور ایسی تعبیر بھی ہوسکتی ہے جو نظری مسئلہ کو بدیہی میں تبدیل کردے۔ پہلی تعبیر خامی والی ہے اور دوسری تعبیر خوبی والی ہے۔ معلم اور مدرس کا کمال یہ ہے کہ تعبیر اتنی آسان لائے کہ گدھے (کند ذہن) بھی اچھل پڑیں اور جامع اتنی ہو کہ کوئی متعلقہ گوشہ آپ کی تقریر سے باہر نہ رہے۔

تکمیل مطالعہ

تکمیل مطالعہ کیلئے یہ مذکورہ بالا مراحل بہت ضروری ہیں۔ اگر آپ واقعی نیک نیتی سے علم اور طلبہ علم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو ان مراحل سے گزرنا پڑے گا ورنہ علم اور طلبہ علم کی حق تلفی ہوگی۔

کوئی بھی صحیح الدماغ ان کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ان مراحل کی تکمیل کیلئے جو تفریغ الاوقات چاہئے اس کیلئے واضح اکثریت عملاً تیار نہیں ہے۔ ذاتی مشاغل، غیر تعلیمی مصروفیات، تعلقات اور میل جول میں اتنا تنوع اور تکثر ہوتا ہے کہ عزم مصمم کے باوجود بھی تکمیل مطالعہ کیلئے وقت فارغ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے نتائج یہ نکل رہے ہیں کہ علم اور طلبہ علم کی حق شکنیاں کرتے کرتے حق تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔

کوئی ضروری نہیں کہ غلط مشاغل ہی مطالعہ میں حائل ہوں بلکہ وہ مشاغل جو سراپا رحمت و برکت ہے مثلاً اور اد کثیرہ، وظائف وغیرہ اگر یہ بھی تکمیل مطالعہ والی رحمت عظمی کیلئے رکاوٹ اور سد بن رہے ہوں تو ان کو قربان کر دینا چاہئے۔ ہمارے اسلاف و اکابر نے ایسا کیا ہے کہ وہ طلبہ اور معلمین کو ایسے اور اد کثیرہ تعلیم نہیں فرماتے تھے۔ اللہ کرے کہ مدارس کی فضاؤں میں یہ ذوق ابھر جائے۔ آمین۔

مطالعہ میں احتیاطی پہلو

بعض اوقات غیر اختیاری طور پر کوئی ایسا کام پیش آ جاتا ہے جو مطالعہ کرنے سے مانع بن جاتا ہے۔ سبق کے ناغہ سے بچنے کیلئے قبل از وقت یہ حکمت عملی اختیار کریں کہ اپنا مطالعہ سبق سے کافی آگے رکھیں۔ کم از کم تین چار دن کا مطالعہ آگے چلے۔ ورنہ یا سبق کا ناغہ ہو گا یا اپنی کمی چھپانے کیلئے طلبہ کی کوئی خامی پکڑ کر ان پر برس پڑیں گے اور یہ کہہ دیں گے کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں پڑھایا جائے۔ اس طرح سبق کے ناغے کے ساتھ نفاق اور تلبیس بھی جمع ہو جائیں گے۔ یا پھر تکمیل مطالعہ کے بغیر پڑھائیں گے۔

جس پر یقیناً آپ خود بھی مطمئن نہیں ہوں گے۔

ایسے موقع پر دو احتیاطیں کریں۔

۱- عوارض مطالعہ سے بچنے کی پوری کوشش کریں۔

۲- مطالعہ آگے رکھیں مزید احتیاط یہ کریں کہ دو تین دن پہلے کے پرانے مطالعہ پر تدریس نہ کریں بلکہ پہلے اس کی تجدید کریں۔ اگر دوران مطالعہ اس احتیاطی پہلو کا لحاظ رکھا جائے تو کتاب کی کمیت اور کیفیت میں بڑا فرق پڑے گا۔

سبق میں حاضری

مدرس کا فریضہ ہے کہ درس گاہ میں وقت پر حاضر ہو اور تمام وقت طلبہ پر لگائے۔ جس جماعت کا یہ گھنٹہ ہے۔ وہ اس جماعت اور سبق کا حق ہے۔ اس میں کوتاہی کرنا حق تلفی ہے۔ تنخواہ پورے گھنٹے کی ملے گی اور اگر پورا گھنٹہ نہ دیا تو خیانت متصور ہوگی اور اتنے حصہ کی تنخواہ بھی حلال نہ رہے گی۔ ناشتہ، وضو یا غسل کریں، کپڑے تبدیل کریں۔ سب شرعی وطبعی ضروریات بہر کیف پوری کریں۔ لیکن اوقات مدرسہ میں درس گاہ میں پہنچنے کو یقینی بنائے رکھیں۔ تاخیر کو زندگی کا حادثہ سمجھیں معمول نہ بنائیں۔

کسی حادثہ مسرت یا حادثہ غم کا ایسا اثر اپنی طبیعت پر ظاہر نہ ہونے دیں۔ جو تقریر وتدریس کے نشاط میں مانع ہو۔ صاف ستھرے کپڑے اور جسم، توجہ کامل، انتہائی کیف وسرور کے ساتھ علم کے منظم موتیوں کے ہار اپنے ذہن کے بریف کیس میں مرتب کر کے درس گاہ میں پہنچیں۔ سبق اور طلبہ پر حاوی رہیں۔ اپنی دھن میں مست اور منہمک رہیں اور طلبہ کو بھی اسی دھن میں مست رکھنے کا اہتمام کریں۔

سبق سے قبل اگر اشراق کا وقت ہو چکا ہو تو دو رکعت نفل پڑھ لیں جس میں تداخل نیات ہو یہ نفل صلوۃ التوبہ بھی ہوں۔ اے اللہ میرے مطالعہ کی خامیاں دور کردے۔ گناہوں کی ظلمات کے اثرات دور کردے کہ وہ تقریر پر چھانہ جائیں ورصلوۃ الحاجۃ کی بھی نیت ہو کہ میں نے جو مطالعہ کیا ہے اس کو سہل انداز سے منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ ان شاء اللہ یہ سونے پر سہاگہ کا کام دے گا۔ ورنہ کم از کم استاد باوضو ہو۔ وضو سے نور قلب حاصل ہوتا ہے۔ باوضو اور بے وضو پڑھانے میں زندہ اور مردہ کا فرق ہے۔ غذا وغیرہ کی ترتیب ایسی رکھیں جس سے وضو باقی رکھنے میں مدد ملے۔ جب مطالعہ کامل ہوگا اور طلبہ کو فیض پہنچانا استاد کی زندگی کا مقصد ہوگا اور طبیعت بھی مشوش نہ ہوگی۔ مجلس علم بھی نشاط سے بھرپور ہوگی تو سبق کا یہ کیف وسرور استاد کو کتنا چڑھائے گا اور طلبہ کے شوق میں کیا تلاطم پیدا کرے گا؟ اور ان میں علم کی کیسی مستی پیدا کرے گا؟ چکھنے کی چیز چکھ کر ہی معلوم ہوگی۔

سبق کی نشست

استاد کو درس گاہ میں ایسے بیٹھنا چاہئے کہ جس میں وقار بھی ہو اور عاجزی و مسکنت بھی۔ چستی بھی ہو تیقظ بھی۔ طلبہ کو بھی ان ہیئات واوضاع کا عادی بنائے۔ تپائیاں سیدھی ہوں۔ طلبہ سیدھے قطار میں بیٹھے ہوں۔ بیٹھنے کے حلقے کا اسلوب متعین ہو۔ طالب علمانہ ہیئت سے بیٹھے ہوں۔ چونکہ ظاہر باطن میں موثر ہوتا ہے۔ اس لئے اس حسن صورت کا حقیقت تک رسائی میں بہت تعاون ہوگا۔ ان طلبہ کا معمول بنادیں کہ ان کی نظر استاد اور کتاب ہی کی طرف رہے۔ دائیں، بائیں یا پیچھے مڑ کر دیکھنا ایسا مزاج بالکل نہ بننے دیا جائے۔

درسگاہ اور امتحانی ہال اور نماز میں ان اوضاع کو بڑی شفقت سے بچوں کی طبیعت بنائیں۔ جب بچوں کی طبیعت ہی ایسی بن جائے گی تو سختی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ لچک دے دے کر طلبا کو بری اوضاع کا عادی بنا کر ان کو روکنا سختی سمجھا جائے گا۔ اس لئے ابتدا ہی سے ان کی مزاج سازی کریں۔

بچوں کی تربیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ڈنڈا لے کر ان کے پیچھے پڑ جاؤ۔ ڈنڈے سے وقتی طور پر تو بچے دب جائیں گے لیکن ان کی مزاج سازی نہیں ہوگی۔ ڈنڈے کے بغیر ان کی طبیعت اور عادت کو صحیح رخ عطا کریں۔ اگر آپ ان کو سیدھا کر کے بٹھا نہیں سکتے تو پڑھائیں گے کیا؟

یہ ساری کمزوریاں استاد کی طرف سے آتی ہیں۔ استاد توجہ اور تیقظ سے بیٹھے گا تو شاگرد بھی اسی طرح بیٹھیں گے۔

سبق پڑھانے کے مفید مشورے

درس گاہ میں سبق کے شروع میں یا درمیان میں غیر متعلقہ بات ہرگز نہ کریں۔ اضطراری حالت کے بغیر اس گھنٹے کا کوئی حصہ کسی اور کام یا کلام پر نہ لگایا جائے۔

سبق میں مندرجہ ذیل اہداف پیش نظر ہوں

۱- تصحیح عبارت

عبارت صحیح روانی کے ساتھ پڑھنے کی عادت ڈالی جائے۔ اس کا ترجمہ ایسا کیا جائے کہ جس میں نحوی، صرفی، ادبی قواعد کی بھی رعایت ہو، مہما امکن، اردو بھی صحیح ہو۔ بچوں کی یہ عادت بنائی جائے کہ کتاب کھولتے ہی بسم اللہ پڑھ کر عبارت پڑھنا شروع کردیں۔ جب ایک مسئلہ یا قاعدہ کی عبارت ختم ہوجائے تو رک جائیں۔ اس کا ترجمہ اور تشریح سمجھنے کے بعد پھر دوسرے مسئلہ کی عبارت پڑھی جائے۔ سارے باب یا ساری فصل کی عبارت ایک ہی مرتبہ نہ پڑھی جائے۔ اس کو بھی طالب علم کے مطالعہ کا حصہ قرار دیں وہ کم از کم یہ تو سمجھ کر آئے کہ مسئلہ یا قاعدہ کہاں ختم ہوتا ہے۔

استاد صاحب ترجمہ بہت اہتمام سے کریں، حروف ربط، حروف اضافت کی رعایت رکھی جائے۔ ترجمہ ہی سے کلمات کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق کی نوعیت واضح ہوجائے کہ کون مسند ہے اور کون مسند الیہ؟ ان سب امور کی رعایت رکھتے ہوئے ترجمہ کیا جائے۔ پہلے مفردات کا ترجمہ کیا جائے ان مفردات کے ضمن میں صیغہ وترکیب کی توضیح کی ضرورت ہو تو وہ بھی کی جائے۔ مفردات سمجھانے کے بعد سارے فقرہ کا ترجمہ ایک سانس میں کرے، فقرہ لمبا ہونے کی صورت میں مناسب جگہ پر وقف کرے۔ دوران عبارت ترجمہ نہ کرے اور دوران ترجمہ "عربی یا فارسی" کی عبارت نہ پڑھے یعنی ان میں اختلاط نہ کرے۔ دونوں میں سلاست اور روانگی ہونی چاہئے۔

۲- نفس مطلب پر عبور

جس مسئلہ یا قاعدہ کی عبارت طالب علم پڑھے۔ اس کا نفس مطلب سہل طریقے سے طلبہ کے ذہن نشین کرایا جائے۔ سر پر تیل کی مالش کی طرح نفس مطلب ان کے ذہنوں میں رچایا جائے۔ جب تک نفس مطلب سمجھانے میں کامیابی نہ ہوجائے، بچوں کو خارجی تقریرات میں نہ الجھایا جائے۔ بچوں کا ذہن، بسیط سا ہوتا ہے اس لئے بڑی حکمت سے تقریر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی مختصر سی تقریر جس سے مطلب جلدی سمجھ نہ آئے۔

یہ اس ہدف کے پورا کرنے سے قاصر ہے اور غیر ضروری تطویل بھی بچوں پریشان کر دیتی ہے۔ اصل مقصد سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان دونوں خامیوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔

نفس مطلب پر اکتفا کرنا چاہئے۔ بڑی باتیں بڑی کتابوں میں آتی رہیں گی لیکن یہ تنبیہ ضروری ہے کہ بعض اوقات خارجی تقریر کی تعیین میں غلطی ہو جاتی ہے۔ نفس مطلب سمجھانے کیلئے بعض باتوں کا بیان کرنا موقوف علیہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا بیان کرنا تو ضروری ہوا۔ بعض لوگ ایسی باتوں کو خارجی کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف ترجمے پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔ یہ بڑا سنبھلنے کا مقام ہے۔ بہر کیف یہ گفتگو خارجی ہے یا داخلی اس میں ذوق اجتہادی مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ آپ کا ذوق جو بھی ہو تقریر کے وقت اصل نصب العین پر نظر جمی رہنی چاہئے کہ بچوں کو الجھن میں ڈالے بغیر نفس مطلب ان کے ذہنوں پر نقش کرنا ہے۔ جب یہ نصب العین زیر نظر رہے گا تو ان شاء اللہ داخلی اور خارجی کا اجتہادی ذوق مقصد میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔

چند بچوں سے سن کر جائزہ بھی لیا جائے کہ آپ سمجھانے میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ نفس مطلب سمجھنے میں جو ابہامات وتلبیسات رہ سکتے ہیں ان کو ختم کرنے کا اہتمام کریں۔ آخر میں سبق کا خلاصہ ضرور بتائیں تا کہ اس کے پھیلاؤ کا انضباط آسان ہو جائے۔

۳۔ تسہیل فہم

سبق کی تقریر میں سب سے زیادہ زور تسہیل فہم پر ہو۔ اس کیلئے تختہ سیاہ استعمال کریں اور معقولات کو محسوسات بنا کر سمجھائیں۔ جیسے نماز با جماعت میں امام کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نمازیوں میں سے سب سے زیادہ کمزور کی رعایت رکھ کر نماز پڑھائے۔ ایسے ہی اضعف طالب علم کی رعایت ہونی چاہئے لیکن یہ رعایت ایسی نہ ہو کہ ذہین اور اوسط طالب علم ملول ہو جائیں۔ جب آپ سہل تعبیرات تلاش کر کے لائیں گے تو ان شاء اللہ ایک مرتبہ کہنے سے ہی سب کے ذہن میں سبق کی تقریر بیٹھ جائے گی۔

سبق سننے کا اہتمام

سبق سننے کا بہت اہتمام کریں اس التزام سے طلبہ متیقظ رہیں گے۔ رابعہ تک تو تمام کتابیں بالاستیعاب سننی ضروری ہیں۔ اس کے بعد استیعاب مشکل ہے کیونکہ بڑی کتابیں

آجاتی ہیں۔ لیکن پھر بھی بچوں کو آزادانہ چھوڑا جائے۔ پڑھائے ہوئے سبق کے اجزائے مختلفہ، مختلف طلبہ سے پوچھیں بغیر کسی ترتیب کے، ہر طالب علم کو خطرہ رہے کہ شاید مجھ سے پوچھ لیا جائے۔ اس طرح ان کو سبق یاد کرنے کیلئے فکر بھی ان میں پیدا کریں۔ جماعت بڑی ہو یا چھوٹی تمام طلبہ سے عبارت پڑھوائی جائے۔ لیکن بکثرت مختلف طلبہ سے خلاف ترتیب بھی سنا جائے تاکہ ہر ایک کو خطرہ رہے کہ شاید آج مجھ سے سن لیں۔

استاد کو چاہئے کہ وہ سبق پر چھایا اور حاوی رہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت کا کوئی گوشہ نظر انداز نہ کرے طلبہ کو مطالعہ کرنے سے بے فکر نہ ہونے دے، تکرار کے ذریعہ سبق یاد کرنے میں سستی نہ کرنے دے۔ اگر کسی مدرسہ میں اجتماعی طور پر مطالعہ اور تکرار کرنے کی پابندی نہ بھی ہو تو اساتذہ کرام کا یہ حاوی رہنا ہی کافی ہو جائے گا۔ لیکن اگر اساتذہ کرام اسے اپنی ذمہ داری نہ سمجھیں۔ سبق میں ان کی گرفت کمزور ہو تو اجتماعی مطالعہ وتکرار کی پابندی کے باوجود بھی مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اعلیٰ درجہ کی کامیابی طلبہ کو تب حاصل ہوگی جبکہ مدرسہ کے ماحول میں اجتماعی مطالعہ وتکرار کی پابندی ہو اور پیچھے سے اساتذہ کرام کی گرفت بھی مضبوط ہو۔

ماحولیاتی ہدایات

اپنی دلجمعی اور تعلیمی فضا کو قائم رکھنے اور ترقی دینے کیلئے ماحول کو پرسکون رکھنا ضروری ہے امن وسکون اور اطمینان والی فضا کا میسر ہو جانا بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت کو باقی رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ آپ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جو ماحول کے سکون اور خود آپ کے سکون کو بہا کرلے جائے۔

اس سلسلہ میں کچھ منتشر باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن کا مقصد حصر اور ضبط تام نہیں ہے۔ یہ صرف تمثیلی معلومات ہیں۔ اس نوعیت کے باقی واقعات کو انہی قواعد و تمثیلات پر منطبق کرلیا جائے۔

بڑوں سے معاملہ

بڑوں میں کئی قسم کی شخصیات شامل ہیں۔ ان میں سے سرفہرست مہتمم ہے۔ اصل معاملہ

بھی اسی شخصیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ مہتمم کے منصب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر چہ وہ چھوٹی عمر کا ہو اس میں نا تجربہ کاری بھی ہو۔ کیونکہ وہ اپنے ادارہ کا امیر ہے۔ اساتذہ ملازمین اور طلبہ اس کے مامور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت زیادہ تاکیدات سے اطاعت امیر کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ اس لئے جب آپ نے یہ رشتہ قائم کرلیا ہے اور یہ جانتے ہوئے کیا ہے کہ اس میں نوعمری اور نا تجربہ کاری ہے تو پھر اسی تصور سے اس رشتہ کو نبھانے کی کوشش کریں۔

عام طور پر ایسے نوعمر مہتمم کو مدرسین' مہتمم ہی تسلیم نہیں کرتے' معاملات میں اس کے منصب کی رعایت نہیں رکھی جاتی جس کی وجہ سے دوریاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد بہت سی اچھائیاں بھی بری معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ دل سے مہتمم کو قبول کرلیا جائے۔ اس کی اطاعت کی جائے۔

اسی طرح جامعہ کی دوسری بڑی شخصیتیں مثلاً صدر مدرس اور دوسرے بڑے اساتذہ چاہے وہ آپ کے اساتذہ نہ بھی ہوں ان کا پورا ادب واحترام کیا جائے۔ طلبہ اور دیگر ملنے والے لوگوں کے سامنے ان کا نام ادب سے لیں۔ کسی کی دل آزاری نہ کریں۔ نہ کسی شخصیت پر کیچڑ اچھالیں۔

تصادم اور مزاحمت سے گریز

ماحول کو پرسکون رکھنے کیلئے ارباب انتظام اور ارباب تدریس کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئیں۔ ان کے حقوق ادا کرتے رہیں کسی کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کریں جس کی وجہ سے کوئی مناقشہ پیدا ہو جائے۔ خاص طور پر حفاظت لسان بہت ضروری ہے۔ اکثر اہل علم جھوٹ' غیبت اور چغلی کا شکار رہتے ہیں اور سکون کی فضا کو ختم کرنے کا سبب اور ذریعہ بنتے ہیں۔ تعلیم وتربیت کا جو کام آپ کے ذمہ لگے آپ کوشش کرکے اصول صحیحہ کے مطابق اسے کرتے رہیں اور اپنی پوری تنقیدی قوت اپنی کوتاہیاں پکڑنے پر صرف کریں اس سے اس قوت کو صحیح مصرف مل جائے گا اور یہ موجب فتنہ نہیں بنے گی۔

مہتمم کے حالات کا تجسس نہ کریں اور نہ دوسرے مدرسین کے حالات کا یہ تجسس یہ مزیل سکون بن جاتا ہے۔ دوسروں کے معاملات میں دخل نہ دیں۔ اگر کوئی طالب اصلاح

ہو تو اس کی اصلاح کریں اور خواہ مخواہ مصلح بن کر فتنہ پیدا نہ کریں۔ آپ اپنے کام کو نہ چھوڑیں اور نہ کسی دوسرے کو چھیڑیں۔ اس طرح انشاء اللہ دلدل والے ماحول میں بھی آپ ہر طرح کی چھینٹوں سے بچے رہیں گے۔ اور اطمینان وسکون کے ساتھ دین کی خدمت کر سکیں گے۔ اگر آپ کے اختیار کے بغیر کوئی پریشانی اور آفت آجاتی ہے تو حق تعالیٰ آپ کی مدد و نصرت فرمائیں گے آپ پر لازم ہے کہ حالات کی درست اطلاع اپنے مربی کو کریں تاکہ وہ ان پریشانیوں کا سد باب کر سکیں۔

اپنے جامعہ میں رہ کر تعلیم تربیت کی فضا کے جن فوائد کا آپ نے مشاہدہ کیا ہے ان فوائد کے حصول کیلئے عمدہ فضاء قائم کرنے کا جذبہ ہر وقت آپ کے دل میں ہونا چاہئے اور بغیر کسی پارٹی بنائے اپنے انداز تعلیم سے اصول تعلیم کی پابندی طلبہ کی طبیعتوں میں راسخ کر دیں۔ حسن تعلیم، حسن مطالعہ، حسن تقریر و تفہیم جیسی خوبیاں جو آپ کی ذات سے متعلق ہیں۔ آپ اپنی پوری توجہ ان پر صرف کریں ماحول کے رنگ میں رنگ کر ڈھیلے (بیائے معروف) نہ پڑیں اور نہ ہی دوسروں کیلئے ڈھیلا (بیائے مجہول) بنیں یعنی دوسرے ارباب تدریس کے ساتھ تصادم فساد اور مزاحمت کی فضا ہرگز پیدا نہ ہونے دیں۔

طلبہ سے معاملہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طالبعلم کے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں۔ علماء کرام اور اساتذہ عظام ان فضائل کو بیان بھی کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ملائکہ علم دین سیکھنے والوں کا استقبال کرتے ہیں۔ ان کی آمد پر وہ اپنے پر زمین پر بچھا دیتے ہیں۔ جو طالب علم طلب علم کے دوران فوت ہو جاتا ہے۔ تو اس کے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوتا ہے۔ اس قسم کے فضائل طلب کے سب علماء کو یاد ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ دوسروں کو تو یہ ترغیب دی جائے کہ اس طبقے کے ان فضائل کو مانو اور خود ان کے ساتھ معاملہ ایسا اختیار کریں جس سے معلوم ہو کہ انہیں طلبہ کے اس فضائل کا اعتقاد نہیں یا استحضار نہیں۔

تمام اساتذہ و معلمین پر لازم ہے کہ احادیث میں طلبہ کے متعلق بیان کردہ فضائل کے مطابق ان کے مقام مرتبہ اور فضیلت کو اپنے دل میں جگہ دیں اور ان کے منصب اور عظمت

کا احساس دل میں تازہ رکھیں۔ گو عملاً لجاجت کا ایسا معاملہ طلبہ کے ساتھ مناسب نہیں ہے۔ جس سے انکا دماغ خراب ہو جائے ان کے تحفظ کیلئے ظاہرداری کم ہی کی جائے۔

طلبہ کے حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ ان سے زیادہ بے تکلفی پیدا نہ کریں۔ شفقت فرض ہے اور بے تکلفی مضر ہے۔ استاد کی ہیبت کا محفوظ رہنا، بچوں کے سنوارنے میں بہت مفید ہے۔ شفقت سے کام لئے جاسکتے ہیں۔ ڈنڈا اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ اصل ہیبت تو علم وتقویٰ سے حاصل ہوتی ہے چونکہ حقیقی علم وتقویٰ ہم میں سے نہیں۔ اس لئے حقیقی ہیبت بھی حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا بتکلف اسے اپنے اندر پیدا کریں اور طلباء کے ساتھ ہنسی، مذاق شغل بالکل نہ کریں ورنہ آپ کا تمام وقار اور رعب ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد یا تو طلبہ بے فیض رہیں گے یا آپ انہیں ڈنڈے لگائیں گے اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں۔

متانت ووقار

اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دل لگی کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب بہت زیادہ تھا اگر دل لگی کے ذریعہ اسے کم نہ کیا جاتا تو استغفار بہت مشکل تھا اب بھی علم وتقویٰ کی وجہ سے جس عالم کا رعب فضاء پر چھایا ہوا ہو تو وہ اگر حدود میں رہ کر دل لگی کریں تو اس کی ضرورت ہے لیکن آپ تو ماشاء اللہ خالی برتن ہیں پہلے ہی اس میں کتنا دودھ ہے جسے آپ گرانا چاہتے ہیں۔

سکولوں اور کالجوں میں یہ وباء عام ہے کہ اساتذہ اور طلباء کا باہمی ربط صرف لیکچر سننے سنانے تک ہوتا ہے۔ طلبہ کی اخلاقی زندگی بنانا، ان کی عملی، اخلاقی تربیت کرنا، ان میں صحیح جذبات بھرتے رہنا، ان کو فتنوں سے بچانے کی کوشش کرنا۔ اس قسم کے امور کی طرف توجہ بالکل نہیں ہوتی۔ آہستہ آہستہ یہی فضاء اب مدارس میں بھی بنتی جارہی ہے۔ طلبہ کی عملی، اخلاقی، وضعی، لباسی، معاشرتی اور معاملاتی صریح کوتاہیاں دیکھ کر بھی اساتذہ اصلاح کیلئے فکر مند نہیں ہوتے۔ اس کو اپنے ذمہ داری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اساتذہ ان کی اچھی تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے۔

یہ ذمہ داری دو قسم کی ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ جس مدرسہ میں آپ کو پڑھانے کی توفیق

ملی ہے اگر وہاں تعلیم کے ساتھ تربیت ایک مستقل موضوع ہے۔ جہاں تعلیمی نقشہ بنتا ہے تو وہاں تربیتی کام بھی تقسیم ہوتے ہیں۔ مثلاً مطالعہ کی نگرانی، تکرار کی نگرانی، نمازوں کی نگرانی، دارالاقامہ کی اخلاقی و معاشرتی نگرانی یا پھر ایک ایک استاد کو ایک ایک جماعت کی تربیت کی ذمہ داری سونپ دی جاتی ہے۔ اب اگر آپ کے ذمہ کوئی ایسا کام لگے تو آپ اس مفوضہ کام کو نیک نیتی اور محنت سے نبھائیں۔ اس میں مجتہدانہ کردار ادا کریں لیکن مدرسہ کے قواعد اور مہتمم کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کریں۔ بوقت ضرورت مہتمم صاحب کو اپنا طریقہ کار بتا کر ان سے مشورہ بھی لیتے ہیں ان کی قیادت میں کام کریں۔ کام کی کیفیت میں کمی ہو تو اسے گوارہ کرلیں لیکن مدرسہ کے قواعد وضوابط اور مزاج سے تصادم ہرگز نہ کریں۔ کام کی کیفیت میں کمی کے اتنے نقصانات نہیں ہوتے جتنا کہ تصادم سے ہوتے ہیں۔ آپ بچوں کو ایک خاص معیار پر لانا چاہتے ہیں تو پہلے سرپرست مربی اور اساتذہ سے مشورہ لیں کہ جو خاص معیار آپ نے سوچا ہے اس میں کوئی سقم تو نہیں؟ اگر سقم ہو تو اسے چھوڑ دیں اور شرح صدر ہو جائے کہ یہ معیار مطلوب درست ہے۔ تو پھر مدرسہ کے قواعد اور مزاج میں جتنا تحمل ہے اتنا کام کریں اس میں ایک نازک پہلو کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ یہ کہ جب تک آپ بالواسطہ یا بلاواسطہ طلبہ کا یہ ذہن بنانے میں اور ان کے ذہن میں یہ بات اتارنے میں کامیاب نہیں ہو جاتے کہ آپ سب کچھ انہی کے مفادات اور بہتری کیلئے کر رہے ہیں۔ اس وقت تک گرفت کی صورت اختیار نہ کریں۔ ترغیب من حیث ھو ھو اور چیز ہے اور طلبہ کی سستی کی صورت میں مواخذہ کرنا اور چیز ہے۔

گرفت تب ہی مفید ہوسکتی ہے جبکہ دو باتیں ملحوظ ہوں

۱۔ بچوں کی ذہن سازی میں آپ نے کہاں تک کامیابی حاصل کرلی ہے۔ (بذات خود یا بذریعہ مہتمم)

۲۔ گرفت ایسی اور اتنی ہو کہ جس کو طلبہ برداشت کرسکیں اور وہ مزاج اہتمام و مدرسہ کے خلاف بھی نہ ہوں۔

اس ذمہ داری کی دوسری قسم یہ ہے کہ جس مدرسہ میں آپ پڑھا رہے ہیں وہاں صرف تعلیم اور سبق پڑھانے کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ اصلاح اخلاق و تربیت کی طرف توجہ

نہیں دی جاتی اور نہ ہی اس کیلئے ڈیوٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ تو آپ بچوں کے اخلاق کی اصلاح اور ان کی اچھی ترتیب کا جذبہ اور دلسوزی رکھیں اور جہاں تک ہو سکے آپ ترغیبی انداز سے اس میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیں۔ جب ارباب اہتمام اور ارباب تعلیم کی مشاورت ہو تو نظام تربیت قائم کرنے کیلئے آپ بڑے ادب' عاجزی اور دلسوزی کے ساتھ مشورہ دیں۔ مشورہ دینے کا طرز ایسا نہیں ہونا چاہئے جو فتنہ انگیز ہو۔ مثلاً آپ اصرار اور ضد کریں کہ میری بات مانی جائے ورنہ میں یوں کروں گا یا یہاں سے چلا جاؤں گا۔

اگر یہ عاجزانہ ومودبانہ مشورہ بھی کارگر نہ ہو تو اپنے اس مربی سے رابطہ قائم کریں۔ جنہوں نے آپکو وہاں بھیجا ہے اور ان کی رائے کا اتباع کریں۔ اگر آپ کے مربی کا اس مدرسہ والوں سے تعلق ہوگا تو وہ خود بھی کہہ کر دیکھ لیں گے۔ اگر ان کا کہنا بھی موثر نہ ہو تو پھر آپ اپنے مربی کی رائے سے شعبان' رمضان میں مدرسہ تبدیل کر لیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ آپ کے اوپر لڑائی اور تصادم کرنے کا داغ نہ لگے۔ اس داغ لگنے کے بعد دوسرے مدارس والے بھی ایسے مدرس کو رکھنے سے کنارہ کشی کرنے لگتے ہیں۔ اور بھیجنے والا مربی بھی بددل ہو جاتا ہے۔ بعض مدارس میں ارباب انتظام کی تعلیمی ماحول پیدا کرنے اور اس سے بہتر کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی وہاں بھی آپ بذات خو یا بواسطہ مربی ان کی ذہن سازی کرنے کی کوشش کریں۔ اگر تعلیمی ماحول بہتر ہونا شروع ہو جائے اور سابقہ تعلیمی وتربیتی تنزل کا تدارک ہو جائے تو فبہا ورنہ جس حال میں یہ سال گزرتا ہے گزاریں۔ اپنے مربی سے رابطہ رکھیں۔

اپنے مربی سے یہ امید اور توقع ہرگز نہ رکھیں کہ وہ اس مدرسہ میں حالت جنگ پیدا کر دیں گے۔ آپ اطلاع دینے کے بعد اس بات کو ان کی حکیمانہ' مصلحانہ انداز فکر پر چھوڑ دیں۔

مدرسہ کی اخلاقی فضاء

یہ شعبہ انتہائی نازک اور حساس ہے مدرسہ کی اخلاقی فضاء کو باعزت وباعفت اور پاک صاف رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ اہتمام بذات خود متوجہ ہو اور باقی عملہ ان کا معاون ہو۔ انتظامات کے ہر شعبہ میں نظام عفت قائم کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ فضاء ہی ایسی بنا دی جائے جس میں عمل صالح اور پاکیزگی کردار کے جذبات ابھریں۔ ایسی فضاء اور ماحول بن جانے

کے بعد بھی اس شعبہ کی نگرانی اور اس پر دائمی نظر رکھنے کی ضرورت بہر حال باقی رہے گی۔ البتہ تشدد اور سختی کی نوبت نہیں آئے گی۔ اور اگر اس شعبہ کو نظر انداز کر دیا گیا اس کی طرف توجہ کرنے اور نگرانی کرنیکی اہمیت کو محسوس نہ کیا گیا تو پھر بدنامی بھی ہوگی اور مشکلات بھی پیدا ہونگی۔

ہر قسم کی بدنامی اور مشکلات سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ ابتداء سال ہی سے دارالاقامہ کی تقسیم صحیح ہو۔ چھوٹوں اور بڑوں کا اختلاط نہ ہونے دیا جائے انکے کمرے، الماریاں، نشستیں الگ الگ ہوں۔ تکرار گاہ اور مطالعہ گاہ میں بھی نشستیں الگ الگ رکھنے کا اہتمام ہو۔ دارالاقامہ کی نگرانی خوب مضبوط ہو۔ طلباء کو ایک دوسرے کے کمروں اور سیٹوں پر نہ جانے دیا جائے۔ جب اختلاط ہی نہ ہونے دیا جائے گا تو بداخلاقی کی وارداتیں بھی نہیں ہونگی یا بہت ہی کم ہونگی۔ غرضیکہ بداخلاقی کے حادثہ تک اور باہمی یارانہ تک پہنچنے کی نوبت نہ آنے دیں۔ اس حد تک پہنچنے کے تمام راستے بند کر دیں۔

دوپہر کے قیلولہ اور رات کو سونے کے وقت طلبہ اپنی اپنی سیٹوں پر پہنچیں۔ سیٹیں تبدیل نہ کریں اس دوران کوئی استاد صاحب نگرانی بھی کریں۔ اس کے بعد صرف اخلاقی نگرانی کیلئے کوئی معمر، متقی پہرے دار مقرر ہونا چاہئے۔ اس کو مکمل طریقہ کار سمجھا دیا جائے کہ ان امور پر تم نے نظر رکھنی ہے۔ وہ متیقظ اور بیدار رہے اور اپنی ڈیوٹی سرانجام دے۔ انتظامیہ کی طرف سے اس پہرے داری کی بھی چیکنگ ہونی چاہئے۔ اسے یہ بھی بتا دیا جائے کہ اگر وہ کوئی قابل اعتراض چیز دیکھے تو وہ اس واقعہ کی اطلاع مدرسہ میں کسی کو کرے۔ لہٰذا پہریدار یا تو کسی مجاز سے بات کرے یا براہ راست مہتمم صاحب سے بات کرے۔ پہرے دار کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ وہ تمام اساتذہ طلبہ اور عملہ کو اس قابل اعتراض واقعہ کی اطلاع کرتا پھرے۔ وہ اس واقعہ پر ہرگز کوئی پریس کانفرنس نہ کرے۔ جہاں تک ممکن ہو اس واقعہ کو صیغہ راز میں رکھے اور صرف متعلقہ آدمی کو بتائے کیونکہ اشاعت فاحشہ۔ فاحشہ سے کم نہیں ہوتی۔ ذمہ دار افراد راز دارانہ طور پر تحقیق کرنے کے بعد تادیبی کارروائی عمل میں لائیں۔ تعلیم و تربیت کے اس ماحول میں اصلاحات بھی ہوتی رہیں اور تادیبات بھی جاری رہیں۔ لیکن نہ تو ماحول میں اشاعت فاحشہ ہو اور نہ ہی کوئی پراگندگی آئے۔ دائیں سے بائیں کو علم نہ ہو۔ متعلقہ افراد

بھی مجالس میں اس کے تذکرے نہ کریں۔ البتہ بسا اوقات اس فاحشہ کا وجود اتنا پھیل جاتا ہے جس کی روک تھام مشکل ہو جاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں سزا بھی اتنی عام کر دی جائے کہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ ایسا کرنے والا یہاں بچ نہیں سکتا۔

انتظامیہ اور ارباب تدریس کو بھی اپنی عزت وعفت کا خیال رکھنا چاہئے۔ اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی کرتے رہیں اور اپنے ہر کام میں یہ سوچیں کہ یہ تقاضائے نفس یا وسوسہ شیطانی سے تو نہیں ہے اگر ہے تو فوراً مخالفت کی جائے۔ کوئی بھی اپنی پاک دامنی پر ناز نہ کرے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں سوائے نفس کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ تو ہم تم اپنے پاک ہونے پر کیا ناز کر سکتے ہیں نفس اور شیطان کا سانپ دامن میں بیٹھا ہوا ہے۔ اسے جب بھی ڈسنے کا موقع ملے گا یہ تو بہر کیف ڈسے گا اس دشمن سے بہت ہوشیار رہیں۔

ورنہ خسر الدنیا والاخرۃ نصیب ہوگا۔

انتظامیہ اور عملہ تدریس کا دامن صاف' شفاف رکھنے کا خصوصی اہتمام کیا جائے مثلاً بے ریش' امرد بچوں سے بدنی خدمت لینا۔ سر کی مالش کرانا' ان سے کپڑے دھلوانا' روٹی منگوانے کی خدمت لینا اور ان کو خلوت میں بلانا' یہ سب ممنوع قرار دے دیا جائے۔ ان باتوں سے بہت زیادہ اجتناب کیا جائے۔ یہ پابندیاں نہیں بلکہ تحفظات ہیں۔ مواضع التھم سے بچا جائے۔ دوسروں کے ذہن کو شکوک وشبہات میں نہ ڈالا جائے اگر یہ گدلا پانی ٹینکی ہی سے آنا شروع ہو جائے تو ٹونٹیوں کو اس سے کون محفوظ رکھے گا۔

بس آپ اللہ تعالیٰ سے دل لگائیں اور خدمت دین کریں۔ ساری خرافات سے دل کو پاک اور صاف رکھیں اور جہاں تک ہو سکے اور جس طرح ہو سکے قلب کو فارغ رکھیں۔

مدرس کی بدنامی کی وجوہ

مدرس کی بدنامی کی بڑی وجوہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تعلیمی خدمات کما حقہ ادا نہیں کرتا' بدمحنت یا نالائق ہے۔

۲۔ مالی معاملات اور حساب کتاب کا صاف نہیں ہے مثلاً کسی نے مسجد یا مدرسہ کیلئے

ان کو کچھ پیسے دیئے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ مجھے رسید کی ضرورت نہیں ہے۔ بس آپ جمع کرادینا۔ یہ اس رقم کو ہضم کر گئے۔ اسطرح کا ایک واقعہ بھی کھل گیا تو یہ ہمیشہ کیلئے بدنام ہوجائیں گے۔ نیز بدنامی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی نے اس کو مدرس کیلئے کچھ رقم دی انہوں نے یہ رقم اپنے پاس تو نہیں رکھی بلکہ کسی اور مدرسہ کو دیکر وہاں کی رسید کٹوادی۔ یہ خیانت بھی ہے اور موجب مناقشہ بھی کیونکہ جب آپ کے مہتمم صاحب کو علم ہوگا تو وہ کبھی بھی اسے پسند اور گوارہ نہیں کرے گا۔

اسباب بدنامی میں یہ بھی داخل ہے کہ مدرس مدرسہ کی اشیاء کو قواعد وضوابط کے خلاف استعمال کرے مثلاً انتظامیہ کی اجازت کے بغیر مدرسہ کی تپائیاں' چارپائیاں اور بستر وغیرہ گھر لے جائیں اور کسی قاعدہ کے بغیر بکروں کا گوشت' سریاں اور دیگر اشیاء گھر بھیج دیں۔

اخلاقی کمزوریاں

۳-زیادہ فتنے اسی اخلاقی کمزوری کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ مدرسہ جب بھی گرتا ہے یا اسے نقصان پہنچتا ہے تو اس کا سبب حساب کتاب کے گھپلے ہوتے ہیں یا اخلاقی کمزوریاں۔ اس لئے اس معاملہ میں نہ صرف احتیاط بلکہ غلو فی الاحتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ نفس امارہ کے مکائد اور فریبوں کے حال میں جب انسان پھنس جاتا ہے تو اسے خبر بھی نہیں ہوتی کہ میں پھنسا ہوا ہوں۔ مثلاً پانی منگوانے کیلئے انتخاب کرتا ہے تو کسی امرد خوبصورت کا' روٹی منگوانے کیلئے انتخاب ہوتا ہے تو ایسے ہی کا' عیادت کی توفیق ملتی ہے تو ایسے ہی کی' جوش شفقت اٹھتا ہے تو ایسے ہی پر وغیرہ وغیرہ کسی کام کی خدمت کیلئے کسی ایسے طالب علم کا انتخاب کرے جس پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔ ایک تو خدائی کراما کاتبین ہیں۔ جو اتنی بات لکھتے اور نوٹ کرتے ہیں جتنی کہ صحیح اور حقیقت پر مبنی ہوتی ہے اور ایک "من الجنۃ والناس" کراما کاتبین ہوتے ہیں اور ان کی پریس کانفرنس جاری ہی رہتی ہے۔ اس لئے محتاط اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ شروع ہی سے معاشرتی نظام شکوک وشبہات سے بالاتر رکھا جائے تو انشاء اللہ دل کا سکون ملے گا اور عزت بھی محفوظ رہے گی اور کسی کو تلبیس کا موقع بھی نہیں ملے گا۔

متفرق نصائح

۱- تعلیمی سال کے شروع میں اسباق کی تقسیم اورانتظامی امور کی تقسیم کا مسئلہ ہوگا۔اس میں آپ اطاعت امیر کا خیال رکھیں۔مہتمم اور ناظم مدرسہ کا امیر ہوتا ہے۔اگر کوئی خاص بات ہوتو ادب سے عرض کردیں نونک جھونک بالکل نہ کریں کہ یہ سبق لینا ہے اور یہ نہیں لینا کیونکہ اس سے پھیکا پن پیدا ہوتا ہے۔

۲- طالب علمی کے زمانے میں گھومنے، پھرنے کی عادت ہوتی ہے۔مدرس بننے کے بعد اس عادت کو ختم کریں۔پہلے اس کا نقصان لازمی تھا اب یہ متعدی ہوگا۔

۳- اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کیلئے کسی مصلح اور شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم فرمائیں۔

نظامت کا شعبہ

اگر آپ کو کسی جگہ کا ناظم ومہتمم بنادیا جائے تو یہ ذہن میں رکھیں کہ نظام دو قسم کا ہوگا۔

۱- جزوی ۲- تفصیلی۔

جزوی مثلاً مغرب کے بعد مطالعہ کی نگرانی کسی ایک کے ذمہ دار اور عشاء کے بعد تکرار کی نگرانی کسی دوسرے کی ذمہ ایسے ہی بچوں کو سلانے کیلئے پہرے دار کافی نہیں بلکہ کوئی استاذ مکرم سلاجائیں ایسے ہی مطبخ، مطعم کا نظام غرضیکہ جو جزوی نظام آپ کے ذمہ لگے اس میں پوری توجہ سے مجتہدانہ کردار ادا کریں۔

اساتذہ کرام پر زیادہ روک ٹوک نہ کریں خاص کر طالب علموں کے سامنے تو ہرگز نہ کریں بلکہ بعد میں آپ ان کو کہہ دیں کہ آپ خیال فرمائیں طالب علم کے سامنے اور خاص کر جو آپ کا خادم ہو اس کے سامنے بھی کوئی برائی بیان نہ کریں۔

اور ناظم کیلئے ضروری ہے کہ ہر چیز کا خیال رکھے بیماروں کا خیال رکھے یہ سوچ کر رکھے کہ میں نے بیماروں کیلئے کیا انتظام کر رکھا ہے اگر اس بیمار کو ڈسپنسری سے جواب مل جائے تو اس کا متبادل کریں یہ پہلے سوچ کر رکھیں کہ کہاں بھیجنا ہے اس کا طریقہ کیا ہوگا۔

اسی طرح رات کو بھی اور دن کو بھی اگر ضرورت پڑے تو اس کیلئے آپ نے کیا سوچا ہے۔

اگر استاد یا طالب علم بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے ہر وقت چوکس رہے کہ میرے ذمہ ایک نظام لگا ہوا ہے کسی کو بھی کوئی مشکل پیش نہ آئے یہ دیکھے کہ طلباء کو روٹی وقت پر مل رہی ہے یا نہیں اسی طرح روٹی کیسی پک رہی ہے کچی ہے یا پکی ہے اس کے کنارے کیسے ہیں۔ دال کچی ہے یا پکی ہے دال شوربے دار ہے یا گلی ہوئی ہے۔ یعنی پانی ایک طرف اور دانے ایک طرف یہ ساری چیزیں جس کے دائرہ نظام میں ہوں وہ خود چیک کرے۔ اس کے بعد مدرسہ میں ایک سکون کی فضاء بن جائے گی۔ جس کے ذمہ ہے وہ چیک نہ کرے اور جس کے ذمہ نہیں ہے وہ چیک کرے تو اس سے فتنہ پیدا ہو جائے گا نظام اگر آپ کے ذمہ ہے تو ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اس میں طالب علموں کو سمجھانے کا طریقہ بھی آتا ہو اور اس حد تک بھی طالب علموں کو نہ آنے دیں کہ باغی بن جائیں۔ بڑی حکمت سے ان سے باز پرس کریں کبھی اصلاحات بھی ہوتی رہیں اور فتنہ بھی پیدا نہ ہو یہ تب ہوگا کہ اس کو یعنی ناظم کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوگا۔

یہ ناظم کا لیبل لگانا تو بڑا آسان ہے مگر نبھانا بڑا مشکل ہے مثلاً پانی ختم ہے۔ جس شخص کی ذمہ داری نہیں وہ کس کو کہے اگر کسی ملازم کو کہے گا تو وہ ملازم کہے گا کہ تو کون ہے مجھے کہنے والا اور جس نے پوچھنا ہے یعنی ناظم صاحب وہ گھر سویا ہوا ہے پوچھنے والا دیکھتا نہیں اور دیکھنے والے پوچھ سکتے نہیں دماغ میں کھلبلی مچ جائے گی۔ ہر بات پر نظر رکھو چاہے بالذات ہو خواہ بالواسطہ اگر آپ بوڑھے ہو گئے ہیں اور نگرانی نہیں کر سکتے تو اپنا نائب مقرر کر دیں اور اس کو کہہ دو کہ جس کام میں کمزوری نظر آئے مجھے فوراً اطلاع کرو۔ پورے نظام پر نظر ہو کہ پانی لڑکوں کو وقت پر مل رہا ہے یا نہیں، کھانا وقت پر مل رہا ہے یا نہیں دوپہر کو ان کا قیلولہ وقت پر ہوتا ہے یا نہیں فلاں ڈیوٹی پر وقت پر آتا ہے یا نہیں مالہ وماعلیہ دونوں باتیں ناظم کے ذمہ ہوتی ہیں۔ آج کل ناظم ماعلیہ تو بہت کرتے ہیں لیکن مالہ بہت کم کرتے ہیں ماعلیہ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کرنا یہ آسان کام ہے لیکن ان طلباء کے حقوق بھی ہیں یا نہیں۔ یہ اسباق میں مطمئن ہیں یا نہیں خیال رکھو ان کے مسائل کیا ہیں اور ان کا حل کیا ہے اگر کوئی مشکل پیش آ گئی ہو ان کو اعتماد میں لو کہ ہم نے یہ کوشش کی ہے لیکن غیر اختیاری طور پر یہ مشکل پیش آ گئی ہے تو طلباء اس مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیں۔

لیکن اگر وہ دیکھیں کہ ہمیں دیکھنے والا کوئی بھی نہیں ہے تو پھر ناگواری ہوگی چہ میگوئیاں شروع ہو جائیں گی۔ اگر آپ کو کسی جگہ کا جزوی اور کلی ناظم بنا دیا جائے تو اس میں جزوی ناظم کسی بڑے ناظم کا تابع ہوگا اس نے جہاں اپنے نظام کا خیال رکھنا ہے تو وہاں اس کی اتباع بھی کرنی ہے۔ بڑے کا مزاج دیکھ کر چلنا ہے اور جہاں کوئی اشکال پیش آجائے کہ یہ کام یوں کرنا ہے یا یوں کرنا ہے۔ اس کے مزاج کے مطابق ہے یا نہیں تو اس سے رابطہ کریں پوچھنے میں کیا حرج ہے۔

ناظم ہر استاد کے مقام کا بھی خیال رکھے استاد کو استاد اور طالب علم کو طالبعلم سمجھے طالب علم پر سختی بالغیر ہوتی ہے اور شفقت بالذات ہوتی ہے سب کو مطمئن رکھ کر چلو جو کام بھی ذمہ لگے اس کا پورا خیال رکھو جو سمجھ میں نہ آئے تو رابطہ کریں جب بھی ممکن ہو مثلاً کسی استاد میں خامی ہے اور ناظم کہہ نہیں سکتا چھوٹی سطح کا ہے تو مہتمم تک بات پہنچا دو۔

عام طور پر کونسلروں کی طرح ناظم سمجھ لیا جاتا ہے کہ کچھ کرنا نہ پڑے بس لیبل لگا لیا۔

ناظم کی ذمہ داریاں بہت نازک ہوتی ہیں مثلاً اگر آپ کے مطالعہ وتکرار کی ذمہ داری ہے آپ کو پتہ ہو کہ کون حاضر ہے کون غیر حاضر ہے۔

جو ناظم اس کی غیر حاضری کا نوٹس نہیں لیتا تو وہ اصلاح کیسے کرے گا۔

بڑے ماحول میں تو ہو سکتا ہے کہ غیر حاضر کا پتہ نہ چلے لیکن چھوٹے ماحول میں کیسے پتہ نہ چلے گا۔

طلباء کو وحشت نہ ہونے دیں بلکہ سمجھاؤ کہ یہ سب کچھ تمہارے فائدے کیلئے ہے۔

اس شعبہ میں آرام طلب آدمی کام نہیں کرسکتا جب بھی کوئی مشکل ہو تو ناظم پہلے کھڑا ہو اور مہتمم کو بھی محض ناظم کی بات پر اعتماد نہ کرنا چاہئے جب اس کو پتہ ہوگا کہ صرف میری بات سن کر فیصلہ نہیں کیا جائے گا تو وہ بھی چوکس ہو کر کام کرے گا۔

ناظم اور مہتمم کو اپنے آپ کو خادم سمجھنا چاہئے اور راحت رسانی کا ذمہ دار سمجھنا چاہئے۔

دعوت وتبلیغ

یہ اہم اطاعات میں سے ہیں عالم کو اس سے بالکلیہ محروم رہنا چاہئے۔ مدرس کو اس مقصد کیلئے جلسہ میں جانا اور چلتے پھرتے رہنا تو مناسب نہیں یہ تدریس میں کمال پیدا کرنے

کا سے مانع ہوگا لیکن عوام الناس کا کچھ حصہ ضرور رکھنا چاہئے۔ مثلاً جمعہ کی خطابت اس سے تدریس میں کوئی رکاوٹ بھی پیدا نہیں ہوتی اور دعوت وتبلیغ کا بڑا اچھا موقع مل جاتا ہے۔

۱- تقریر میں اردو درست کرنے کی بڑی کوشش کریں۔ سبق میں بھی اگر اردو ٹھیک اور صاف بولنے کی کوشش کرتے رہیں تو اس سے عوامی تقریر بھی ٹھیک ہو جائے گی۔

۲- جمعہ کی تقریر میں یا کسی اور موقع پر کوئی بات کہنی پڑی تو اس کا باقاعدہ مطالعہ کرنا چاہئے۔ جو بات بھی پیش کرنی ہو اس کا حوالہ ہونا چاہئے اور حوالہ تازہ کیا جائے۔

۳- بیان سے پہلے مضمون کو ذہنی یا کاغذی ترتیب دے لی جائے۔

۴- جب بیان کرنے لگے تو جھجک نہ ہونی چاہئے۔ بے جھجک ہونے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ مغرور ہو جائے یہ تو مناسب نہیں۔ یہ طریقہ صحیح ہے کہ اپنا تصور یہ کرلے کہ جو مضمون میں بیان کرنا چاہتا ہوں اکابر کے حوالے ان کے متعلق میرے پاس ہیں۔ میں اپنے گھر سے کہہ نہیں رہا بڑوں کی بڑی بات ہے پھر اس کو کہتے ہوئے جھجک کیسی۔

۵- اس کی کوشش کریں کہ مضمون اطمینان کے ساتھ جم جم کر بیان کریں لیکن بیان میں تسلسل ضرور ہونا چاہئے تسلسل سے مراد یہ ہے کہ مفرط قسم کی رکاوٹ نہ ہونے پائے۔ تسلسل سے یہ مراد نہیں کہ کلمات اتنے تیزی سے بولے کہ سامعین سمجھ ہی نہ سکیں۔

۶- تقریر میں ابتداء اور انتہاء کی پابندی کریں پابندی نہ کرنے سے خاص کر وقت زیادہ لینے سے لوگ تنگ ہو جاتے ہیں۔

۷- اختلافی مسائل پر بھی تقریر کرنی چاہئے لیکن اس کا اسلوب فرقہ وارانہ نہ ہونا چاہئے۔ یہ ظاہر ہی نہ ہونے پائے کہ میں فلاں فرقے پر برس رہا ہوں۔ نام کسی فرقہ کا بغیر ضرورت شدیدہ کے ہرگز نہ لے البتہ جو بات سامعین کے ذہن میں آپ ڈالنا چاہتے ہیں کہ اہلسنت والجماعت کا مسلک اور مدعا یہ ہے اور اس کے دلائل یہ ہیں۔ دلائل خوب گرم ہونے چاہئیں الفاظ نرم اور مہذب ہونے چاہئیں۔ دل آزاری کا انداز اختیار نہ کیا جائے اشتعال انگیز فقرات سے بچئے اپنی مسجد کو اکھاڑہ نہ بننے دے۔

۸- عالم کو چاہئے کہ اپنے اکابر کے مواعظ، ملفوظات، مکتوبات، خطبات تقریرات، سیر وسوانح

کچھ وقت نکال کر دیکھتا رہے پھر انہی میں سے جو باتیں عوام کے سامنے پیش کرنی ہوں انکی نشاندہی کر لی جائے۔ یہ چیزیں اپنی اصلاح کی نیت سے پڑھے اس سے دعوت و تبلیغ کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

۹- ایسے موضوعات پر کچھ نہ کچھ ضرور تیار کر کے رکھنا چاہئے۔ تاکہ اچانک ضرورت پڑ جائے تو کام آسکیں مثلاً اتباع سنت، محبت رسول، شوق ذکر، شان اولیاء، مقام صحابہ وغیرہ وغیرہ۔

اس سے ان شاء اللہ اچانک کہیں بولنا پڑ گیا تو شرمندگی نہ ہوگی۔

۱۰- اکابر کے واقعات اور حالات جو عامۃ الناس کے فہم سے بعید ہوں لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے گریز کیا جائے مخاطبین کے فہم کے معیار کے مطابق گفتگو ہونی چاہئے۔

۱۱- بیان میں عام ضرورت کے مضامین بھی بیان کرنے چاہئے۔ عوام میں گہرے مضامین کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔ زیادہ حقائق میں ان کو الجھانا مناسب نہیں۔

البتہ عام فہم مفہوم کی کوشش کرنی چاہئے کہ تعبیر عمدہ ہوں حکایات و تعبیرات دلچسپ ہوں متوحش قسم کے عنوانات نہ ہوں۔

۱۲- اپنے گھر میں یا پڑوس میں دین کی باتیں کہنے سننے کی عادت رکھنی چاہئے۔ کبھی کبھی عورتوں کو پردے میں بٹھا کر اور مردوں کے سامنے بٹھا کر وعظ بھی کر لیا کریں۔

پرانے بزرگوں کی طرح فکر آخرت پیدا کرنے والے وعظ کریں جدید لیکچرز کے پیچھے نہ پڑیں۔ خاص کر چھٹیوں میں اپنے دیہات میں یا اپنی آبادی میں حکیمانہ انداز سے دعوت و تبلیغ کا کام ضرور کرنا چاہئے وہ بھینس کیسی ہے جو دودھ نہ دے وہ مولوی کیا ہے جو لوگوں کو علم و فہم نہ دے۔

۱۳- گھروں میں بھی اپنے معاملات کو درست رکھیں تاکہ گھر والے اور آس پاس والے آپ سے بدگمان ہو کر آپ سے دوری اختیار نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم اور فہم دین نصیب فرمادیں
اور اپنے اکابر حق کے مسلک پر چلنے کی توفیق سے
نوازیں اور اخلاص نصیب فرمائیں آمین ثم آمین

تمت